بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ
وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا (نساء:۶۹)

مَآثِرُ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَآثَارُ الشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ

ملقب بہ

اقوال سلفؒ

حصہ اوّل

جس میں سادات انبیاء کرامؑ، حضرات صحابہ کرامؓ، صحابیات اور تابعین عظامؒ
کے احوال، اقوال وآثار مختصراً ذکر کئے گئے ہیں۔

مرتبہ

شیخ طریقت حضرت مولانا **محمد قمر الزمان** صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

ناشران
مکتبہ دار المعارف الہ آباد
ادارہ معارف مصلح الامتؒ الہ آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب سے متعلق ضروری معلومات

نام کتاب : مَآثِرُ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَآثَارُ الشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ
ملقب بہ ''اقوال سلفؒ'' حصہ اوّل
مرتب : شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم
تعداد صفحات : ۸۰۰ تعداد اشاعت : ۱۱۰۰
سن اشاعت بار پنجم: شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۰۲۳ء
باہتمام : مولانا محمد عبد اللہ قمر الزمان قاسمی الہ آبادی
تصحیح : مولانا محمد عبید اللہ قمر الزمان ندوی ومولانا فیروز عالم قاسمی
کمپوزنگ : مولوی محمد الہ آبادی
ناشر : مکتبہ دار المعارف الہ آباد۔ ادارہ معارف مصلح الامتؒ الہ آباد
قیمت :

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ دار المعارف الہ آباد، ۶۳۹/بی، وصی آباد، الہ آباد۔ ۲۱۱۰۰۳
(۲) مکتبہ فیضان قمر ٹائم ٹو ٹائم دکان نمبر ۷، ایس ڈی چال، بہرام باغ روڈ، جوگیشوری ممبئی
(۳) مکتبہ رحمانیہ، دار العلوم عربیہ اسلامیہ بھروچ محمود نگر کنتھاریہ، بھروچ، گجرات
(۴) قاضی بکڈپو، بالمقابل بڑی مسجد (مرکز) رانی تلاؤ، سورت، گجرات ۳۹۵۰۰۳
(۵) مکتبہ النور دیوبند، یوپی۔ ۲۴۷۵۵۴
(۶) مکتبہ صدیق دیوبند یوپی۔ ۲۴۷۵۵۴
(۷) الفرقان بکڈپو، ۱۳/۱۴، نظیر آباد لکھنؤ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فہرست

مَاٰثِرُالاَنْبِیَاءِ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَآثَارُالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ

مُلَقَّب بہ "اقوالِ سَلَف رضی اللہ عنہم" حصہ اوّل

نمبر شمار	فہرست عنوانات	صفحہ نمبر
ا	عرض ناشر محمد عبداللہ قاسمی الہ آبادی	۱۳
ب	تعارف شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ	۱۵
ج	پیش لفظ ازمؤلف عفی عنہ	۱۷
د	ڈاکٹر یوسف قرضاوی کی تصنیف سے چند باتیں	۲۰
ہ	مقدمہ حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلیؒ	۲۶
و	دیباچہ حضرت مولانا تقی الدین صاحب ندوی مدظلہ العالی	۳۵
ز	تبصرہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۳۹
ح	تذکرہ طبع چہارم ازمرتب عفی عنہ	۴۳
ط	طبع پنجم ازمرتب عفی عنہ	۴۶
ی	تقریظ حضرت مولانا احمد خضر صاحب مسعودی قاسمی	۴۸
ک	تأثر حضرت مولانا بدرالحسن القاسمی مقیم حال کویت	۵۵

مآثرالانبیاء علیہم السلام

۱	سید البشر خاتم الانبیاء سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۶۳
۲	ابوالبشر اول الانبیاء سیدنا آدم علیہ السلام	۱۷۵
۳	سیدنا حضرت شیث علیہ السلام	۱۸۵

نمبر شمار	فہرست عنوانات	صفحہ نمبر
۴	سیدنا حضرت ادریس علیہ السلام	۱۹۰
۵	سیدنا حضرت نوح علیہ السلام	۱۹۶
۶	سیدنا حضرت ہود علیہ السلام	۲۰۲
۷	سیدنا حضرت صالح علیہ السلام	۲۰۶
۸	سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام	۲۰۹
۹	سیدنا حضرت لوط علیہ السلام	۲۲۲
۱۰	سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام	۲۲۵
۱۱	سیدنا حضرت اسحاق ویعقوب علیہما السلام	۲۳۱
۱۲	سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام	۲۳۶
۱۳	سیدنا حضرت شعیب علیہ السلام	۲۵۱
۱۴	سیدنا حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام	۲۵۶
۱۵	سیدنا حضرت خضر علیہ السلام	۲۶۸
۱۶	سیدنا حضرت یوشع بن نون علیہ السلام	۲۷۳
۱۷	سیدنا حضرت حزقیل علیہ السلام	۲۷۶
۱۸	سیدنا حضرت الیاس علیہ السلام	۲۷۹
۱۹	سیدنا حضرت الیسع علیہ السلام	۲۸۲
۲۰	سیدنا حضرت شمویل علیہ السلام	۲۸۴
۲۱	سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام	۲۸۸
۲۲	سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام	۲۹۳

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نمبرشمار	فہرست عنوانات	صفحہ نمبر
۲۳	سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام	۲۹۸
۲۴	سیدنا حضرت یونس علیہ السلام	۳۰۳
۲۵	سیدنا حضرت ذوالکفل علیہ السلام	۳۰۸
۲۶	سیدنا حضرت عزیر علیہ السلام	۳۰۹
۲۷	سیدنا حضرت زکریا علیہ السلام	۳۱۳
۲۸	سیدنا حضرت یحییٰ علیہ السلام	۳۱۶
۲۹	سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۳۲۰
۳۰	سیدنا حضرت حکیم لقمان رحمۃ اللہ علیہ	۳۲۹

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات و ارشادات

نمبرشمار	فہرست عنوانات	سن وفات	صفحہ نمبر
۳۱	امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سنہ ۱۳ھ	۳۳۴
۳۲	امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سنہ ۲۳ھ	۳۴۷
۳۳	امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سنہ ۳۵ھ	۳۵۵
۳۴	امیر المومنین سیدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سنہ ۴۰ھ	۳۶۴
	خلفائے راشدین کے فضائل ومناقب		۳۷۵
۳۵	حضرت سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ	سنہ ۳۶ھ	۳۸۲
۳۶	حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ	سنہ ۳۶ھ	۳۸۴
۳۷	حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	سنہ ۵۵ھ	۳۸۵
۳۸	حضرت سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ	سنہ ۵۵ھ	۳۸۷

نمبرشمار	فہرست عنوانات	سن وفات	صفحہ نمبر
۳۹	حضرت سیدنا ابو محمد عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ	سنہ ۳۲ھ	۳۸۸
۴۰	حضرت سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ	سنہ ۱۸ھ	۳۹۰
۴۱	حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	سنہ ۳۲ھ	۳۹۲
۴۲	حضرت سیدنا خباب ابن الارت رضی اللہ عنہ	سنہ ۳۷ھ	۳۹۷
۴۳	حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ	سنہ ۱۹ھ	۳۹۹
۴۴	حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ	سنہ ۹۱ھ	۴۰۰
۴۵	حضرت سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ	سنہ ۵۴ھ	۴۰۲
۴۶	حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	خلافت عثمانیہ میں	۴۰۴
۴۷	حضرت سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ	سنہ ۴۰ھ	۴۰۸
۴۸	حضرت سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ	سنہ ۲۳ھ	۴۱۰
۴۹	حضرت سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ	سنہ ۳۷ھ	۴۱۳
۵۰	حضرت سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ	سنہ ۳۲ھ	۴۱۶
۵۱	حضرت سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ	سنہ ۳۶ھ	۴۲۲
۵۲	حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	سنہ ۵۷ھ	۴۲۴
۵۳	حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	سنہ ۶۸ھ	۴۲۶
۵۴	حضرت سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ	سنہ ۷۳ھ	۴۲۷
۵۵	حضرت سیدنا صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ	سنہ ۳۸ھ	۴۳۳
۵۶	حضرت سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	سنہ ۸ھ	۴۳۴

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نمبر شمار	فہرست عنوانات	سن وفات	صفحہ نمبر
۵۷	حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	۵۲ھ	۴۳۷
۵۸	حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	۱۸ھ	۴۳۹
۵۹	حضرت سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ	۱۵ھ	۴۴۲
۶۰	حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	۶۵ھ	۴۴۴
۶۱	حضرت سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ	۱۸ھ	۴۴۶
۶۲	حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ	۵۰ھ	۴۴۸
۶۳	حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ	۶۱ھ	۴۵۵
۶۴	حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ	۴۵ھ	۴۶۲
۶۵	حضرت سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ	۵۸ھ	۴۶۷
۶۶	حضرت سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ	۴۳ھ	۴۷۰
۶۷	حضرت سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ	۷۴ھ	۴۷۲
۶۸	حضرت سیدنا عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ	۱۳ھ	۴۷۴
۶۹	حضرت سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ	۸۶ھ	۴۷۶
۷۰	حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۶۰ھ	۴۸۰
۷۱	حضرت سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	۸ھ	۴۸۴
۷۲	حضرت سیدنا ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ	۵۳ھ	۴۹۰
۷۳	حضرت سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ	۳ھ	۴۹۲
۷۴	حضرت سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ	۱۷ھ	۴۹۷

اقوال سلفؒ حصہ اول

نمبر شمار	فہرست عنوانات	سن وفات	صفحہ نمبر
۷۵	حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	۳ھ	۵۰۰
۷۶	حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ	۵۱ھ	۵۰۴
۷۷	حضرت سیدنا سعید بن عامر رضی اللہ عنہ	۱۹ھ	۵۰۶
۷۸	حضرت سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ	۵۱ھ	۵۰۹
۷۹	حضرت سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ	۵۴ھ	۵۱۲
۸۰	حضرت سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ	۵ھ	۵۱۴
۸۱	حضرت سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ	۸ھ	۵۱۶
۸۲	حضرت سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ	۶۷ھ	۵۱۸
۸۳	حضرت سیدنا قیس بن سعد رضی اللہ عنہ	۶۰ھ	۵۲۰
۸۴	حضرت سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ	۵۲ھ	۵۲۳
۸۵	حضرت سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ	۵۹ھ	۵۲۴
۸۶	حضرت سیدنا ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ	۵۴ھ	۵۲۶
۸۷	حضرت سیدنا حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ		۵۲۹
۸۸	حضرت سیدنا سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ	۱۸ھ	۵۳۱
۸۹	حضرت سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ	۸۳ھ	۵۳۴
۹۰	حضرت سیدنا سیدالشہداء حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ	۳ھ	۵۳۷
۹۱	حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ	۵۴ھ	۵۴۲
۹۲	حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	۲۱ھ	۵۴۵

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نمبر شمار	فہرست عنوانات	سن وفات	صفحہ نمبر
۹۳	حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ	سنہ ۵۴ھ	۵۴۷
۹۴	حضرت سیدنا عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ	سنہ ۴ھ	۵۵۱
۹۵	حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	سنہ ۷۳ھ	۵۵۳
۹۶	حضرت سیدنا ابوذر غِفاری رضی اللہ عنہ	سنہ ۳۲ھ	۵۵۵
۹۷	حضرت سیدنا مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ	سنہ ۳۳ھ	۵۵۹
۹۸	حضرت سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ	سنہ ۲۰ھ	۵۶۱
۹۹	حضرت سیدنا ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ	سنہ ۱۱۰ھ	۵۶۵
	صحابۂ کرام کے اجمالی فضائل		۵۶۷

تذکرہ حضرات صحابیات

۱۰۰	ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۰ نبوی	۵۷۱
۱۰۱	ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	سنہ ۵۸ھ	۵۸۵
۱۰۲	ام المومنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	سنہ ۶۱ھ	۵۹۳
۱۰۳	ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	سنہ ۴۴ھ	۵۹۸
۱۰۴	ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا	سنہ ۲۰ھ	۶۰۱
۱۰۵	ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	سنہ ۵۰ھ	۶۰۶
۱۰۶	ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	سنہ ۴۵ھ	۶۰۸
۱۰۷	ام المومنین حضرت سوداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا	سنہ ۲۲ھ	۶۱۱
۱۰۸	ام المومنین حضرت زینب ام المساکین رضی اللہ تعالیٰ عنہا	سنہ ۴ھ	۶۱۵

نمبر شمار	فہرست عنوانات	سن وفات	صفحہ نمبر
۱۰۹	ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	سنہ ۵۱ھ	۶۱۶
۱۱۰	ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	سنہ ۵۰ھ	۶۱۸
۱۱۱	سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا	سنہ ۸ھ	۶۲۱
۱۱۲	سیدہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	سنہ ۲ھ	۶۲۳
۱۱۳	سیدہ حضرت امّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا	سنہ ۹ھ	۶۲۶
۱۱۴	سیدہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا	سنہ ۱۱ھ	۶۲۷
۱۱۵	حضرت ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا	سنہ ۳۰ھ	۶۴۳
۱۱۶	حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا	سنہ ۷۳ھ	۶۴۷
۱۱۷	حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا	سنہ ۶۹ھ	۶۵۰
۱۱۸	حضرت امّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا	سنہ ۱۱ھ	۶۵۱
۱۱۹	حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا		۶۵۳

حضرات تابعین رضی اللہ عنہ

۱۲۰	حضرت امامنا الاعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۵۰ھ	۶۵۷
۱۲۱	خیر التابعین حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۳۷ھ	۶۸۳
۱۲۲	حضرت عامر بن عبداللہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۰۴ھ	۶۸۷
۱۲۳	حضرت اسود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۷۵ھ	۶۹۲
۱۲۴	حضرت ربیع بن خیثم رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۶۷ھ	۶۹۴
۱۲۵	حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۶۷ھ	۶۹۷

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نمبر شمار	فہرست عنوانات	سن وفات	صفحہ نمبر
۱۲۶	حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۰۵ھ	۷۰۱
۱۲۷	حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۹۴ھ	۷۰۶
۱۲۸	حضرت سیدنا محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۸۱ھ	۷۱۱
۱۲۹	حضرت سیدنا زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۹۹ھ	۷۱۳
۱۳۰	حضرت سیدنا ابوجعفر محمد بن باقر بن زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۱۷ھ	۷۲۵
۱۳۱	حضرت سیدنا جعفر صادق بن محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۴۸ھ	۷۲۸
۱۳۲	حضرت مطرف بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۸۷ھ	۷۳۵
۱۳۳	حضرت ابوالعالیہ ریاحی	سنہ ۹۰ھ	۷۴۰
۱۳۴	حضرت صلہ بن اشیم العدوی رحمۃ اللہ علیہ		۷۴۳
۱۳۵	حضرت علاء بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۹۴ھ	۷۴۵
۱۳۶	حضرت ثابت بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۲۳ھ	۷۴۸
۱۳۷	حضرت یونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۳۹ھ	۷۵۱
۱۳۸	حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۲۰ھ	۷۵۵
۱۳۹	حضرت ابویحییٰ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۳۱ھ	۷۵۸
۱۴۰	حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۹۴ھ	۷۶۴
۱۴۱	حضرت عامر بن شراحیل رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۰۴ھ	۷۷۰
۱۴۲	حضرت طلحہ بن مصرف رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۱۲ھ	۷۷۲
۱۴۳	حضرت ابوحازم اشجعی رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۰۰ھ	۷۷۴

نمبر شمار	فہرست عنوانات	سن وفات	صفحہ نمبر
۱۴۴	حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۱۰ھ	۷۷۶
۱۴۵	حضرت ہرم بن حیان عبدی رحمۃ اللہ علیہ		۷۸۰
۱۴۶	حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۱۶ھ	۷۸۳
۱۴۷	حضرت ابومسلم الخولانی رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۶۲ھ	۷۸۴
۱۴۸	حضرت ابوسعید حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۱۰ھ	۷۸۶
	خیر ختام		۷۹۳
	مآخذ و مصادر		۷۹۴

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عرضِ ناشر

الحمدللہ! اقوالِ سلف حصہ اوّل کی پانچویں طباعت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اس کے پہلے ایڈیشنوں کو مشائخ عظام وعلمائے اعلام بلکہ تمام اہلِ ذوق حضرات نے شرفِ قبولیت سے نوازا۔ اور بنظر غائر مطالعہ کر کے اس کی نافعیت اور اثر انگیزی کو مختلف انداز سے تحریر فرمایا اور اپنی قیمتی آراء سے بھی سرفراز فرمایا۔

زیر نظر نسخہ نہایت مفید اور جامع ہے اور بہت ساری خصوصیات کا حامل بھی۔ چوں کہ ابتداءً اس میں صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ ہی کا تذکرہ تھا، اب اس میں والد ماجد شیخ طریقت اطال اللہ بقاءہ علینا نے انسانوں کی سب سے عظیم جماعت یعنی حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات وصفات قلمبند فرمائے ہیں، خصوصاً ابوالبشر اول الانبیاء سیدنا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سید البشر خاتم الانبیاء سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات وتعلیمات وکلمات اور عبر ونصائح کی بہت سے اہم پہلو کو قدرے تفصیل سے درج فرما کر کتاب کی بہت بڑی کمی کو دور فرمادیا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

مزید متعدد صحابہ وصحابیات اور تابعین کے حالات وارشادات اور سب کی تاریخ وفات کو بہت ہی کد وکاوش کے ساتھ تلاش کرایا اور شامل کتاب کیا۔ جس کی وجہ سے ''اقوالِ سلف'' کا یہ سلسلۃ الذہب چھ حصوں کے بجائے گیارہ حصوں میں پایۂ

تکمیل کو پہنچا۔

اور اب اس ترتیب جدید کا نام (مَاٰثِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَاٰثَارُ الشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ) ملقب بہ ''اقوال سلف'' تجویز فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو روح کی تازگی اور قلب کی روشنی کا ذریعہ وسبب بنائے اور طالبانِ راہِ ہدایت وسالکانِ راہِ شریعت کے لئے مشعل راہ بنائے۔ آمین

بفضل اللہ تعالیٰ مکتبہ دارالمعارف کو بہت سی تصانیف اردو، انگریزی، گجراتی اور بنگلہ زبان میں آپ کے ہاتھوں تک پہنچانے کا شرف حاصل ہو چکا ہے اس وقت بھی مزید اہم تصانیف وتالیفات مثلاً ''معارف مصلح الامت جلد پنجم وششم، مواعظ القرآن جلد دوم'' وغیرہ کتابت وطباعت کے مرحلہ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کتابوں کی طباعت بآسانی تمام فرمائے اور قبول فرمائے۔ آمین

آخر میں جملہ ناظرین کرام سے درخواستِ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشفقی المکرم والد ماجد متعنا اللہ بفیوضہ کو صحت وعافیت کے ساتھ تادیر باحیات رکھے اور کتاب وسنت کی نشر واشاعت اور تصوف وسلوک کی تشریح کی مزید توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یارب العالمین

محمد عبداللہ قمر الزمان قاسمی الہ آبادی

خادم مکتبہ دارالمعارف الہ آباد

شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ

مارچ ۲۰۲۳ء

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تعارف

بقیۃ السلف شیخ المشائخ حضرت مولانا **شاہ محمد احمد** صاحب پرتاپگڈھی قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

حضرت قطب ربانی علامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ جو فقہ ظاہر و باطن دونوں کے جامع تھے۔ ورع وتقویٰ، ذکر اللہ کی کثرت اور روحانی قوت میں آپ کی امتیازی شان تھی، اعتصام بالکتاب اور اتباعِ سنت میں قدم راسخ رکھتے تھے، لوگوں کی ایذائیں برداشت کرنا اور محتاجوں و فاقہ مستوں کو اپنے او پر ترجیح دینا اور ضرورت مندوں کا بار اٹھالینا آپ کا طغرائے امتیاز تھا، رعب و ہیبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی مقبولیت و محبوبیت اور جاذبیت عطا فرمائی تھی کہ اُمراء اور وزراء آپ کی مجلس میں حاضری دیتے ہوئے فخر محسوس کرتے تھے۔ آپ کا کلام زبردست تاثیر کا حامل ہوتا تھا اور آپ کے وعظ میں عجیب صولت وشوکت ہوتی تھی کہ جو سنتا متأثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ واقعی اہل اللہ کا کلام ایسا ہی ہوتا ہے اور چوں کہ وہ کتاب وسنت کا ترجمان اور ان اہل اللہ کے انوار باطن سے مخمور و معمور ہوتا ہے اس لئے جو اس کو پڑھتا یا سنتا ہے اس کے دل کی دنیا بدل جاتی ہے اور قارئین کے قلوب بھی پُرنور و معمور بلکہ مخمور ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ کسی نے خوب کہا ہے۔

شیخ نورانی ز رہ آگہ کند   با سخن ہم نور را ہمرہ کند

چنانچہ آپ کی تصانیف میں سے ایک تصنیف ''لواقح الانوار فی طبقات الاخیار

ملقب بہ الطبقات الکبریٰ'' بھی ہے۔ جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر دسویں صدی ہجری تک کے مختلف اکابر و بزرگانِ دین کے مؤثر و مفید ملفوظات و ارشادات درج فرمائے ہیں۔

بفضلہ تعالیٰ اس کی تلخیص وترجمہ کا داعیہ عزیز محترم و مخلصم مولانا محمد قمر الزماں صاحب کے دل میں پیدا ہوا۔ اور عزیز موصوف نے اس کا ترجمہ کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ بوجہ احسن اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اور نہ صرف یہ کہ ''طبقات کبریٰ'' کے منتخب مضامین کا نہایت عمدہ سلیس ترجمہ فرمایا، بلکہ مزید مضامین مفیدہ سے اس کو مزین فرمادیا، جس سے کتاب کی افادیت و نافعیت دو چند ہوگئی ہے۔

چنانچہ ابتداء میں حضور اقدس ﷺ کی چہل حدیث اور مناسب مقام پر جن بزرگانِ سلفؒ کے ارشادات سے ''طبقات'' خالی تھی ان کو شامل فرما کر ''اقوالِ سلف'' کے نام سے ایک ایسی جامع کتاب تیار کردی جو ان شاء اللہ تعالیٰ عوام وخواص سب ہی کے لئے بیحد نافع ومفید ثابت ہوگی۔

میں نے اس کے مضامین کو نماز مغرب کے بعد کی خاص مجلسوں میں بالاستیعاب سنا اور صدق دل سے عرض کرتا ہوں کہ ان مضامین کو سن کو مجھے جو روحانی وقلبی مسرت حاصل ہوئی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب سے اپنے بندوں کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچائے اور حسن قبول عطا فرمائے اور عزیز محترم ومخلصم مولانا قمر الزماں صاحب سلمہ کی سعی کو مشکور و مقبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

۲۲ رشعبان المعظم ۱۴۰۶ھ   محمد احمد پھولپوری

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَوْلِیَائِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

امابعد! یہ حقیقت اہل بصیرت پر مخفی نہیں کہ مشائخ کرام کے حالات ومقالات اور ملفوظات ومعمولات بلاشبہ علم وعمل کی روح، دنیا وآخرت کے لئے رہبر، خلوت کدہ کے لئے مونس، غم زدہ کے لئے انیس، دینی ودنیوی مشکلات کے لئے بہترین حل، نورِ ایمان کو بڑھانے والے اور قلب میں قوت پیدا کرنے والے ہیں۔ ان بزرگانِ دین اور سلف صالحین کے احوال واقوال مبتدیوں کے لئے اشتیاق وترغیب کے باعث بنتے ہیں اور منتہیوں کے لئے دستورِ حیات اور سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان اسلافِ کرام کے آثار ونقوش کے سننے اور دیکھنے سے بسا اوقات اخلاف کے خوابیدہ جذبات بیدار ہوجاتے ہیں اور راہ پر لگ جاتے ہیں۔

حرف از زبان دوست شنیدن چہ خوش بود
یا از زبانِ آں کہ شنید از زبانِ دوست

یعنی دوست کا کلام خود اس کی زبان سے سننا تو بہت ہی خوب ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ میسر نہ ہو تو جس نے اس سے سنا اس سے سننا بھی خالی از نفع نہیں ہے۔

ان حقائق کے پیشِ نظر علماء کرام نے سلفِ صالحین کے احوال واقوال کو ضبط کرنے کا اہتمام فرمایا۔ مثلاً علامہ جمال الدین ابن الجوزیؒ نے ''صفۃ الصّفوۃ'' میں

اور علامہ شمس الدین ذہبیؒ نے ''سِیَرُ اَعلَامِ النُّبلاء'' میں اور مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے ''نفحات الانس'' میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ''اَخبَارُ الاَخیَار'' میں ان اکابرِ امت کے احوال واقوال کا اچھا خاصا مواد جمع فرمادیا ہے۔ انہی علماء اعلام میں سے حضرت العلامہ قطبِ ربانی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ کی ذات بابرکات بھی ہے، جنہوں نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''الطّبقاتُ الکبریٰ'' میں خلیفۂ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے لے کر دسویں صدی کے اوائل تک کے حضرات صحابۂ کرامؓ وتابعین عظامؒ اور بہت سے اولیاء اللہ وصوفیہ صافیہ کے ایسے مفید ومؤثر اقوال نقل فرمائے ہیں کہ ان میں کے ہر ہر قول کو اگر روحِ شریعت اور جوہرِ طریقت کہا جائے تو شاید بے جا نہ ہوگا۔

اسی بناء پر حضرت مرشدی مصلح الامت مولانا وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ جو درحقیقت سندانِ عشق اور جامِ شریعت کے جامع تھے اور اصلاح وتربیت کے باب میں ید طولیٰ رکھتے تھے، یہ کتاب اکثر ان کے زیر مطالعہ رہتی تھی۔ اس لئے بسا اوقات اس کے مضامین اپنی خاص مجلس میں سناتے تھے، جس سے اہل مجلس بے حد متأثر ہوتے تھے۔ اس لئے اس حقیر کو اس کتاب سے حضرت والا کی حیات مبارکہ سے ہی یک گونہ مناسبت ہوگئی تھی۔ پس جب حضرت والاؒ کی وفات کے بعد مجلس میں بیان کرنے کی سعادت اس حقیر کو نصیب ہوئی تو گاہے گاہے میں نے بھی ''طبقات کبریٰ'' سے اقوال سلف کے سنانے کا معمول رکھا۔ جسے سامعین پسند کرتے اور اثر لیتے۔ حتی کہ بعض مخلص احباب نے اس کے ترجمہ کی خواہش کا اظہار کیا، تاکہ اردو خواں طبقہ کے لئے بھی مفید وکارگر ثابت ہو۔ اس ناکارہ کے قلب نے بھی اس خیال کی تصویب کی۔ مگر ذہن میں یہ بات آئی کہ بالاستیعاب اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کتاب کا ترجمہ اردو میں ہونے کے باوجود کچھ زیادہ نافع نہ ہوگا۔اس لئے دریں زمانہ عموماً اُن علوم ومعارف سے مناسبت کی کمی کی وجہ سے ممکن ہے کہ باوجود اردو میں ہونے کے بھی عوام کو سمجھنے میں دُشواری ہو۔لہٰذا ایسے اقوال کا انتخاب وترجمہ کا کام شروع کر دیا جو بالکل واضح ہوں اور سب کو بآسانی سمجھ میں آجائیں۔

مزید فضل الٰہی یہ نصیب ہوا کہ حضرت مرشدی مولانا محمد احمد صاحب قدس سرہٗ کا قیام اس وقت زیادہ تر الہ آباد میں مدرسہ بیت المعارف میں یا مکرم ڈاکٹر ابرار احمد صاحب کے مکان پر رہتا تھا،حضرت والا نے یہ کرم فرمایا کہ اپنی خصوصی مجلس میں پورے ترجمہ کو سنانے کا موقع مرحمت فرمایا اور خود سماعت کا خاص اہتمام فرمایا،اور اس کی پوری پوری تصویب اور خوب ہی خوب تحسین فرمائی۔اور توفیق عمل کے لئے دعا فرمائی۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ

چند باتیں

۱۔ اس حقیر نے ''طبقات کبریٰ'' میں مندرجہ اقوال کے علاوہ دوسری مستند کتابوں سے حضرات صحابہؓ وازواج مطہراتؓ وتابعین وغیرہم کے ارشادات کا اضافہ کیا ہے۔خصوصاً رأس الصالحین ﷺ کے کلمات طیّبات کو اولاً درج کیا ہے تاکہ مزید نزولِ رحمت وحصولِ برکت کا سبب ہو۔

۲۔ نیز اس حقر نے جا بجا اپنے ذوق وصوابدید کے مطابق فوائد بھی لکھے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے امت کے لئے نفع بخش فرمائے۔آمین

۳۔ چوں کہ حضرات صوفیہ کے ذخیرۂ کلام میں عشق ومحبت،اصلاح وتربیت کے باب میں بہت سی نادر باتیں ملتی ہیں جو دوسری جگہ کمیاب ہیں،اس لئے ہم

نے ہندو پاک کے بعض مشاہیر صوفیہ کے کچھ ارشادات بھی نقل کر دئیے تاکہ ان سے مزید استفاضہ کیا جاسکے۔

مفکر اسلام ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی تصنیف ''ثقافۃ الداعیہ'' سے چند باتیں

عالم اسلام کے بہت بڑے مصنف ومفکر ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اپنی کتاب ''ثقافۃ الداعیۃ'' میں کلام تصوف کے متعلق بہت ہی انصاف کی باتیں لکھی ہیں۔کتاب عربی میں ہے،اس کا ترجمہ مولانا المکرم ڈاکٹر فضل الرحمٰن ندوی نے ماشاءاللہ بہت ہی سلیس اور معنی خیز کیا ہے جو ''داعیانِ حق کے اوصاف'' کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔ پوری کتاب کا مطالعہ دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کے لئے بہت ہی مفید ہے۔مگر ہم یہاں موقع کے مناسب صرف تصوف کے متعلق جو باتیں لکھیں ہیں،انھیں کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔

تصوف: وہ علم ہے جس میں اسلامی ثقافت کے اخلاقی اور جذباتی پہلو کو زیر بحث لاتے ہیں۔۔۔۔۔ذیل میں ہم ان چند تصوفانہ میراث کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرارہے ہیں جن کی وجہ سے اصل اسلام کے مفہوم ومعانی میں خلل پڑنے کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے اور جو اسلام سے اصلاً میل نہیں کھاتے وہ یہ ہیں۔

اوّل: فلسفیانہ تصوف تمام کا تمام اپنی اساس سے ہٹا ہوا ہے۔اگر ہم اس کا درس دیں تو اس لئے کہ اسلام سے اس کے فساد اور منافات کو واضح کرکے مدد کرسکیں۔فلسفیانہ تصوف سے ہماری مراد وہ افکار وخیالات ہیں۔جن میں حلول اور وحدۃ الوجود کی آمیزش ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دوم: جس تصوف کی طرف ہماری توجہ ہونی چاہئے وہ ہے اس کا اخلاقی اور تربیتی پہلو، جس کے متعلق علامہ ابن القیمؒ نے المدارج میں لکھا ہے۔

اجتمعت کلمة الناطقین فی ھٰذا العلم علیٰ ان التصوف ھو الخُلق۔

اس علم سے تعلق رکھنے والوں کا اس پر اجماع ہے کہ تصوف کا دوسرا نام حسن خُلق ہے۔

اور کتانی نے اس کی تعبیر یوں کی ہے۔

التصوف خلق، فمن زاد علیک فی خلق زاد علیک فی التصوف۔

تصوف حسن خلق کا نام ہے۔ جو شخص تم سے حُسن خُلق میں فوقیت لے جائے گویا وہ تصوف میں فوقیت لے گیا۔

سوم: ہمیں تصوف سے وہ مغز لینا ہے جس سے اسلامی عقیدہ اور اخلاق کی پختگی ہوتی ہے اور ہر وہ شے جس سے اس میں دھبہ پڑے یا ریب وشک پیدا ہو ترک کر دینا چاہئے۔ ہمیں ان حضرات سے بھی استفادہ کرنا چاہئے جنہوں نے صوفیہ پر نقد وتبصرہ کیا ہے، جیسے ابن جوزیؒ نے اپنی کتاب "تلبیس ابلیس" وغیرہ میں۔

اسی طرح یہ انصاف کا تقاضا ہے کہ ہم تصوف کے اس ذخیرہ کی طرف اشارہ کر دیں جو اس کا ماخذ قرار دیا جاتا ہے، اس میں جو فائدے ہیں ان سے انکار ممکن نہیں۔

۱۔ اس میں بڑی حد تک صالحین کے اقوال، زاہدوں، عابدوں، اہل تقویٰ اور صاحبانِ بصیرت کے حکمت آموز تجربے ملتے ہیں۔

۲۔ ان میں روح کو جِلا دینے والے ایسے نمونے ملتے ہیں جس سے آیات قرآن اور حدیث کے فہم وتشریح میں بڑی مدد ملتی ہے۔ جو دوسری جگہ ناپید ہے۔

۳۔ فقہائے ظاہری نے محسوس احکام کی طرف توجہ دی تو متکلمین نے خشک

عقلی پہلو پر اپنی قوتیں صرف کیں، مگر صوفیہ نے باطنی احکامات واردات، نفسانی آفتیں اور شیطانی وسوسے کو اپنا موضوع قرار دے کر ان سے بچنے کی کیفیات اور علاج کی نشاندہی کی۔ اس میں شک نہیں کہ اس سلسلہ میں ان کی کچھ مشقیں، تجربے اور حکمتیں بھی ہیں جو دوسرے لوگوں کے یہاں موجود نہیں ہیں۔

۴۔ ان کے اقوال میں حرارت اور زندگی ملتی ہے، جس سے مطالعہ کرنے والا متأثر ہوتا ہے۔ غالباً اُن کے نفسانی مجاہدہ اور روحانی ریاضت کے نتیجہ میں یہ حاصل ہوتی ہے۔

۵۔ ابتدائی دور کے صوفیہ نے جب تصوف کی بنیادیں رکھیں اور اس کے راستے ہموار کئے تو انہوں نے شرع سے نکلنے کے حیلے بہانے کے تمام راستے مسدود کر دیئے تھے اور کتاب وسنت کے علاوہ تمام دیگر خارجی چیزوں سے انکار کر دیا تھا۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کا یہ قول ہے:

من لم یقرء القرآن ولم یکتب الحدیث لا یقتدیٰ به فی ھٰذا الامر لان علمنا مقید بالکتاب والسُّنة وقال مذھبنا مقید باصول الکتاب والسنة و کذٰلک جاء عن ابی حفص والدارانی وابن ابی الحواری والسری السقطی وغیرھم کما نقله عنهم القشیری وغیرہ۔

جو قرآن نہ پڑھے اور نہ حدیث لکھے تو اس کی پیروی اس معاملہ میں نہیں کی جا سکتی۔ ہمارا علم تو کتاب وسنت سے مقید ہے اور یہ بھی کہا کہ ہمارا مذہب اور طریقہ تو کتاب وسنت کے اصول کا پابند ہے۔ اسی طرح ابوحفص، ابن ابی حواری اور سری سقطی وغیرہم سے ایسے ہی اقوال منقول ہیں جیسا کہ قشیری وغیرہ نے ان کے یہ اقوال نقل کئے ہیں۔

(دادعیان حق، ترجمہ ثقافۃ الداعیۃ۔ ص:۱۶۸)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسی کے ہم معنی حضرت مصلح الامت مرشدی مولانا وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ نے بھی کلامِ صوفیہ کی افادیت کے متعلق ارشاد فرمایا ہے جو یہاں درج کرتا ہوں۔ وھوھٰذا

کتب صوفیہ کا افادہ

فرماتے تھے کہ صوفیہ میں بہت سے علوم ومعارف ایسے مذکور ہیں جن کے دیکھنے سے قلب میں کیف وحال پیدا ہوتا ہے، جس سے راستہ آسان ہوجاتا ہے، طریق کے شرائط وموانع کا علم ہوجاتا ہے، جس سے برسوں کا راستہ منٹوں میں طے ہوجاتا ہے۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے بہت سی حکمت ومعرف کی باتیں ملتی ہیں جن سے شریعت کا حسن وجمال معلوم ہوتا ہے، جس سے اپنی بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض باتیں ایسی درج ہیں جو سمجھ میں نہیں آتیں۔ تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، اس لئے کہ ہر فن کی کتابوں میں بعض مغلق ومشکل مضامین ہوتے ہیں جو ہر ایک کی سمجھ سے بالا تر ہوتے ہیں۔ خود قرآن کریم میں مقطعات ومتشابہات ہیں جن کو ہم لوگ کہاں سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس میں غور وخوض سے منع فرمایا گیا ہے۔

اور میں ایک بات یہ بھی کہتا ہوں کہ علوم کے بھی مراتب ہیں۔ سب علوم ابتداءً سب کی سمجھ میں نہیں آتے۔ جب استعداد وصلاحیت بڑھتی ہے تو بہت سی باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ پس حضرات صوفیہ جو باطنی شریعت کے ترجمان ہوئے ہیں، ان کی بہت سی باتیں ذوق وحال سے ناشی ہوئی ہیں۔ پس جب تک آدمی اس ذوق وحال تک نہ پہنچے گا اس کو وہ باتیں سمجھ میں نہ آئیں گی۔ چنانچہ بہت سے حضرات علماء جب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کسی صاحبِ حال بزرگ کی خدمت میں گئے اور ان کے فیض صحبت سے ان کے جیسا ذوق وحال پیدا ہوا، تو ان

باتوں کا اقرار کیا اور خود اس کے مبلغ وداعی بنے۔ خود پیا اور دوسروں کو پلایا، خود سیراب ہوئے اور دوسروں کو سیراب کیا۔ (تذکرۂ مصلح الامتؒ، تالیف مرتب عفی عنہ)

چنانچہ آپ جب اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں گے تو آپ کو خود احساس ہوگا کہ ان حضرات کے اقوال کے اندر کتنے علوم وحقائق ہیں اور ان میں کس قدر اثر وکیف ہے جس کا انکار معاند ہی کرسکتا ہے۔ آخر اسی بناء پر تو شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ اہل اللہ کا کلام نامرد کو مرد اور مرد کو شیر مرد بنا دیتا ہے۔ بات یہ ہے کہ کلام میں صاحبِ کلام کی نورانیت وروحانیت شامل رہتی ہے۔ اس لئے تجربہ ہے کہ بہت سے کم ہمت طالب ان حضرات کے کلام کو سن کر سلوک راہ کے لئے مستعد وکمربستہ ہوجاتے ہیں اور ان کے لئے یہ کلام شمع رہنما ثابت ہوتا ہے۔

پس اگر کسی کو اس کی تاثیر محسوس نہ ہو تو اس کو اپنے ہی اوپر ملامت کرنا چاہئے۔ اسی لئے علامہ شعرانیؒ خود خطبۂ کتاب میں ارقام فرماتے ہیں:

ثم ان من طالع مثل ھٰذا الکتاب	جو شخص ایسی کتاب کا مطالعہ کرے اور
ولم یحصل عندہ نھضۃ ولا	اس کے اندر اللہ عزوجل کے طریق کا
شوق الی طریق اللہ عزوجل	شوق وجذبہ نہ اُبھرے تو وہ اور مردے
فھو والاموات سواء۔ والسلام	برابر ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کتاب سے نفع عظیم عطا فرمائے اور حیاتِ قلب اور جذبۂ ایمان سے بہرہ ور فرمائے اور جملہ صالحین کی روحانیت اور فیض برکت سے مستفیض فرمائے۔ آمین

مجھے مسرت ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نے بھی مشائخ عظام کے اقوال جمع فرمائے جو ’’مقالاتِ صوفیہ‘‘ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ اس مجموعہ کا ترجمہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا ہے۔ جس میں ’’طبقاتِ کبریٰ‘‘ سے کافی اقوال درج فرمائے ہیں۔ اور جابجا فوائد بھی تحریر فرمائے ہیں جو نہایت مفید اور قابل مطالعہ ہیں۔

شروع کتاب میں حضرت حکیم الامتؒ نے بعنوان ’’ابتدائیہ‘‘ چند سطریں ارقام فرمائی ہیں جو درج ذیل ہیں:

’’یہ ایک حصّہ ہے بزرگانِ طریق کے احوال و اقوال کا، جس کے الفاظ کم اور معانی بہت ہیں۔ ہم نے مختلف کتابوں سے انتخاب کیا ہے تاکہ لوگوں کے قلوب اس سے مانوس ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی ہر شخص کو توفیق دینے والا ہے خواہ کسی کا متبع ومقلد ہو یا اپنے اجتہاد وتحقیق پر عمل کرنے والا ہو۔‘‘ (اشرف علی تھانوی عفی عنہ الخفی والجلی)

اور اس حقیر کے لئے خوشی کی بات یہ بھی ہے کہ حضرت العلامہ عبدالوہاب شعرانیؒ ہی کی تصنیف ’’تنبیہ المغترین‘‘ کی تلخیص اور اس کا ترجمہ حضرت بقیۃ السلف مولانا محمد احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ’’اخلاقِ سلفؒ‘‘ کے نام سے امت کے سامنے پیش فرمایا ہے جس کو عوام وخواص سب نے تلقی بالقبول فرمایا ہے۔ اب یہ حقیر جہد مقل اور بضاعت مزجاۃ کے طور پر ’’اقوال سلفؒ‘‘ کے نام سے ہدیۂ ناظرین کر رہا ہے۔ امید قوی ہے کہ اس کو بھی حلیۂ پذیرائی سے نوازیں گے۔ ؎

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

محمد قمر الزّمان الٰہ آبادی

۱۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

مقدمہ

از حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی

شیخ التفسیر جامعہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

الحمد لله رب العٰلمين والصّلٰوة والسّلام على سيد المرسلين محمّد وّاٰله وصحبه اجمعين۔

حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بے نظیر اور شہرۂ آفاق کتاب ’’حجۃ اللہ البالغۃ‘‘ میں لکھا ہے:

اعلم ان ما كلف به الشارع...... هو الاعمال من جهة انها تنبعث الهيئات النفسانية التي في المعاد للنفوس وعليها....... والبحث عن تلك الاعمال من جهتين، احدٰهما جهة الزامها جمهور الناس...... والثانية جهة تهذيب نفوسهم بها وايصالها الى الهيئات المطلوبة منها...... الباعث عنها من الجهة الاولىٰ هو علم الشرائع وعن الثانية هو علم الاحسان۔ (ج:۲۔ص:۲۶)

مطلب یہ ہے کہ شرعی احکام، جن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کو مکلف کیا گیا ہے، اس کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک ان کی وہ ظاہری صورت ہے جس کی پابندی بھی ضروری ہے، کیوں کہ اسی سے حکم کی بجا آوری ہونے نہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ دوسری ان کی وہ تاثیر ہے جس سے انسان کا اندرون سنورتا اور مقصد اصلی (انسانیت میں کمال) حاصل ہوتا ہے۔ پہلی حیثیت سے گفتگو علم الشرائع (علم الفقہ) میں کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جاتی ہے اور دوسری حیثیت سے جس فن میں بحث کی جاتی ہے اس کا نام ''علم الاحسان'' (بعد میں اسی کا اصطلاحی نام ''علم التصوف''[1] پڑ گیا۔)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ جو دونوں حیثیتوں کے جامع (گویا مجمع البحرین) تھے ان کے مذکورہ بالا ارشاد سے جہاں دونوں علوم کی حقیقتیں اور ان کی تعریفیں معلوم ہوتی ہیں وہیں دونوں کے مابین فرق کی وضاحت اور ان کے مرتبوں کی تعیین بھی ہو جاتی ہے۔ اس لئے شاہ صاحبؒ کے مکتبۂ فکر سے وابستگی رکھنے والا کوئی بھی شخص احسان کی ضرورت سے انکار نہیں کرسکتا، چہ جائیکہ اس کا مذاق اڑانے کی جرأت کرے۔ بلکہ اس فن احسان کی اہمیت کو ''علم الشرائع'' سے کسی بھی طرح کم نہیں سمجھے گا۔

شاہ صاحبؒ کی یہ تحقیق ''ایجاد بندہ'' نہیں بلکہ کلام رسول اللہ ﷺ خاص طور پر حدیثِ جبرئیل کا مدلول اور تقاضا ہے۔

حکیم الامت حضرت اقدس تھانویؒ جن سے اللہ تعالیٰ نے دور آخر میں دین مبین کی حکیمانہ تشریح وتبیین اور خلق خدا کی اصلاح وتہذیب کا خاص کام لیا،

---

[1] اسی ''اصطلاحی نام'' سے ہی تمام غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے بجا فرمایا ہے کہ اگر یہ اصطلاح رائج نہ ہوتی اور اس کا نام ''علم الاحسان'' ہی رہتا تو بہت اچھا ہوتا لیکن عجیب بات ہے کہ دنیا کے بیشتر فنون میں اصطلاحی نام ہی رائج ہو کر معروف ہوئے مثلاً علم النحو اور علم الصرف پھر ان کی ذیلی اصطلاحیں (مثلاً فاعل، مفعول، حال، تمیز، اسم جامد، اسم مشتق، ماضی، مضارع وغیرہ) مگر کسی فن کی اصطلاحوں سے ایسی غلط فہمیاں پیدا نہیں ہوئیں جیسا کہ ''تصوف'' سے اور نہ کسی فن کے اصحاب پر ایسا نقد ہوا جیسا کہ ''صوفیہ'' پر ہوا۔ منہ

آپ نے تصوف کی حقیقت اور اس کا مقصد شرعی ہونا جس طرح واضح کیا ہے اس کی ایک جھلک یہاں پیش کرنا نہ صرف شاہ صاحبؒ کی مراد سمجھنے بلکہ تصوف سے متعلق بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کا سبب بھی ہوگا۔ اسی غرض سے یہاں حضرتؒ کے افادات سے ایک اقتباس تلخیص واختصار کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔

شریعت کے اندر جن اعمال کے کرنے اور جن کے نہ کرنے کا حکم ہے وہ دو قسم کے ہیں بعض کا تعلق ظاہر بدن سے یا ظاہری چیزوں سے ہے۔ جیسے کلمہ پڑھنا، نماز، روزہ۔۔۔۔۔ ماں باپ کی خدمت۔۔۔۔۔ بعض اعمال ایسے ہیں جن کا تعلق باطن سے ہے۔ جیسے ایمان وتصدیق وعقائد حقہ، صبر وشکر۔۔۔۔۔ اس بات سے کون مسلمان انکار کرسکتا ہے کہ جس طرح اعمال ظاہرہ حکم خداوندی ہیں، اسی طرح اعمالِ باطنہ بھی۔۔۔۔۔ کیا اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ امر کا صیغہ ہے اور اصْبِرُوْا وَاشْکُرُوْا امر کا صیغہ نہیں؟۔۔۔۔۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ظاہری اعمال سب ہی باطن کی اصلاح کے لئے ہیں اور باطن کی صفائی مقصود و موجب نجات ہے اور اس کی کدورت موجب ہلاکت۔

جس طرح پچھلے زمانہ میں قرآن وحدیث سے استنباط کرکے بہت سے علوم نکالے گئے اور ہر ایک کا نام جداگانہ تجویز ہوا۔ اور ان کے واضعین کو سب نے امام مانا (جیسے امام ابوحنیفہؒ وامام شافعی وغیرہ) اسی طرح تزکیۂ باطن کے بتلانے والے ایسے بزرگانِ دین گذرے ہیں کہ ان کو سب (مخلصین) نے پیشوا مانا ہے جیسے۔۔۔۔۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔۔۔۔۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ۔

(ماخوذ از ''تصوف وسلوک'' ص ۹۔۱۷)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لیکن حیرت کی بات ہے کہ ”علم الشرائع“ (علم ظاہر) کی خدمت کرنے والی حقّانی جماعت (فقہا و مجتہدین) کو عام طور پر حسن نظر سے دیکھا گیا۔ اس نظر سے معلوم و نامعلوم اسباب کی بناء پر ”علم الاحسان“ (علم باطن) سے شغف رکھنے والوں کو بالعموم نہیں دیکھا گیا۔ بلکہ مؤخر الذکر ربّانی جماعت پر ہر زمانہ میں کم وبیش زبان طعن و تشنیع ہی دراز نہیں کی گئی بلکہ فسق وضلال سے لے کر کفر و زندقہ تک کے الزامات بے محابا اس جماعت پر لگائے گئے۔

امام عبدالوہاب شعرانی (متوفی ۹۷۳ھ) جن کی کتاب ”الطبقات الکبریٰ“ کے اقتباسات کا یہ قیمتی مجموعہ اردو قالب میں پیش کیا جارہا ہے، نے اپنے اسی کتاب کے مقدمہ میں جو واقعات لکھے ہیں ان پر سرسری نظر ڈالنے سے بھی یہ تلخ و ناگوار حقیقت اس طرح بے نقاب ہوجاتی ہے کہ ذی شعور قاری حیرت زدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً جب اسی کتاب میں کوئی پڑھے گا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی جیسی نابغۂ روزگار شخصیت کو اس درجہ خطرناک قرار دیا گیا کہ ان کی کتابوں کو ضلالت وگمراہی پھیلانے کے الزام میں جلانے کا حکم دیا گیا (اگر چہ پھر غلط فہمی دور ہونے کے بعد ان کی بعض کتابیں آب زر سے لکھوائی گئیں) اور سیرتِ نبوی پر معتمد ترین کتاب ”الشفاء“ کے مشہور مصنف قاضی عیاض پر یہودیت کی تہمت لگا کر انہیں موت کی سزا کا مستحق ٹھہرایا گیا۔ نیز مشہور مصنف عارف باللہ شیخ احمد الرفاعیؒ کو ملحد وکافر بتا کر برسرعام رُسوا کیا گیا۔ تو کوئی بھی حساس شخص حیرت واستعجاب میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

تاریخ وتذکرہ کی کتابوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن حضرات پر

”صوفی“ کی تہمت لگی۔ ان سے بدگمانی کا سبب زیادہ تر ان کی زبان، اصطلاحوں سے ناواقفیت کی بناء پر مطلب تک نارسائی بنا۔ اس لئے ان کے کلام کو وہ معنی پہنائے گئے جن سے یہ حضرات بَری تھے۔ گویا تَوجِیہُ الْقَوْلِ بِمَا لَا یَرْضٰی بِہٖ الْقَائِلُ[1] کے جرم کا ارتکاب کرکے انہیں مطاعن کا نشانہ بنایا گیا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں ان مظلومین کی حمایت اور دفاع کے لئے کسی نہ کسی طاقتور اور مؤثر شخصیت کو کھڑا کیا ہے، جس نے اپنے علم وتقویٰ اور خشیت وانابت سے حاصل شدہ تائید خداوندی کی بنیاد پر اس فن اور اس کے حاملین (صوفیاء) کا پُر زور دفاع کیا۔ اور اس بارے میں پھیلائی گئی تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کرکے بتایا کہ جس بنیاد پر ان کے خلاف الزامات واتہامات کی عمارت کھڑی کی گئی ہے وہ سِرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ یعنی ان حضرات کے کلام کی اصل مراد واضح کرکے ثابت کیا کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں وہ تمام تر کتاب وسنت اور سلف صالحینؒ سے ماخوذ ومنقول ہے، البتہ تعبیرات واصطلاحات مصلحتًہ ایسی اختیار کی گئی ہیں جن سے شکوک وشبہات پیدا ہوسکتے ہیں۔ لیکن لامشاحۃ فی الاصطلاح[2] جب اہل علم کے یہاں مسلم اصول ہے تو پھر ان پاکبازوں کو اس اختیار سے کیوں کر محروم کیا جاسکتا ہے۔

پاکبازوں اور مظلوموں کے حامی اس گروہ میں دسویں صدی ہجری کے محقّق اور عالم ربّانی امام عبدالوہاب شعرانیؒ کو امتیازی شان حاصل ہے۔

---

[1] کسی بات کا وہ مطلب لینا جو کہنے والے کا مقصد نہ رہا ہو۔

[2] اصطلاح کوئی بھی مقرر کی جاسکتی ہے اس میں کوئی پابندی نہیں ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

موصوف نے اپنی زندگی کا مقصد اصلی ہی حقّانی وربّانی علماء (خواہ وہ فقہاء میں شامل ہوتے ہوں یا صوفیہ میں) کے بارے میں پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ قرار دے لیا تھا۔ چنانچہ امام ممدوح نے ایک طرف مذاہب اربعہ فقہیہ کے اختلاف سے پیدا ہونے والی ذہنی وفطری تشویش کے ازالہ کے لئے دو مفید اور گراں قدر کتابیں (کشف الغمہ، اور المیزان الکبریٰ) تصنیف کیں تو دوسری طرف اس ربانی گروہ (جسے عرفِ عام میں صوفیہ کہا جاتا ہے) پر اُڑائے جانے والے غبار کو جھاڑ کر ہٹایا۔ ان کے صاف اور منور چہرے کو اصل شکل میں دکھانے کی بیش بہا خدمت انجام دی، تاکہ محض غلط فہمی میں کوئی شخص مَنْ عَادٰى لِىْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ[1] (بخاری شریف ص: ۲۶۳) کی وعید کا شکار ہو کر اپنی دنیا وآخرت برباد نہ کرے۔ اور جو فیصلہ بھی کرے دن کی روشنی میں کرے۔ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ تاکہ جس کو ہلاک ہونا ہو وہ نشان پا کر ہلاک ہو اور جس کو زندہ رہنا ہو وہ نشان پا کر زندہ رہے) اس موضوع پر امام شعرانیؒ نے متعدد اہم اور وقیع کتابیں مختلف پیرایۂ بیان میں لکھ کر امت پر عظیم احسان کیا۔ ان کتابوں میں ''الطبقات الکبریٰ'' کو جس کا خلاصہ آئندہ سطروں میں اردو کے اندر پیش کیا گیا ہے امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ کیوں کہ اس میں صحابۂ کرامؓ (جن میں خلفائے اربعہ اور عشرۂ مبشرہ کا ذکر سب سے پہلے ہے) سے لیکر

---

[1] یہ حدیث نبوی (قدسی) ہے اس کا مفہوم ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی مقبول بندے (ولی اللہ) سے دشمنی رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اعلانِ جنگ کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کون مقابلہ کرسکتا ہے؟ اور اس کے نتیجہ میں کسی کو سوائے دارین کی بربادی کے کیا حاصل ہوسکتا ہے؟

مصنف نے اپنے زمانہ تک کے سینکڑوں مختلف علماء وفقہا اولیاء اللہ کے اقوال واحوال ایسے انداز میں جمع کر دیئے ہیں جس سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں رہتا کہ اس ربانی گروہ (جسے عام طور پر صوفیہ کہا جاتا ہے) کی طرف منسوب کوئی قول یا فعل ایسا نہیں ہے جس کی سند ان برگزیدہ شخصیتوں (صحابہؓ وتابعینؒ) کے اقوال وافعال میں نہ مل جاتی ہو کہ جن کے مقبول عنداللہ ہونے پر جمہور امت متفق نظر آتے ہیں۔

یہاں اس غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ مصنف نے صوفیہ کے جس گروہ کا دفاع کیا ہے اس میں وہ لوگ شامل نہیں ہیں جو دراصل ننگ صوفیہ ہیں اور (برعکس نہند نام زنگی کافور) کے بمصداق خود کو صوفیہ کہنے لگے ہیں۔ حالاں کہ حقیقۃً اس پاکباز جماعت حقیقی صوفیہ سے اس کو ضد کی نسبت کے سوا اور کوئی تعلق نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تصوف اور صوفی کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کے ذمہ دار دراصل یہی لوگ ہیں۔ لیکن ادیب شہیر مولانا عبدالماجد دریا آبادی مرحوم کے بقول ''چند اناڑی اور عطائی طبیبوں کی موجودگی سے پورے فن طب اور ماہر اطباء کی موجودگی سے انکار یا اس کی افادیت میں شک کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ اسی طرح صوفی کے نام سے پکارے جانے والے کسی بدنہاد شخص یا گروہ کی وجہ سے تمام صوفیہ سے بدگمان ہوجانا اور نفس تصوف کو ہی ضلالت سمجھ لینا حقیقت پسندی اور دانشمندی نہیں ہے۔ کیوں کہ حقیقی تصوف تو قرآنی تعبیر میں ''تزکیہ'' اور حدیثِ نبویؐ کی زبان میں ''احسان'' سے عبارت ہے۔ اور دین وشریعت کا ایسا ہی شعبہ ہے جیسا کہ علم الشرائع (علم الفقہ)۔ بلکہ شاہ صاحبؒ کی تشریح کی رو سے اس سے بھی اہم۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کیوں کہ اس پر نجاتِ اخروی موقوف ہے۔ اور وہی ظاہری اعمال کا مقصود بھی ہے۔

تو جس طرح علم الشریعت سے اشتغال وانہماک عبادت اور قرب خداوندی کا ذریعہ ہے اسی طرح علم التصوف (علم الاحسان) سے ربط وتعلق بھی تقرب الی اللہ اور رفع مراتب کا ان شاء اللہ یقینا سبب بنے گا۔

ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب مدظلہ (خویش ومجاز حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ موصوف نے امام عبدالوہاب شعرانیؒ کی مذکورۃ الصدر کتاب "الطبقات الکبریٰ" کے اہم اور مفید ترین حصوں کو اردو کا لباس پہنا کر اردو دانوں کے لئے بھی اس گنج گراں مایہ سے استفادہ کا موقع فراہم کر دیا۔ (**فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء**)

ترجمہ کے معتبر اور اس میں پیش کئے گئے مضامین کے مستند ہونے کے لئے شہادت یہی کافی ہے کہ بقیۃ السلف حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب مدت فیوضہم نے اسے پسندیدگی اور منظوری کا شرف بخشا (جس کی تفصیل آگے مترجم مدظلہ نے خود بیان کر دی ہے۔)

راقم السطور مترجم زید مجدہ کی تعمیل حکم میں، یہ چند سطریں لکھ کر اس سعادت میں شریک ہونے پر مسرور ہے۔ کیا عجب ہے کہ رحمتِ حق کا یہی بہانہ بن جائے اور صالحین کے ساتھ اسے بھی یاد کر لیا جائے۔

أُحِبُّ[1] الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحاً

۱؎ ترجمہ میں صالحین سے محبت کرتا ہوں اگر چہ ان میں سے نہیں ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ اس کی بدولت مجھے بھی صلاح سے نوازیں۔ (مرتب)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مترجم زاد فضلہ کی مساعی کو مشکور فرمائے اور امت کو اس گراں قدر خزانہ سے بیش از بیش فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللّٰھُمَّ وَفِّقنا لما تحبّہ وترضاہ والھمنا رشدا امثلہ والصّلٰوۃ والسّلام علیٰ رسولہ الھادی الیٰ سواء السّبیل والسّلام

احقر محمد برہان الدین سنبھلی

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۷/۷/۱۴۰۶ھ مطابق ۲/۳/۱۹۸۶ء

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دیباچہ

مکرم حضرت مولانا تقی الدین صاحب ندوی دامت برکاتہم

استاذ حدیث جامعہ الامارات العین۔ابوظبی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اَمَّا بَعۡدُ!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت کا فرض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تابعین اور بعد کے علماء انجام دیتے رہے ہیں۔اور یہ سلسلہ اس امت میں ہمیشہ قائم رہا ہے۔اس لئے ہر زمانہ میں تاریخ اسلامی میں ایسی باکمال اور جامع شخصیتیں نظر آتی ہیں جو علم ظاہر کے ساتھ نور باطن سے بھی آراستہ تھیں، البتہ یہ فرق ضرور رہا کہ جس شخصیت پر کسی خاص علم کا غلبہ تھا اس کی طرف اس کو منسوب کر دیا گیا۔مگر اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ وہ نور باطن سے تہی دامن تھے۔اسی طرح جو علماء سلوک و ربّانیت میں کمال کا درجہ رکھتے تھے وہ علم ظاہر سے حصہ وافر رکھتے تھے۔ایسی جامع شخصیتیں فقہاء و مفسرین ومحدثین وصوفیاء ہر طبقہ میں موجود ہی ہیں۔امت میں یہی وہ طبقہ ہے جس کو دین کی خدمت و پاسبانی اور دین کی ترجمانی میں امامت کا درجہ حاصل رہا ہے۔ بلاشبہ امت اسلامیہ تاریخ کے طویل عرصہ میں نازک سے نازک ترین حالات سے دو چار رہی۔کبھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مسلم سوسائٹی دم توڑ رہی ہے اور مادّیت کی سرکش اور گرم لہر بچے کھچے ایمان ویقین کا خاتمہ کر دے گی، باطنی امراض کی کثرت،

قلوب ونفوس کی بیماریاں بڑھی جارہی تھیں اور ہر طبقہ میں دینی شعور کمزور و مضمحل ہو رہا تھا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے نائب اللہ کے مخلص بندے اور یہ علماء جو ہر صدی ہر دور میں موجود رہے ہیں انہوں نے اپنی دعوت وصحبت کے اثر سے اس امت کے ایک بڑے طبقہ میں نئی زندگی اور نئی روح پھونک دی اور ان کی تعلیم وتربیت نے نئی ایمانی زندگی عطا کی، اسی مقدس جماعت میں امام ربّانی شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی سنہ ۹۷۳ھ بھی تھے، جن کی ذات گرامی اسلامی تاریخ میں ایک جامع کمالات شخصیت تھی، جنہوں نے فقہ میں ''میزان الکبریٰ'' و ''کشف الغمہ'' جیسی عظیم الشان کتابیں یادگار چھوڑیں، جو ان کے فقہ ظاہر میں رسوخ کی دلیل ہیں۔اور فقہ باطن کے موضوع پر ''الیواقیت والجواہر'' اور ''الطبقات الکبریٰ'' جیسی عظیم الشان کتابیں تصنیف کیں۔''الطبقات الکبریٰ'' جس کے اقتباسات کا قیمتی ترجمہ ''اقوال سلفؒ'' میں نہایت ہی خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے۔اس کتاب کا خصوصی امتیاز یہ ہے کہ صحابہؓ اور تابعینؒ اور سلف صالحینؒ کے ممتاز علماء وفقہا اور صوفیہ وعرفاء کے اقوال کا گلدستہ اس میں سجایا گیا ہے۔یقیناً ان حضرات کا اس مقدس جماعت میں شمار ہے جس کے علم و دیانت، زہد وتقویٰ پر امت کا اتفاق ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان علمائے ربّانیین کے قلوب پر علوم ومعارف کے وہ دروازے کھولے جہاں تک عام علماء کی رسائی نہیں ہوسکتی تھی ؎

بینی اندر خود علومِ انبیاء بے کتاب و بے معید و اوستا

بلاشبہ یہ علوم وحقائق جن کا ان کے قلوب پر ورود ہوتا تھا، جس کی ترجمانی وہ اپنے زبان وقلم سے کرتے رہے ہیں ان کا منبع وسرچشمہ کتاب وسنت ہی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے۔اس لئے اس کتاب میں ہر شخص اپنے درد کا درماں پاسکتا ہے اوراس کے مطالعہ سے قلوب میں عشقِ الٰہی وحبِّ رسول اللہ ﷺ کا جذبہ پیدا ہوگا۔

پھر پُرکشش جراحتِ دل کو چلا ہے عشق
سامانِ صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

اس کتاب کے ذریعہ محترم مولانا قمر الزّماں صاحب مدظلہٗ نے اہلِ علم اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور عام مسلمانوں پر احسانِ عظیم کیا ہے، انہوں نے نہایت محنت وجاں فشانی سے اس کتاب کی تلخیص کی اور اس کا سلیس وشگفتہ اردو زبان میں ترجمہ کیا۔صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دوسری مستند کتابوں سے گراں قدر اقوالِ سلف کا اضافہ کیا، حتّٰی کہ ہندو پاک کے مشاہیر صوفیاء کرام کے افعال بھی منتخب کرکے نقل کررہے ہیں اور حسبِ ضرورت جابجا قیمتی فوائد سے کتاب کو آراستہ کیا ہے۔اس طرح یہ کتاب سلف الصالحین کے اقوال کا بہترین گلدستہ بن گئی۔

مولانا محترم نے از راہِ محبت اس ناچیز سے اس کتاب پر کچھ لکھنے کے لئے فرمائش کی اس لئے مختصراً یہ سطریں قلمبند کردی ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ نافع بنائے اور شرفِ قبولیت سے نوازے۔آمین! وماذالك على الله بعزيز

مولانا موصوف کی دوسری کتاب ''فیضانِ محبت'' ہے، جس میں حضرت مولانا نے حضرت اقدس اُویس زمانہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڑھیؒ کے اشعار کی شرح فرمائی ہے۔حضرت اقدسؒ کی دوکانِ محبت سے عشقِ الٰہی وحبّ رسول ﷺ کا سودا بکا کرتا تھا، ان اشعار میں اسی کی ترجمانی ہے۔

زباں پہ بارِ الٰہا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

حضرت کے یہ اشعار درحقیقت ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کے مصداق ہیں، ان مضامین عالیہ کی سلیس وفصیح زبان میں شرح وبیان کی ضرورت تھی، تاکہ ہر طبقہ کے لئے ان کا سمجھنا آسان بن جائے۔محترم مولانا قمر الزّماں صاحب نے ان اشعار کی نہایت شگفتہ زبان میں شرح لکھی اور کتاب وسنت اور سلف کے اقوال کے ذریعہ ان کے معانی ومطالب کو مدلل کردیا۔اس طرح یہ کتاب قلب میں ایمانی حرارت وکیف پیدا کرنے کا ذریعہ بن گئی۔اللہ تعالیٰ اس کو بھی نافع بنائے اوراس گراں قدر تحفہ کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔

فقط والسّلام
تقی الدین ندوی
ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ

ف: ماشاء اللہ مشفقی المکرم مولانا تقی الدین صاحب مدظلہ العالی نے اپنے مؤقر دیباچہ میں جو اقوالِ سلف کا جامع تعارف کرایا ہے وہ میرے لئے باعث صد افتخار ہے۔ہر جماعت کے لئے بصیرت افروز اور سبق آموز ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مدظلہ کو خوب ہی خوب جزاء مرحمت فرمائے اور ان کی جملہ تالیفات کو شہرۂ آفاق اور ہم سب کے لئے اس سے استفادہ کو آسان فرمادے۔آمین یارب العالمین

محمد قمر الزمان عفی عنہ
بیت الاذکار وصی آباد الہ آباد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تبصرہ

از مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (متوفی ۱۴۲۰ھ)
سابق ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد!

ناچیز راقم سطور نے عصرِ حاضر کے ایک بزرگ مربّی و مصلح شاہ محمد یعقوب مجدّدی بھوپالی کے ملفوظات کے مجموعہ کے مقدّمہ میں جس کا نام "صحبتے با اہلِ دل" رکھا گیا اور وہ مکتبہ "الفرقان" کی طرف سے کئی بار شائع ہو کر مقبول خاص و عام ہو چکا ہے، بزرگوں کے ملفوظات کی اہمیت و افادیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا:

"بزرگوں کے ملفوظات اور ان کی مجالس کے قلمبند کرنے کا سلسلہ ہندوستان[1] میں بہت قدیم ہے۔ یہ ایک بڑا مبارک اور نہایت دانشمندانہ تصنیفی اقدام تھا۔ ان ملفوظات و مجالس میں جو زندگی و بے ساختگی پائی جاتی ہے وہ قدرتی طور پر علمی تصنیفات اور عام تحریرات میں

۱۔ تحریر کے وقت ہندوستان ہی پیش نظر تھا لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مشائخ و بزرگوں کے ملفوظات قلمبند کرنے کا سلسلہ قدیم زمانہ سے ممالک اسلامیہ خاص طور پر اصلاح و تربیت اور تصوّف کے مرکزوں میں شروع سے جاری رہا ہے۔ ان کے معتبر مجموعوں کے نام اور ان کا تعارف پیش نظر کتاب "اقوالِ سلفؒ" مرتبہ مولانا محمد قمر الزماں صاحب میں دیکھا جا سکتا ہے جس کے بارے میں تاثر کی چند سطریں لکھی جا رہی ہیں۔ منہؒ

نہیں ملتی، پھر زندگی کے مختلف حالات و مسائل میں مختلف المزاج لوگوں کو ان سے جو رہنمائی حاصل ہوتی ہے اس کی توقع بھی لگے بندھے طریقہ پر لکھی ہوئی کتابوں سے نہیں کی جا سکتی۔ سادگی و بے تکلفی، شفقت و رعایت نباضی و مزاج شناسی، عمومی بیماریوں اور کمزوریوں سے گہری واقفیت اور ان کا صحیح علاج ہمیشہ سے بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام کا شیوہ رہا ہے اور اس کا بہترین نمونہ ان کے ملفوظات و مجالس میں ملتا ہے۔[1]

ہندوستان میں مشائخ کبار اور اطبائے نفوس اور معلمین روحانیت کے ملفوظات و مجالس کے متعدد مجموعے محفوظ و مشہور ہیں۔ اور ان سے مختلف زمانوں میں استفادہ کیا گیا ہے، جن میں حضرت محبوبِ الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات کا مجموعہ "فوائد الفواد" سب سے زیادہ معتبر و مقبول شمار کیا گیا ہے اور اس میں بڑی تاثیر ہے۔ اسی طرح مختلف زمانوں میں اہل عقیدت نے اپنے شیوخ اور مربیوں کے ملفوظات اور افادات جمع کئے ہیں۔ دور اخیر میں سب سے زیادہ اہتمام حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اور افادات کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور ان سے کثیر التعداد طالبین حق اور حضرت کے سلسلہ کے اندر و باہر کے اہل طلب و اصلاح نے فائدہ اٹھایا۔ اور ان کا سلسلہ اب تک جاری ہے اور امید ہے کہ عرصہ تک جاری رہے گا۔ حضرتؒ کے بعد حضرتؒ کے اجلّہ خلفاء کے ملفوظات کے جمع اور شائع کرنے کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

1. صحبتے با اہلِ دل۔ ص: ۵۶/۵۵

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جن میں حضرت کے جلیل القدر خلیفہ مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کا نام سب سے زیادہ جلی اور روشن ہے۔

شاید حضرت ہی کی صحبت و تربیت کی برکت و تاثیر ہے کہ حضرت کے مسترشدِ خاص اور عزیز مرید و صحبت یافتہ محترمی مولانا قمر الزماں صاحب کو اس سے ایک قدم آگے بڑھا کر مکانی طور پر زیادہ وسیع، زمانی طور پر زیادہ متقدم اور علمی و تاریخی حیثیت سے زیادہ مشہور و محترم مشائخ کبار، علمائے محققین اور اطباءِ امت کے اقوال و افادات کو جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا، جن کے ارشادات و افادات زیادہ تر عربی زبان میں محدود اور وسیع النظر، بلند ہمت علماء و طالبین کے حلقہ میں محصور تھے، خصوصیت کے ساتھ شہرۂ آفاق شیخ طریقت، عالم و محقق، اہل دل و اہل قلم علامہ شعرانیؒ ان کے پیش نظر رہے۔ جن کی ''الطبقات الکبریٰ'' ان کے عہد سے لے کر اس عہد تک علم و حکمت کا ایک خزانہ، امراضِ نفوس و قلوب کے لئے ایک مبصرانہ نشاندہی اور علاجِ شافی کی حیثیت رکھتی ہے اور ہر عہد کے اہل انصاف نے اس کو عقیدت و احترام کی نظر سے دیکھا ہے۔ لیکن اب اس کے مطالعہ و استفادہ کا دائرہ (خاص طور پر اس ملک میں جس کی زبان عربی نہیں ہے) محدود سے محدود تر رہ گیا ہے۔ اسی کے ساتھ مشہور محدّث و مؤرّخ اور ناقد علامہ ابن جوزیؒ کی کتاب ''صفۃ الصّفوۃ'' اور بعض دوسرے مؤرّخین اور معتبر سوانح نگاروں اور مصنفین کی کتابوں کو بھی اسی دائرہ میں شامل کیا ہے اور اسی طرح انہوں نے اردو میں ایک ایسا مجموعہ شوق انگیز و ولولہ خیز حالات اور اصلاحِ نفس کی دعوت دینے والے اقوال کو جمع کر دیا جو مختلف استعدادوں اور رجحانات رکھنے والے اہل علم

کے لئے تربیتِ نفس، اصلاحِ اخلاق اور توجہ الی اللہ کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ بزرگانِ سلف کی عقیدت و عظمت کے نقش دل پر جماتا ہے اور ان کی اتباع و تقلید پر آمادہ کرتا ہے۔ ان شخصیتوں اور ان کے احوال و اقوال میں تنوع بھی ہے جو ملالِ نفس اور اُکتاہٹ کو دور کرتا ہے۔ اور مقاصد کی وحدت بھی ہے جو اس کے نقش و تأثر کو مستحکم اور عمیق بناتی ہے۔ بقیۃ السلف حضرت شاہ محمد احمد صاحب پھولپوری کی پسندیدگی اور تائید نے اس میں اور زیادہ تاثیر و برکت پیدا کر دی ہے۔

مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ اور ان کے شیخ و مربی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں کے اقتباسات اور حوالوں نے اس کو اور زیادہ مستند اور مفید بنا دیا ہے۔ امید ہے کہ یہ مجموعہ ہر طرح سے مفید اور مؤثر ثابت ہوگا اور اس کے بعد اس کے اور حصّے بھی شائع ہو کر اس دائرۂ نور کو اور وسیع اور عام کریں گے۔

شدید مصروفیت اور غیر معتدل صحت کی حالت میں اپنے لئے سعادت و شرف سمجھ کر یہ چند سطور حوالۂ قلم کی گئیں۔

والعُذرُ عِندَ کِرامِ النّاسِ مَقبُولٌ۔

ابوالحسن علی ندوی

۱۱رذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تذکرہ طبع چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا بِالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ وَاَنْزَلَ عَلَیْنَا الْقُرْاٰنَ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ وَقَصَّ فِیْهِ اَحْسَنَ الْقَصَصِ مَوْعِظَةً وَّذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ الصَّادِقِ الْاَمِیْنِ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ هُمْ هُدَاةُ الْمُتَّقِیْنَ اَمَّا بَعْدُ!

اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ ”اقوال سلف“ کے گیارہ حصے طبع ہو کر معزز ناظرین با تمکین کے ہاتھوں میں پہنچ چکے ہیں اور اسی پر اقوالِ سلف کے سلسلہ کو تمام کر دیا گیا ہے۔

الحمد للہ! مسلمانوں کی ہر جماعت نے اس کو قبول کیا اور اپنے زبان وقلم سے اس کی تعریف وتحسین کی ہے۔ ان میں سے بعضوں کے تاثرات کو جو تحریری شکل میں تھے ”اقوال سلف“ کے ہر جلد کے شروع میں نقل بھی کر دیا گیا ہے۔

فللہ الحمد والمنّة

اضافات: آپ حضرات کو معلوم ہے کہ ابتداءً ابوالمواہب حضرت سیدنا عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”لواقح الانوار فی طبقات الاخیار“ ملقب بہ ”طبقاتِ کبریٰ“ کو سامنے رکھ کر منتخب بزرگوں کے چیدہ چیدہ مفید ومؤثر اقوال نقل

کئے گئے تھے اور ہندوستان کے بعض مشہور مشائخ کے ارشادات بھی شامل کر دیئے گئے تھے۔ اس طرح دو جلدوں میں دسویں صدی ہجری تک کے سلف صالحینؒ کے اقوال نقل کئے گئے تھے۔

مگر بعض علماء (مثلاً مکرم مولانا شیر علی صاحب استاذِ حدیث جامعہ فلاح دارین ترکیسر) نے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے تذکروں کے اضافہ کا مشورہ دیا تو خوشی ہوئی اور عزم کرلیا کہ ضرور ان عالی صفات بزرگوں واکابر کے تذکروں سے اور ان کے اقوال واحوال کو درج کر کے ”اقوالِ سلفؒ“ کو آراستہ کروں گا۔

اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی دامن گیر ہوا کہ جب اضافہ ہو ہی رہا ہے تو صحابۂ کرامؓ کے ساتھ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نیز دیگر بزرگانِ دین کے تذکروں کا بھی اضافہ کر دیا جائے تو امت کے عوام وخواص سب کے لئے ان شاء اللہ بہت ہی مفید ثابت ہوگا۔

مگر یہ کام میرے لئے بہت ہی دشوار تھا۔ اس لئے مولانا جمیل احمد نذیری مبارکپوری اور ترکیسر کے علماء مثلاً مولانا محمد یوسف صاحب ٹکاروی وقاری ناظر حسین صاحب سلّمہٗ، مولوی سمیع اللہ صاحب ترکیسری سلّمہٗ سے کہا کہ بزرگوں کی سیرت پر اپنے کتب خانہ میں موجودہ کتابوں کو پڑھ کر مزید سلف صالحینؒ ومصلحینؒ امتؒ اور بزرگانِ دین کے حالات اور ارشادات کو لکھیں تو مجھے اس اضافۂ مفیدہ میں سہولت ہو جائے گی۔

چنانچہ ان لوگوں نے اس کام کو بحسن وخوبی انجام دیا۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ۔ پھر اس کے بعد یہاں مولانا صابر علی قاسمی صاحب، عزیزم مولوی محبوب احمد ندوی سلمہٗ،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مولوی کمال احمد ندوی سلّمہٗ نواسۂ مصلح الامتؒ اور مولوی مصباح احمد قاسمی سلّمہٗ مدرّس مدرسہ بیت المعارف الہ آباد، مولوی فیروز عالم قاسمی سلّمہٗ مدرس مدرسہ عربیہ بیت المعارف الہ آباد، مولوی حسین احمد قاسمی سلمہ مدرّس دارالمعارف الاسلامیہ کریلی الہ آباد نے بھی اس سلسلہ میں خوب ہی خوب محنت وجاں فشانی سے کتاب کی تکمیل کی۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ

مزید مولانا مقصود احمد صاحب قاسمی استاذِ حدیث مدرسہ بیت المعارف الہ آباد وغیرہ نے کتاب کی تحقیق وترتیب میں بے حد کدوکاوش کی اور اس کی تصحیح وترتیب کا فریضہ ادا کیا جو قابل تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام عزیزوں کو جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ اور اس اہم سلسلہ کے تصنیف وتالیف کے اجر وثواب میں شریک فرمائے۔ آمین

محمد قمر الزمان الہ آبادی
جمادی الثانیہ سنہ ۱۴۳۰ھ

طبع پنجم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

الحمد للہ اقوال سلف کی گیارہ جلدوں میں چاروں جماعتوں یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے احوال واقوال اور تعلیمات کسی قدر تفصیل کے ساتھ آچکے ہیں بلکہ بعض ملوک صالحین کے کارناموں کے تذکرے بھی آچکے ہیں اسی کے ساتھ سیکڑوں ان باکمال خواتین، عارفات، صالحات اور عابدات کے تذکرے بھی آچکے ہیں جنھوں نے اپنی زندگی کا مقصد رضائے الٰہی ہی کو بنایا تھا۔

چونکہ اس سے پہلے ایڈیشن میں چند انبیاء علیہم السلام کے مختصر تذکرے تھے، اس لئے دلی تقاضا ہوا کہ مزید انبیاء کے تذکرے قدرے تفصیل سے آجائے تو بہتر ہوگا۔ لہٰذا اس کا تذکرہ اپنے خویش عزیزم مولانا عبید اللہ صاحب گورکھپوری سلمہ سے کیا تو انھوں نے اس ذمہ داری کو بخوبی انجام دیا۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

اس سلسلۃ الذہب کا آغاز امام الانبیاء، رأس الاتقیاء، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت وقابل اتباع اقوال واحوال وافعال اور کلمات طیبات سے کیا ہے اور مخزن علوم ومعرفت، مرکز رشد وہدایت دارالعلوم وقف دیوبند کے سابق مہتمم حضرت مولانا محمد سالم صاحب المتوفی سنہ ۱۴۳۹ھ کے حالات پر مکمل کیا ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

مزید مسرت کی بات یہ ہے کہ آنمحترم کے صاحبزادے اور پوتے یعنی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دارالعلوم وقف دیوبند کے موجودہ ذمہ داران عزیزم مولانا محمد سفیان قاسمی اور عزیزم مولانا محمد شکیب قاسمی صاحبان زادہما اللہ علماً وشرفاً نے اپنے جہد مسلسل سے اقوال سلف مکمل گیارہ جلدوں کو عربی زبان میں منتقل کرا کے عربی داں حضرات کے لئے استفادہ آسان کر دیا۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے عربی کو بھی زیور طباعت سے آراستہ کرنے کی سبیل آسان فرمائے۔ جیسا کہ اس سے قبل یہ کتاب اردو اور انگریزی زبان میں ترجمہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء۔

اخیر میں یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اس حقیر کے آل واولاد اور تمام متعلقین واحباب کے لئے مشعل راہ بنائے اور شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین یارب العالمین۔

محمد قمر الزمان الہ آبادی
جمادی الثانیہ ۱۴۴۴ھ
جنوری ۲۰۲۳ء

تقریظ

حضرت مولانا احمد خضر صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی:

امابعد! صحبت اور اس کی تاثیر مسلمات میں سے ہے۔ صحبت ہی کیا، ایک آن کا گزرنا بھی اثرات لے کے رہتا ہے۔ عطر کی دکان سے گزر جائے تو اس کی خوشبو دل ودماغ کو معطر کر دے گی۔ چوپاؤں کے طویلے سے گزر رہیئے، بے قصد وغیر ارادی طور پر تو بھی اس کی بدبو دیر تک ناک میں دم رکھے گی۔ جب ایک آن کا مرور یہ تاثیر رکھتا ہے تو صحبت کی تاثیر کیا ہوگی، سمجھی جا سکتی ہے۔ سیدنا وسندنا، مقتدانا ومولانا النبی الخاتم المرسلین نے صحبت صالح اور مجالست طالح کی تاثیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: نیک ہم نشیں کی مثال عطر فروش جیسی ہے، اگر اس نے اس میں سے تجھے کچھ نہیں دیا تو بھی اس کی خوشبو تو تجھے مل ہی گئی۔ اور برے ہم نشیں کی مثال لوہار کی بھٹی جیسی ہے۔ اگر اس نے اس کی چنگاری سے تجھے نہیں جلایا تو بھی اس کی چنگاری تجھ سے لپٹ ہی جائے گی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: **مثل الجليس الصالح مثل العطار إن لم يصبك منه أصابك ريحه ومثل الجليس السوء مثل القين إن لم يحرقك بشرره علق بك من ريحه۔**

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

الراوي: أبو موسى الأشعري المحدث: ابن حبان - المصدر: صحيح ابن حبان - الصفحة أو الرقم: ٥٧٩ خلاصة حكم المحدث: أخرجه في صحيحه۔

غالباً اس حدیث کو کسی نے اس شعر میں ڈھال دیا ہے:

صحبت صالح ترا صالح کند　　صحبت طالح ترا طالح کند

امیر المؤمنین فی الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

الرجل على دين خليله فلينظر أحدكم من يخالل (ابوداؤد، ترمذی)

جس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے دوست کے طریقے پر ہوتا ہے، لہٰذا دوست بنانے سے پہلے اچھی طرح جانچ لے کہ وہ اس لائق ہے بھی یا نہیں؟

اسی تاثیر ہم نشینی کا اثر ہے کہ کسی عربی شاعر نے یہاں تک کہہ دیا:

عن المرء لا تسأل و سل عن قرينه
فكل قرين بالمقارن يقتدى

کسی آدمی کے حقائق جاننے ہوں تو اس کے بارے میں پوچھ گچھ کی ضرورت نہیں، اس کے دوستوں کے حالات جان لینا ہی کافی ہے، کیوں کہ ہر دوست اپنے دوست کی ہی پیروی کرتا ہے۔

مشہور سیارح اور فارسی کے مقبول عام ادیب و شاعر شیخ سعدی المرحوم نے اس تاثر صحبت و انعکاس مجالست کو اپنی اس نظم کے ذریعے بیان کیا:

گلے خوشبوئے در حمام روزے　　رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری　　کہ از بوئے دل آویزے تو مستم

بگفتا من گل ناچیز بودم　　ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہم نشیں در من اثر کرد　　وگر نہ من ہماں خاکم کہ ہستم

یعنی میں ایک روز حمام میں تھا کہ ایک خوشبودار مٹی میرے محبوب کے ہاتھوں مجھ تک پہونچی۔ تو میں نے مٹی سے پوچھا کہ تو مشک ہے یا عنبر؟ کیوں کہ تیری دل آویز خوشبو سے تو میں مست ہوگیا۔ کہنے لگی کہ میں ایک ناچیز مٹی ہی تھی لیکن ایک زمانے تک پھول کے ساتھ رہی۔ ہم نشیں کے حسن و جمال نے مجھ پر اپنا اثر ڈال کر مجھے خوشبودار بنا دیا، ورنہ تو میری اصل مٹی ہی ہے۔ عارف رومی نے تو چند آن کی صحبتِ اولیاء کو بھی بڑے تمغے کی بشارت دی ہے:

یک زمانہ صحبت با اولیاء　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اولیاء اللہ کے ساتھ گزارے ہوئے چند لمحے سوسال کی بے ریا عبادت سے بھی بہتر ہیں۔

حکیم مشرق ڈاکٹر اقبال نے اس حقیقت کو واشگاف کرتے ہوئے نصیحت آمیز لہجے میں کہا تھا:

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں
تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

خانگی مصروفیات اور روزمرہ کی الجھنیں بسا اوقات اولیاء اللہ سے ملاقات اور ان سے استفادہ کے مواقع فراہم نہیں کرتیں۔ پھر یہ کہ حضور اقدس علیہ السلام

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے لے کر آج تک جتنے صحابہ اور اولیائے کاملین گزرے ہیں ان کی صحبت اختیار کرنے کا تو اب کوئی راستہ بھی نہیں۔ علما و مشائخ نے اسی مشکل کا حل ان کے مواعظ اور ملفوظات کو قرار دیا۔ اولیاء اللہ کے مواعظ و ملفوظات کا مطالعہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے بزرگان ملت کی مجلسوں میں حاضر باشی۔ آدمی اپنی زندگی میں تمام مشائخ کا دیدار نہیں کرسکتا۔ سب کی مجالس میں شرکت کی سعادت تقریبا محال ہے۔ جملہ مشائخ کی زیارت و ملاقات تو الگ رہی۔ اپنی خوش بختی سے چند ہی انفاس قدسیہ کا دیدار اور ان سے کسب فیض کر لیں تو یہی بہت بڑی بات ہوگی لیکن اولیائے کاملین کے ارشادات اور مواعظ حسنہ وہ گنج ہائے گراں مایہ ہیں جن سے صرف اپنے دامان سعادت ہی بھرے نہیں جاتے، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ماضی قریب کی تمام مبارک ہستیوں سے استفاضہ بھی ممکن ہو جاتا ہے۔ بزرگوں کے اقوال و فرامین بھی اسی طرح مؤثر اور تیر بہ ہدف ہوتے ہیں جس طرح ان کی بابرکت ذات اور ستودہ وجود، اس لیے صدیوں سے افادہ و استفادہ بایں طرز بھی جاری ہے۔

تصوف ایمان کی توانائی اور تقویت کے لیے اس طرح ضروری ہے، جس طرح جسمانی تب و تاب کے لیے اشیائے خورد و نوش۔ مگر تصوف ہے کیا اور یہ ضروری کیوں ہے؟ اس پر عرصہ دراز سے کافی بحث جاری ہے اور بہت کچھ لکھا جا چکا۔ یہ نہ کوئی چیستاں ہے، نہ عقدۂ لاینحل۔ بقلم خود روشن خیالوں نے ہمیشہ اسے معاندانہ نگاہوں سے دیکھا، کیوں کہ ان کے فہم شریف میں اس کی حقیقت جاگزیں نہیں ہوسکی۔ حالاں کہ مسئلہ صاف اور بے غبار تھا۔ حدیث جبریل میں افضل الملائکہ کا یہ سوال بھی منقول ہے: ماالاحسان؟ تو اس کے جواب میں سید الانبیاء فرماتے ہیں:

ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ یعنی احسان کا مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان کے پیدا کنندہ کی اس محویت کے ساتھ عبادت کی جائے کہ گویا خدا اس کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ اگر یہ تصور نہ ہو سکے تو کم از کم یہی پیش نظر رکھے کہ فاطر ہستی اسے دیکھ رہی ہے۔ اکبر الہ آبادی نے غالباً اسی کی ترجمانی کی ہے:

تو دل میں تو آتا ہے، سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا میں، تری پہچان یہی ہے

عبادت کی یہ شان ہوگی تو قلب و نظر کو ورع و تقوی کا نمونہ بنا دے گی۔ پھر اس کی زندگی، اس کے اعمال، اس کی مساعی، اس کی گفتار، اس کی بود و باش میں سنت رسول اس طرح رچی بسی ہوگی جس طرح شاخ گل میں باد سحر گاہی کا نم۔ ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر کی تفسیر بھی مختصر لفظوں میں یہی ہے۔ یہی ہے احسان اور اسی کو تصوف کے نئے نام سے چلا دیا گیا۔ یہ نہ دین میں کوئی نیا اختراع ہے اور نہ قابل رد و استنکار۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ احسانی کیفیت کا حصول بغیر پیر و مرشد کامل کے اسی طرح مشکل ہے جس طرح علم نافع کا حصول کسی مستند استاد کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیے بغیر۔ اسی لیے تعلیم و تعلم کا سلسلہ جس طرح الصادق والامین سے ہے، احسان و سلوک کا سلسلہ بھی اسی آفتاب نبوت سے ہے۔

مخدوم گرامی عارف باللہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی مدظلہ العالی دنیائے سلوک و تصوف کے اس وقت ائمہ میں ہیں۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ خانقاہی نظام اور صوفیانہ طریق کو مجدد تھانوی نے جس طرح نکھارا اور سنوارا، اس سے عالم تصوف منور و مجلی ہوا۔ والد گرامی فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کشمیری تھانہ بھون کے اس مرد حقانی سے گہری عقیدت رکھتے اور ان کے ترجمان کی حیثیت سے خاصی شہرت پائی ۔اسی خم خانہ تھانوی سے مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادی المغفور کا بھی تعلق تھا۔حقیر نے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو نہیں دیکھا،لیکن اپنے والد مرحوم سے بار ہا سنا کہ مصلح الامت المرحوم خانقاہی نظام تربیت میں اپنے نابغۂ روزگار مرشد کا عکس جمیل تھے ۔کیا ان کی انجمن تھی اور کیا ان کا جذب قلندرانہ ۔زبان سے جو نکل گیا وہی حرف آخر ٹھہرا ۔مرشد گرامی حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم انہیں کے خویش اور پروردہ ہیں ۔علم و عمل میں سلف کی نظیر ۔اتباع سنت میں محو و مستغرق ۔’’در کفے جام شریعت ، در کفے سندان عشق‘‘ کا مظہر ۔ان کا فیضان شرق سے تا غرب ۔ہندوستان کا کون سا گوشہ ہے جہاں ان کے قدم نہیں پڑے ۔نگاہیں ان کے لیے بچھی ہوئیں اور راہیں ان کے انتظار میں ۔بیرون ملک بھی خدا جانے کہاں کہاں ان کے مبارک قدم پڑے ۔اصلاح باطن اور تزکیہ قلب کے عنوان سے مجلسیں آج بھی گرم ہیں اور پہلے سے زیادہ کروفر اور اہتمام سے مگر دوائے دل اور علاج شافی کے لیے معرفت کی جو چند دکانیں ہیں اور تصوف کا چشمہ صافی جہاں پوری آب و تاب سے جاری ہے، الہ آباد کا یہ قلزم عرفاں انہیں میں سے ایک ہے ۔

حضرت الہ آبادی مدظلہ کا سلسلہ تصوف مواعظ و ملفوظات تک محدود و منتہی نہیں ، تصنیف و تالیف کا بھی ان کے یہاں ایک سلسلہ ہے ۔پچاسوں کتابیں ان کے قلم فیض رقم سے معرض وجود میں آچکیں ، جو اپنے مشمولات اور علمی و اصلاحی فرمودات کی بنا پر بڑی مفید و نفع بخش ہیں ۔انہیں کتابوں میں سے زیر نظر یہ تصنیف ’’اقوال

سلف‘‘ بھی ہے ۔اس کی اب تک گیارہ جلدیں اشاعت پذیر ہو چکی ہیں جنہیں اہل علم و فضل کے یہاں احترام کی نگاہوں سے دیکھا گیا اور شوق کے ہاتھوں لیا گیا۔ خاکسار کے پاس اس وقت اس کی گیارہویں جلد ہے، جو سات سو سے زیادہ صفحات میں پھیلی ہوئی ہے ۔اس میں تقریبا سو شخصیات کے حالات و واقعات ہیں ، جو سارے کے سارے معاصر اور ان کے دیدہ و متعارف ہیں، جو اپنے دور کے ممتاز اکابر امت میں رہے ۔ان میں محدث بھی ہیں ،فقیہ بھی ۔واعظ بھی ہیں ،خطیب بھی ۔ جو اپنے رسوخ فی العلم ، جامعیت ، کمالات و امتیازات کے استعارے تھے ۔جن کے دروس ،مواعظ اور خطبات اور تصنیفات جہالت کی تاریکیوں کے لیے قندیل ثابت ہوئے ۔معاصرانہ چشمک کے مریضوں کے لیے گویا تازیانہ عبرت ہے ۔

ہر کتاب اور تحریر اپنے سینے میں مصنف کے قلب کی پرچھائیاں بھی رکھتی ہے ۔صلحاء کی کتابوں کی ہر سطر ایک کشش ،ایک نور اور ایک محویت رکھتی ہے، اسے پڑھ کر دل کی دنیا بدلتی اور فکر و نظر کی رذالتیں کافور ہوتی ہیں ۔مولانا مدظلہ کی ہر کتاب ایسی ہی تاثیر سے معمور ہوتی ہے ۔اقوال سلف کی یہ جلد بھی ان خوبیوں سے مالا مال ہے ۔کتاب کا ہر پڑھنے والا بھی قدم قدم پر یہ کیفیت محسوس کرے گا۔ بارگاہ رب السماوات والارض میں دعا ہے کہ ملت کے لیے اسے بھی خوب نافع بنائے اور صاحب کتاب کو اس کا اجر جزیل عطا فرمائے ۔آمین

سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری

معتمد جامعہ امام محمد انور شاہ، دیوبند

۲۲ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۸رنومبر ۲۰۲۲ء

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تاثر

"اقوال سلف" اصلاح باطن کا کامیاب نسخہ

حضرت مولانا بدرالحسن القاسمی مقیم حال کویت

تصوف کے بارے میں مشہور صوفی بزرگ حضرت جنیدؒ کا ارشاد ہے:

ما اخذنا التصوف من القيل والقال والمراء والجدال وانما آخذناه عن الجوع والسهر وملازمةالاعمال کہ تصوف کو ہم نے قیل وقال اور فضول بحث ومباحثہ کے ذریعہ نہیں محنت ومشقت فاقہ کشی وشب بیداری اورسخت ریاضت وعبادت کے ذریعہ حاصل کیاہے۔

حضرت جنیدؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ : "**عملنا هذا مقيد بالكتاب والسنة فمن لم يسمع الحديث ويجالس الفقهاء ويآخذ ادبه عن المتآدبين افسد من اتبعه**" ہمارا یہ کام کتاب وسنت سے جڑا ہوا ہے اور اسکے دائرے میں رہنے کا پابند ہے، چنانچہ جس نے حدیث نہیں پڑھی، فقہاء کے ساتھ نہیں بیٹھا، اور باکمال لوگوں سے ادب نہیں سیکھا، اسکی پیروی کرنے والا کبھی راہ راست پرنہیں ہوسکتا۔

"احسان" کا درجہ دینداری کا سب سے اعلیٰ ترین مقام ہے، جو ایمان اور اسلام کے درجہ کے بعد ہی حاصل ہوسکتا ہے، اس کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس سے اوپر کوئی اور مقام نہیں ہے۔

(ولما كان الاحسان اعلى مرتبة التدين فلايمكن ان يصل الى الاحسان

من لم يتحل بالاسلام والايمان لان الاحسان درجة لا منتهى وراءها)

یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشیں کرلینی چاہیے کہ:

"**علم الفقه يبحث عن اعمال الجوارح وعلم اصول الدين عن امور الاعتقاد وعلم التصوف او السلوك عن الاخلاق الباطنة والامور السلوكية۔**" انسان کے باطنی احوال کی اصلاح کرنے اور فضائل اخلاق سے متصف ہونے اور ذمائم اخلاق سے خود کو پاک کرنے کیلئے علم تصوف واخلاق یا علم سلوک واحسان کا حصول اسی طرح ضروری ہے جس طرح شریعت کے ظاہری احکام کو سیکھنے کیلئے علم فقہ اور عقائد کی تعلیم کیلئے علم اصول الدین کا سیکھنا ضروری ہے۔

"**فالتصوف معالجة باطن الاثم واصلاح احوال القلوب طبقا للكتاب والسنة وتجارب الصالحين من رجال الامة**" تصوف درحقیقت باطنی گناہوں سے چھٹکارا حاصل کرنے اور کتاب وسنت اور مشائخ کے تجربوں کی روشنی میں دلوں کی اصلاح کرنے کی کوشش کا نام ہے۔لہذا اسے بدعت کا عنوان نہیں دیا جاسکتا، بلکہ اسے فرد وجماعت کی اصلاح کا ایک لازمی وضروری نصاب سمجھنا چاہئے۔

گویا"ایمان، اسلام اوراحسان" تینوں دینی وایمانی زندگی کے وہ بنیادی عناصر ہیں، جنکو پورے طور پر اپنایا جائے تو زندگی میں وہ انقلاب آتا ہے جس کے سب خواہاں ہیں لیکن ظاہر بات ہے کہ جب تک انسان خود اپنی حالت کو بدلنے کا ارادہ نہ کرلے تبدیلی نہیں آتی۔

حضرت مولانا قمر الزماں صاحب موجودہ زمانے کے ایک بافیض اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صاحب طریقت بزرگ ہیں امت کی اصلاح کیلئے انہوں نے اپنی خانقاہ میں وعظ وارشاد کے روایتی طریقے اور روحانی اصلاح وتربیت کے معروف نظام کے ساتھ اپنے متوسلین بلکہ سارے دینی حلقوں کیلئے ایک نہایت مفید اور مؤثر طریقہ یہ اپنایا ہے کہ گزشتہ بزرگوں کے اقوال و احوال سلسلہ وار طریقہ پر اس طرح پیش کئے جائیں کہ گزرے ہوئے بزرگوں کے یہ اقوال واعمال لوگوں کی زندگیاں بدل ڈالیں، کیونکہ انسان کی طبیعت یہی ہے کہ وہ ہمیشہ دوسری آئیڈیل شخصیتوں کی تقلید کرتا ہے اور مثالی کردار اور اچھے نمونے دیکھ کر ہی خود کو بدلنے کی کوشش کرتا ہے، صالحین کے اقوال حکمت کا خزانہ ہوتے ہیں، خیر و برکت کا عنوان ہوتے ہیں، چنانچہ مولانا نے ''اقوال سلف'' کے نام سے کئی جلدوں کی ایک بہترین اصلاحی انسائیکلوپیڈیا تیار کر دی ہے۔

کتاب کا آغاز تو شیخ عبدالوھاب شعرانیؒ کی کتاب کے مفید و مؤثر اقتباس سے کیا تھا، لیکن بتدریج تاریخ وتذکرہ کے قیمتی ذخیرہ کو کھنگال کر بغیر کسی جماعتی عصبیت کے جہاں کہیں بھی کوئی بات حکمت کی نظر آئی اسکو حوالہ کے ساتھ اپنی کتاب کا جزء بنالیا اور بہت سے ایسے مشہور لوگ جنکا شمار عام طور پر مفکرین میں ہوتا ہے مصلحین اور ارباب طریقت بزرگوں میں نہیں ہوتا، ان کے اقوال لینے میں بھی انہوں نے کوئی دریغ نہیں کیا اور انکے ارشادات سے بھی اصلاح کا کام لے لیا۔

حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی حضرت شاہ وصی اللہ الہ آبادی کے خلیفہ، ان کی خانقاہ اور روحانی نسبت کے وارث اور تھانوی اصلاحی تعلیمات کے

امین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم کی دولت بھی دی ہے اور علماء کے درمیان قبولیت سے بھی نوازا ہے، چنانچہ ملک اور بیرون ملک ان سے نسبت رکھنے والوں کی ایک بڑی تعداد ہے، مولانا قمر الزماں صاحب حضرت شاہ وصی اللہؒ کے داماد بھی ہیں اور خلیفہ بھی، اسی کے ساتھ آپ کو حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہے، اسطرح آپ کی ذات ''قران السعدین'' کی حیثیت رکھتی ہے اور دونوں ہی بزرگوں کی نسبتوں کا معیار ووقار برقرار رکھنے میں کامیاب ہیں۔

اور حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں بھی اپنی کیفیات و احوال کے لحاظ سے امتیازی شان کے مالک تھے، دیوبند کے اپنے قیام کے زمانے میں میں نے ان کے فیض یافتہ متعدد افراد دیکھے اور انکی باتیں سنی ہیں، اس لئے انکی ذات سے عقیدت کا احساس خود اپنے دل میں بھی شروع سے رہا ہے، وصیۃ العرفان اور دوسرے اصلاحی رسائل سے استفادہ کا سلسلہ بھی کبھی کبھی ملتا رہا، حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادی کی طرف رجوع کرنے والوں میں استاذ الکل حضرت علامہ ابراھیم بلیاویؒ بھی شامل تھے، جو خود حضرت شاہ وصی اللہؒ کے استاذ تھے، لیکن استاذ نے شاگرد کی طرف رجوع کر کے اخلاص کی ایک خاص مثال قائم کی، حضرت شیخ الہند کا زمانہ پانے والا مولانا اشرف علی تھانوی، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور دوسرے اکابر رجال کا معاصر اپنے وقت کا علامہ روزگار نہایت ہی بے نفسی کے ساتھ اپنے ایک شاگرد کے ہاتھوں پر بیعت ہو کر جہاں ایک عظیم مثال قائم کی وہیں اپنے شاگرد رشید کی پاکیزہ عظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شخصیت، روحانیت اور شان اصلاح پر بھی مہر لگا دی، جو دونوں ہی کی عظمت کی دلیل ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

شاہ صاحب کی مجلس میں کبھی کبھی آنے والوں میں تو حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ حب جیسے دیگر مشاہیر بھی شامل تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسانی زندگی نظریاتی تقریروں اور عقلی فلسفوں سے نہیں بدلتی، وہ اخلاقی نمونوں اور عملی مثالوں سے بدلتی ہے اور کسی قوم کے افراد کا عزم وہمت کے ساتھ اخلاص عمل ہی وہ نسخہ ہے جس سے اس کی تقدیر بدلتی ہے اور بسا اوقات شکست کے بعد پھر عروج کی راہ اس پر کھل جاتی ہے،

اخلاص ہے نقاش خد وخال مشیت　　　گفتار خرد کشف وکرامات کہے ہے

اہل اللہ کی زندگی مثالی ہوتی ہے وہ جو کام کرتے ہیں وہ اللہ کی رضا کیلئے کرتے ہیں اور جو کہتے ہیں وہ بھی اللہ کی خوشنودی کے حصول کیلئے کہتے ہیں، اپنی انا کی تسکین یا اپنی کسی ذاتی غرض کی تکمیل کیلئے نہیں کہتے، اسلئے انکی باتوں میں تاثیر ہوتی ہے، بزرگان دین ہی کے کلام کی یہ شان ہوتی ہے کہ انکی زبان سے نکلے ہوئے کلام پر ''از دل خیزد بر دل ریزد'' والی مثل صادق آتی ہے، زبانیں تو سبھوں کی حرکت میں رہتی ہیں، لیکن ہر کسی کے بول موتی اور جواہر نہیں ہوتے اور نہ ہر کسی کی زبان سے پھول جھڑا کرتے ہیں، یہ بھی رب کائنات کی عطا ہے کہ

یہ رتبہ بلند ملا جسکو مل گیا

یہ جو کہا گیا ہے کہ: ''من اخلص للہ اربعین یوما جرت ینابیع الحکمة

من قلبه'' جس نے چالیس دن تک اللہ کیلئے اخلاص کا معاملہ کیا اسکے دل سے حکمت کے چشمے ابلنے لگتے ہیں۔

ایک بزرگ نے اس شوق میں پورا چلہ احتیاط سے گزارا لیکن مقصد حاصل نہیں ہوا تو بے چینی ہوئی، تو انہیں تنبیہ کی گئی کہ تم نے جب ۴۰ دن کی یکسوئی اس مقصد کے لئے اختیار کی تھی کہ تمہارے قلب سے حکمت کے چشمے ابلنے لگیں، تو اخلاص کہاں رہا؟! اخلاص تو جب ہوتا کہ یکسوئی صرف اللہ کیلئے اختیار کی جاتی، کوئی اورغرض اس میں شامل نہ ہوتی، یہاں تو مقصد ہی یہ ہے کہ دل سے حکمت کے چشمے ابلنے لگیں، تو پھر اخلاص کہاں رہا؟

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے　　　لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

حکیم الامت تھانویؒ کے صرف ''ملفوظات'' کے ذخیرہ کو دیکھا جائے تو حکمت اور دانش کی باتوں پر مشتمل عظیم انسائیکلو پیڈیا ہے اور زندگی کی الجھنوں کو دور کرنے، الجھی گتھیوں کو سلجھانے اور مسائل کی پیچیدگیوں کو حل کرنے کا بیش بہا خزانہ ہے۔

حضرت مولانا قمر الزماں صاحب کا جمع کردہ ''اقوال سلف'' کا یہ عظیم ذخیرہ بھی بیحد مفید ہے۔ اللہ تعالی اس سے امت کو نفع پہنچائے اور مولانا کا بافیض سایہ بھی امت کے سروں پر قائم رکھے۔ آمین

بدرالحسن قاسمی
کویت
سنہ ۱۴۴۴ھ مطابق سنہ ۲۰۲۳ء

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قَولُہٗ تَعالیٰ

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (سورۃ الانعام، ع:۹۱)

ترجمہ: یہ حضرات ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی، سو آپ بھی انہی کے طریق پر چلئے۔

تشریح

یہ (حضرات انبیاء علیہم السلام) وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے۔ پس آپ ﷺ بھی ان لوگوں کی اس ہدایت کی پیروی کیجئے (جس پر وہ لوگ تھے، یعنی صرف حق تعالیٰ کو ماننا اور اسی کی اطاعت کرنا، اور شرک سے اجتناب ونفرت، بایں معنیٰ کہ جو کام وہ کرتے تھے، وہی آپ ﷺ بھی کریں۔

ماثر الانبیا علیہم السلام

یعنی

انبیاءِ کرام علیہم السلام

کے اِجمالی حالات وصِفات

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجہک المنیر لقد نور القمر
لایمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَلَغَ العُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ و اٰلِہٖ

اس کو مل ہی نہیں سکتا کبھی توحید کا جام
جس کی نظروں سے ہے پوشیدہ رسالت کا مقام
(احمد)

تذکرہ

سیرتِ پاک

سید البشر خاتم الانبیاء سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ ﷺ

اب ہم اس سلسلۃ الذہب کی سب سے اہم شخصیت یعنی رسولِ اکرم ﷺ کی مختصر سیرتِ طیبہ نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اور ”کلمات طیبات“ کے عنوان کے تحت ایک نہایت جامع چہل حدیث نقل کریں گے جس کا انتخاب حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے اور ترجمہ وفوائد حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے ارقام فرمایا ہے جو نہایت سلیس و معنی خیز ہے۔

آپ کے والدین ماجدین: قریش کے سردار عبدالمطلب کے دس صاحبزادے تھے جو سب سے ممتاز و نامور تھے۔ حضرت عبداللہ اپنے سب بھائیوں میں بہت ستودہ صفات اور مرکزی حیثیت کے مالک تھے۔ ان کے والد نے ان کی شادی بنی زہرہ کے سردار وہب کی صاحبزادی حضرت آمنہ سے کی، جو اس وقت اپنی عالی نسبی اور عزت و وجاہت میں قریش کی سب سے محترم خاتون سمجھی جاتی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ شکمِ مادر میں تھے کہ آپ کے والد حضرت عبداللہ کا انتقال ہوگیا۔ حضرت آمنہ کو آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے ایسی بہت سی نشانیاں اور آثار نظر آئے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کے بیٹے کی مستقبل میں بڑی شان ہونی ہے۔ (نبیٔ رحمت مؤلفہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندویؒ)

ولادت باسعادت: آپ ﷺ کی ولادتِ شریفہ ۱۲؍ربیع الاول عام الفیل مطابق ۵۷۰ء دوشنبہ کے دن ہوئی۔ یہ تاریخ انسانیت کا سب سے روشن اور مبارک دن تھا۔ لیکن فلکیات کے مشہور مصری عالم اور محقق محمود پاشا کی تحقیق یہ ہے کہ آپ کی ولادتِ شریفہ دوشنبہ کے دن ۹؍ربیع الاول کو واقعۂ فیل کے پہلے سال ہوئی، جو ۲۰؍اپریل ۵۷۱ء کے مطابق ہے۔

جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے دادا عبدالمطلب کو اطلاع بھجوائی۔ وہ تشریف لائے، اور غایت محبت سے آپ کو دیکھا اور گود میں لے کر کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔ اور اللہ کی حمد بیان کی اور دعا کی اور آپ کا نام ”محمد“ رکھا۔ یہ نام چونکہ بالکل نیا تھا، اس لئے عربوں کو اس پر بہت تعجب ہوا۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد النبی الامی وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رضاعت: چند دن آپ کو آپ کے چچا ابولہب کی باندی ثویبہ نے دودھ پلایا۔ پھر عبدالمطلب نے اپنے یتیم پوتے کے لئے دیہات کی کسی دودھ پلانے والی کی تلاش شروع کی۔ قبیلہ بنی سعد کی عورتیں اس کام میں اور فصاحت و بلاغت میں خاص شہرت رکھتی تھیں، ان میں حلیمہ سعدیہ بھی تھیں جن کو یہ دولت عظمیٰ ہاتھ آئی اور آپ کو لے کر اپنے قافلہ میں واپس گئیں اور اسی وقت آپ کی برکت کھلی آنکھوں انہوں نے دیکھ لی۔ ان کی ہر چیز میں ایک دوسرا رنگ نظر آنے لگا، اور ان کی ہر چیز میں برکت محسوس ہوئی۔

یہاں تک کہ بنی سعد کے اس قبیلہ میں آپ کی عمر مبارک کے دو سال پورے ہوئے اور بی بی حلیمہ نے آپ کا دودھ چھڑا دیا۔ آپ کا نشو و نما عام بچوں سے مختلف طور پر ہو رہا تھا۔ اس موقع پر وہ حضور ﷺ کو لے کر آپ کی والدہ کے پاس حاضر ہوئیں اور ساتھ ہی یہ خواہش ظاہر کی کہ کچھ مدت کے لئے ان کو اور رہنے دیا جائے۔ چنانچہ بی بی آمنہ نے آپ کو ان کے پاس واپس لوٹا دیا۔

واپسی کے بعد جب آپ بنی سعد میں تھے، دو فرشتے آئے۔ آپ کا سینہ[1] مبارک شق کیا۔ آپ کے قلب مبارک سے گوشت کے ٹکڑے یا لوتھڑے کی مانند ایک خراب اور سیاہ چیز نکال کر پھینک دی، پھر آپ کے قلب کو خوب اچھی طرح دھو کر اور صاف کر کے اپنی جگہ واپس کر دیا اور وہ اسی طرح ہو گیا جیسے پہلے تھا۔ (نبیٔ رحمت ص: ۱۰۴)

اس کے بعد حضرت حلیمہ نے آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں

[1] شق صدر کا واقعہ نبی اکرم ﷺ کو اپنی عمر میں چار مرتبہ پیش آیا۔ اوّل بار زمانۂ طفولیت میں

لا کر ان کے سپرد کر دیا۔

حلیمہ کے ایک لڑکے کا نام عبداللہ بن الحارث تھا، انہی کے ساتھ حضور ﷺ نے دودھ پیا تھا۔ ایک لڑکی انیسہ تھیں اور ایک حذافہ انہی کا لقب الشیماء تھا۔ یہ بڑی تھیں اور حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ غزوۂ حنین کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں آئی تھیں۔ حضور ﷺ نے ان کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر مبارک بچھا دی تھی۔

والدہ ماجدہ اور جدامجد خواجہ عبدالمطلب کا انتقال: جب آپ کا سن چھ سال کا ہوا تو آپ کی والدہ آپ کو آپ کے دادا کی ننہال دکھانے کے لئے یثرب (مدینہ منورہ) لے گئیں۔ وہ اپنے محبوب شوہر عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر پر بھی جانا چاہتی تھیں۔ مکہ واپس ہوتے ہوئے ایک مقام پر جس کو "الابواء" کہتے ہیں

پیش آیا جب آپ حلیمہ سعدیہ کی پرورش میں تھے۔ اور اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک چار سال تھی۔

دوسری بار شق صدر کا واقعہ آپ کو دس سال کی عمر میں پیش آیا۔ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح ابن حبان اور دلائل ابی نعیم وغیرہ میں مذکور ہے۔

تیسری بار یہ واقعہ بعثت کے وقت پیش آیا۔ جیسا کہ مسند ابی داؤد طیالسی ص: ۲۱۵/ اور دلائل ابی نعیم جلد ۱/ص: ۶۹/ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔

چوتھی بار یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا۔ جیسا کہ بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی وغیرہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور اس بارے میں روایتیں متواتر اور مشہور ہیں۔

الحاصل:۔ یہ چار مرتبہ کا شق صدر تو روایات صحیحہ اور احادیث معتبرہ سے ثابت ہے، اور بعض روایات میں پانچویں مرتبہ بھی شق صدر کا ذکر آیا ہے کہ بیس سال کی عمر میں حضور ﷺ کا شق صدر ہوا۔ مگر یہ روایت باجماع محدّثین ثابت اور معتبر نہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ ملخصاً ص: ۷۸)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بی بی آمنہ کا انتقال ہوگیا۔ اب ایک طرف محبوب اور چاہنے والی ماں کی جدائی کا غم تھا، دوسری طرف مسافرت کی تنہائی، آپ کی ولادت سے برابر آپ کے ساتھ کچھ اسی قسم کا معاملہ پیش آتا رہا۔ یہ تربیتِ الٰہی کے وہ اسرار ہیں جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ایک باندی ام ایمن برکۃ حبشیہ آپ کو لے کر مکہ آئیں اور یہ خدائی امانت آپ کے دادا عبدالمطلب کو سپرد کی۔ اس کے بعد آپ ﷺ دادا کے سایۂ شفقت میں رہے۔

جب آپ کی عمر مبارک آٹھ سال کی ہوئی تو دادا عبدالمطلب کا بھی انتقال ہوگیا اور آپ کو یتیمی کا ذائقہ پھر چکھنا پڑا جو پہلے سے زیادہ تلخ اور سخت تھا۔

خواجہ ابوطالب: دادا کے انتقال کے بعد آپ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ رہنے لگے جو آپ کے والد کے حقیقی بھائی تھے۔ انہوں نے نہایت محبت وشفقت سے آپ کی نگہداشت اور پرورش فرمائی اور جب آپ کی عمر نو سال تھی سفرِ شام میں آپ کو اپنے ساتھ رکھا۔

آسمانی تربیت: جاہلیت کی نجاستوں اور بری عادتوں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمیشہ دور اور پاک رکھا۔ یہاں تک کہ آپ کی قوم کے لوگ آپ کو ''امین'' کے نام سے یاد کرنے لگے۔

آپ رِشتوں کا خیال رکھتے، لوگوں کا بوجھ ہلکا کرتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرماتے، مہمان کا اکرام کرتے اور خیر وتقویٰ کے کاموں میں دوسروں کی مدد کرتے، محنت کر کے روزی حاصل کرتے اور معمولی اور ضرورت بھر غذا پر اکتفا فرماتے تھے۔

ذریعۂ معاش: جب عمر کچھ زیادہ ہوئی تو آپ نے ذریعۂ معاش کی طرف

توجہ کرنا ضروری سمجھا اور بکریاں چَرانے کا پیشہ اختیار کیا جو اس زمانہ کا ایک شریفانہ ذریعۂ معاش ہونے کے علاوہ نفسیاتی تربیت اور کمزوروں محتاجوں پر شفقت ومحبت کے جذبات پیدا کرنے، نیز صاف وتازہ ہَوا کا لطف لینے اور جسم کی تقویت وورزش کا سامان بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ چنانچہ نبوت کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ پوچھا گیا کہ آپ نے بھی؟ اے اللہ کے رسول ﷺ! فرمایا، ہاں میں نے بھی۔ (نبیٔ رحمت ص: ۱۴۰)

حضرت خدیجہؓ سے رشتۂ ازدواج: جب آپ پچیس سال کے ہوئے تو حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آپ کا نکاح ہوا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قریش کی بہت بااثر وبارسوخ خاتون تھیں، فہم وفراست، اخلاق کریمانہ نیز مال ودولت کے لحاظ سے بھی نامور تھیں، یہ بیوہ تھیں اور ان کے شوہر ابوہالہ کا انتقال ہوچکا تھا۔ اس شادی کے وقت حضور ﷺ کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تجارتی کاروبار بھی کرتی تھیں۔ روپیہ ان کا ہوتا تھا اور دوسرے لوگ محنت کرتے تھے اور اپنی محنت کا معاوضہ پاتے تھے۔ قریش بڑی تاجر قوم تھی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی راست گفتاری، حسنِ اخلاق اور جذبۂ خیرخواہی کا علم بھی آپ کے سفرِ شام سے بخوبی ہوچکا تھا۔ جب آپ ﷺ ان کا مال لے کر بغرض تجارت شام گئے تھے، اور اس سفر میں جو انوکھے واقعات پیش آئے تھے، اس کا بھی ان کو علم تھا۔ چنانچہ انہوں نے آپ سے رشتہ کی خواہش کی حالاں کہ اس سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پہلے وہ قریش کے بڑے بڑے سرداروں کی درخواست کو نامنظور کر چکی تھیں۔آپ کے چچا سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ پیغام آپ تک پہنچایا۔ابوطالب نے خطبۂ نکاح پڑھا اور آپ کی ازدواجی زندگی کا آغاز ہوا۔اور آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ کر آپ کی ساری اولاد انہی سے ہوئیں۔

کعبہ کی تعمیرِ نَو: جب رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک پینتیس سال کی ہوئی تو قریش نے کعبہ کی تعمیرِ نَو کا ارادہ کیا اور اس پر چھت ڈالنے کی تجویز کی۔پس جب دیواریں بلند ہو کر حجر اسود تک پہنچیں تو حجر اسود کے معاملہ میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا۔ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ اس کو یہ شرف حاصل ہو اور وہ اس کو اٹھا کر اس کی جگہ نصب کرے۔یہ معاملہ بڑھتے بڑھتے جنگ و جدال تک پہنچا۔مگر خیر اس پر سب کا اتفاق ہو گیا کہ کل جو شخص مسجد حرام میں سب سے پہلے داخل ہو گا وہ اس بات کا فیصلہ کرے گا۔چنانچہ سب سے پہلے مسجد حرام کے دروازے سے رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے اور آپ کو دیکھتے ہی سب نے بے ساختہ کہا کہ یہ ''محمد الامین'' ہیں۔ہم ان پر راضی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک چادر منگوائی، حجر اسود کو اپنے دستِ مبارک سے اٹھا کر اس میں رکھا پھر فرمایا کہ ہر قبیلہ چادر کا ایک کونہ پکڑ کر اٹھائے سب نے ایسا ہی کیا۔جب وہ جگہ قریب ہو گئی جہاں نصب کرنا تھا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر اس کو اس جگہ رکھ دیا۔اس کے بعد باقی عمارت تعمیر ہوئی۔

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے قریش کو بڑے کُشت و خون سے بچا لیا آپ ﷺ نے اس معاملہ میں جس حکمت اور تدبیر سے کام لیا اس سے بڑھ کر کوئی حکمت اور تدبیر

نہیں ہو سکتی تھی۔لہٰذا یہ آپ کے کمالِ عقل و دانش پر بیّن ثبوت ہے۔(نبیٔ رحمت)

انسانیت کی صبحِ صادق

رسول اللہ ﷺ نے جس وقت اپنی عمر کے چالیس سال پورے کئے اس وقت دنیا آگ کی ایک خندق کے بالکل کنارے کھڑی تھی۔پوری نسل انسانی تیزی کے ساتھ خودکشی کے راستہ پر گامزن تھی۔یہ وہ نازک وقت تھا جب انسانیت کی صبحِ صادق طلوع ہوئی۔دنیا کی قسمت جاگی اور بعثتِ محمدی ﷺ کا وقت قریب ہوا۔

اس زمانہ میں تنہائی اور خلوت پسندی آپ کا شیوہ و معمول بن گئی تھی،اور آپ کو سب سے علیحدہ ہو کر تنہا بیٹھنے سے بڑا سکون ملتا تھا۔آپ مکہ سے بہت دور نکل جاتے، یہاں تک کہ شہر کے مکانات بھی آپ کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے۔آپ مکہ کی گھاٹیوں اور اندر کی وادیوں سے گزرتے تو شجر و حجر سے آواز آتی کہ (اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ) آپ اپنے داہنے اور بائیں اور پیچھے مُڑ کر دیکھتے تو درختوں اور پتھروں کے سوا کچھ نظر نہ آتا۔

غارِ حراء: آپ زیادہ تر غارِ حراء میں قیام فرماتے اور متواتر کئی کئی راتیں وہاں گزرتیں اس کا انتظام پہلے سے آپ کر لیتے تھے۔یہاں ابراہیمی طریقہ پر اور فطرتِ سلیم کی رہنمائی سے اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے۔

بعثت مبارک: اسی طرح آپ ایک بار غارِ حراء میں تشریف فرما تھے کہ منصب نبوت سے آپ کو سرفراز کرنے کی مبارک ساعت آ پہنچی۔یہ ۱۷ رمضان آپ کی ولادت کے اکتالیسویں سال کا واقعہ ہے۔(مطابق ۶ /اگست ۶۱۰ء) جو حالتِ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بیداری اور شعور کی حالت میں پیش آیا۔ آپ کے سامنے غارِ حرا میں فرشتہ آیا اور کہا کہ پڑھیئے! آپ نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اس نے مجھے پکڑ کر دبوچا، یہاں تک کہ میں نے اس کی تکلیف محسوس کی۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا، پڑھیئے! میں نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے پھر پکڑا اور اتنی زور سے لپٹایا کہ مجھ پر اس کا سخت دباؤ پڑا۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھیئے! میں نے کہا، میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے پھر مجھے پکڑ کر تیسری بار اسی طرح دبوچا اور چھوڑ دیا۔ پھر کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (العلق:۵)

اے محمد ﷺ! اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو! جس نے عالم کو پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔

پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تسلی: رسول اللہ ﷺ اس عجیب واقعہ سے خوف زدہ ہو گئے اور اپنے گھر تشریف لے گئے شدتِ خوف سے آپ کے شانہ مبارکہ پر کپکپی طاری تھی۔ آپ نے گھر پہنچتے ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ مجھے لحاف اڑھا دو۔ مجھے لحاف اڑھا دو۔ مجھے کچھ خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ تو انہوں نے بڑے یقین و اعتماد کے لہجہ میں اور پوری قوت کے ساتھ کہا:

''ہرگز نہیں اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ذلیل و رسوا نہ کرے گا۔ اس

لئے کہ آپ صلہ رحمی اور رشتہ داری کا پاس ولحاظ کرتے ہیں، دوسروں کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں، محتاجوں کے کام آتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت وخاطر مدارات کرتے ہیں، راہِ حق کی تکلیفوں اور مصیبتوں میں مدد کرتے ہیں۔'' (بخاری)

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بات عقلِ سلیم اور فطرت صحیحہ نیز اپنی زندگی کے تجربوں اور لوگوں سے واقفیت کی بناء پر کہی تھی۔ لیکن چونکہ یہ معاملہ بہت بڑا تھا۔ اس لئے انہوں نے سوچا کہ اپنے عالم وفاضل چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل (جنہوں نے عیسائیت قبول کر لی تھی) سے مدد لینی چاہیئے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ساتھ لے کر ان کے پاس گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ورقہ کو پورا واقعہ سنایا۔ ورقہ نے سنتے ہی کہا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ آپ اس امت کے نبی ہیں اور آپ کے پاس وہی ناموس اکبر آیا تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا۔

اس کے بعد عرصہ تک وحی کا سلسلہ بند رہا۔ پھر جاری ہوا اور قرآن کا نزول شروع ہوا۔ (نبیؐ رحمت۔ ص:۱۱۸)

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قبولِ اسلام: سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول کیا۔ انہوں نے ہر موقع پر آپ کی پشت پناہی اور حمایت کی۔ لوگوں سے آپ کو جو تکلیفیں پہنچتی تھیں وہ ان کو ہمیشہ ہلکا کرنے کی کوشش کرتیں اور آپ کی ہمت بندھاتیں۔ آپ کی ذہانت وفقاہت کے واقعات آپ کے حالات میں درج کئے گئے ہیں، وہاں تفصیل سے ملاحظہ فرمائیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت علیؓ اور زیدؓ بن حارثہ کا قبول اسلام: بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے، اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو آپ کے غلام تھے اور آپ نے ان کو متبنّٰی بنایا تھا) اسلام لائے۔

ان حضرات کا قبولِ اسلام دراصل ایسے لوگوں کی شہادت اور گواہی تھی جو آپ سے سب سے زیادہ قریب تھے اور آپ سے اور آپ کے صدق واخلاص اور حسنِ کردار سے سب سے زیادہ واقف اور گھر والوں کی طرح ہر چھپی ڈھکی چیز سے باخبر تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبولِ اسلام: حضرت ابوبکر ابن ابی قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبولِ اسلام بھی کچھ کم اہم نہ تھا۔ اس لئے کہ ان کی دانشمندی، فہم وفراست، عالی ہمتی اور اعتدال ومیانہ روی کی وجہ سے قریش میں ان کو ایک خاص درجہ حاصل تھا۔ انہوں نے اسلام کا اعلان واظہار بھی کیا۔ اور اپنے اعتماد کے لوگوں، جاننے پہنچاننے والوں اور اپنے پاس اٹھنے بیٹھنے والوں میں انہوں نے اسلام کی تبلیغ شروع کی۔

چنانچہ ان کی تبلیغ ودعوت سے قریش کے بہت سے نامی گرامی سردار اسلام لائے، جن میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قابل ذکر ہیں۔

اس کے بعد لوگوں نے بڑی تعداد میں اسلام قبول کرنا شروع کیا۔ پوری پوری جماعتیں، وفود اور قبیلے اسلام لاتے، ان میں عورتیں اور مرد دونوں

ہوتے۔ یہاں تک کہ اسلام کا آوازہ مکہ کی فضائے آسمانی میں بلند ہوا اور جگہ جگہ اس کا چرچا ہونے لگا۔

کوہِ صفا پر پہلا اعلان: ابتداء میں رسول اللہ ﷺ دعوت وتبلیغ کے اس کام کو چھپا کر کرتے رہے اور تین سال اس حال میں گزر گئے۔ پھر اللہ کی طرف سے آپ کو اس کے برملا اظہار واعلان کا حکم ہوا، تو آپ کوہِ صفا کی چوٹی پر چڑھے اور بلند آواز میں یہ آواز لگائی (یاصباحا) یہ نعرہ عربوں کا جانا پہنچانا تھا اور اس وقت لگایا جاتا تھا جب دشمن یا غنیم کے حملہ کا فوری خطرہ ہوتا۔ (یا صباحاہ) کا سننا تھا کہ قریش کا سارا قبیلہ وہاں جمع ہوگیا جو کسی وجہ سے نہیں آسکا تو اس نے اپنا نمائندہ بھیجا۔ اس وقت آپ ان سے مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا:

"اے نبی عبدالمطلب! اے بنی فہر! اے بنی کعب! اگر میں تم کو اطلاع دوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں ایک لشکر کھڑا ہے اور تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے، تو کیا تم اس بات پر یقین کروگے؟"

یہ سن کر سب نے کہا ہم یقین کریں گے۔ (نبیِ رحمت)

دعوت وتربیت کا حکیمانہ انداز: جب یہ فطری اور ابتدائی مرحلہ طے ہوا اور سننے والوں کے اعتماد ویقین کا علم ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ) تو یہ سمجھو کہ میں تم کو ایک سخت عذاب سے ڈرانے اور آگاہ کرنے آیا ہوں جو بالکل تمہارے ہاتھوں کے سامنے ہے۔

یہ سنتے ہی مجمع پر ایک خاموشی چھا گئی۔ لیکن ابولہب نے کہا، تمہارا سارا دن برباد ہو، کیا صرف یہی کہنے کے لئے تم نے ہمیں بلایا تھا؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے اعلانِ حق اور تبلیغ و دعوت میں جان و دل سے مشغول ہو گئے۔ اور آپ کسی رُکاوٹ کو خاطر میں نہ لائے۔ دوسری طرف خواجہ ابوطالب آپ کے لئے سینہ سپر ہو گئے اور آپ کی ہر طرح حفاظت کرتے رہے۔

آخر قریش کے لوگ وفد بنا کر ابوطالب کے پاس گئے اور کہا کہ آپ اپنے بھتیجے کو اس کام سے منع کریں۔ تو ابوطالب نے حضور ﷺ کو بلا بھیجا اور کہا کہ:

میرے بھتیجے! تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور ایسا کہہ رہے تھے، ذرا میری جان کا بھی خیال کرو اور اپنی جان کا بھی۔ مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جس کو میں اٹھا نہ سکوں۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا:

چچا! خدا کی قسم اگر وہ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو غالب کرے، یا میں اس راستہ میں ہلاک ہو جاؤں۔ تب بھی میں اس سے باز نہ آؤں گا۔

یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ رو دیئے۔

اس کے بعد آپ اٹھے اور تشریف لے جانے لگے۔ آپ کو اس طرح جاتا دیکھ کر ابوطالب نے آپ کو آواز دی اور کہا میرے بھتیجے آؤ! آپ سامنے تشریف لائے۔ انہوں نے کہا، جاؤ اور جو تمہارا دل چاہے کہو اور جس طرح چاہو تبلیغ کرو، اللہ کی قسم میں تم کو کبھی کسی کے حوالہ نہ کروں گا۔

قریش کے ہاتھوں مسلمانوں پر مظالم: رسول اللہ ﷺ نے دعوت الی اللہ کا کام پورے زور و شور سے شروع کر دیا۔ جب قریش آپ سے اور آپ کے چچا ابوطالب سے مایوس ہو گئے تو ان کا سارا غصہ قبیلہ کے ان افراد پر اترنے لگا

جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا اور ان کا کوئی حمایتی نہ تھا۔

ہر قبیلہ اپنے قبیلہ کے ان اشخاص پر ٹوٹ پڑا جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ ان کو قید، زدوکوب، بھوک پیاس اور مکہ کی سخت گرمی اور جھلسا دینے والی تپش کی اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی والدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طرح طرح کی اذیتیں اور مختلف قسم کی تکلیفیں پہنچائیں۔ حتیٰ کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شہید کر دیا۔

اسی طرح جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے تو ان کے چچا حکم ابن ابی العاص نے انہیں خوب مضبوطی سے باندھ دیا۔ مگر جب حکم نے اپنے دین پر ان کی مضبوطی اور یقینِ کامل کو دیکھا تو ان کو رِہا کر دیا۔

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن قریش کے لوگ مجھے پکڑ کر لے گئے، آگ جلائی اور اس میں مجھے گھسیٹ کر ڈال دیا۔ پھر ایک شخص نے میرے سینہ پر اپنا پیر اس طرح رکھ دیا کہ میری پیٹھ زمین سے بالکل لگ گئی۔ پھر انہوں نے اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی تو معلوم ہوا کہ ساری پیٹھ پر برص کی طرح دانے پڑ گئے تھے۔

حضور ﷺ کو ایذاء رسانی: حضور ﷺ کی ایذاء رسانی کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ سردارانِ مکہ حجر[1] میں جمع تھے، حضور ﷺ تشریف لائے وہ سب ایک ساتھ آپ پر ٹوٹ

---

[1] حجر حطیم اور دیوار کعبہ کی درمیانی جگہ کو کہتے ہیں۔ اس کا نام حجر اسمٰعیل بھی ہے۔ (نبیٔ رحمت)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پڑے اور آپ کو گھیر لیا۔ ان میں سے ایک شخص نے آپ کی چادر پکڑ کر کھینچنی شروع کی کہ گلوئے مبارک کو اذیت پہنچی، یہ دیکھتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے اور اس شخص کے بیچ میں آگئے اور رورو کر یہ کہنے لگے (اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلاً اَنْ یَقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ) کیا تم ایک شخص کو محض اتنی بات پر جان سے مار ڈالنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ اس پر انہوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حالت میں گھر واپس ہوئے کہ ان کا سر کھل گیا تھا، ان کی ڈاڑھی پکڑ کر کھینچتے ہوئے ان کو باہر لے جایا گیا۔

غرض قریش نے آپ کو جھٹلایا اور طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ آپ پر جادوگری، شاعری، کہانت اور جنون کے الزامات لگائے اور آپ کو ایذا رسانی کے نئے نئے طریقے استعمال کئے اور ہر قسم کے حربے آزمائے۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ مسجد میں سر بسجود تھے اور آپ کے قریب قریش کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ عقبہ ابن ابی معیط کہیں سے اونٹ کی ایک وزنی اوجھڑی لایا اور آپ کی پیٹھ پر پھینک دیا۔ آپ اسی طرح سجدے میں پڑے رہے، یہاں تک کہ صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں اور اس کو آپ کی پیٹھ سے ہٹایا۔ اور جس نے یہ حرکت کی تھی اس کے لئے بددعا کی۔ آپ نے بھی ان لوگوں کے لئے بددعا کی۔ (نبی رحمت)

مسلمانوں کی حبشہ کی طرف ہجرت: جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ آپ کے اصحاب و رفقاء کو سخت آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور آپ ان کی حفاظت و مدافعت پر قادر نہیں ہیں۔ تو آپ نے ان سے فرمایا، اگر تم لوگ حبشہ

کی طرف نکل جاؤ تو اچھا ہے وہاں کا جو بادشاہ ہے اس کی وجہ سے کوئی دوسرے پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ اچھا ملک ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے نجات وکشادگی کا کوئی سامان پیدا کردے۔

اس موقع پر مسلمانوں کی ایک جماعت نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ اسلام میں پہلی ہجرت تھی، یہ دس آدمی تھے اور انہوں نے اپنا امیر عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کی۔ پھر بہت سے مسلمان یکے بعد دیگر وہاں پہنچے۔ ان میں سے کچھ لوگ تنہا تھے اور کچھ اہل وعیال کے ساتھ تھے۔ ان لوگوں کی کل تعداد جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی تراسی (۸۳) بتائی گئی ہے۔

مگر وہاں بھی قریش انہیں چین وسکون سے بیٹھنے نہیں دینا چاہتے تھے چنانچہ بہت سے تحائف اور ہدایا لے کر دو شخصوں کو نجاشی کے پاس بھیجا اور ان حضرات کو اپنے ملک سے مکہ واپس بھیجنے کی فرمائش کی۔ مگر نجاشی نے اس کو قبول نہ کیا اور صورتِ حال معلوم کرنے کے لئے مسلمانوں کو بلایا اور اپنے پادریوں کو جمع کیا۔ اور مسلمانوں کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے کہا، وہ دین کیا ہے جس کے لئے تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہے اور اس کو ترک کرنے کے بعد نہ میرے دین کو قبول کیا اور نہ کسی معروف دین ومذہب کو اختیار کیا ہے؟

اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے نہایت فصیح وبلیغ تقریر فرمائی جس کو ہم حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تذکرہ میں نقل کریں گے۔ ان شاء اللہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شعب ابی طالب: جب قریش نے ایسا معاملہ کیا تو بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ابوطالب کے ساتھ ہو گئے اور اس گھاٹی یا وادی میں ان کے ساتھ محصور ہو گئے۔ یہ نبوت کے ساتویں سال کا واقعہ ہے۔ اس محاصرہ نے اتنا طول کھینچا کہ ببول کی پتیاں کھا کر گزارا کرنے کی نوبت آئی۔ ان کے بچے بھوک سے روتے اور بلبلاتے تھے اور ان کے رونے کی آواز دور تک جاتی تھی۔

تین سال اس سخت حال میں گزرے۔ اس زمانہ میں خفیہ طریقہ سے کچھ ضروریاتِ زندگی ان کے پاس پہنچ پاتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ اس حال میں بھی اپنی قوم میں تبلیغ و دعوت کا فریضہ دن رات خفیہ وعلانیہ ہر طریقہ سے انجام دیتے۔ اور بنو ہاشم صبر اور امید اجر کے ساتھ ان تمام تکلیفات کو برداشت کرتے۔

مقاطعہ کا خاتمہ: اسی دوران میں قریش کے کچھ باضمیر وعالی حوصلہ اشخاص کے دل میں اس ظالمانہ معاہدہ کے خلاف ناپسندیدگی کا جذبہ پیدا ہوا اور اس کو انہوں نے ایک خلافِ انسانیت فعل قرار دیا۔ آخر مطعم بن عدی اس معاہدہ کو پھاڑنے کی غرض سے اس کی طرف بڑھے تو دیکھا کہ دیمک پورے کاغذ کو چاٹ کر ختم کر چکی ہے۔ صرف (بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ) کے الفاظ باقی ہیں۔ بہر حال اس معاہدہ کو پھاڑ کر پھینک دیا گیا اور جو کچھ اس میں تھا وہ سب کالعدم ہو گیا۔

(نبیؐ رحمت: بحوالہ سیرت ابن ہشام)

خواجہ ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات: نبوت کے دسویں سال ایک ہی سال کے اندر ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں کا انتقال ہو گیا۔ ان دونوں کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حسنِ صحبت،

حسنِ سلوک، وفاداری اور نصرت وحمایت کا جو معاملہ تھا وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ ابوطالب نے اسلام قبول نہ کیا، اس حادثہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پے در پے کئی مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ (نبیؐ رحمت)

طائف کا سفر: ابوطالب کے انتقال کے بعد رسول اللہ ﷺ کو وہ بہت سی تکلیفیں اور اذیتیں پہنچیں جن کی ہمت ابوطالب کی زندگی میں قریش کے لوگ نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے سر پر مٹی بھی پھینکی گئی۔ جب ان اذیتوں کا سلسلہ دراز ہونے لگا اور مشرکین وکفار کی اسلام سے کراہت اور اس کی ناقدری وحقارت اور بڑھ گئی، تو رسول اللہ ﷺ نے طائف کا قصد فرمایا۔ آپ کی نیت یہ تھی کہ قبیلۂ ثقیف کو اسلام کی دعوت دیں اور ان سے نصرت کے خواستگار ہوں۔ آپ کو اہلِ طائف سے کچھ خیر کی امید تھی۔ اور اس میں تعجب کی بھی کوئی بات نہیں، اس لئے کہ آپ ﷺ کے ایامِ رضاعت قبیلۂ بنی سعد میں گزرے تھے جو طائف کے قریب آباد تھا۔

اہلِ طائف جائداد اور زمینوں کے مالک تھے، ان کے پاس بڑے بڑے باغات اور مزرعے تھے۔ اس دولت وخوشحالی نے ان کے اندر غرور وناز پیدا کر دیا تھا۔ اور وہ اس آیت کے مصداق اور نمونہ تھے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۔ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا، وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ (سبا:۲۵)

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا، مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ جو چیز دے کر تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے قائل نہیں اور (یہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بھی) کہنے لگے کہ ہم بہت سا مال اور اولاد رکھتے ہیں۔ اور ہم کو عذاب نہیں ہوگا۔

اہل طائف کا سلوک اور آپ ﷺ کی دعا: جب رسول اللہ ﷺ طائف تشریف لائے تو سب سے پہلے ثقیف کے سرداروں اور ذمہ داروں سے ملنے تشریف لے گئے اور ان کے پاس بیٹھ کر ان کو دین حق کی دعوت دی۔ لیکن آپ کو اس کا بہت برا اور سخت جواب ملا۔ انہوں نے آپ کا مذاق بھی اڑایا اور شہر کے اوباش لوگوں اور غلاموں کو آپ ﷺ کے ستانے پر مامور کر دیا۔ یہ لوگ آپ کو گالیاں دیتے، شور مچاتے اور آپ پر پتھر پھینکتے۔ اسی بے کسی اور کرب کے عالم میں آپ پناہ لینے کے لئے ایک کھجور کے سایہ میں تشریف فرما ہوئے۔ طائف میں آپ کو جتنا ستایا گیا، وہ مشرکین مکہ کی ایذا رسانیوں سے کہیں زیادہ تھا۔ انہوں نے راستہ کے دونوں طرف اپنے آدمی کھڑے کر دیئے۔ آپ ایک قدم بھی اٹھاتے تو کسی طرف سے پتھر آپ پر پھینکا جاتا۔ حتّٰی کہ آپ کے دونوں پیر زخموں سے لہولہان ہو گئے۔ اس وقت بے ساختہ آپ ﷺ کے قلب وزبان پر یہ دعا جاری ہوئی۔ اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی کمزوری، بے سروسامانی اور لوگوں کی نگاہ میں بے وقعتی کی فریاد کی اور اللہ کی نصرت وتائید کے ان الفاظ میں خواستگار ہوئے۔ آپ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِيْ وَ قِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ، اِلٰى بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِيْ اَمْ اِلٰى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهٗ اَمْرِيْ، اِنْ لَمْ يَكُنْ بِكَ غَضَبٌ عَلَيَّ فَلَا اُبَالِيْ غَيْرَ اَنَّ عَافِيَتَكَ هِيَ اَوْسَعُ لِيْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْ اَنْ يَنْزِلَ بِيْ غَضَبُكَ

اَوْ يَحِلَّ عَلَيَّ سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

الٰہی! اپنی کمزوری، بے سروسامانی اور لوگوں میں تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں، تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، درماندہ اور عاجزوں کا مالک تو ہی ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے۔ مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے کیا بے گانہ ترش روکے؟ یا اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے؟ اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ لیکن تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور کی پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و دین کے کام اس سے ٹھیک ہو جاتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر اترے۔ یا تیری ناراضگی مجھ پر وارد ہو۔ مجھے تیری ہی رضا مندی اور خوشنودی درکار ہے۔ اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ کے پاس بھیجا اور اس نے آپ سے اجازت طلب کی کہ وہ ان دونوں پہاڑوں کو جن کے درمیان طائف واقع ہے ملا دے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ نہیں! مجھے امید ہے کہ ان کی اولاد میں سے کوئی ایسا پیدا ہوگا جو خدائے واحد کی عبادت کرے گا اور اس کے ساتھ کسی اور ہستی کو شریک نہ ٹھہرائے گا۔

جب عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو ان کا دل کچھ نرم پڑا اور ان کی رگِ انسانیت میں کچھ جنبش پیدا ہوئی۔ ان دونوں نے اپنے ایک نصرانی غلام کو بلایا جس کا نام "عدّاس" تھا، اور اس سے کہا کہ لو، یہ انگور کا خوشہ ایک طباق میں رکھ کر اس شخص کے پاس لے جاؤ اور کہو کہ یہ ان کے کھانے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے لئے ہے۔عدّاس نے اس پر عمل کیا اور رسول اللہ ﷺ کی گفتگو سن کر اور آپ کے اخلاقِ کریمانہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ طائف سے مکہ تشریف لائے تو آپ کی قوم آپ کی مخالفت، دشمنی اور آپ کے تمسخر و ایذا رسانی میں اسی طرح سرگرم تھی۔(نبیٔ رحمت)

ف: طائف میں کفار و مشرکین آپ ﷺ کو ہر طرح ذلیل و پست کرنا چاہتے تھے اور سخت سے سخت تر اذیت رساں ہوئے۔مگر حضور اکرم ﷺ نے ان سب کا سراپا صبر و حلم سے مقابلہ فرمایا اور سب کچھ برداشت کیا، یہاں تک کہ پہاڑ کے فرشتہ نے متأثر ہو کر ان کو عذاب و سزا دینے کی درخواست کی تو اس کو بھی گوارا نہ فرمایا۔ اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نبی اکرم ﷺ کو معراج میں وہ عروج و برتری اور عزت و وقار مرحمت فرمایا کہ اس سے پہلے کسی ملکِ مقرب اور نبی مرسل کو بھی نصیب نہ ہوا تھا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔(مرتب)

اِسراء اور معراج

معراج کا سال: اسلام کی تاریخ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے جس میں فخر الانبیاء ﷺ کو ایک اعزازی جلوس کے ساتھ نوازا گیا، جو انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں سے بھی صرف آنحضرت ﷺ کی امتیازی خصوصیت ہے۔جس کا مختصراً واقعہ یہ ہے:

ایک رات آپ ﷺ حطیمِ کعبہ میں لیٹے ہوئے تھے کہ جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام آئے اور کہا کہ ہمارے ساتھ چلئے آپ کو براق پر سوار کیا جس کی

تیز رفتاری کا یہ حال تھا کہ جس جگہ اس کی نظر پڑتی تھی وہیں قدم پڑتا تھا۔اسی سرعت رفتاری کے ساتھ اوّل آپ کو ملک شام میں مسجدِ اقصیٰ تک لے گئے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سابقین علیہم السلام کو آنحضرت ﷺ کے اکرام کے لئے (بطورِ معجزہ) جمع فرمایا تھا۔جبرئیل علیہ السلام نے یہاں پہنچ کر اذان دی۔انبیاء و رسل کی صفیں تیار ہو کر کھڑی ہوئیں لیکن سب اس کا انتظار کر رہے تھے کہ نماز کون پڑھائے۔جبرئیل امین نے آپ کا دستِ مبارک پکڑ کر آگے کر دیا۔ آپ نے تمام انبیاء و مرسلین اور ملائکہ کو نماز[1] پڑھائی۔

یہاں تک عالم دنیا کی سیر تھی جو براق پر ہوئی۔اس کے بعد آپ کو مسجد اقصیٰ سے آسمان پر لے جایا گیا۔بعض روایات کے مطابق یہ آسمانی سفر بھی براق پر ہوا۔ مگر احادیثِ صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر براق پر نہیں بلکہ بذریعۂ معراج ہوا۔

معراج کے معنی سیڑھی یا زینہ کے ہیں۔زینہ کی آج کل بھی بہت سی قسمیں موجود ہیں۔ان میں ایک طریقہ لفٹ کا بھی ہے، اس کو بھی زینہ کہہ سکتے

---

[1] ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ امامتِ انبیاء کا واقعہ بعض حضرات کے نزدیک آسمان پر جانے سے پہلے پیش آیا ہے۔لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ واپسی کے بعد ہوا۔کیوں کہ آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کے واقعہ میں یہ منقول ہے کہ سب انبیاء سے جبرئیل امین نے آپ کا تعارف کرایا اگر واقعۂ امامت پہلے ہو چکا ہوتا تو یہاں تعارف کی ضرورت نہ ہوتی۔اور یوں بھی ظاہر یہی ہے کہ اس سفر کا اصل مقصد ملأ اعلیٰ میں جانے کا تھا، پہلے اسی کو پورا کرنا اقرب معلوم ہوتا ہے۔پھر جب اس اصل کام سے فراغت ہوئی، تو تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے ساتھ مشایعت (رخصت) کے لئے بیت المقدس تک آئے اور آپ ﷺ کو جبرئیل امین کے اشارہ سے سب کا امام بنا کر آپ کی سیادت اور سب پر فضیلت کا عملی ثبوت دیا گیا۔(معارف القرآن جلد ۵ / صفحہ ۴۲۸)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہیں۔ وہ کس قسم کا زینہ تھا جس پر نبی کریم ﷺ آسمان تک پہنچے؟ اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔کسی روایت میں منقول نہیں۔

پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، دوسرے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام سے اور تیسرے پر حضرت یوسف علیہ السلام سے اور چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام سے، پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام سے، چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی۔

اس کے بعد آپ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف تشریف لے چلے۔راستہ میں حوضِ کوثر پر گزر ہوا۔ پھر جنت میں داخل ہوئے۔ وہاں دستِ قدرت کے وہ عجائب وغرائب دیکھے جو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے وہم وگمان کی وہاں تک رسائی ہوئی۔ پھر دوزخ آپ کے سامنے پیش کی گئی جو ہر قسم کے عذاب اور سخت شدید آگ سے بھری ہوئی تھی۔جس کے سامنے لوہے اور پتھر جیسی سخت چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔اس میں آپ نے ایک جماعت کو دیکھا کہ مردار جانور کھا رہے ہیں۔آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں (یعنی ان کی غیبت کرتے تھے) پھر دوزخ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

پھر آں حضرت ﷺ آگے بڑھے اور جبرئیل امین وہیں ٹھہر گئے کیوں کہ انکو اس درجہ سے آگے بڑھنے کا حکم نہیں تھا۔

اور اس وقت آپ کو خداوند جلّ وعلا کی زیارت ہوئی۔صحیح یہ ہے کہ زیارت

فقط قلب سے نہیں ہوئی بلکہ آنکھوں سے ہوئی ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام محققین صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وائمہ کی یہی تحقیق ہے۔(لیکن صحیح بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان بھی یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے جیسا کہ شرح عقائد نسفی میں مذکور ہے کہ "اختلف الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين في ان النبي صلى الله عليه وسلم هل راى ربه في ليلة المعراج ام لا")

آں حضرت ﷺ سجدہ میں گر پڑے اور خداوندِ عالَم سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔اسی وقت نمازیں فرض کی گئیں۔

اس کے بعد آپ واپس ہوئے، وہاں سے براق پر سوار ہو کر مکہ معظمہ کی طرف تشریف لے چلے۔راستہ میں مختلف مقامات میں قریش کے تین تجارتی قافلوں پر گزرے جن میں سے بعض کو آپ نے سلام کیا اور انہوں نے آپ کی آواز پہچانی اور مکہ واپس ہونے کے بعد اس کی شہادت دی۔صبح سے پہلے ہی یہ مبارک سفر تمام ہو گیا۔(سیرت خاتم الانبیاء ص:۶۶)

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے "نبیٔ رحمت" میں واقعۂ معراج کے متعلق جو ارقام فرمایا ہے اس کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اس (سفرِ طائف) کے بعد رسول اللہ ﷺ کو معراج ہوئی راتوں رات آپ کو قدرتِ غیبی کے ساتھ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ پہنچایا گیا۔اس کے بعد مقاماتِ قرب واختصاص، ساتوں آسمانوں کی سیر، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مشاہدے اور انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کے وہ تمام واقعات پیش آئے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی۔

ان کی آنکھ نہ تو اور طرف مائل ہوئی اور نہ (حد سے) آگے بڑھی، انہوں نے اپنے پروردگار کی قدرت کی کتنی ہی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

(سورہ نجم ۱۷/ ۱۸)

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ضیافت اور عزت افزائی تھی، جو آپ کی دلداری و دلنوازی اور طائف کے ان زخموں کو مندمل کرنے اور اس توہین و ناقدری اور بیگانگی و بے وفائی کی تلافی کے لئے تھی جس کے سخت امتحان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں گزرے تھے۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے لوگوں کو اس واقعہ کی خبر دی۔ قریش نے اس پر بہت تعجب کا اظہار کیا۔ اس کو ایک محال اور ناممکن امر قرار دیا اور آپ کو جھٹلایا اور مذاق اڑایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر کہا کہ اگر آپ نے ایسی بات کہی ہے تو سچ کہی ہے۔ تم کو اس پر تعجب کیوں ہے؟ اللہ کی قسم! آپ مجھے یہ خبر دیتے ہیں۔ وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دن رات کے کسی حصہ میں آسمان سے زمین تک آجاتی ہے، تو میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں یہ تو اس سے بھی مشکل اور بعید ہے جس پر تم لوگ تعجب کر رہے ہو۔

واقعۂ معراج یہ اعلان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان قومی اور سیاسی رہنماؤں کی صف سے کوئی تعلق نہیں رکھتے جن کی صلاحیتوں اور کوششوں کا دائرہ ان کے ملک یا ان کی قوم تک محدود رہتا ہے اور ان سے صرف انہی نسلوں اور

قوموں کو فائدہ پہنچتا ہے جن سے ان کا تعلق ہوتا ہے اور اسی ماحول تک ان کا اثر باقی رہتا ہے جس میں وہ پیدا ہوتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس گروہ اور جماعت سے تعلق رکھتے ہیں وہ اللہ کے بھیجے ہوئے نبیوں اور رسولوں کی صف ہے، جو آسمان کا پیغام زمین والوں کو اور خالق کا پیغام مخلوق کو پہنچاتے ہیں۔ اور ان سے پوری نوعِ انسانی (زمانہ و تاریخ، رنگ و نسل اور ملک و قوم سے قطع نظر) سرفراز و سربلند ہوتی ہے اور اس کی قسمت جاگتی ہے۔

نماز کی فرضیّت: اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کی امت پر پچاس وقتوں کی نماز فرض فرمائی اور آپ برابر اس میں تخفیف کا سوال کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دن رات میں پانچ وقت تک محدود کر دیا۔ اور یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص ایمان اور احتساب کے ساتھ یہ پانچ نمازیں پڑھے گا اس کو اجر پچاس نمازوں کا ہی ملے گا۔ (بخاری، نبیٔ رحمت ص: ۱۹۹)

انصار کے قبولِ اسلام کا آغاز: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کے زمانہ میں تبلیغِ اسلام کی مہم پر روانہ ہوئے۔ عقبہ کے پاس انصار کے قبیلہ خزرج کے کچھ لوگ آپ کو ملے۔ آپ نے ان کو اللہ کی طرف دعوت دی، اسلام ان کے سامنے پیش کیا اور قرآن مجید کی تلاوت کی۔ یہ لوگ مدینہ میں یہودیوں کے پڑوس میں رہتے تھے اور ان سے یہ سنتے رہتے تھے کہ قریبی زمانہ میں کوئی نبی آنے والا ہے، وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ واللہ یہ وہی نبی معلوم ہوتے ہیں جن کی خبر تم کو یہود دیتے تھے، دیکھو اب کوئی اس میں تم سے سبقت نہ لے جائے۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت آپ کی تصدیق کی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وہ ایمان لانے کے بعد اپنے وطن واپس ہوئے۔ جب مدینہ پہنچے تو اپنے دوسرے بھائیوں سے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا اور ان کو بھی اسلام کی دعوت دی، یہاں تک کہ ان کی قوم اور برادری میں اسلام کی خوب اشاعت ہوئی اور انصار کا کوئی گھر ایسا نہ بچا جہاں آپ کا چرچا نہ ہو۔

عقبۂ اولیٰ: حسبِ دستور جب دوسرے سال حج کے موقع پر اجتماع ہوا تو مدینہ سے ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جو بارہ اشخاص پر مشتمل تھا، جن میں سے دس خزرجی اور دو اَوسی تھے۔ یہی دو قبیلے مدینہ طیبہ میں صاحبِ اثر تھے۔ ان بارہ اشخاص نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ اور وعدہ کیا کہ مدینہ جا کر تبلیغِ اسلام کریں گے۔ قرآن عزیز اور دیگر امورِ اسلام کی تعلیم دینے کی غرض سے آپ ﷺ نے ان کے ہمراہ عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خالہ زاد بھائی) اور مصعب بن عمیر عبدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ کیا۔ اور اب مدینہ میں اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ اس واقعہ کا نام عقبۂ اولیٰ ہے۔

عقبۂ ثانیہ: تیسرے سال پھر موسمِ حج میں اہل مدینہ آئے۔ اور اب انہوں نے ارادہ کرلیا کہ جو وعدہ انہوں نے پیغمبرِ اسلام ﷺ سے پہلے سال کیا تھا اب اس کو پورا کریں۔ وفد میں باسٹھ خزرجی، گیارہ اَوسی اور دو عورتیں نسیبہ بنت کعب بنی نجّار میں سے اور اسماء بنت عمرو بنی سلمہ میں سے شریک تھیں۔ اس وفد نے نبی کریم ﷺ سے شب میں علیحدہ گفتگو کا وعدہ کیا۔ اور اہل مکہ سے پوشیدہ تہائی رات کے بعد ایک ایک دو دو کرکے آپ کے پاس جمع ہونا شروع کیا۔

اس وقت تک اگرچہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب

حلقہ بگوشِ اسلام نہ ہوئے تھے، مگر بھتیجے کی حمایت کی خاطر مجلس میں موجود تھے۔

وفدِ مدینہ نے آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اور آپ نے فرمایا کہ اللہ واحد کی عبادت کرو، اور اگر میں تمہارے یہاں پہنچوں تو تمہارا فرض ہوگا کہ تم میری اسی طرح حمایت کرو گے جس طرح اپنی اور اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہو۔

یہ سن کر اہلِ مدینہ میں سے ہیثم بن تیہان بولے کہ ہمارے اور اہلِ مکہ اور دیگر قبائل کے درمیان عہد و پیمان ہے۔ آج ہم اس کو محض اسلام کی خاطر ختم کررہے ہیں، ایسا نہ ہوگا کہ جب ہم یہ سب کچھ کرچکیں تو آپ ہم کو چھوڑ کر پھر اپنے قبیلے میں واپس تشریف لے آئیں۔

آپ نے یہ سن کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ نہیں، ایسا نہیں ہوگا، تمہاری جان و مال میری جان و مال ہے اور تمہاری صلح میری صلح ہے۔

یہ جواب سن کر سب کے چہرے مسرت سے چمکنے لگے اور سب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تکمیل کی، اور مدینہ واپس چلے گئے۔

اب مدینہ میں اسلام کا اس قدر شہرہ ہوا کہ کوئی خاندان اور گھر نہ بچا جس میں دو جماعتیں نہ ہوگئیں، ایک حامیٔ اسلام، دوسری مخالفِ اسلام، اور اب مدینہ کی گلیوں اور بازاروں میں اسلام کا ہی چرچا تھا۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً　　عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

ہجرتِ مدینہ

قریش کا مشورہ: "وَاِذْ یَمْکُرُبِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

يَقْتُلُوْکَ اَوْ يُخْرِجُوْکَ" اور جب کافر فریب کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں۔(سورہ انفال)

قریش کو ان مبایعین انصار کی بیعتِ اسلام کا حال اس وقت تو معلوم نہ ہو سکا، لیکن جب مدینہ میں اسلام کا چرچا ہو گیا اور قریش کو تمام کیفیت کا حال معلوم ہوا تو قریش سے مدینہ میں اسلام کی یہ شوکت دیکھی نہ گئی۔انہوں نے اب ارادہ کر لیا کہ اس نبی کا خاتمہ ہی کر دینا بہتر ہے، تاکہ اس روز روز کی مصیبت سے نجات ملے، اس لئے مکہ کے بڑے بڑے سردار ابوجہل، ابولہب، ابوسفیان، عتبہ جیسے دارالندوہ میں جمع ہیں، اور نہایت فکر و اندوہ میں ہیں، کہ ایسی ترکیب کی جائے کہ خدا کے اس پیغمبر کا خاتمہ بھی ہو جائے اور بنو ہاشم انتقام بھی نہ لے سکیں۔اور اس طرح آنکھ کا یہ کانٹا جو ہر وقت کھٹکتا رہتا ہے، کسی طرح دور ہو جائے۔(سیرت رسول کریم ﷺ ص:۸۲)

دارالندوہ میں آپ ﷺ کے قتل کی سازش: دورانِ مشورہ ابلیس لعین ایک بوڑھے شخص کی شکل میں نمودار ہوا۔اور دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ کہا میں نجد کا ایک شیخ ہوں۔تمہاری گفتگو سننا چاہتا ہوں، اگر ممکن ہوا تو اپنی رائے اور مشورہ سے تمہاری امداد کروں گا۔

لوگوں نے اندر آنے کی اجازت دی اور گفتگو شروع ہوئی۔کسی نے کہا کہ آپ ﷺ کو کسی بند کوٹھری میں قید کر دیا جائے۔شیخ نجدی نے کہا، یہ رائے درست نہیں۔اس لئے کہ اس کے اصحاب اگر کہیں سن پائیں تو تم پر ٹوٹ پڑیں گے اور ان کو چھڑا کر لے جائیں گے۔کسی نے کہا کہ آپ کو جلا وطن کر دیا جائے۔شیخ نجدی نے کہا کہ یہ رائے تو بالکل ہی غلط ہے۔کیا تم کو اس کے کلام کی خوبی اور شیرینی اور

دلآویزی اور دلوں پر اس کا چھا جانا معلوم نہیں ہے۔اگر ان کو یہاں سے نکال دیا گیا تو ممکن ہے کہ دوسرے شہر والے ان کا کلام سن کر ان پر ایمان لے آئیں اور پھر سب مل کر ہم پر حملہ آور ہوں۔

ابوجہل نے کہا، میری رائے تو یہ ہے کہ نہ تو ان کو قید کیا جائے اور نہ جلا وطن کیا جائے، بلکہ ہر قبیلہ میں سے ایک نوجوان منتخب کیا جائے اور پھر سب مل کر دفعۃً محمد ﷺ کو قتل کر ڈالیں۔اس طرح محمد ﷺ کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے گا۔اور بنی عبد مناف تمام قبائل سے نہ لڑ سکیں گے مجبوراً خوں بہا اور دیت پر معاملہ ختم ہو جائے گا۔

شیخ نجدی نے کہا، واللہ رائے تو بس یہ ہے۔اور حاضرین جلسہ نے بھی اس رائے کو بہت پسند کیا۔(سیرۃ المصطفیٰ ص:۳۵۷ بحوالہ طبقات ابن سعد)

رسول اللہ ﷺ کا مشورہ: رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ نے مجھے یہاں سے نکلنے اور ہجرت کرنے کی اجازت عطا فرمادی ہے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا "اَلصُّحْبَةُ یا رَسُوْلَ الله" (اے اللہ کے رسول ﷺ! رفاقت و صحبت کا طلبگار ہوں آپ نے فرمایا (اَلصُّحْبَةُ) ہاں تم ہی رفیق ہو گے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر خوشی سے رو پڑے۔اس کے بعد انہوں نے دو سواریاں پیش کیں جو اسی سفر کی غرض سے انہوں نے پہلے سے تیار کر رکھی تھیں۔عبد اللہ ابن اُریقط کو انہوں نے بطور رہبر کے معاوضہ پر طے کر لیا۔(نبیٔ رحمت)

روانگی: شب کا وقت ہے، صبح ہجرت کے لئے سفر ہے، اس لئے اللہ کا پیغامبر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام امانتیں جو اس ''الصادق الامین'' کے پاس دوست و دشمن دونوں کی جمع ہیں، سمجھا رہا ہے کہ وہ ان سب کو اہلِ حق کو دے کر پھر مدینہ آئیں۔

صبح صادق ہوتی ہے۔ داعئ حق اللہ کا نام لے کر اٹھتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے بستر پر آرام فرماتے ہیں۔ باہر نکل کر دیکھتا ہے کہ دشمنوں کا محاصرہ ہے۔ سورہ یٰسین وردِ زبان ہے۔ اور جب (فَاَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ) پر پہنچتے ہیں تو زمین سے خاک اٹھا کر اس کو دشمنوں کی طرف پھینکتے ہیں۔ اللہ کی مدد ساتھ دیتی ہے اور آپ ﷺ دشمنوں کی نظر میں خاک جھونک کر صاف صحیح وسلامت نکل جاتے ہیں۔

آبادی کے باہر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے غلام دو اونٹنیاں لئے حاضر ہیں۔ ایک پر آپ ﷺ فداہ ابی وامی۔ دوسری پر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (رسول کریم ﷺ)

جب آپ ﷺ غار کی طرف روانہ ہوئے تو اس یارِ غار اور ہمدم وجاں نثار محب بااخلاص کی بے تابی اور بے چینی کا عجیب حال تھا، کبھی آگے چلتے کبھی پیچھے اور کبھی داہنے کبھی بائیں۔ آپ ﷺ نے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو عرض کیا، تاکہ کوئی آپ پر حملہ آور نہ ہو سکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تمہارا مقصد یہ ہے کہ تم قتل ہو جاؤ اور میں بچ جاؤں؟ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ! اسی ادا وجاں نثاری کا تأثر تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آتا تو فرماتے کہ ابوبکر کی ایک رات اور ایک دن عمر کے تمام عمر کی عبادت سے کہیں بہتر ہے۔ رات سے مراد غارِ ثور کی رات اور دن

سے مراد وہ دن ہے جب نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد قبائل عرب مرتد ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ نے ان کو سنبھالا۔ (سیرت المصطفی جلد:۱ص:۲۶۴)

واقعہ ہجرت کے تصور سے حضرت مولانا قاری محمد احسن صاحب فتحپوری کا تأثر:

نظر سوئے کعبہ قدم بہرِ ہجرت　سَلَامٌ عَلَيْكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ
مقدس زمیں تجھ پر رحمت خدا کی　سَلَامٌ عَلَيْكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ
پیارے وطن کے عزیز و اقارب　سَلَامٌ عَلَيْكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ
مری چشم پُر نم مرا دل شکستہ　سَلَامٌ عَلَيْكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ
یہ دیوار و در ہیں پیارے وطن کے　سَلَامٌ عَلَيْكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ
جفا و ستم کی نہ بجلی گراؤ　سَلَامٌ عَلَيْكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ
شکایت کا کلمہ زباں پر نہیں ہے　سَلَامٌ عَلَيْكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ
نہ سایہ میسر نہ جائے پناہ ہے　سَلَامٌ عَلَيْكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ
فضائے مدینہ معطّر معطّر　سَلَامٌ عَلَيْكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ
زبان پر وظیفہ ہے احسنؔ ہمارا　سَلَامٌ عَلَيْكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ

(نوادرات سیرت ص:۲۳۱)

اب ہم ''غار ثور کا واقعہ'' حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مدظلہ العالی استاذ حدیث العین یونیورسٹی ابوظبی کی کتاب ''محمد رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین'' سے نقل کرتے ہیں۔

غارِ ثور کی طرف: نبوت کے چودھویں سال ماہ صفر کی ۲۷ر تاریخ مطابق ۱۲ر ۱۳ر ستمبر ۶۲۲ء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے ہجرت کے ارادہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے نکلے اور اپنے رفیق خاص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے، پھر ان کے گھر سے پچھلے دروازہ سے نکلے تا کہ طلوع فجر سے پہلے پہلے مکہ سے نکل جائیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند عبداللہؓ کو اس بات پر مامور کیا کہ مکہ میں ان دونوں کے بارے میں جو کچھ لوگ باتیں کریں اس کو وہ سنتے رہیں اور اس کی خبر پہنچاتے رہیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان دونوں حضرات کے ساتھ غار ہی میں رات گذارتے اور دن کو مکہ کے اطراف میں نکل جاتے، پھر شام کو مکہ کی خبر لے کر ان کے پاس آتے، انھوں نے اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو بھی کہہ دیا تھا کہ وہ دن بھر بکریاں چرائے اور رات کا کچھ حصہ گذرنے کے بعد بکریاں لے کر ان کے پاس آجائے، بکری کا دودھ ہی تین دن تک ان حضرات کی غذا تھی، ابن ہشام کہتے ہیں کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہر دن شام میں کچھ کھانا بھی لے کر غار میں آجاتیں اور اس طرح تین دن غار میں گذر گئے۔

حضرت ابوبکرؓ کی محبت رسول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب غار کی طرف نکلے تو اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ عالم تھا کہ وہ کبھی آپ ﷺ کے آگے چلتے اور کبھی آپ ﷺ کے پیچھے، رسول اللہ ﷺ نے جب یہ دیکھا تو پوچھا: ابوبکر کیا بات ہے؟ کبھی تم آگے چلتے ہو اور کبھی پیچھے، تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب یہ خیال آتا ہے کہ کہیں کوئی پیچھے سے آپ کی تلاش میں تو نہیں آرہا ہے تو پیچھے چلتا ہوں، اور جب یہ خیال آتا ہے کہ کہیں کوئی گھات میں بیٹھا ہو تو آگے چلتا ہوں، یہ دونوں حضرات غار کے پاس پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! ٹھہریئے، میں

اندر جا کر صاف کرلوں، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اندر جا کر غار کی صفائی کی۔

غار کے ایک گوشہ میں ایک سوراخ ملا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی ازار پھاڑ کر اس سے سوراخ کو بند کیا، ایک سوراخ باقی رہ گیا تو اس پر اپنی ایڑی رکھ دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اندر تشریف لائیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور اپنے سر مبارک کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھ کر سو گئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیر میں سانپ نے سوراخ سے نکل کر ڈس لیا، لیکن انھوں نے ذرا بھی حرکت نہ کی کہ مبادا آپ ﷺ بیدار نہ ہو جائیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آنسوؤں کے قطرے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر گرے تو حضور ﷺ نے فرمایا: کیا ہوا ابوبکر! انھوں نے کہا: سانپ نے ڈس لیا ہے، میرے باپ آپ پر قربان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن لگا دیا تو تکلیف جاتی رہی۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اوپر لوگوں کو آتے ہوئے دیکھا تو فرط غم سے رو پڑے اور رسول اللہ ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کوئی اپنا پیر ہٹا کر نظر ڈالے گا تو ہمیں دیکھ لے گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھبراؤ نہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، یعنی اس کی مدد ونصرت ہمارے ساتھ ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سکینت نازل فرما دی، (یہ ایک طرح کی نیند ہوتی ہے جس سے دلوں کو سکون ہو جاتا ہے) اس لئے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت پریشان تھے، اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی غیر مرئی طاقتوں یعنی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ملائکہ کے ذریعہ مدد فرمائی، وہ غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگہبانی کرتے رہے۔ [1]

درخت، مکڑی اور دو کبوتروں کا قصہ: ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے رفیق خاص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے تو غار کے منہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک درخت اُگ گیا اور اس کی شاخیں غار پر پھیل گئیں، اور اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو بھیج دیا جس نے غار کے منہ پر جالا بن دیا، دو کبوتر بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے آ گئے اور درخت کی شاخوں کے درمیاں گھونسلے بنا کر انڈے بھی دے دیئے۔ [2]

تنبیہ: یہ واقعہ مختلف اسانید سے حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے، اسانید میں گو ضعیف راوی ہیں مگر شواہد کی وجہ سے یہ روایت حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: تالیف حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی: ص/۲۱۰)

---

[1] "شرح الزرقانی علی المواھب" (۲/۱۲۳/۱۲۲)

[2] "مسند احمد" (۵/۳۰۳، رقم: ۳۲۵۲)، "مسند بزار" (۴۳۴۴)، "مصنف عبدالرزاق" (۹۷۷۳)، "الطبقات" (۱/۱۷۷) میں ابن سعد کہتے ہیں: مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں اپنی تلواروں اور لاٹھی ڈنڈوں کے ساتھ آئے، حتی کہ جب ان کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف چالیس گز کا فاصلہ رہ گیا تو اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے درمیان حائل ہو گیا، ان لوگوں نے دیکھا کہ غار کے منہ پر مکڑی کا جالا بنا ہوا ہے تو ناکام و نامراد لوٹ گئے، حافظ ابن حجر "فتح الباری" میں کہتے ہیں: امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو "بسند حسن" نقل کیا ہے، ابن کثیر امام احمد کے حوالہ سے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد "البدایہ" (۳/۲۲۱) میں فرماتے ہیں: یہ حدیث واقعہ عنکبوت کے سلسلہ میں سب سے بہترین ہے اور یہ حدیث حسن ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کا سامان تھا۔

مدینہ منورہ کی طرف روانگی: تین روز حفاظت سے غار میں بسر کر کے مدینہ کو روانہ ہوئے اور عام راستہ چھوڑ کر سمندر کے ساحل کی راہ اختیار کی۔

دوسرے دن جب دوپہر ہوئی اور گرمی سخت پڑنے لگی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چٹان کے سایہ میں چادر بچھا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آرام کرنے کے لئے کہا اور خود کھانے کی چیز کی تلاش میں نکلے۔

ایک چرواہے کو بکریاں چَراتے ہوئے دیکھا، اس سے ایک بکری کے تھن کو صاف کروایا۔ پھر اس سے دودھ دوہا اور غبار سے بچانے کے لئے برتن پر کپڑا لپیٹ کر خدمتِ اقدس میں لے کر حاضر ہوئے، پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پلایا اور پھر خود پیا اور دوپہر ڈھلنے کے بعد پھر روانہ ہو گئے۔

ابوجہل اعلان کر چکا تھا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گرفتار کرے گا سو اونٹ انعام میں پائے گا۔ کسی شخص نے سراقہ کے سامنے بیان کیا کہ ساحل پر مجھ کو ایسا شبہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

سراقہ نے ابوجہل کے انعام کے شوق میں گھوڑا دوڑاتے ہوئے گرفتاری کے لئے پیچھا کیا۔ قریب پہنچا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی، گرا اور پھر اٹھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیچھا کیا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور بد دعا کی، سراقہ کا گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں سما گیا۔ سراقہ نے معافی چاہی، گھوڑا اصلی حالت پر آ گیا۔ اب یہ سمجھا کہ اس انسان کے پاس کوئی دوسری قوت ہے، قریب ہے کہ اس کا دین غالب ہو اور یہ سب اہلِ مکہ ایک روز اس کے عَلم کے نیچے جمع ہوں۔

عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے متعلق کسی سے تذکرہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نہ کروں گا۔ مگر ایک التجا ہے، آپ ﷺ نے اظہار کے لئے اشارہ فرمایا، اس نے کہا کہ آپ ایک عہد نامہ لکھ دیجئے کہ اگر مکہ پر آپ کا قبضہ ہو تو مجھے امان ہے۔ آپ ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اشارہ فرمایا اور عہد نامہ لکھ کر اس کو دے دیا۔ سراقہ واپس ہوگیا، اور مکہ میں ابوجہل وغیرہ کو لطائف الحیل سے پیچھا کرنے کی کوشش سے روکا اور اس طرح ان کا سارا مکروفریب خاک میں مل کر رہ گیا۔

(سیرت رسول کریم ﷺ ص:۸۶)

ہجرت سے ایک سبق: رسول اللہ ﷺ کی اس ہجرت سے ہم کو یہ سبق ملتا ہے کہ دعوت اور عقیدہ کی خاطر ہر عزیز و محبوب اور ہر مانوس و مرغوب شے بے دریغ قربان کی جاسکتی ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مکہ جیسا محبوب شہر اور اہل وعیال کو خیرباد کہنے سے کسی چیز نے باز نہیں رکھا۔ بشری وانسانی تعلق و محبت اور ایمانی قوت اور ذوق وشوق کے ملے جلے جذبات آپ ﷺ کے اس جملہ سے جھلک رہے ہیں جو ہجرت کے وقت کہے تھے۔

مَا اَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ وَاَحَبَّكِ اِلَيَّ وَلَوْلَا اَنَّ قَوْمِيْ اَخْرَجُوْنِيْ مِنْكِ مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ۔

(یعنی تو کتنا اچھا شہر ہے اور مجھے کس قدر عزیز و محبوب ہے۔ اگر مجھے میری قوم یہاں سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی اور جگہ سکونت اختیار نہ کرتا۔

(رواہ احمد والترمذی)

یہ اللہ کے اس ارشاد کی تعمیل تھی: "يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ

فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ"(عنکبوت:۶۹) اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو میری زمین فراخ ہے، تو میری ہی عبادت کرو۔

مدینہ میں حضور اقدس ﷺ کا استقبال: مدینہ میں انصار کو یہ اطلاع ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا یہ معمول بنالیا کہ روزانہ فجر کی نماز کے بعد شہر کے آخری کنارہ پر پہنچ جاتے اور رسول اللہ ﷺ کا انتظار شروع کر دیتے اور اس وقت تک وہاں سے نہ ہٹتے جب تک کہ دھوپ بہت تیز اور نا قابل برداشت نہ ہو جاتی اور وہ سائے کی پناہ لینے پر مجبور ہو جاتے، اس وقت وہ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے۔ وہ گرمی کا موسم اور سخت تپش کا زمانہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ جس وقت مدینہ تشریف لائے اس وقت انصار انتظار کے بعد اپنے گھروں میں جا چکے تھے۔ سب سے پہلے آپ پر ایک یہودی کی نظر پڑی۔ یہودی انصار کو ہر روز یہ سب کرتے دیکھتے تھے، آپ کو دیکھ کر اس نے بہت زور سے آواز لگائی اور انصار کو رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کی اطلاع دی۔ وہ سب یہ سنتے ہی نکل پڑے اور دیکھا کہ حضور ﷺ ایک کھجور کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں، اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو آپ ہی کے ہم عمر معلوم ہو رہے تھے۔ ان میں سے اکثر لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی اس سے پہلے زیارت نہیں کی تھی۔ اس لئے ان لوگوں نے اپنے ذوق وشوق میں دونوں کو گھیر لیا اور ہجوم بڑھنے لگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ محسوس کر لیا کہ لوگ یہ نہیں سمجھ پا رہے ہیں کہ ان میں مخدوم کون ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور خادم کون؟ چنانچہ انہوں نے ایک چادر لے کر حضور اکرم ﷺ کے سر پر سایہ کرلیا، اس سے یہ شبہ زائل ہوگیا۔

تقریباً پانچ سو انصاریوں نے اس مبارک قافلہ کا استقبال کیا اور آخر میں ادب کے ساتھ عرض کیا کہ حضور! تشریف لے چلیں، آپ ہر طرح مامون ومحفوظ ہیں، آپ کی ہر بات میں اطاعت کی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے رفیق سفر اس قافلہ کے جلو میں روانہ ہوئے۔ اور اِدھر سارا مدینہ آپ کے استقبال اور خوش آمدید کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ خواتین کوٹھوں کی چھتوں سے نئے قافلے کو دیکھ رہی تھیں اور ایک دوسرے سے کہتی تھیں کہ دیکھو ان میں حضور ﷺ کون ہیں؟ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ہم نے کبھی ایسا نظّارہ نہیں دیکھا۔

لوگ راستوں اور گزرگاہوں پر اور مکانوں کی چھتوں، کھڑکیوں اور دروازوں پر جمع ہوگئے تھے۔ لڑکے اور نوکر خدمت گار ہر طرف کہتے تھے۔

اللہ اکبر جاء رسول اللہ، اللہ اکبر جاء محمد، اللہ اکبر جاء محمد، اللہ اکبر جاء رسول اللہ۔

اللہ اکبر رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے، اللہ اکبر محمد ﷺ تشریف لائے، اللہ اکبر رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت کمسن تھے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اہلِ مدینہ کو کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا رسول اللہ ﷺ کی آمد سے، لونڈیاں تک پکارتی پھر رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے، رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔

مسلمانوں نے آپ کی آمد آمد سے خوش ہو کر جوش ومسرت کے ساتھ نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ اس سے بڑھ کر ان کے لئے کوئی مسرت نہ ہوسکتی تھی۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مدینہ اس وقت مسکرا اور فخر ومسرت سے اٹھلا رہا ہو، انصار کی بچیاں بڑے سرور ومستی کے عالم میں یہ اشعار پڑھ رہی تھیں ؎

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعٍ
اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

ترجمہ:۔ ۱۔ پہاڑی کے اس موڑ سے جہاں سے قافلے رخصت کئے جاتے ہیں آج چودہویں کا چاند نکل آیا ہے۔

۲۔ جب تک دنیا میں اللہ کا ایک نام لینے والا بھی رہے گا، ہم پر شکر ادا کرنا واجب رہے گا۔

۳۔ اے وہ ذاتِ پاک جس کو ہمارے درمیان بھیجا گیا ہے آپ واجب الاِطاعت حکم لے کر آئے ہیں۔

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت کم عمر تھے کہتے ہیں کہ جس دن رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے ہیں، میں حاضر تھا، واقعہ یہ ہے کہ میں نے کوئی دن اس سے زیادہ حسین اور روشن نہیں دیکھا جس دن رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں (مدینہ) تشریف لائے۔ (نبیٔ رحمت)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

قبا میں قیام: مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلہ پر قبا نامی آبادی ہے۔ یہاں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

انصار کے کچھ خاندان آباد تھے، جب آپ ﷺ قبا پہنچے تو آپ ﷺ نے کلثوم بن ہدمؓ کے مکان پر قیام فرمایا۔

تاسیس مسجد تقویٰ[1]: قبا میں رونق افروز ہونے کے بعد سب سے پہلے آپ نے جو کام کیا، وہ یہ کہ ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اور سب سے پہلے خود آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے ایک پتھر لا کر قبلہ رخ رکھا آپ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایک پتھر رکھا۔ اس کے بعد دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے پتھر لا کر رکھنے شروع کئے اور سلسلہ تعمیر کا جاری ہوگیا۔ صحابہ کرامؓ کے ساتھ آپ ﷺ بھی بھاری پتھر اٹھا کر لاتے۔ اور بسا اوقات پتھر کو تھامنے کی غرض سے شکم مبارک سے لگا لیتے۔ صحابہ کرامؓ عرض کرتے یا رسول اللہ ﷺ! آپ رہنے دیں، ہم اٹھالیں گے تو آپ قبول نہ فرماتے۔

اسی مسجد کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا، وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۔

البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی وہ مسجد اس کی پوری مستحق ہے کہ آپ اس میں جا کر کھڑے ہوں۔ اس مسجد میں ایسے مرد ہیں جو ظاہری اور باطنی طہارت اور پاکی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی ایسے پاک

---

[1] اب یہ مسجد قبا کے نام سے موسوم ہے۔ مختلف ادوار میں اس کی تعمیر و مرمت ہوئی۔ موجودہ تعمیر خادم حرمین شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود کے زیر انتظام ۱۴۰۶/۲/۲۶ھ۔ مطابق ۱۹۸۶/۱۰/۲۱ء کو تکمیل کو پہنچی۔ (مرتب)

وصاف رہنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

قبا میں چند روز قیام فرما کر جمعہ کے روز مدینہ منورہ کا ارادہ فرمایا اور ناقہ پر سوار ہوئے۔ راستہ میں محلہ بنی سالم پڑتا تھا، وہاں پہنچ کر جمعہ کا وقت آگیا، وہیں جمعہ[1] کی نماز ادا فرمائی۔ یہ اسلام میں آپ ﷺ کا پہلا خطبہ اور پہلی نماز جمعہ تھی۔

پہلی نماز جمعہ اور پہلا خطبہ التقویٰ: یہ وہ خطبہ ہے جس کا ہر لفظ دریائے فصاحت و بلاغت کی گہرائی میں ڈوبا ہوا ہے اور جس کا ہر حرف امراضِ نفسانی کے لئے شفا اور مردہ دلوں کے لئے آبِ حیات ہے اور جس کا ہر کلمہ اربابِ ذوق کے لئے رحیق مختوم سے کہیں زیادہ شیریں اور لذیذ ہے۔ بغرض اختصار ہم اس کا ترجمہ نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں:

الحمد للہ، اللہ کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے اعانت اور مغفرت اور ہدایت کا طلب گار ہوں اور ایمان رکھتا ہوں۔ اس کا کفر نہیں کرتا، بلکہ اس کے کفر کرنے والوں سے عداوت اور دشمنی رکھتا ہوں۔ اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ جس کو اللہ نے ہدایت اور نورِ حکمت اور موعظت دے کر ایسے وقت میں بھیجا کہ جب انبیاء و رسل کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا اور زمین پر علم برائے نام تھا اور لوگ گمراہی میں تھے اور قیامت کا قرب تھا۔ جو اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے اس نے ہدایت پائی اور جس نے اللہ اور رسول ﷺ

---

[1] اب اسی جگہ مسجد جمعہ ہے، اسی کو مسجد بنی سالم بھی کہتے ہیں مختلف ادوار میں اس کی تعمیر و مرمت ہوئی ہے۔ موجودہ تعمیر خادم حرمین شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود کے دورِ حکومت میں ۱۴۱۲ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ (مرتب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کی نافرمانی کی وہ بلا شبہ بے راہ ہوا اور کوتاہی کی اور شدید گمراہی میں مبتلا ہوا۔ اور میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ اس لئے کہ ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کو بہترین وصیت یہ ہے کہ اس کو آخرت پر آمادہ کرے اور تقویٰ و پرہیزگاری کا اس کو حکم دے۔ پس بچو اس چیز سے کہ جس سے اللہ نے تم کو ڈرایا ہے۔ تقویٰ سے بڑھ کر کوئی نصیحت اور موعظت نہیں اور بلا شبہ اللہ کا تقویٰ اور خوفِ الٰہی آخرت کے بارے میں سچا معین اور مددگار ہے اور جو شخص ظاہر و باطن میں اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ درست کرلے جس سے مقصود محض رضائے الٰہی ہو، اور کوئی دنیاوی غرض و مصلحت پیش نظر نہ ہو تو یہ ظاہر و باطن کی مخلصانہ اصلاح دنیا میں اس کے لئے باعثِ عزت وشہرت ہے اور مرنے کے بعد ذخیرۂ آخرت ہے کہ جس وقت انسان اعمالِ صالحہ کا غایت درجہ محتاج ہوگا، اور خلافِ تقویٰ امور کے متعلق اس دن یہ تمنا کرے گا کہ کاش میرے اور اس کے درمیان مسافت بعیدہ حائل ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی عظمت اور جلال سے ڈراتے ہیں۔ اور یہ ڈرانا اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر نہایت ہی مہربان ہیں۔ اللہ اپنے قول میں سچا ہے اور وعدہ کا وفا کرنے والا ہے۔ اس کے قول اور وعدے میں خلف نہیں (مَايُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ) بس دنیا اور آخرت میں ظاہر میں اور باطن میں اللہ سے ڈرو۔ تحقیق جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ فرماتے ہیں اور اجرِ عظیم عطا فرماتے ہیں۔ اور جو شخص اللہ سے ڈرے تحقیق وہ بلا شبہ بڑا کامیاب ہوا۔ اور تحقیق اللہ کا تقویٰ ایسی شے ہے کہ اللہ کے غضب اور اس کی عقوبت اور سزا اور ناراضگی سے بچاتا ہے۔ اور تقویٰ ہی قیامت

کے دن چہروں کو روشن اور منور بنائے گا اور رضائے الٰہی اور رفعِ درجات کا ذریعہ اور وسیلہ ہوگا۔ اور تقویٰ میں جس قدر حصہ لے سکتے ہو وہ لے لو، اس میں کمی نہ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعلیم کے لئے کتاب اتاری اور ہدایت کا راستہ تمہارے لئے واضح کیا، تاکہ صادق اور کاذب میں امتیاز ہوجائے، پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا اسی طرح تم حسن اور خوبی کے ساتھ اس کی اطاعت بجالاؤ۔ اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھو، اس کی راہ میں کما حقہ جہاد کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے لئے مخصوص اور منتخب کیا ہے اور تمہارا نام اور لقب ہی مسلمان رکھا ہے۔ یعنی اپنا مطیع وفرماں بردار رکھا۔ پس اس نام کی لاج رکھو، منشاءِ الٰہی یہی ہے کہ جس کو ہلاک اور برباد ہونا ہے وہ قیامِ حجت کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی قیامِ حجّت کے بعد بصیرت کے ساتھ زندہ رہے۔ کوئی بچاؤ اور کوئی طاقت اور کوئی قوت بغیر اللہ کی مدد کے ممکن نہیں۔ پس کثرت سے اللہ کا ذکر کرو۔ اور آخرت کے لئے عمل کرو جو شخص اپنا معاملہ اللہ سے درست کرلے گا اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس کی کفایت کرے گا، کوئی شخص اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو لوگوں پر چلتا ہے اور لوگ اللہ پر حکم نہیں چلا سکتے۔ اللہ ہی تمام لوگوں کا مالک ہے اور لوگ اللہ کی کسی چیز کے مالک نہیں۔ لہٰذا تم اپنا معاملہ اللہ سے درست کرلو۔ لوگوں کی فکر میں مت پڑو۔ اور اللہ سب کی کفایت کرے گا۔ (اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ) انتہٰی (سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۳ ص: ۳۳۱)

ف: یہ آں حضرت ﷺ کا پہلا خطبہ ہے کہ جو آپ نے ہجرت کے بعد دیا تیرہ سالہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مظلومانہ زندگی کے بعد جو خطبہ دیا جا رہا ہے، اس میں ایک حرف بھی اپنے دشمنوں کی مذمت اور شکایت کا نہیں۔ سوائے تقویٰ، پرہیزگاری اور آخرت کی تیاری کے کوئی لفظ لسانِ نبوت سے نہیں نکل رہا ہے۔ بیشک آپ ﷺ (اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ) کے مصداق تھے۔ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَارَکَ وَتَرَحَّمَ۔

نماز جمعہ سے فارغ ہو کر آپ ﷺ ناقہ پر سوار ہوئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آپ نے اپنے پیچھے بٹھایا۔ اور مدینہ کا رخ فرمایا اور انصار کا ایک عظیم الشان گروہ ہتھیار لگائے ہوئے آپ کے یمین و یسار آگے اور پیچھے آپ کے جلو میں چل رہا تھا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

ہر شخص کی تمنا اور آرزو یہ تھی کہ کاش آپ میرے یہاں قیام فرمائیں ہر طرف سے یہ والہانہ اور عاشقانہ استدعا نیاز تھی کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ غریب خانہ حاضر ہے آپ ان کو دعا دیتے اور یہ فرماتے کہ یہ ناقہ من جانب اللہ مامور ہے، جہاں اللہ کے حکم سے بیٹھ جائے گی وہیں قیام کروں گا۔

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست

می برد ہر جا کہ خاطر خواہِ او ست

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر قیام:

بالآخر ناقہ محلہ بنی النجار (جو آپ ﷺ کے ننہالی قرابت دار ہیں) میں خود بخود اس مقام پر رک گئی جہاں اس وقت مسجد نبوی ﷺ کا دروازہ ہے، مگر آپ ﷺ ناقہ سے نہ اترے، کچھ دیر کے بعد ناقہ اٹھی اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ پر بیٹھی، اور کچھ دیر کے بعد اٹھ کر پہلی جگہ پر آ کر بیٹھی اور اپنی گردن زمین پر

ڈال دی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ ناقہ سے اترے اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ آپ کا سامان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔

تعمیر مسجد نبوی ﷺ: اوّل جس جگہ آپ کی ناقہ آ کر بیٹھی تھی وہ جگہ دو یتیموں کا مِربد تھا، یعنی کھجور خشک کرنے کی جگہ تھی۔ آپ ﷺ نے اس جگہ کی بابت دریافت فرمایا کہ یہ جگہ کس کی ملکیت ہے؟ معلوم ہوا کہ یہ خرمن سہل اور سہیل کی ہے۔ آپ ﷺ نے دونوں یتیموں کو بلایا، تاکہ ان سے یہ قطعہ زمین خرید کر مسجد بنائیں اور ان کے چچا سے جن کے زیر تربیت یہ دونوں یتیم تھے خرید و فروخت کی گفتگو فرمائی، ان دونوں نے کہا کہ ہم اس خرمن کو بلا کسی معاوضہ کے آپ کی نذر کرتے ہیں۔ ہم اللہ کے سوا کسی سے اس کی قیمت کے خواستگار نہیں، مگر آپ ﷺ نے قبول نہ فرمایا اور قیمت دے کر خرید فرمایا۔

زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اس خرمن کی قیمت دے دیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس دینار اس کی قیمت میں ادا کئے۔

(فتح الباری جلد ۷ رص: ۱۹۲)

بعد ازاں اس زمین پر جو کھجور کے درخت تھے آپ نے ان کو کٹوانے اور قبورِ مشرکین کے ہموار کر دینے کا حکم دیا۔ اور اس کے بعد کچی اینٹیں بنانے کا حکم دیا اور خود بنفس نفیس اس کے بنانے میں مصروف ہو گئے اور انصار و مہاجرین بھی آپ کے شریک تھے۔ صحابہ کرامؓ کے ساتھ آپ خود بھی اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے اور یہ پڑھتے جاتے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

هٰذَا الحِمَالُ لَا حِمَالُ خَيْبَرْ   هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَرْ

(یعنی یہ خیبر کی کھجوروں کا بوجھ نہیں، اے پروردگار یہی بوجھ سب سے عمدہ اور بہتر ہے۔

اور کبھی یہ پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَة

فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَ الْمُهَاجِرَة

اے اللہ! بلاشبہ حقیقت میں اجر تو آخرت کا اجر ہے۔ پس تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما، جو صرف آخرت کے اجر کے طلب گار ہیں۔

اور ایک روایت میں اس طرح ہے۔

اللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرَ الْاٰخِرَةِ

فَانْصُرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَة

اے اللہ! آخرت کی بھلائی اور خیر کے سوا کوئی خیر اور بھلائی نہیں، پس تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما جو صرف آخرت کی بھلائی اور خیر کے خواہاں ہیں۔

تعمیر حجرات برائے ازواجِ مطہرات: جب آپ مسجد کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو ازواجِ مطہرات کے لئے حجروں کی بنیاد ڈالی اور سرِ دست دو حجرے تیار کرائے۔ ایک حضرت سودۃ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے اور دوسرا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے۔ بقیہ حجرے بعد میں حسبِ ضرورت تعمیر ہوتے رہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

مواخات مہاجرین وانصار: مہاجرین جب مکہ سے اللہ کے لئے اپنے

اہل وعیال، خویش واقارب اور گھر بار کو چھوڑ کر مدینہ پہنچے تو آپ ﷺ نے مہاجرین وانصار کو مواخات (بھائی بندی) کا حکم دیا، تاکہ وطن اور اہل وعیال سے مفارقت کی وحشت اور پریشانی انصار کی الفت وموانست سے بدل جائے۔ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کا معین ومددگار اور مصیبت کے وقت ایک دوسرے کا غمگسار ہو۔ ضعیف اور کم زور کو قوی اور زبردست کی اخوت سے قوت حاصل ہو۔ اور ضعیف قوی کے لئے قوتِ بازو بنے، اعلیٰ شخص ادنیٰ شخص کے فوائد سے اور ادنیٰ، اعلیٰ کے منافع سے مستفید اور منتفع ہو۔ اور مہاجرین اور انصار کے منتشر دانے ایک رشتۂ مواخات میں منسلک ہو کر شیء واحد بن جائیں۔ تشتّت اور تفرق کا نام ونشان نہ رہے سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑ لیں۔ جو تفرق اور اختلاف بنی اسرائیل کی ہلاکت اور بربادی کا سبب بنا یہ امت مرحومہ اس سے بالکلیہ محفوظ رہے۔ اور اجتماع کی وجہ سے اللہ جل شانہ کا ہاتھ ان کے سر پر ہو۔ اور اگر زمانۂ جاہلیت کے تفاخر اور مباہات کا کوئی فاسد مادہ قلب میں باقی ہے تو اس رشتۂ مساوات سے اس کا استحصال اور قلع قمع ہو جائے، اور قلب بجائے تفاخر، تعلّی اور غرور ونخوت کے تواضع ومسکنت اور مواخات ومواسات سے معمور ہو جائے۔ خادم اور مخدوم، غلام اور مولیٰ، محمود اور ایاز سب ایک ہی صف میں آجائیں۔ دنیا کے سارے امتیازات مٹ کر صرف تقویٰ اور پرہیز گاری کا شرف اور بزرگی رہ جائے۔ کما قال تعالیٰ: ”اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰکُمْ“۔

تحقیق اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہو۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پہلی مواخات: انہی مصالح کی وجہ سے آپ نے ہجرت مدینہ سے قبل مکہ مکرمہ میں فقط مہاجرین میں باہمی رشتۂ مواخات قائم فرمایا اور پھر ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار کے مابین مواخات فرمائی۔

چنانچہ حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مواخات دو مرتبہ ہوئی، ایک مرتبہ فقط مہاجرین کے مابین تھی کہ ایک مہاجر دوسرے مہاجر کا بھائی قرار دیا گیا۔ اور یہ مواخات مکہ میں ہوئی۔ اور دوسری مواخات ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار کے مابین ہوئی۔

دوسری مواخات: دوسری مواخات ہجرت کے پانچ ماہ بعد پینتالیس مہاجرین اور پینتالیس انصار کے مابین حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں ہوئی۔ اور ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنایا گیا۔ (فتح الباری جلد ۷ ص: ۲۱۰)

انصار نے جو مواخات کا حق ادا کیا اور جس مخلصانہ ایثار کا ثبوت دیا اولین وآخرین میں اس کی نظیر ملنا ناممکن ہے۔ زر اور زمین، مال اور جائداد سے جو مہاجرین کے ساتھ سلوک کیا ہے وہ تو کیا ہی کہ زمین اور باغات مہاجرین کو دے ڈالے۔ ان سب سے بڑھ کر یہ کیا کہ جس انصاری کی دو بیویاں تھیں اس نے اپنے مہاجر بھائی سے یہ کہہ دیا کہ جس بیوی کو تم پسند کرو میں اس کو طلاق دے دیتا ہوں۔ طلاق کے بعد تم اس سے نکاح کرلو۔

سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کوئی انصاری اپنے درہم و دینار کا اپنے مہاجر بھائی سے زیادہ اپنے کو مستحق نہیں سمجھتا تھا۔ (زرقانی جلد نمبر ۱ ص: ۳۷۴) (سیرۃ المصطفیٰ)

چنانچہ مہاجرین نے انصار کی اس بے مثال ہمدردی اور ایثار کو دیکھ کر آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! جس قوم پر ہم آ کر اترے ہیں ان سے بڑھ کر کسی قوم کو ہم نے ہمدرد اور غمگسار، مخلص اور وفا شعار، تنگی اور فراخی ہر حال میں مددگار نہیں دیکھا۔ ہم کو اندیشہ ہے کہ سب اجر انہی کو مل جائے اور ہم اجر سے بالکل محروم رہ جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں: جب تک تم ان کے لئے دعا کرتے رہو۔

یعنی دعا کا احسان درہم و دینار کے احسان سے کم نہیں۔ بلکہ کچھ زیادہ ہی ہے دراہم معدودہ تو درکنار، اگر تمام خزائن عالم کو ترازو کے ایک پلڑے میں اور صرف ایک مخلصانہ دعا کو دوسرے پلڑے میں رکھ کر تولا جائے تو ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ یہی دعا کا پلہ بھاری رہے گا۔ اور یہ ان شاء اللہ تعلیق کی بناء پر نہیں بلکہ تبرکاً اور تأدّباً کہتا ہوں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صحیح کی کتاب التوحید کے باب میں فی المشیۃ والارادۃ کے ذیل میں بکثرت ایسی حدیثیں ذکر فرمائی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کا بطور تعلیق نہیں بلکہ بطور تبرک ان شاء اللہ کہنا مذکور ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جب کوئی سائل آتا اور دعائیں دیتا جیسا کہ سائلین کا طریقہ ہے تو ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اس فقیر کو دعائیں دیتیں اور بعد میں کچھ خیرات دیتیں۔ کسی نے کہا اے ام المومنین! آپ سائل کو صدقہ بھی دیتی ہیں اور جس طرح وہ آپ کو دعا دیتا ہے اسی طرح آپ بھی دعا دیتی ہیں؟ فرمایا کہ اگر میں اس کو دعا نہ دوں اور فقط صدقہ دوں تو اس کا احسان مجھ پر زیادہ ہے۔ کیوں کہ دعا صدقہ سے کہیں بہتر ہے، لہٰذا دعا کی مکافات دعا سے کر دیتی ہوں تاکہ میرا صدقہ خالص رہے، کسی احسان

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے مقابلہ میں نہ ہو (کذا فی المفاتیح شرح المصابیح) لہٰذا جو شخص دراہم معدودہ دے کر مخلصانہ دعاؤں کا سودا کرسکتا ہے وہ کبھی نہ چوکے اور موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دے ۔

جما دے چند دادم جاں خریدم   بحمد اللہ زہے ارزاں خریدم

ترجمہ:۔ چند ٹھیکریاں دے کر میں نے جان خرید لی، اللہ کے فضل سے بہت ہی ارزاں خریدا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

نبئ اکرم ﷺ کے غزوات

جب تک آنحضرت ﷺ مکہ میں رہے آپ کو صرف یہ حکم تھا کہ دلائل وحجت سے بطریق احسن نصیحت کر کے لوگوں کو توحید کی طرف بلائیں اور بت پرستی سے منع کریں۔ اور کفار کی ایذاؤں اور شرارتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کریں، تاکہ حجتِ الٰہیہ قائم ہوجائے اور حق و باطل واضح ہوجائے حرب وقتال کی اجازت نہ تھی اور تبلیغ کے لئے قتال جائز نہ تھا۔ ہجرت کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنا گھر بار، خاندان، اقرباء، وطن اور قبیلہ سب کو اسلام اور حضور اکرم ﷺ کی محبت میں ترک کردیا اور آپ کا ساتھ دیا، مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارا عرب اور تمام یہود ان تھوڑے سے اللہ کے بندوں کو صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کرنے کے لئے متفق ہوگئے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تب آپ ﷺ کو اجازت دی گئی کہ جو شخص آپ سے لڑے اور لڑائی کی ابتداء کرے اس سے آپ بھی لڑ سکتے ہیں۔ صحیح یہی ہے کہ (اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ) ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ (سورہ حج، آیت: ۲۹/اصح السیر ملخصاً ص: ۶۹)

اسلامی روایات اور تعامل صحابہؓ کو جمع کرنے کے بعد اس میں شک نہیں رہتا کہ اسلام میں جس طرح بغرض تحفظ مدافعانہ جہاد کو فرض کیا گیا۔ اسی طرح حفظ ما تقدم اور موانع تبلیغ کو راستہ سے ہٹانے کے لئے اقدامی جہاد قیامت تک ضروری کیا گیا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے کفار کے ضرر کو دفع کرنے کے لئے اور کبھی تبلیغِ دین کے لئے جہاد وقتال کیا ہے۔ (اوجز السیر ص: ۹۶)

غزوہ: بعض جہاد میں آنحضرت ﷺ بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ اس کو اصطلاح میں غزوہ کہتے ہیں۔ غزوات کی مجموعی تعداد (۲۳) ہے۔ جن میں سے نَو میں جنگ کی نوبت آئی، باقی میں نہیں۔

سَریہ: اور بعض میں خاص خاص صحابہؓ کی قیادت میں آپ ﷺ نے لشکر روانہ فرمائے۔ اس کو سریہ کہتے ہیں سَرایا کل تینتالیس ہیں۔

ف: اب ہم یہاں مشہور غزوہ مثلاً غزوہ بدر، صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کا مختصراً ذکر کرتے ہیں۔

غزوۂ بدر کی فیصلہ کن جنگ: ہجرت کے دوسرے سال رمضان المبارک ۲ھ میں بدر کی وہ فیصلہ کن اور تاریخ ساز جنگ ہوئی۔ جس میں امتِ اسلامیہ کی تقدیر اور دعوتِ حق کے مستقبل کا فیصلہ ہوا۔ جس پر پوری نسل انسانی کی قسمت کا انحصار تھا۔

اس کے بعد سے آج تک مسلمانوں کو جتنی فتوحات اور کامیابیاں حاصل ہوئیں اور ان کی جتنی حکومتیں اور سلطنتیں قائم ہوئیں وہ سب اسی فتح مبین کی رہین منت ہیں۔ جو بدر کے میدان میں اس مٹھی بھر جماعت کو حاصل ہوئی۔ اسی لئے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کو ''یوم الفرقان'' (فیصلہ کا دن) قرار دیا ہے۔

(نبیٔ رحمت ص:۲۸۷)

بدر ایک گاؤں کا نام ہے، مدینہ منورہ سے تقریباً ۸۰ رمیل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ عظیم الشان جہاد اسی سرزمین پر واقع ہوا۔ رمضان المبارک کی ۸ر یا ۱۲ر تاریخ کو رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس اپنے ۳۱۳ر جاں نثار صحابہؓ کے ساتھ میدانِ جنگ میں مقابلہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اور اس لشکر کے ساز وسامان کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ تمام لشکر میں دو گھوڑے اور ساٹھ یا ستّر اونٹ تھے۔

بارگاہِ الٰہی میں آہ وزاری اور دعاء ومناجات: ۱۷ر رمضان المبارک کو بروز جمعہ جنگ ہوئی۔ جنگ سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے نہایت تضرع وزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا ومناجات کی۔ اور یہ بھی عرض کیا کہ اگر یہ مٹھی بھر مسلمان صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے تو دنیا پر توحید کا عَلَم بلند کرنے والا کوئی بھی نہ رہ جائے گا۔ (رحمۃ للعالمین)

مشرکین کی شکست فاش: تھوڑی ہی دیر میں مشرکین کے لشکر میں ناکامی اور اضطراب کے آثار نمودار ہوگئے، ان کی صفیں مسلمانوں کے سخت اور تابڑ توڑ حملوں سے درہم برہم ہونے لگیں اور معرکہ اپنے انجام کے قریب جا پہنچا پھر مشرکین کے جتھے بے ترتیبی کے ساتھ پیچھے ہٹے اور بھگدڑ مچ گئی۔ قریش کے بڑے بڑے سردار عتبہ، شیبہ، ابوجہل، امیہ بن خلف سب ایک ایک کرکے مارے گئے۔ کل ستر مشہور آدمی مارے گئے اور اتنے ہی قید ہوئے۔ مسلمانوں میں قریش کے چھ اور انصار کے آٹھ آدمی شہید ہوئے۔ (الرحیق المختوم ص:۳۴۱)

ابولہب کا حال زار: ابولہب شریکِ جنگ نہ تھا۔ مکہ میں جب اس کو شکست کی اطلاع ملی تو غم وغصہ میں خاموش رہا اور مکان میں چلا گیا۔ سات روز بمصداق (مُوتُوْا بِغَيْظِكُمْ) غصہ میں گھل کر مرگیا۔

اسیرانِ بدر اور اسلام میں تعلیم کی اہمیت: اسیرانِ قریش میں دو قسم کے گروہ تھے، ایک مالدار دوسرا غریب، پیغمبرِ اسلام ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ جو جماعت مالدار ہے اس کو مال لے کر رہا کردو۔ اور جو غرباء کی جماعت ہے، اس سے معاہدہ کرلو کہ وہ ایک خاص مدت تک مدینہ میں رہیں اور ہر شخص دس بچوں کو لکھنے پڑھنے کی تعلیم دے، یہی ان کا فدیہ ہے۔ جس کو قریشی اسیروں نے بخوشی منظور کرلیا۔

آج بیسویں صدی میں جب کہ دنیا جدید تہذیب وتمدن کی مدعی ہے، خصوصاً یورپ جو کہ اپنے آپ کو تہذیب جدید کا بانی اور مجدد سمجھتا ہے، کوئی ایسی ادنیٰ مثال بھی پیش کی جاسکتی ہے جو مجرموں اور دشمنوں کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک میں اس درجہ کو پہنچ سکے جس کا مظاہرہ اسلام آج سے ۱۳۵۰ر برس پہلے کر چکا ہے۔ (سیرت رسولِ کریم) (اب تو ۱۴۴۴ برس پہلے کہا جاسکتا ہے۔)

صلح حدیبیہ، بیعتِ رضوان: شروع ذی قعدہ ۶ھ میں نبی کریم ﷺ نے مکہ معظمہ کا ارادہ فرمایا اور عمرہ کا احرام باندھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک بڑی جماعت بھی جن کی تعداد چودہ پندرہ سو بتائی جاتی ہے آپ کے ساتھ ہوئی۔ (سیرت مغلطائی)

حدیبیہ مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک کنواں ہے۔ اور اسی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے نام سے گاؤں کا نام بھی حدیبیہ مشہور ہے۔

آپ ﷺ کا معجزہ: ایک کنواں بالکل خشک تھا، آپ کے اعجاز سے اس میں اتنا پانی آ گیا کہ سب سیراب ہو گئے۔

یہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ بھیجا کہ قریش کو مطلع کر دیں کہ آنحضرت ﷺ اس وقت محض زیارتِ بیت اللہ اور عمرہ کے لئے تشریف لائے ہیں، اور کوئی سیاسی غرض نہیں ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ پہنچے تو کفار نے ان کو روک لیا۔ اِدھر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ کفار نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دیا۔ نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جہاد پر بیعت لی، جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے اور جس کو بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی۔ بلکہ قریش نے سہیل بن عمرو کو شرائطِ صلح طے کرنے کے لئے بھیجا۔ حسبِ ذیل شرائط طے ہو کر عہد نامہ لکھا گیا۔ اور دس سال کے لئے باہمی صلح ہو گئی۔

۱۔ مسلمان اس وقت واپس جائیں۔
۲۔ آئندہ سال صرف تین دن قیام کر کے واپس جائیں۔
۳۔ ہتھیار لگا کر نہ آئیں، تلوار ساتھ میں ہو تو میان میں رکھیں۔
۴۔ مکہ سے کسی مسلمان کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔
۵۔ اگر کوئی مسلمان مکہ میں رہنا چاہے تو اسے منع نہ کریں۔
۶۔ اگر کوئی شخص مکہ سے مدینہ چلا جائے تو اُسے واپس کر دیں۔

۷۔ اگر مدینہ سے کوئی آجائے تو کفار اسے واپس نہ کریں۔

یہ تمام شرائط اگر چہ مسلمانوں کے خلاف تھیں اور یہ صلح بظاہر مغلوبانہ تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا نام فتح رکھا۔ اور اسی سفر میں سورۂ فتح نازل ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس طرح دب کر صلح کرنا سخت ناگوار تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باصرار آپ کی خدمت میں عرض کیا، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے اور اسی میں ہمارے مستقبل کی تمام تر فلاح مضمر ہے۔ چنانچہ بعد کے واقعات نے اس معمہ کو حل کر دیا۔ یوں اس صلح کی بدولت اطمینان کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان آمد و رفت شروع ہو گئی۔ کفار آپ کی خدمت میں اور مسلمانوں کے پاس آنے جانے لگے۔ اِدھر اسلامی اخلاق کی مقناطیسی کشش نے ان کو کھینچنا شروع کیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ اس عرصہ میں اس قدر کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے کہ اتنے کبھی نہیں ہوئے تھے۔ اور درحقیقت یہ صلح فتح مکہ کا پیش خیمہ تھی۔ (اوجز السیر)

فتح مکہ: حدیبیہ میں جو صلح نامہ لکھا گیا تھا، مسلمان اپنی عادت کے موافق پوری پابندی کے ساتھ اس پر عامل تھے کہ ۸ ھ میں قریش نے عہد شکنی کی۔ نبی کریم ﷺ نے ایک قاصد بھیج کر قریش کے سامنے چند شرطیں تجدید عہدِ صلح کے لئے پیش فرمائیں اور آخر میں تحریر فرما دیا کہ اگر یہ شرطیں منظور نہ ہوں تو حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔ قریش نے نقضِ معاہدہ ہی کو پسند کیا۔

بالآخر آپ ﷺ نے جہاد کی پوری تیاری شروع کر دی اور ۱۰؍ رمضان المبارک ۸ ھ بروز چہار شنبہ عصر کے بعد دس ہزار صحابہ کرامؓ کی جمعیت کے ساتھ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آپ مدینہ سے نکلے۔ مقام ابواء میں ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب (آپ ﷺ کے چچا زاد اور رضاعی بھائی تھے) اور عبداللہ ابن ابی امیہ (آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے) ہجرت کر کے مدینہ جاتے ہوئے ملے۔ دونوں نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضری کی اجازت چاہی، مگر چوں کہ ان دونوں سے حضورِ اکرم ﷺ کو بہت سخت تکلیفیں پہنچی تھیں، اس لئے آپ ﷺ نے حاضری کی اجازت نہیں دی۔

ام المومنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سفارش کرتے ہوئے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کے مکارمِ اخلاق سے یہ امید ہے کہ آپ کے خوانِ نعمت سے آپ کا چچا زاد بھائی اور پھوپھی زاد بھائی سب سے زیادہ محروم اور بدنصیب نہ رہیں گے۔ جب آپ کا ترحم اور عفو عام ہے تو پھر یہی کیوں محروم رہیں۔

اقربا را کجا کنی محروم   تو کہ با دُشمنان نظر داری

اُدھر ابوسفیان بن حارث نے یہ کہا کہ اگر آپ اپنی بارگاہ میں حاضری کی اجازت نہ دیں گے تو میں اپنے بیٹے جعفر کو لے کر کسی صحرا میں نکل جاؤں گا اور وہیں بھوکا اور پیاسا مر جاؤں گا۔ آنحضرت ﷺ نے ام المومنینؓ کی شفاعت اور ان دونوں کی اس درجہ خجالت وندامت کو سن کر حاضری کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حاضر ہوتے ہی دونوں مشرف باسلام ہوئے اور مسلمانوں کے ہمراہ مکہ روانہ ہو گئے۔

حافظ ابن عبدالبر اور محب طبری راوی ہیں کہ حضرت علیؓ نے ابوسفیانؓ بن حارث کو یہ مشورہ دیا کہ آپ کے چہرۂ انور کے سامنے کھڑے ہو کر وہ کہیں جو

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام سے کہا تھا: یعنی

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ۔

قسم ہے اللہ کی بیشک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بلاشبہ ہم قصوروار ہیں۔ (سورہ یوسف:۹۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سامنے سے آنے کا مشورہ اس لئے دیا کہ چہرۂ انور کی حیا اور چشمہائے شرمگیں آپ کے اور عتاب کے درمیان حائل بن جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور رحمتِ عالم اور حیاءِ مجسم ﷺ کی زبان سے یہ جواب نکلا۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۔

آج کے دن تم پر کوئی الزام اور ملامت نہیں اللہ تمہارا قصور معاف کرے، وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (سورہ یوسف:۹۲)

ابوسفیانؓ کی معذرت قبول ہوئی اور حسب ارشاد نبوی ﷺ (اَلْاِسْلَامُ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ) اسلام کی کُدال نے ابوسفیان بن حارث کے قلب کو کھود کر ایسا صاف کر دیا کہ اب اس میں آپ کی خاطر کی کدورت کا کوئی ریزہ باقی نہ چھوڑا، اور ایمان واحسان اور اخلاص وایقان کو کوٹ کوٹ کر ان کے دل میں ایسا بھر دیا کہ باہر سے کفر کا کوئی غبار اور ذرّہ اڑ کر ان کے دل میں نہ پہنچ سکے اور اسی وقت سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی کے لئے آپ کے ہمرکاب ہوئے۔

کہا جاتا ہے کہ ابوسفیانؓ بن حارث نے حیاء کی وجہ سے مدّۃ العمر آپ کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا اور آنحضرت ﷺ ان کے لئے جنت کی شہادت دیتے تھے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ (سیرۃ المصطفیٰ بحوالہ زرقانی جلد نمبر ۲ ص:۳۰۰)

نبی کریم ﷺ کا خلق اور ابوسفیان بن حرب کا قبولِ اسلام: مشہور صحابئ رسول حضرت ابوسفیان بن حرب جواب تک نبی کریم ﷺ کے خلاف قریش کے سب سے بڑے علمبردار تھے اور قریش کے تقریباً تمام ہی معرکوں میں ان کی فوج کے افسر بھی یہی ہوتے تھے، فتح مکہ سے پہلے اسلامی لشکر کی خبر لینے کے لئے مکہ سے باہر نکلے تھے، مرالظہران میں صحابہ کرامؓ نے انہیں گرفتار کرلیا۔ لیکن گرفتار ہو کر جب رحمۃ للعالمین ﷺ کے دربار میں حاضر کئے جاتے ہیں تو وہاں سے معافی کا حکم ہوجاتا ہے۔ اور اسی کا یہ اثر ہے کہ ابوسفیان فوراً اسلام کے حلقہ بگوش ہوجاتے ہیں۔ اور اب ہم ان کو حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہوجانے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ابوسفیان سردارانِ مکہ سے ہے، فخر کو پسند کرتا ہے۔ لہٰذا آپ اس کے لئے کوئی ایسی شے کردیں جو اس کے لئے باعثِ عزت وشرف اور موجب امتیاز ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اچھا اعلان کردو کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو وہ مامون ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ میرے گھر میں سب آدمی کہاں سما سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اور جو شخص مسجد حرام میں داخل ہوجائے وہ بھی مامون ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یارسول اللہ! مسجد بھی کافی نہیں ہوسکتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اچھا جو شخص اپنا دروازہ بند کرلے وہ بھی مامون ہے۔

ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، ہاں! اس میں بہت وسعت اور گنجائش ہے۔
(سیرۃ المصطفیٰ جلد نمبر ۳ ص:۲۰)

الیومُ یومُ الْمَرْحَمَة: اس کے بعد آنحضرت ﷺ جب مرالظہران سے روانہ ہونے لگے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ ابوسفیان کو لے کر پہاڑ پر کھڑے ہوجائیں، تاکہ لشکرِ اسلام کو بخوبی دیکھ سکیں۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے جب قبائل جوق در جوق گزرنے لگے تو ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنگ رہ گئے اور یہ کہا، تمہارے بھتیجے کا ملک بہت بڑا ہوگیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، یہ بادشاہت نہیں بلکہ نبوت ہے۔

ف: سبحان اللہ کیا ہی معرفت کی بات ارشاد فرمائی۔ (مرتب)

مہاجرین کا عَلَم حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ اور انصار کا عَلَم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ سعد بن عبادہؓ جب اُدھر سے گزرے تو ابوسفیان کو دیکھ کر انہیں جوش آگیا اور جوش میں یہ کہہ بیٹھے:

الیوم یوم الملحمة الیوم تستحل الکعبة

آج کا دن لڑائی کا دن ہے۔ آج کعبہ میں قتل وقتال حلال ہوگا۔

ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھبرا کر دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباسؓ نے کہا کہ یہ مہاجرین وانصار کا لشکر ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ جلوہ فرما ہیں۔

سامنے سے جب رسول اللہ ﷺ گزرے تو ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے سعد بن عبادہ کو اپنی قوم کے قتل کا حکم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دیا ہے؟ اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا اور قرابتوں کا واسطہ دیتا ہوں۔ نیکی اور صلہ رحمی میں آپ سب سے بڑھ کر ہیں آپ نے فرمایا:

یا ابا سفیان الیوم یوم المرحمۃ یعزّ اللہ فیہ قریشا۔

اے ابوسفیان! آج کا دن مہربانی کا دن ہے، جس میں اللہ قریش کو عزت بخشے گا۔

اور یہ حکم دیا کہ عَلم سعد بن عبادہ کے ہاتھ سے لے کر ان کے بیٹے قیس کو دے دیا جائے۔ (سیرۃ المصطفیٰ ص:۲۲)

یَا ربِ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِماً اَبَداً

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

مکہ مکرمہ میں متواضعاً داخلہ: اس کے بعد آنحضرت ﷺ کَداء کی جانب سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور مکہ میں داخل ہوتے وقت آنحضرت ﷺ نے کعبۃ اللہ کے ادب و احترام کو غایت درجہ ملحوظ رکھا۔ تواضع کے ساتھ سر جھکائے ہوئے داخل ہوئے شاہانہ شان سے داخل نہیں ہوئے۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے کہ میں نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ناقہ پر سوار ہیں اور خوش الحانی کے ساتھ سورہ (اِنَّا فَتَحْنَا) پڑھ رہے ہیں۔

اس عظیم الشان فتح کے وقت مسرت اور نشاط و فرحت اور انبساط کے آثار کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں تخشع اور تضرع، تذلل اور تمسکن کے آثار بھی چہرۂ انور پر

نمایاں ہو رہے تھے۔ ناقہ پر سوار تھے، تواضع سے گردن اس قدر جھکی ہوئی تھی کہ ریش مبارک کجاوہ کی لکڑی سے مس کر رہی تھی اور آپ کے خادم اور خادم زادہ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ردیف تھے۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ جب آپ ﷺ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو تمام لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے، لیکن آپ تواضع کی وجہ سے سر جھکائے ہوئے تھے۔

معجم طبرانی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن یہ فرمایا کہ یہ وہ ہے کہ جس کا اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا اور پھر سورت تلاوت فرمائی (اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَ الْفَتْحُ) (زرقانی جلد نمبر ۲ ص:۳۲)

آنحضرت ﷺ کی نظر مبارک اس پر تھی کہ ایک وہ وقت تھا کہ میں نے اسی شہر سے کس بے کسی اور بے بسی کے ساتھ ہجرت کی تھی اور دشمنوں سے گریزاں اور تن تنہا یہاں سے نکلا تھا۔ اب وہ وقت آیا کہ حق تعالیٰ کی نصرت و اعانت سے اسی شہر میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ فاتحانہ داخلہ ہو رہا ہے۔

وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

آنحضرت ﷺ مقام کَداء میں سے گزرتے ہوئے بالائی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسفل مکہ مقام کُدیٰ سے داخل ہونے کا اور زبیرؓ کو اعلیٰ مکہ یعنی مقام کَداء میں سے داخل ہونے کا حکم دیا اور یہ تاکید فرمادی کہ تم خود ابتداء بالقتال نہ کرنا، جو شخص تم سے تعرض کرے صرف اس سے لڑنا۔ بعد ازاں آپ ﷺ نہایت ادب و احترام کے ساتھ مکہ میں داخل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوئے۔

جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو اوّل امّ ہانی بنت ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے۔اور غسل کرکے آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی۔ یہ چاشت کا وقت تھا۔

(بخاری)

جب امن وامان قائم ہوگیا اور لوگوں کو امن دے دیا اور لوگ مطمئن ہوگئے اور فتح مکہ مکمل ہوگئی تو آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔

(سیرت المصطفیٰ جلد ۳،ص:۲۷)

مسجدِ حرام میں داخلہ: فتح مکہ کے بعد آنحضرت ﷺ مسجدِ حرام میں داخل ہوئے اور خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم میں عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حرم محترم میں داخل ہوئے تو خانہ کعبہ کے گرد تین سوساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے۔آپ ﷺ ایک ایک بت کی طرف چھڑی سے اشارہ کرکے یہ پڑھتے جاتے تھے۔ (جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ) اور بت منہ کے بل اوندھے گرجاتے تھے۔(سیرت المصطفیٰ،ص:۲۷)

جب آپ ﷺ حرم میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ ناقہ پرسوار تھے، اسی حالت میں طواف فرمایا۔طواف سے فارغ ہوکر عثمان بن طلحہ کو بلا کر خانہ کعبہ کی کنجی لی اور بیت اللہ کو کھلوایا، اندر تشریف لے گئے اور نماز ادا کی۔

یہ رمضان المبارک کی بیس تاریخ تھی۔ باب کعبہ پر آپ کھڑے ہوئے اور کلید آپ کے ہاتھ میں تھی، اس وقت آپ نے یہ خطبہ دیا۔(سیرت المصطفیٰ)

خطبۂ فتح: شہنشاہئ اسلام کا یہ پہلا دربارِ عام تھا۔خطبۂ سلطنت یعنی بارگاہِ احدیت

کی تقریر خلافتِ الٰہی کے منصب سے رسول اللہ ﷺ نے ادا کی جس کا خطاب صرف اہلِ مکہ سے نہیں بلکہ تمام عالم سے تھا:

لاالٰه الّا الله وحده لاشريك له صدق وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده الا كلّ ماثرة اودم اومال يدعى فهو تحت قدمي هاتين الا سدانة البيت وسقاية الحاج............

يا معشر قريش انّ الله قد اذهب عنكم نخوة الجاهلية وتعظمها بالاباء الناس من آدم وآدم من تراب۔

ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچا کیا اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور تمام جتھوں کو تنہا توڑ دیا۔ ہاں تمام مفاخر، تمام انتقامات، خوں بہائے قدیم، تمام خوں بہا سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔صرف حرم کعبہ کی تولیت اور حجاج کی آب رسانی اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اے قوم قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار اللہ نے مٹادیا۔تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں۔اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔

پھر قرآن مجید کی آیت پڑھی جو حسبِ ذیل ہیں:

يَآيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔

اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا۔اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے کہ آپس میں ایک دوسرے سے پہچان لئے جاؤ۔لیکن اللہ کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نزدیک شریف وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔ (سورہ حجرات: ۱۳)

اِنَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ حَرَّمَ بَیْعَ الْخَمْرِ۔

بیشک اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے شراب کی خرید وفروخت کو حرام کر دیا ہے۔ (بخاری)

تمام اعمال اور عقائد کا اصل الاصول اور دعوتِ اسلام کا اصلی پیغام توحید ہے، اس لئے سب سے پہلے اسی سے ابتداء کی گئی۔

خطبہ کے اصولی مطالب: عرب میں دستور تھا کہ کوئی شخص کسی کو قتل کر دیتا تو اس کے خون کا انتقام لینا خاندانی فرض قرار پاجاتا تھا۔ یعنی اگر اس وقت قاتل ہاتھ نہ آسکا تو خاندانی دفتر میں مقتول کا نام لکھ لیا جاتا، اور سینکڑوں برس گزرنے کے بعد بھی انتقام کا فرض ادا کیا جاتا تھا۔ قاتل اگر مر چکا ہے تو اس کے خاندان یا قبیلے کے آدمی کو قتل کرتے تھے۔ اسی طرح خون بہا کا مطالبہ بھی اباً عن جدٍ چلا آتا تھا۔ یہ خون کا انتقام عرب میں سب سے بڑے فخر کی بات تھی۔ اس طرح اور بہت سی لغو باتیں مفاخر قومی میں داخل ہوگئی تھیں۔ اسلام ان سب کے مٹانے کے لئے آیا تھا۔ اور اس بناء پر آپ ﷺ نے (اس طریق) انتقام اور خوں بہا نیز اور تمام غلط مفاخر کی نسبت فرمایا کہ ”میں نے ان کو پاؤں سے کچل دیا۔“

عرب اور تمام دنیا میں نسل اور قوم وخاندان کے امتیاز کی بناء پر ہر قوم میں فرق مراتب قائم کئے گئے تھے، جس طرح ہندوؤں نے چار ذاتیں قائم کیں اور شودر کو وہ درجہ دیا جو جانوروں کا درجہ ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بندش کر دی کہ

وہ کبھی اپنے رتبہ سے ایک ذرہ آگے نہ بڑھنے پائے۔

اسلام کا سب سے بڑا احسان جو اس نے تمام دنیا پر کیا۔ مساوات عام کا قائم کرنا تھا۔ یعنی عرب وعجم، شریف ورذیل، شاہ وگدا سب برابر ہیں۔ ہر شخص ترقی کے ہر انتہائی درجہ تک پہنچ سکتا ہے۔ اس بناء پر آنحضرت ﷺ نے قرآن مجید کی آیت پڑھی اور پھر توضیح فرمائی کہ ”تم سب اولادِ آدم علیہ السلام ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔“

خطبہ کے بعد آپ نے مجمع کی طرف دیکھا تو جبارانِ قریش سامنے تھے ان میں وہ حوصلہ مند بھی تھے جو اسلام کے مٹانے میں سب سے پیشرو تھے وہ بھی تھے جن کی زبانیں رسول اللہ ﷺ پر گالیوں کے بادل برسایا کرتی تھیں، وہ بھی تھے جن کی تیغ وسنان نے پیکر قدسی کے ساتھ گستاخیاں کی تھیں، وہ بھی تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے راستہ میں کانٹے بچھائے تھے، وہ بھی تھے جو وعظ کے وقت آنحضرت ﷺ کی ایڑیوں کو لہولہان کر دیا کرتے تھے، وہ بھی تھے جن کی تشنہ لبی خون نبوت کے سوا کسی چیز سے بجھ نہیں سکتی تھی، وہ بھی تھے جن کے حملوں کا سیلاب مدینہ کی دیواروں سے آآ کر ٹکراتا تھا، وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو جلتی ہوئی ریت پر لٹا کر ان کے سینوں پر آتشیں مہریں لگایا کرتے تھے۔

قریش کو عفو عام: رحمتِ عالم ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور خوف انگیز لہجہ میں پوچھا۔ ”تم کو کچھ معلوم ہے؟ میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟“

یہ لوگ اگرچہ ظالم تھے، بے رحم تھے، لیکن مزاج شناس تھے۔ پکار اٹھے کہ (اَخٌ کَرِیْمٌ وَابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ) تو شریف بھائی اور شریف بھائی کا بیٹا ہے۔ ارشاد ہوا:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ۔

تم پر کچھ الزام نہیں۔جاؤ تم سب آزاد ہو۔(سبل الہدیٰ والرشاد،ص:۲۴۲)

کفار مکہ نے تمام مہاجرین کے مکانات پر قبضہ کرلیا تھا،اب وہ وقت تھا کہ ان کو ان کے حقوق دلائے جاتے۔لیکن آپ ﷺ نے مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ بھی اپنی مملوکات سے دستبردار ہوجائیں۔(سیرۃ النبی ﷺ ص:۲۹۳)

حجابت وسقایت: خطبہ سے فارغ ہوکر آپ ﷺ مسجد میں بیٹھ گئے اور بیت اللہ کی کنجی آپ کے ہاتھ میں تھی۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ کنجی ہم کو عطا فرمادیجئے تاکہ سقایتِ زمزم کے ساتھ حجابت بیت اللہ (بیت اللہ کی دربانی) کا شرف بھی ہم کو حاصل ہوجائے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا۔

تحقیق اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں پہنچادو امانت والوں کو۔

آپ نے عثمان بن طلحہ کو بلاکر ان کو کنجی مرحمت فرمائی اور یہ فرمایا کہ یہ کنجی ہمیشہ کے لئے لےلو۔(یعنی ہمیشہ تمہارے ہی خاندان میں رہے گی)

میں نے خود نہیں دی۔بلکہ اللہ نے تم کو دلائی ہے۔سوائے ظالم اور غاصب کے کوئی تم سے نہ چھین سکے گا۔(سیرۃ المصطفیٰ جلد نمبر ۳/ص:۳۰)

ف: چنانچہ مطابق فرمانِ نبوی وہ کنجی آج بھی انہی کے خاندان میں چلی آرہی ہے۔(مرتّب)

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ واپسی: فتح مکہ کے بعد آپ پندرہ روز مکہ معظمہ میں مقیم رہے۔اس وقت انصار کو یہ خیال کرکے رنج تھا کہ اب نبیٔ کریم

ﷺ یہیں اقامت فرمائیں گے اور ہم آپ سے دور ہوجائیں گے۔مگر جب آپ ﷺ کو ان کے اس خیال کی اطلاع ہوئی،تو آپ نے فرمایا کہ نہیں،بلکہ اب تو ہماری موت وحیات تمہارے ساتھ ہے۔پھر حضرت عتاب بن اُسید کو مکہ کا امیر مقرر فرماکر خود مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔

(سیرت رسول کریم،ص:۱۲۸)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

حجۃ الوداع

رسول اللہ ﷺ نے ۱۰ھ میں حج کرنے کا ارادہ فرمایا۔چوں کہ یہ آپ کی عمر کا آخری حج تھا اس لئے اس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔اس حج میں آپ ﷺ نے عرفات ومنیٰ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سامنے خطبہ دیا۔جس میں اس طرح خطاب فرمایا کہ اب یہ آخری حاضری وملاقات ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب حج کا ارادہ فرمایا تو صحابہؓ کو خبر دی صحابہؓ نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ چلنے کا سامان کیا۔یہ خبر اطرافِ مدینہ میں پہنچی تو ہر طرف سے لوگ جوق درجوق یہ نیت کرکے چل پڑے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کریں۔راستہ میں اتنی مخلوق کا اجتماع ہوگیا کہ جس کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔شیدائیانِ اسلام کا اتنا بڑا مجمع اس سے قبل نہ دیکھا گیا ہوگا۔ایک اندازہ کے مطابق ایک لاکھ چوالیس ہزار یا چوبیس ہزار کا مجمع عرفات میں موجود تھا۔(رحمۃ للعالمین)

اس سفر میں تمام ازواج مطہرات بھی آپ کے ساتھ تھیں۔(اصح السیر)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ذوالحلیفہ سے آپ ﷺ نے احرام باندھا۔ روحاء، عرج، ابواء ہوتے ہوئے آپ مقامِ سَرِف پہنچے۔ ذی الحجہ کی ۴ ؍تاریخ گزر چکی تھی تو ثنیہ العلیاء کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے۔ آپ ﷺ نے مسجدِ حرام میں داخل ہو کر طواف وسعی کیا۔ ۸ ؍تاریخ تک آپ ﷺ نے مکہ میں قیام فرمایا ۸ ؍ذی الحجہ کو آپ منیٰ کے لئے روانہ ہوئے اور اس روز وہاں قیام فرمایا۔ پھر ۹ ؍ذی الحجہ بروزِ جمعہ آپ عرفات کی جانب روانہ ہوئے۔ وہاں اونٹ پر بیٹھ کر آپ نے دو خطبہ عظیمہ ارشاد فرمایا جو اسلام کی سب سے بڑی دولت ہے۔ (احسن السیر ص: ۶۴)

حجۃ الوداع میں رسول اکرم ﷺ کا خطبہ

یہاں پر ہم اُس خطبہ کا پورا متن درج کر رہے ہیں جو آپ نے عرفہ کے روز دیا تھا۔ اسی طرح ایام تشریق کے درمیان جو خطبہ آپ نے دیا تھا اس کا بھی پورا متن یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں عظیم الشان خطبے اپنے اندر حد درجہ سامانِ موعظت رکھتے ہیں اور کثیر فوائد پر مشتمل ہیں۔

خطبۂ عرفہ: اِنَّ دِمَاءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ حَرَامٌ عَلَیْکُمْ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِکُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ هٰذَا۔ اَلَا اِنَّ کُلَّ شَیْئٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ تَحْتَ قَدَمَیَّ مَوْضُوْعٌ وَدِمَاءُ الْجَاهِلِیَّةِ مَوْضُوْعَةٌ وَاِنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِیْعَةَ الْحَارِثِ کَانَ مُسْتَرْضِعًا فِیْ بَنِیْ سَعْدٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَیْلٌ، وَرِبَا الْجَاهِلِیَّةِ مَوْضُوْعٌ وَاَوَّلُ رِبًا اَضَعُ مِنْ رِبَانَا رِبَا الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ کُلُّهٗ، فَاتَّقُوا اللهَ فِی النِّسَاءِ فَاِنَّکُمْ اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانَةِ اللهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِکَلِمَةِ اللهِ،

وَلَکُمْ عَلَیْهِنَّ اَنْ لَا یُوْطِئْنَ فُرُشَکُمْ اَحَدًا تَکْرَهُوْنَهٗ، فَاِذَا فَعَلْنَ ذٰلِكَ فَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَیْرَ مُبَرِّحٍ، وَلَهُنَّ عَلَیْکُمْ رِزْقُهُنَّ وَکِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ، وَقَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا لَمْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ، کِتَابُ اللهِ، وَاَنْتُمْ تُسْئَلُوْنَ عَنِّیْ، فَمَاذَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ؟ قَالُوْا نَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَاَدَّیْتَ وَنَصَحْتَ، فَقَالَ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ یَرْفَعُهَا اِلَی السَّمَاءِ وَیُنْکِتُهَا اِلَی النَّاسِ اَللّٰهُمَّ اَشْهَدْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ تم پر تمہارا خون اور تمہارا مال اسی طرح حرام ہے جس طرح یہ دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ ہر جاہلی امر باطل ہے اور جاہلیت کے تمام خون (یعنی انتقامی خون) باطل کر دیئے گئے۔ اور سب سے پہلے میں (اپنے خاندان کا خون)[1] ابن ربیعہ ابن الحارث کا خون باطل کر دیتا ہوں جس نے بنی سعد میں پرورش پائی اور اس کو ہذیل نے قتل کر ڈالا۔ جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا سود عباس بن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔ یہ سب کا سب باطل ہے۔ عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ کی بات کے ساتھ حلال سمجھا ہے۔ اور تمہاری طرف سے ان پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو (جس کا آنا تم کو ناگوار ہے) نہ آنے دیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کو ہلکی مار مارو۔ اور ان کا حق تمہارے

[1] مسند امام احمد بن حنبل میں ابن ربیعہ کے بجائے ربیعہ کا لفظ آیا ہے اور مراد ابن ربیعہ ہی ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے حاشیہ ''نبیٔ رحمت'' ص: ۵۳۴

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور پر یہ ہے کہ ان کو معقول طریقہ پر ان کی خوراک اور پوشاک کا انتظام کرو میں تم میں ایک چیز چھوڑ جاتا ہوں اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہو گے۔ وہ چیز کیا ہے؟ کتاب اللہ۔ تم سے اللہ کے ہاں میری نسبت پوچھا جائے گا، تم کیا جواب دو گے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ اپنا فرض ادا کر دیا۔ آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا۔ ''اے اللہ! تو گواہ رہنا۔''

ایامِ تشریق کے وسط میں جو خطبہ آپ ﷺ نے دیا تھا اس کا متن یہ ہے

یٰاَیُّهَا النَّاسُ! هَلْ تَدْرُوْنَ فِیْ اَیِّ شَهْرٍ اَنْتُمْ وَفِیْ اَیِّ یَوْمٍ اَنْتُمْ وَفِیْ اَیِّ بَلَدٍ اَنْتُمْ؟ فَقَالُوْا! فِیْ یَوْمٍ حَرَامٍ، وَفِیْ بَلَدٍ حَرَامٍ، وَفِیْ شَهْرٍ حَرَامٍ، قَالَ، فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ یَوْمِكُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِكُمْ هٰذَا وَفِیْ بَلَدِكُمْ هٰذَا اِلٰی یَوْمٍ تَلْقَوْنَهٗ، ثُمَّ قَالَ اِسْمَعُوْا مِنِّیْ تَعِیْشُوْا، اَلَا لَاتَظْلِمُوْا، اَلَا لَاتَظْلِمُوْا، اَلَا لَاتَظْلِمُوْا، اِنَّهٗ لَا یَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِنْهُ۔ اَلَا وَاِنَّ كُلَّ دَمٍ وَمَالٍ وَمَأْثَرَةٍ كَانَتْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ تَحْتَ قَدَمِیْ هٰذِهٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ، وَاِنَّ اَوَّلَ دَمٍ یُوْضَعُ دَمُ رَبِیْعَةَ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ كَانَ مُسْتَرْضِعاً فِیْ بَنِیْ لَیْثٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَیْلٌ، اَلَا وَاِنَّ كُلَّ رِباً فِی الْجَاهِلِیَّةِ مَوْضُوْعٌ وَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَضٰی اَنَّ اَوَّلَ رِباً یُوْضَعُ رِبَا الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَكُمْ رُؤُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَاتَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ۔ اَلَا وَاِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ

كَهَیْئَةِ یَوْمٍ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ ثُمَّ قَرَأَ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ۔ فَلَاتَظْلِمُوْ فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ۔ اَلَا لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّاراً یَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، اَلَا اِنَّ الشَّیْطٰنَ قَدْ یَئِسَ اَنْ یَعْبُدَهُ الْمُصَلُّوْنَ وَلٰكِنَّهٗ فِی التَّحْرِیْشِ بَیْنَكُمْ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ فِی النِّسَآءِ فَاِنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٌ لَایَمْلِكْنَ لِاَنْفُسِهِنَّ شَیْئاً وَاَنَّ لَهُنَّ عَلَیْكُمْ حَقّاً وَلَكُمْ عَلَیْهِنَّ حَقّاً اَنْ لَا یُوْطِیْنَ فُرُشَكُمْ اَحَداً غَیْرَكُمْ وَلَایَاْذَنَّ فِیْ بُیُوْتِكُمْ لِاَحَدٍ تَكْرَهُوْنَهٗ، فَاِنْ خِفْتُمْ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْباً غَیْرَ مُبَرِّحٍ، وَلَهُنَّ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَاِنَّمَا اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانَةِ اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، اَلَا وَمَنْ كَانَتْ عِنْدَهٗ اَمَانَةً فَلْیُؤَدِّهَا اِلٰی مَنْ اِئْتَمَنَهٗ عَلَیْهَا وَبَسَطَ یَدَیْهِ۔ وَقَالَ، اَلَا، هَلْ بَلَّغْتُ؟ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ ثُمَّ قَالَ، لِیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَاِنَّهٗ رُبَّ مُبَلَّغٍ اَسْعَدُ مِنْ سَامِعٍ۔

(رواہ الامام احمد عن ابی حرۃ الرقاشی عن عمہ)

ترجمہ:۔ اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینہ ہے اور یہ کون سا دن ہے اور تم کس شہر میں ہو؟ لوگوں نے جواب دیا، یہ دن بڑا باحرمت اور یہ مہینہ بڑا قابل احترام ہے اور یہ شہر شہر حرام ہے۔ تو آپ نے فرمایا، تمہارا خون تمہارا مال اور تمہاری عزتیں اسی طرح قیامت تک حرام ہیں جس طرح یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر حرام ہے پھر فرمایا سنو! مجھ سے وہ باتیں سنو جس سے تم صحیح زندگی گزار

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سکو گے خبر دار ظلم نہ کرنا! خبر دار ظلم نہ کرنا! خبر دار ظلم نہ کرنا۔کسی مسلمان شخص کے مال میں سے کچھ لینا جائز نہیں ۔ ہاں اگر وہ راضی ہو (تو کوئی حرج نہیں) ہر خون ہر مال جو جاہلیت سے چلا آتا تھا، قیامت تک وہ باطل ہے ۔اور سب سے پہلا خون جو باطل کیا جاتا ہے وہ ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کا خون ہے ۔ اس نے بنی لیث میں پرورش پائی تھی اور ہذیل نے اس کو قتل کر دیا تھا۔ جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کر دیئے گئے ۔اور اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمادیا کہ جو سب سے پہلا سود باطل کیا جائے وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے ۔ابتداء میں اللہ نے جب آسمان وزمین کو پیدا کیا تھا زمانہ پھر پھرا کر اسی نقطہ پر آ گیا۔ پھر آپ نے آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے) اللہ کے نزدیک مہینے گنتی میں بارہ ہیں (یعنی) اس روز (سے) کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ کتاب اللہ میں برس کے بارہ مہینے لکھے ہوئے ہیں ۔ان میں سے چار مہینے ادب کے ہیں ۔ یہی دین کا سیدھا راستہ ہے ۔تو ان مہینوں میں (قتالِ ناحق سے) اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا۔ ہاں! میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ خود ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔اور ہاں شیطان بھی اس سے مایوس ہو چکا ہے کہ نماز پڑھنے والے اس کی پرستش کریں، لیکن وہ تمہارے درمیان رخنہ اندازی کرے گا۔ عورتوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کیوں کہ وہ تمہاری دست نگر ہیں ۔وہ اپنے لئے کوئی اختیار نہیں رکھتیں ۔اور بیشک ان کا تم پر حق ہے اور تمہارا ان پر حق ہے، وہ یہ کہ وہ تمہارے علاوہ تمہارے بستر پر کسی کو نہ آنے دیں، اور نہ ایسے شخص کو تمہارے گھر آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔اور اگر تم ان کی نافرمانی سے

خوف محسوس کرو تو انہیں نصیحت کرو، اور ان کو ان کی خوابگاہوں میں چھوڑ دو، اور ہلکی مار مارو۔اور انہیں کھانے کپڑے کا حق معلوم طریقے پر حاصل ہے ۔تم نے انہیں خدا کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور ان کے ناموس کو اللہ کے نام سے حلال کیا ہے ۔آگاہ ہو جاؤ! جس کے پاس کوئی امانت ہو وہ صاحبِ امانت کو واپس کر دے ۔اتنا فرمانے کے بعد آپ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور فرمایا کہ کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ پھر فرمایا، جو حاضر ہیں وہ غیر حاضر لوگوں تک یہ بات پہنچا دیں ۔کیوں کہ بہت سے غیر حاضر سننے والوں سے زیادہ خوش بخت ہوتے ہیں ۔(نبیؐ رحمت)

خطبۃ الوداع کے متعلق مکرم جناب خلیق احمد نظامی بطور فائدہ یوں رقم طراز ہیں:

ف: یورپ کے ایک مشہور مورّخ لارڈ ایکٹن نے فرانس کے ”منشور حقوق انسانی“ کے متعلق کہا تھا کہ کاغذ کا ایک پُرزہ دنیا کے کتب خانوں سے زیادہ وزنی اور نپولین کے قشون (افواج) قاہرہ سے زیادہ پُرشکوہ ہے ۔ایکٹن کی یہ رائے مبالغہ سے خالی نہیں ۔لیکن اگر رسول اکرم ﷺ کے خطبۃ الوداع کے متعلق یہ کہا جائے کہ آسمان نے روز وشب کی ہزاروں کروٹیں بدلی ہیں، لیکن احترام انسانیت کے لئے اس سے زیادہ پُر درد اور پُرخلوص آواز نہیں سنی، تو یقیناً اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔

آج دنیا میں ہر طرف انسانی حقوق کے تحفظ کا چرچا ہے لیکن کون نہیں جانتا کہ یہ سب باتیں نقاب کے مانند ہیں، جن کے پیچھے دنیا کے گوشے گوشے میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قدرِ حُرّیت اور شرفِ انسانیت کی مٹی پلید ہو رہی ہے۔تہذیبِ حاضر نے انسانیت پر ظلم وستم کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے ہیں اور یہ طریقے ایسے ہولناک ہیں جس کی مثال تاریخِ عالم کا کوئی تاریک سے تاریک صفحہ بھی پیش نہیں کرسکتا۔جو قومیں ''حقوق انسانی'' کی پاسبانی کے سب سے زیادہ بلند بانگ دعوے کر رہی ہیں وہی انسان کی تباہی کے لئے نئے نئے طریقوں کی ایجاد میں بھی سب سے پیش پیش ہیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ خطبہ نہ کسی سیاسی مصلحت کا نتیجہ تھا نہ کسی وقتی جذبہ کی پیداوار۔ یہ اللہ کے آخری رسول کا انسانوں کے نام آخری پیغام تھا۔جس میں بتایا گیا تھا کہ انسان کی بقاء کا راز انسانیت کے احترام میں مضمر ہے۔

ذی الحجہ ۱۰ھ (مطابق فروری ۶۳۲ء) کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری حج کے ادا کرنے کا ارادہ فرمایا اور تمام ازواجِ مطہرات کو ساتھ چلنے کا حکم دیا۔عرب کے گوشہ گوشہ سے لوگ شرفِ ہمرکابی کے لئے اُمنڈ پڑے جہاں تک نظر کام کرتی تھی انسانوں کا ایک سمندر موجیں مارتا ہوا نظر آتا تھا۔کم وبیش ایک لاکھ مسلمان دینی جذبہ سے سرشار رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیچھے

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ،	اے اللہ ! ہم تیرے سامنے حاضر ہیں،
لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ	اے اللہ! ہم یترے سامنے حاضر ہیں،
لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ	اے اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں ہم حاضر
لَکَ وَالْمُلْکَ، لَاشَرِیْکَ	ہیں،تعریف اور نعمت سب تیری ہے اور
لَکَ۔	سلطنت۔تیرا کوئی شریک نہیں۔

کی صدائیں بلند کرتے ہوئے اللہ کے گھر کی جانب بڑھ رہے تھے۔لیکن آج کا ہجوم اپنی نوعیت میں عدیم المثال تھا۔اللہ کے مقدس ترین بندوں کا یہ قافلہ کامل ترین انسان کی قیادت میں اس طرح چل رہا تھا کہ زمین سے آسمان تک قبول واعترافِ حق کو نور برستا ہوا معلوم ہوتا تھا۔عرفات میں نمرہ کے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک تنے ہوئے کمبل کے نیچے قیام فرمایا۔اور دوپہر کے بعد اپنے ناقہ پر سوار ہو کر پکارا:

یَاَیُّھَا النَّاسُ اِسْمَعُوْا قَوْلِیْ۔

اے لوگو! میری بات سنو۔

پھر اس کے بعد یوں ارشاد فرمایا:

یَاَیُّھَا النَّاسُ اِسْمَعُوْا فَاِنِّیْ لَا اَدْرِیْ لَعَلِّیْ لَا اَلْقَاکُمْ بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا فِیْ مَوْقَفِیْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِ کُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِ کُمْ ھٰذَا۔

لوگو،سنو! کیوں کہ شاید مَیں اس سال کے بعد اس جگہ اس مہینہ میں اس شہر میں تم سے نہ مل سکوں۔

ایسا فصیح وبلیغ خطبہ ارشاد فرمایا کہ عرفات کے دشت وجبل تک گونج اٹھے۔اس وقت اور اس مقام کی اہمیت کا احساس دلانے کے لئے پکارا:

اَتَدْرُوْنَ اَیَّ یَوْمٍ ھٰذَا،؟ قَالُوْا اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ، قَالَ فَاِنَّ ھٰذَا یَوْمٌ حَرَامٌ، اَفَتَدْرُوْنَ اَیَّ بَلَدٍ ھٰذَا؟ قَالُوْا اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ بَلَدٌ حَرَامٌ، قَالَ اَتَدْرُوْنَ اَیَّ شَھْرٍ ھٰذَا؟ قَالُوْا اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ شَھْرٌ حَرَامٌ۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اس کا خوب علم ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ یوم الحرام ہے۔ کیا جانتے ہو کہ یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اس کا خوب علم ہے۔ آپ نے فرمایا: بلد الحرام ہے۔ کیا جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا اس کا علم ہے، آپ نے فرمایا: شہرِ حرام ہے۔

فرائضِ نبوت کی بجا آوری ۲۳ رسال کی مسلسل جدوجہد کا اعتراف ایک طرف انسانی زبانوں نے اس طرح کیا کہ ”ہم گواہ ہیں کہ آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا۔“

دوسری طرف اعلانِ خداوندی ہوا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ۔

آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں۔

وحیِ الٰہی کا جو سلسلہ غارِ حرا کی تنہائیوں میں شروع ہوا تھا، میدانِ عرفات کے بھرے مجمع میں اس کی تکمیل کر دی گئی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ہدایت فرمائی:

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ۔

جو لوگ اس وقت یہاں موجود ہیں وہ ان کو سنا دیں جو موجود نہیں۔

(تاریخ مقالات ص:۳۰/تا ص:۶)

ف: یقیناً حضور اقدس ﷺ کا یہ خطبۃ الوداع اس لائق ہے کہ اس کو حرزِ جاں بنایا

جائے۔ اس لئے کہ اس میں پوری امتِ اسلامیہ کے لئے بہترین نصائح و مواعظ مذکور ہیں۔ مزید پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم نے اس کے تحت جو فائدہ لکھا ہے وہ بھی نہایت پُر اثر اور پُر کیف ہے جو بالیقین آپ کے ایمانی و دینی ذوق و وجدان کا ترجمان ہے۔ عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہی ان کی بخشش کا ذریعہ بن جائے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔ فجزاهم الله تعالیٰ۔ (مرتّب)

وفات: دوشنبہ کے دن صبح کے وقت نبی کریم ﷺ نے وہ پردہ اٹھایا جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور مسجد طیبہ کے درمیان پڑا ہوا تھا، اس وقت نماز ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک نبی کریم ﷺ اس پاک نظارہ کو جو حضور اقدس ﷺ کی پاک تعلیمات کا نتیجہ تھا ملاحظہ فرما رہے تھے اس نظارہ سے رخِ انور پر بشاشت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھے کہ آپ کا ارادہ نماز میں آنے کا ہے، وہ پیچھے ہٹنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو۔ یہی اشارہ سب کی تسکین کا موجب ہوا۔ پھر حضور ﷺ نے پردہ چھوڑ دیا۔ یہ نماز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے مکمل فرمائی۔

دن چڑھا تو پیاری بیٹی فاطمہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا۔ کان میں کچھ بات کہی، وہ رو پڑیں۔ پھر کچھ اور بات کہی تو وہ ہنس پڑیں۔ بتول پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ پہلی بات حضور اقدس ﷺ نے یہ فرمائی تھی کہ اب مَیں دنیا کو چھوڑ رہا ہوں۔ اور دوسری بات یہ فرمائی تھی کہ اہلِ بیت میں سے تم ہی میرے پاس سب سے پہلے پہنچو گی۔ (یعنی انتقال ہوگا) اسی روز حضور اقدس ﷺ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نے فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو "سَيِّدَةُ نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ" ہونے کی بشارت فرمائی۔ (بخاری، عن عائشہؓ)

پھر حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلایا۔ دونوں کو چوما اور ان کے احترام کی وصیت فرمائی۔ پھر ازواجِ مطہرات کو بلایا اور ان کو نصیحتیں فرمائیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا، انہوں نے آپ کا سر مبارک اپنی گود میں رکھ لیا۔ ان کو بھی نصیحت فرمائی۔ اس وقت تف مبارک سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ پر پڑ رہا تھا۔ اسی موقع پر فرمایا: (اَلصَّلٰوةُ اَلصَّلٰوةُ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی آخری وصیت یہی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اسی ارشاد کو حضور اکرم ﷺ کئی بار دُہراتے رہے۔

اب نزع کی حالت طاری ہوئی۔ اس وقت سرورِ کائنات ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سہارا دیئے ہوئے پس پشت بیٹھی تھی۔ پانی کا پیالہ حضور اکرم ﷺ کے سرہانے رکھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ پیالہ میں ہاتھ ڈالتے اور چہرۂ انور پر پھیر لیتے تھے۔ چہرۂ مبارک کبھی سرخ ہوتا، کبھی زرد پڑ جاتا تھا۔ زبان مبارک سے فرماتے تھے: (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ) (بخاری)

اتنے میں عبدالرحمن ابن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آگئے، ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی، حضور اکرم ﷺ نے مسواک پر نظر ڈالی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم بنا دیا۔ آپ ﷺ نے مسواک کی، پھر ہاتھ کو بلند فرمایا اور زبانِ قدسی سے فرمایا: (اَللّٰھمّ الرَّفیق

الاعلیٰ) یعنی اب میں اعلیٰ و برتر رفیق کو اختیار کرتا ہوں۔

۱۲ربیع الاوّل ۱۱ھ بروز دوشنبہ بوقت چاشت مطابق ۹رجون ۶۳۲ء کو جسم اطہر سے روحِ انور نے پرواز کیا۔ اس وقت عمر مبارک ۶۳رسال قمری پر ۴ردن تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

(احسن السیر مؤلفہ عزیز محبوب احمد ندوی، ص: ۸۲)

(بحوالہ رحمۃ للعالمین مؤلفہ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ)

کلماتِ طیباتِ رسولِ اکرم ﷺ

انتخاب فرمودہ شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ "لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ" روایت مشاہدہ کے برابر نہیں ہے:

ف: اہل دنیا اگر اس حقیقت کو سامنے رکھیں تو کتنی الجھنوں سے نجات مل جائے۔

۲۔ "اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ" جنگ تو چالاکی کا نام ہے۔

ف: جنگ میں بعض دفعہ شجاعت سے زیادہ مخادعت کام آتی ہے۔ لہٰذا از روئے حدیث اس میں مضائقہ نہیں۔ مگر نقض عہد وامان بہرحال جائز نہیں۔

۳۔ "اَلْمُسْلِمُ مِرْاٰةُ الْمُسْلِمِ" ایک مسلم دوسرے مسلم کا آئینہ ہے۔

ف: یعنی ہر مومن کا دل دوسرے کی طرف سے آئینہ کی طرح صاف و بے غبار ہونا چاہئے۔ اور غایت اخلاص سے یہ چاہئے کہ دوسرے مسلمان بھائی کا عیب اسی پر جتادیں۔ دوسرے پر نہیں۔ (مرتب)

۴۔ اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ جس سے مشورہ کیا جائے اس کو امانت داری لازم ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۵۔ ”اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهٖ“ نیک کام کا بتانے والا بھی اس کے کرنے والے کے برابر ہے۔

۶۔ ”اِسْتَعِیْنُوْا عَلَی الْحَوَائِجِ بِالْکِتْمَانِ“ ضرورتوں میں مدد چاہو چھپا کر۔

ف: بلا وجہ اپنی ضروریات کا چرچا نہ کرنا چاہیئے۔ اس سے دشمنوں کو دخل اندازی کا موقع مل جاتا ہے۔

۷۔ ”اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمَرَةٍ“ دوزخ سے بچوا گرچہ آدھے چھوہارے سے ہی۔

ف: یعنی ادنیٰ نیکی سے بھی دریغ نہ کرو۔ کیا معلوم کہ تمہاری نجات اسی حقیر عمل سے ہو جائے۔

۸۔ ”اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ۔“ دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔

۹۔ ”اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّهٗ“ حیا سرتاسر خیر ہی خیر ہے۔

۱۰۔ عِدَةُ الْمُؤْمِنِ کَاَخْذِ الْکَفِّ

مومن کا زبانی وعدہ اس کے ہاتھ مارنے کے برابر ہے۔

ف: مومن کو محض اپنے زبانی وعدے کا اتنا پاس ولحاظ ہونا چاہیئے کہ جیسے اس نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کوئی پکا وعدہ کرلیا ہو۔ پس مومن کی ہر بات پتھر کی لکیر ہونا چاہیئے۔

۱۱۔ ”لَایَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ“ کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔

ف: یعنی کسی دنیوی معاملہ میں باہم رنجیدگی ہو جائے تو اسے تین دن کے اندر ہی ختم ہو جانا چاہیئے۔ حدیث پاک میں فریق ثانی کے لئے ”اخ“ یعنی بھائی کا لانا

کس درجہ حکیمانہ ہے۔

۱۲۔ ”لَیْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّنَا“ وہ ہم میں سے نہیں جو ہم سے خیانت کرے

۱۳۔ ”مَاقَلَّ وَکَفٰی خَیْرٌ مِّمَّا کَثُرَ وَاَلْھٰی“ جو چیز تھوڑی ہو مگر کافی ہو جائے وہ اس سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور غفلت میں ڈال دے۔

۱۴۔ ”اَلرَّاجِعُ فِیْ ھِبَتِهٖ کَالرَّاجِعِ فِیْ قَیْئِهٖ“ دی ہوئی چیز کو واپس لینے والا ایسا ہی ہے جیسے اپنی قے کو چاٹ جانے والا۔

۱۵۔ ”اَلْبَلَاءُ مُؤَکَّلٌ بِالْمَنْطِقِ“ مصیبت تو مقرر ہے بولنے ہی پر۔

ف: انسان اگر اپنی زبان کو قابو میں رکھنا سیکھ لے تو کتنی مصیبتوں فکروں اور رنجشوں سے نجات پا سکتا ہے۔

۱۶۔ ”اَلْاِنْسَانُ کَاَسْنَانِ الْمُشْطِ“ انسان کی مثال کنگھی کے دندانوں کی سی ہے۔

ف: یعنی جس طرح چند دندانوں کے ٹوٹ جانے سے پوری کنگھی ناقص ہو جاتی ہے، ویسے ہی چند لوگوں کے راہِ فساد پر پڑ جانے سے پورا معاشرۂ انسانی متأثر ہو جاتا ہے۔

۱۷۔ ”اَلْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ“ تونگری تو دل کی تونگری ہے۔

ف: جب تک غناءِ قلب حاصل نہیں ہوتا، باوجود مال و دولت کے آدمی فقیر ہی رہتا ہے۔

۱۸۔ ”اَلسَّعِیْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَیْرِهٖ“ خوش قسمت وہ ہے جو دوسروں کے حال سے نصیحت حاصل کرے۔

ف: یعنی خوش نصیب وہ ہے جو دوسروں کا انجام دیکھ کر اپنی اصلاح خود

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہی کرلے۔

۱۹۔ ''اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْراً''بعض شعر حکمت سے پُر ہوتے ہیں اور بعض تقریریں جادو کی طرف مؤثر ہوتی ہیں۔

۲۰۔ ''عَفْوُ الْمُلُوْکِ اِبْقَاءُ الْمُلْکِ''بادشاہوں کے عفو سے ملک کی بقا ہے۔

ف: یعنی بادشاہ اگر ہر بات پر غصہ کرنے لگے تو رعایا تباہ اور ملک ویران ہوجائے گا۔

۲۱۔ ''اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّہٗ''آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

ف: یہ کتنا اچھا نسخہ ہے جس سے ساری امت کو تعلیم دی گئی ہے کاش کہ ہم اتنے پر بھی عمل پیرا ہوجاتے تو بیڑا پار ہوجاتا اور ابرار وصالحین کی رفاقت نصیب ہوتی۔

۲۲۔ ''مَاھَلَکَ اِمْرَءٌ عَرَفَ قَدْرَہٗ''جس نے اپنی حقیقت پہچان لی وہ برباد نہ ہوا۔

ف: عرفانِ نفس سے عرفانِ حق کی راہ کھل جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے: مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ خودشناسی ذریعہ ہے خداشناسی کا۔

۲۳۔ ''اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَ لِلْعَاھِرِ الْحَجَرُ''اولاد کے نسب کا ثبوت عورت کے شوہر اور اس کے شرعی آقا کے لئے ہے۔ زانی کے لئے نسب سے محرومی ہے۔

ف: ایسی اولاد ماں کی طرف منسوب ہوگی نہ کہ باپ کی طرف۔

۲۴۔ ''اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی''اوپر والا ہاتھ بہتر ہے نیچے والے ہاتھ سے۔

ف: یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اس سے اعطاء وانفاق کی کیسی کچھ فضیلت نکلی۔

۲۵۔ ''لَایَشْکُرُ اللّٰہَ مَنْ لَّا یَشْکُرُ النَّاسَ''جو بندوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہ ہوگا۔

۲۶۔ ''حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ۔''کسی چیز کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کردیتی ہے۔

۲۷۔ جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا وَبُغْضِ مَنْ اَسَاءَ اِلَیْھَا

دلوں کی خلقت ہی ایسی ہوئی ہے کہ بھلائی کرنے والے کے ساتھ محبت پیدا ہوجاتی ہے اور برائی کرنے والے کے ساتھ دشمنی۔

۲۸۔ ''اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ''گناہ سے توبہ کرنے والا گناہ نہ کرنے والے ہی کے برابر ہے۔

۲۹۔ ''الشَّاھِدُ یَرٰی مَالَا یَرَاہُ الْغَائِبُ''حاضر دیکھ لیتا ہے اس شے کو جسے غائب نہیں دیکھ پاتا۔

۳۰۔ ''اِذَا جَاءَ کُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہُ''جب تمہارے پاس کسی جماعت کا سردار آئے تو اس کی تعظیم کرو۔

ف: یعنی کسی قبیلہ کا سردار تمہارے پاس آجائے تو اس کی سرداری کا حق ہے کہ اس کا اکرام کیا جائے۔

۳۱۔ ''اَلْیَمِیْنُ الْفَاجِرَۃُ تَدَعُ الدِّیَارَ الْبَلَاقِعَ''جھوٹی قسم ملکوں کو اجاڑ ڈالتی ہے۔

۳۲۔ ''مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ''جو اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔

ف: سبحان اللہ! شریعتِ الٰہی نے جذبۂ فطری کی کیسی رعایت فرمائی ہے کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جومال کی حفاظت میں قتل ہوا اس کو بھی شہادت کا ایک درجہ دے دیا ہے۔

۳۳۔ ''اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّةِ''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

۳۴۔ سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ''قوم کا سردار اس کا خادم ہوتا ہے۔

ف: یعنی سردار قوم کا نصب العین بس قوم کی خدمت ہونا چاہئے۔ اسی خدمت سے اس کی سرداری کی بقاء ہے۔

۳۵۔ ''خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا''عمل میں سب سے بہتر اس کا درمیانی ہے۔

۳۶۔ '' اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْ اُمَّتِیْ فِیْ بُکُوْرِھَا یَوْمَ الْخَمِیْسِ ''الٰہی! میری امت کو برکت دے جمعرات کی صبح کے سفر میں۔

۳۷۔ ''کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا''قریب ہے کہ مفلسی کفر تک پہنچا دے۔

۳۸۔ ''اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ''سفر بھی مصیبت کی ایک قسم ہے۔

ف: آج بھی اس کا تجربہ ہوتا رہتا ہے۔ جب کہ متعدد قسم کی سواریوں کی بہتات ہے۔

۳۹۔ ''اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ''مجلسیں امانت سے قائم رہتی ہیں۔

ف: یعنی مجلس کی بات مجلس ہی تک رکھنا اور کسی کے راز کا افشانہ کرنا حقِّ مجلس ہے۔

۴۰۔ خَیْرُ الزَّادِ التَّقْوٰی''بہترین توشہ پرہیزگاری ہے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ آمین

مکتوب مجدد الف ثانیؒ بنام فرید بخاریؒ

در مدح النبی الامی ﷺ

یقیناً یہ وہ مکتوب عالی ہے جسے حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ نے اپنے خاص مرید فرید بخاری کو لکھا ہے، جس میں حضور اکرم ﷺ کی غایت درجہ

مدح وستائش فرمائی ہے۔ اس کو یہ حقیر بھی اپنی سعادت ونجات اخروی کا وسیلہ سمجھ کر اپنی کتاب کا جزء بنا رہا ہے۔

مکتوب نمبر ۴۴: در مداحی حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ آں سعادت نامہ وسیلۂ نجاتِ اخرویٔ خود ساختہ اند نہ آنکہ مداحی او نماید، بلکہ کلام خود بمدح او بہ ستاید

حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح میں کہ عشاق کرام نے اس سعادت نامہ کو اپنی نجاتِ اخروی کا وسیلہ بنایا ہے۔ درحقیقت اس کا مقصد حضور ﷺ کی مدح کرنا نہیں ہے بلکہ اپنے کلام کو ان کی مدح سے آراستہ و پیراستہ کرنا ہے ؎

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّداً بِمَقَالَتِیْ
لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ

ترجمہ: میں نے اپنے کلام سے محمد ﷺ کی مدح نہیں کی، بلکہ آنحضرت ﷺ کے ذریعہ دراصل اپنے کلام کی مدح کی ہے۔

فَاَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ سُبْحَانَہُ الْعِصْمَةُ وَالتَّوْفِیْقُ اِنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَاَکْثَرُ النَّاسِ تَبَعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَاَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَی اللّٰہِ وَاَوَّلُ مَنْ یَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَاَوَّلُ مَنْ یَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ فَیَفْتَحُ اللّٰہُ لَہٗ وَحَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ تَحْتَہٗ اٰدَمُ فَمَنْ دُوْنَہٗ وَھُوَ الَّذِیْ قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَاِنِّیْ قَائِلٌ قَوْلًا غَیْرَ فَخْرٍ وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَاَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ فَلَا فَخْرَ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اَلْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فَرِیْقَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ قَبِیْلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُیُوْتاً فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ بَیْتاً فَاَنَا خَیْرُهُمْ نَفْساً وَخَیْرُهُمْ بَیْتاً وَاَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجاً اِذَا بُعِثُوْا وَاَنَا قَائِدُهُمْ اِذَا وَفَدُوْا وَاَنَا خَطِیْبُهُمْ اِذَا اَنْصَتُوْا وَاَنَا مُسْتَشْفِعُهُمْ اِذَا حُبِسُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَا یَئِسُوْا، اَلْکَرَامَةُ وَالْمَفَاتِیْحُ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ وَاَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ عَلٰی رَبِّیْ، یَطُوْفُ عَلَیَّ اَلْفُ خَادِمٍ کَاَنَّهُمْ بَیْضٌ مَکْنُوْنٌ وَاِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ کُنْتُ اِمَامَ النَّبِیِّیْنَ وَخَطِیْبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَیْرَ فَخْرٍ لَوْلَاهُ لَمَا خَلَقَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْخَلْقَ وَلَمَا اَظْهَرَ الرُّبُوْبِیَّةَ وَکَانَ نَبِیّاً وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ۔

پس میں حضور ﷺ کی منقبت کو لکھتا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے لغزش سے محفوظ رکھے اور نیک توفیق عطا فرمائے۔ بیشک حضرت محمد ﷺ تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں اور قیامت میں تمام انبیاء کرام کے مقابلہ میں آپ کے متبعین زیادہ تعداد میں ہوں گے۔ آپ ﷺ اللہ کے نزدیک تمام اولین وآخرین میں مکرم ومعظم ہیں۔ قیامت قائم ہونے پر سب سے پہلے آپ ہی اپنے مرقدِ مبارک سے اٹھیں گے۔ آپ ﷺ سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہوں گے اور سب سے پہلے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ سب سے پہلے آپ ﷺ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کھولے گا۔ قیامت میں آپ لوائے حمد کو اٹھائے ہوں گے اور حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سب حضرات اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ خود آں حضرت ﷺ

نے فرمایا کہ ہم یعنی میں اور میری امت ظہور کے اعتبار سے آخر میں ہیں، لیکن قیامت کے دن آگے ہوں گے یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ میں اللہ کا حبیب ہوں، میں مرسلین کا قائد ہوں۔ اور یہ بات بھی فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں اور میں سلسلۂ انبیاء کا ختم کرنے والا آخری نبی ہوں اس پر بھی فخر نہیں، میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان سب سے بہتر پیدا کیا۔ پھر ان مخلوق کو دو حصوں (عرب وعجم) میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں سے بہتر میں پیدا کیا۔ پھر قبائل بنائے تو مجھے بہتر قبیلے میں پیدا کیا، پھر اس قبیلے کی شاخیں بنائیں تو ان میں سے بہترین شاخ میں مجھے پیدا کیا۔ پس میں از روئے نفس اور بنظر قبیلہ وبیت سب میں بہتر ہوں (یہ مجھ پر اللہ کا انعام ہے) قیامت میں سب سے پہلے قبر سے برآمد ہونے والا میں ہی ہوں گا۔ جب لوگ درگاہِ خداوندی میں آئیں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا جب وہ کلام نہ کرسکیں گے تو میں کلام کرنے والا ہوں گا۔ اور جب تمام لوگ میدان محشر میں پریشان ومحبوس کھڑے ہوں گے تو میں ان کی شفاعت کروں گا، جب وہ ناامید ہوجائیں گے تو میں ان کو بشارت سناؤں گا۔ اس دن کرامت وبزرگی اور کلید ہائے جنت میرے ہاتھ میں ہوں گی، ثنائے حق کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ خدا کے نزدیک میں تمام فرزندانِ آدم علیہ السلام میں گرامی ترین ہوں۔ اور جب قیام کا دن ہوگا تو مجھ پر ہزار خادم طواف کریں گے۔ گویا وہ محفوظ سفید موتی ہوں گے۔ اور جب قیامت کا دن ہوگا تو میں امام الانبیاء خطیبِ انبیاء اور صاحبِ شفاعت ہوں گا۔ ان خصوصیات پر کچھ فخر نہیں ہے۔ بلکہ صرف اظہارِ نعمت کے لئے کہہ رہا ہوں۔ (دراصل) آپ ﷺ باعثِ تخلیق عالم ہیں۔ آپ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ اور نہ اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت کا اظہار کرتا۔ اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آپ ﷺ اس وقت نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام کا پُتلا بھی تیار نہ ہوا تھا۔

نماند بعصیاں کسے در گرو
کہ دارد چنیں سید پیش رو

لاجرم مصدقانِ اینچنیں پیغمبر سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام خیر الامم باشند ومکذبان او علیہ الصلوٰۃ والسلام بدترین بنی آدم۔

چوں آن سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام محبوب رب العالمین است متابعان بواسطۂ متابعت بمرتبۂ محبوبیت می رسند چہ محب در ہر کہ شمائل واخلاق محبوب خود می بیند آن کس را محبوبِ خود می دارد۔ ومخالفانِ سنت را از اینجا قیاس باید کرد۔

بیشک گناہوں کی وجہ سے کوئی شخص گروقید میں نہ ہوگا جو کہ ایسا سردار وپیشوا رکھتا ہو۔ ایسے عظیم الشان پیغمبر کی تصدیق کرنے والے یقینا خیر الامم ہونے چاہئیں اور اس کی تکذیب کرنے والے یقینا بدترین بنی آدم ہونے چاہئے۔ آنحضور ﷺ جب کہ رب العالمین کے محبوب ہیں، اس لئے ان کے متبعین متابعت کے واسطہ سے محبوبیت کے مرتبہ تک پہنچتے ہیں۔ اس لئے کہ محب جس کسی میں اپنے محبوب کے اخلاق وعادات دیکھتا ہے تو اس شخص کو محبوب بنالیتا ہے۔ اور سنت کے مخالفین کو اس قاعدے سے قیاس کر لینا چاہئے۔ یعنی جو کہ محبوب کی عادات کو ترک کر کے مبغوض کی روش اختیار کرے گا وہ مبغوض ہو جائے گا۔

(مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانیؒ دفتر اول ص:۹)

ف: سبحان اللہ! جامع الکمالات والحسنات نبی کریم ﷺ نے اپنا تعارف اس طرح پیش فرمایا کہ کوئی بڑا سے بڑا صحابی یا بعد کا کوئی با کمال امتی حضور اکرم ﷺ

کے تعارف سے عاجز وبے بس ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرماتے رہے کہ "لا فخر"، یعنی اس فضل وشرف پر مجھے کوئی فخر نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ مجھے ان کمالات ومعجزات سے مشرف فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر بضرورت کوئی نبی یا ولی اپنے مقام وکمال سے آگاہ کرے تو اپنے دل میں عجب وخود پسندی کا شائبہ و وسوسہ تک نہ آنے دے، بلکہ زبان سے بھی اس سے برأت کا اظہار کرتا رہے، تاکہ کسی کو بدگمانی کا موقع نہ ملے۔ اور حضور اکرم ﷺ کی مدح کے لئے یہی کیا کم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح وستائش اور اپنے انعام واکرام کا ذکر کلام مجید میں اس طرح فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (الاحزاب:۵۶)

اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول ﷺ پر۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجا کرو۔

آیت کا حاصل یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پیغمبر پر دم بدم اپنی رحمت بھیجتے رہتے ہیں، ایک رحمت کے بعد دوسری رحمت اور ایک برکت کے بعد دوسری برکت، وعلیٰ ہذا۔ یہاں اللہ کی صلوٰۃ سے اللہ تعالیٰ کی عام رحمت مراد نہیں، بلکہ خاص الخاص رحمت مراد ہے، جو اس کی شانِ الوہیت اور شانِ ارحم الراحمین کے مناسب ہے۔

پس اے میرے خاص بندو! جو اس نبی پر ایمان لائے ہو تم پر بحق ایمان یہ لازم ہے کہ تم بھی اس نبی پر صلوٰۃ وسلام بھیجا کرو، جیسا کہ صلوٰۃ وسلام بھیجنا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چاہئے۔تاکہ بحق ایمان تم پر نبی کا جو حق ہے وہ کچھ ادا ہو اور جہاں تک ممکن ہو تم اس کے ادب واحترام کو پورا پورا ملحوظ رکھو۔

اہلِ ایمان پر رسول ﷺ کی تعظیم فرض ہے، حتیٰ کہ جو مومنین اور مومنات یعنی مرد اور عورت اس نبی کے پیرو ہیں ان کو بھی ایذاء نہ پہنچاؤ۔جیسا کہ آئندہ آیت میں آتا ہے:

(اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ) اور(وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ)

اس لئے کہ ہم کو نبی کریم ﷺ کے ذریعہ ہی اللہ تک پہنچنے کا راستہ معلوم ہوا ہے۔شقاوت سے بچنے اور سعادت حاصل کرنے کے طریقے ہم کو معلوم ہوئے ہیں۔لہٰذا اس نعمت کا شکر ہم پر واجب ہے۔اس حق نعمت کی ادائیگی کے لئے بطور شکر ہم پر صلاۃ وسلام واجب ہے۔(معارف القرآن ادریسی: ج/۶ص/۲۸۶)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

حضور اکرم ﷺ کی امت کو اہم نصیحت

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خاتم النبیین رحمۃ للعالمین سید المعصومین حضور اقدس ﷺ کی اس سیرت پاک کے سلسلۃ الذہب کو اس نصیحت پر ختم کروں جس میں آپ ﷺ نے اپنی پوری امت کو احتمالِ کبر سے بچنے کی محض زبانی قول یا صرف عمل ہی سے نہیں، بلکہ قلبی حالت کے اظہار سے گویا امت کو ہدایت ونصیحت فرمائی ہے۔جب کہ آپ ﷺ معصوم تھے، کبر وغرور کا احتمال قطعاً نہ تھا، پھر بھی اتنا

خوف فرمارہے ہیں، تو ہم گنہ گاروں کو کبر وغرور بلکہ اس کے اسباب ودواعی سے کس قدر احتراز کرنا چاہئے۔اعاذنا اللّٰہ منہ

چنانچہ حکیم الامت مجدد الدین والطریقت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث شریف کو اپنی اہم کتاب "اَلتَّکَشُّفُ عَنْ مُھِمَّاتِ التَّصَوُّفِ" کے اخیر میں درج فرمائی ہے۔

اب ہم اس حدیث کو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے اردو ترجمہ، فائدہ اور دعاء خاص کے ساتھ نقل کرتے ہیں اور ساری امت کے سامنے بطور ہدیہ سنیہ اس نصیحت کو پیش کرتے ہیں، تاکہ ساری امت محمدیہ علیہا الصلوٰۃ والسلام اس نصیحت پر عمل کرکے ظاہری وباطنی بیماریوں سے شفایابی اور دنیا وآخرت کی کامیابیوں سے سرفرازی حاصل کرسکے۔وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

حدیث پاک یہ ہے:

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ یَوْمٍ شَدِیْدِ الْحَرِّ نَحْوَ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ فَکَانَ النَّاسُ یَمْشُوْنَ خَلْفَہٗ، فَلَمَّا سَمِعَ صَوْتَ النِّعَالِ وَقَرَ ذٰلِکَ فِیْ نَفْسِہٖ فَجَلَسَ حَتّٰی قَدَّمَھُمْ اَمَامَہٗ لِئَلَّا یَقَعَ فِیْ نَفْسِہٖ شَیْءٌ مِّنَ الْکِبْرِ۔(ابن ماجہ شریف، باب: من کرہ ان یوطا عقباہ)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ تیز گرمی کے دن بقیع کی طرف چلے اور لوگ آپ کے پیچھے چل رہے تھے۔جب آپ ﷺ نے جوتیوں کی آواز سنی تو آپ کے قلب پر یہ امر گراں گزرا۔پس آپ بیٹھ گئے، یہاں تک کہ لوگوں کو اپنے آگے کردیا تاکہ کوئی اثر بڑائی کا آپ ﷺ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے قلب میں نہ واقع ہو جائے۔

ف: اس سے معلوم ہوا کہ جب حضور معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اصلاح کی اتنی فکر تھی تو ان کے بعد کے اکابر کو بھی بدرجہ اولیٰ اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔ (مرتب)

پس اسی حدیث کے مضمون پر اصل رسالہ کو ختم کرتا ہوں کیوں کہ خاتمہ تنبیہ ہی کے مضمون پر مناسب ہوتا ہے، تا کہ رسالہ جن علوم واعمال کو متضمن ہے یہ تخویف ان کی موافقت وامتثال کے لئے بیدار کردے، نیز اس میں تاسی واقتداء قرآن مجید کا بھی ہے کہ سب سے آخر آیت اس کی یہ ہے۔

قولہ تعالیٰ: وَاتَّقُوْا يَوماً تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ (البقرۃ:۲۸۱)

اور ڈرو اس دن سے جس دن تم لوٹائے جاؤ گے اللہ کی طرف پھر ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اس کے بعد حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ:

پس عرض کرتا ہوں کہ اس حدیث میں غور کرنے سے ناقص تو ناقص کاملین کی بھی آنکھیں کھلتی ہیں اور ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوتی ہے جو زعم کمال کے بعد اپنی نگرانی حال سے بے فکر ہو جاتے ہیں۔ خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اکابر کو بھی فارغ ہو کر نہ بیٹھنا چاہئے، بلکہ مثل مبتدی کے اہتمام اصلاحِ اعمال اور اندیشۂ تغیر حال میں لگا رہنا چاہئے۔ اور یہی خیریت ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ۔

(الاعراف:۹۹)

پس اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے مطمئن نہیں ہوتے مگر خسارے میں پڑنے والی قوم۔

اور کسی نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

غافل مشو کہ مرکب مردان مرد را
در سنگلاخ بادیہ پے ہا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش
نا گہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

اَللّٰهُمَّ اَعِنَّا عَلَى الْاِسْتِقَامَةِ مَعَ الْقُبُوْلِ وَالْكَرَامَةِ فِى الدُّنْيَا وَيَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ ("اَلتَّكَشُّفُ عَنْ مُهِمَّاتِ التَّصَوُّفِ":۷۰۷)

اے مخاطب! تم غفلت سے نہ چلو اس لئے کہ اس راہ کے سوار سنگلاخ بیابانوں کو برابر طے کرتے رہے ہیں۔ البتہ ناامیدی کی راہ پر بھی نہ چلو اس لئے کہ بہت سے آزادمنش لوگ ایک ہی آہ وفریاد کے واسطہ سے منزلِ مقصود تک پہنچ گئے ہیں۔ (مرتّب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ابوالبشر اول الانبیاء سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام

تخلیق آدم: قرآن پاک میں انبیاء علیہم السلام کے تذکروں میں سب سے پہلا تذکرہ حضرت آدم علیہ السلام کا ہے اور آپ سب سے پہلے انسان ہیں جن کو خود اللہ تعالیٰ نے لیسدار، چھنے ہوئے، خمیر شدہ گارے سے شکل عطا کی جو خشک ہو کر ٹھیکری کی طرح بجا پھر ہر طرح سے درست کر کے جمعہ کے روز اپنی روح پھونک کر فرشتوں کے سجدہ سے اعزاز و اکرام فرمایا اور برائے تسکین خاطر "حوا" کو وجود بخشا اور ان کی زوجیت میں دے کر جنت میں رہائش عطا کی۔

حلیہ شریف: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو انتہائی حسین وجمیل بنایا اور کیوں نہ ہو جب کہ رب نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوسفؑ کو نصف حسن عطا ہوا، علماء نے صراحت کی ہے کہ حضرت آدم کے حسن کا نصف مراد ہے، آپ علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بال لمبے اور سیاہ تھے قد ساٹھ گز تھا۔

خلافت آدم: وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰئِکَةِ اِنّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْ اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ اِنّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (البقرۃ:۳۰)

اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے، ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب، (فرشتے) کہنے لگے کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں

ایسے لوگوں کو جو فساد کریں گے اس میں اور خونریزیاں کریں گے۔ اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں بحمد اللہ اور آپ کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں کو اطلاع دی کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں جو اختیار اور ارادہ کا مالک ہوگا گویا وہ میری زمین پر قدرت اور تصرف و اختیار کا مظہر ہوگا، فرشتوں نے یہ سنا تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا، اگر اس ہستی کی پیدائش کی یہ حکمت ہے کہ وہ دن رات تیری تسبیح وتہلیل میں مصروف رہے گا تو ہم ہر لمحہ تیری حمد وثنا کرتے اور بے چوں وچرا تیرا حکم بجالاتے ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ خاکی تیری زمین میں خرابی وخونریزی بپا کردے۔

بارگاہ الٰہی سے انہیں ایسا جواب مرحمت ہوا جس سے ان کے تمام شکوک وشبہات ختم ہو گئے، فرمایا: اِنّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ یقیناً میں ان حقائق کو جانتا ہوں جس سے تم بے بہرہ ہو۔ (مستفاد از قصص القرآن: مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ)

ف: اس میں فرشتوں کی جانب سے اس احتمال کی گنجائش رہ گئی تھی کہ خیر انسان کو پیدا کر دیا جائے مگر ان کی اصلاح کی خدمت ہم کو دے دی جائے اس لئے اب اس بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آدمیوں کی اصلاح آدمی ہی سے ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ مصلح کے لئے علم کی ضرورت ہے اور جس خاص علم کی ضرورت ہے وہ ملائکہ کی استعداد سے خارج ہے۔ اگلی آیت میں یہی حکایت ہے۔

تعلیم حضرت آدم علیہ السلام: چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰئِکَةِ فَقَالَ اَنْبِئُوْنِیْ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بِاَسْمَاءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ه قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔(البقرۃ: ۳۱)

ترجمہ: اورعلم دے دیا اللہ نے حضرت آدم کو سب چیزوں کے اسماء کا پھر وہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کردیں پھر فرمایا، بتلاؤ مجھ کو ان چیزوں کے نام، اگر تم سچے ہو، فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں ہم کو ہی علم نہیں مگر وہی جو کچھ آپ نے دیا۔ بیشک آپ بڑے علم والے اور حکمت والے ہیں۔

تشریح: اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرکے تمام موجودات روئے زمین کے اسماء وخواص کا علم دیا پھر وہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کردیں، پھر فرمایا مجھ کو ان کے نام آثار وخواص کے ساتھ بتلاؤ اگر تم سچے ہو۔ فرشتوں نے عرض کیا آپ اس الزام سے پاک ہیں کہ آدم علیہ السلام پر اس علم کو ظاہر فرمایا اور ہم سے پوشیدہ رکھا، ہم کو ہی علم نہیں مگر وہی جو کچھ آپ نے ہماری استعداد کے موافق ہم کو علم عطا کیا۔ (مستفاد از بیان القرآن)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ہر ایک چیز کا نام مع اس کی حقیقت اور خاصیت اور نفع ونقصان کی تعلیم فرمادیا اور یہ علم ان کے دل میں بلاواسطۂ کلام القاء فرمادیا۔ کیوں کہ بدون اس کمال علمی کے خلافت اور دنیا پر حکومت کیوں کر ممکن ہے۔ اس کے بعد ملائکہ کو اس حکمت پر مطلع کرنے کی وجہ سے ملائکہ سے امور مذکورہ کا سوال کیا گیا اگر تم اپنی اس بات میں کہ تم کارِ خلافت انجام دے سکتے ہو سچے ہو تو ان چیزوں کے نام واحوال بتاؤ، لیکن انہوں نے اپنے عجز وقصور کا اقرار کیا اور خوب سمجھ گئے کہ بدون اس علم عام کے کوئی کارِ خلافت

زمین میں نہیں کرسکتا، اور اس علم عام سے قدر قلیل ہم کو اگر حاصل ہوا بھی تو اتنی بات سے ہم قابل خلافت نہیں ہوسکتے۔ یہ سمجھ کر کہہ اٹھے کہ تیرے علم وحکمت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

حضرت آدم کا اظہار علم بحکم خداوندی: جب فرشتوں نے اپنے قصور علم کا صاف لفظوں میں اقرار کرلیا اور اپنے عاجز ہونے کا مشاہدہ کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ۔ (البقرۃ:۳۳)

ترجمہ: حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم بتلا دو ان کو ان چیزوں کے اسماء (مع حالات کے) سوجب بتلادئے ان کو آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کے اسماء تو حق تعالیٰ نے فرمایا، میں تم سے کہتا نہ تھا کہ بیشک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی، اور جانتا ہوں میں جس بات کو تم ظاہر کردیتے ہو اور جس کو دل میں رکھتے ہو۔

تشریح: حضرت آدم علیہ السلام سے جو تمام اشیاء عالم کی نسبت سوال ہوا تو فرفر سب امور ملائکہ کو بتادیئے کہ وہ بھی سب دنگ رہ گئے اور حضرت آدمؑ کے احاطۂ علمی پر عش عش کرگئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہو ہم نہ کہتے تھے کہ ہم جملہ مخفی امور آسمان و زمین کے جاننے والے ہیں اور تمہارے دل میں جو باتیں مکنون (چھپی) ہیں وہ سب بھی ہم کو معلوم ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ف: اس سے علم کی فضیلت عبادت پر ثابت ہوئی۔ دیکھئے عبادت میں ملائکہ اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ معصوم، مگر علم میں چونکہ انسان سے کم ہیں، اس لئے مرتبۂ خلافت انسان ہی کو عطا ہوا۔ اور ملائکہ نے بھی اس کو تسلیم کرلیا اور ہونا بھی یوں ہی چاہئے، کیونکہ عبادت تو خاصّۂ مخلوقات ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے۔ البتہ علم حق تعالیٰ کی صفت اعلیٰ ہے۔ اس لئے قابل خلافت یہی ہوئے۔ کیونکہ ہر خلیفہ میں اپنے مستخلف عنہ (جس کا خلیفہ ہے) کا کمال ہونا ضروری ہے۔ (حاشیہ شیخ الہندؒ)

حضرت آدم علیہ السلام کا اعزاز واکرام: جب آدم علیہ السلام کی علوم خاصّہ میں برتری ثابت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ کوئی ایسی تعظیم کرائی جائے جس سے عملاً بھی یہ ظاہر ہوجائے کہ یہ جامع کمالات ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا" **وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ**"(البقرة:۳۴)

ترجمہ: جس وقت ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدے میں آجاؤ تم آدم کے سامنے سو سب سجدے میں آپڑے بجز ابلیس کے کہ اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آگیا اور ہوگیا کافروں میں۔

جب حضرت آدم علیہ السلام کا خلیفہ ہونا مسلم ہوچکا تو فرشتوں اور ان کے ساتھ جنات کو حکم ہوا کہ حضرت آدم کی طرف سجدہ کریں اور ان کو قبلۂ سجود بنائیں، جیسا کہ سلاطین اول اپنا ولیعہد مقرر کرتے ہیں پھر ارکان دولت کو نذریں پیش کرنے کا حکم کرتے ہیں تاکہ کسی کو سرتابی کی گنجائش نہ رہے، چنانچہ سب نے سجدہ ادا کیا سوائے ابلیس کے کہ اصل سے جنات میں تھا اور ملائکہ کے ساتھ کمال اختلاط

رکھتا تھا، حکم الٰہی کا بوجہ تکبر انکار کیا اور کافر ٹھہرایا گیا، گو علم الٰہی میں پہلے ہی کافر تھا اوروں کو اب ظاہر ہوا یا یوں کہو اب کافر ہوگیا۔ اس پر تکفیر کا فتویٰ اس لئے دیا گیا کہ اس نے حکم الٰہی کے مقابلے میں تکبر کیا اور قبول کرنے میں عار کیا اور اس کو خلاف حکمت ومصلحت ٹھہرایا، جب کہ دوسرے مقام پر اس کا قول مذکور ہے کہ میں ناری الاصل ہونے کی وجہ سے اس تراب الاصل (آدم علیہ السلام) سے افضل ہوں اور افضل سے مفضول کی تعظیم کرانا بے موقع ہے۔

(مستفاد از بیان القرآن وحاشیہ شیخ الہند)

حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی جنت میں سکونت: آدمؑ وحواؑ کی تخلیق اور اعزاز وتکریم کے بعد حق جل مجدہٗ نے جنت حقیقی یعنی جنت الماویٰ میں سکونت دی، یہی علماء محققین کی رائے اور قرآن وحدیث سے مستفاد ہے۔ ارشاد ہے:

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝(البقرة:۳۵)

ترجمہ: اور ہم نے حکم دیا، اے آدم رہا کرو تم اور تمہاری بیوی بہشت میں، پھر کھاؤ تم دونوں اس میں سے بافراغت جس جگہ چاہو اور نزدیک نہ جانا اس درخت کے، ورنہ تم بھی انہیں میں شمار ہوجاؤ گے جو اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔

اور سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

ترجمہ: اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بی بی جنت میں رہو،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پھر جس جگہ سے چاہو دونوں آدمی کھاؤ اور اس درخت کے پاس مت جاؤ کبھی ان لوگوں کے شمار میں آجاؤ جن سے نامناسب کام ہوجایا کرتا ہے۔(بیان القرآن)

اِنَّ لَکَ أَ لَّاتَجُوْعَ فِیْهَا وَلَاتَعْرٰی ہ وَأَ نَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا وَلَا تَضْحٰی۔(طٰہٰ:۱۱۸)

ترجمہ: بیشک تو اس میں بھوکا اور ننگا نہیں ہوگا اور بیشک تو اس میں نہ پیاسا ہوگا نہ تجھے بھوک لگے گی۔

تشریح :اور آدم کے ساتھ معاملہ یہ ہوا کہ ان سے کہا گیا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بی بی جنت میں رہو پھر جہاں سے تمہارا جی چاہے کھاؤ پیو کوئی روک ٹوک نہیں اور تمہیں یہاں نہ بھوک لگے گی اور نہ پیاس۔اور نہ یہاں تم کو دھوپ ستائے گی اور نہ بے لباسی کا کچھ غم ہوگا اور ان سب کے ساتھ بس یہ کرنا ہے کہ یہ درخت جو تم کو بتلایا جاتا ہے اس کے پاس بھی نہ پھٹکنا ورنہ حکم فراموشی کرکے حقوق تلف کرنے والے اور ظلم کرنے والے ہوجاؤ گے،آدم جنت میں رہنے لگے، خواہشات کے مطابق جنت کی نعمتوں سے اپنی اہلیہ کے ساتھ ایک طویل مدت تک لطف اندوز ہوتے رہے۔

شیطان کی شیطنت اور آدمؑ اور حواؑ کی لغزش: آدمؑ وحواؑ کا جنت میں قیام اور وہاں کی لطف اندوزی دیکھ کر،انکار سجدہ کے سبب بارگاہ ایزدی سے ملعون اور مردود ابلیس حسد سے مزید پاگل ہوکر ان کے نقصان رسانی کی ترکیبیں کرنے لگا اور ان کو بے لباس کرکے شرم گاہوں کو ظاہر کرکے رسوا کرنے کی تدبیریں اور فکر کو پراگندہ کرنے کی کوششیں شروع کیں۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّیْطٰنُ لِیُبْدِیَ لَهُمَا مَاوُرِیَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَانَهٰکُمَا رَبُّکُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَا مَلَکَیْنِ اَوْتَکُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِیْنَ ہ وَقَاسَمَهُمَآاِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ہ فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَاسَوْاٰتُهُمَاوَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادٰهُمَارَبُّهُمَا اَلَمْ اَنْهَکُمَاعَنْ تِلْکُمَاالشَّجَرَةِ وَاَ قُلْ لَّکُمَا اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمَاعَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۔(الاعراف:۲۲)

پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کا پردے کا بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا دونوں کے روبرو بے پردہ کردے اور کہنے لگا تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے کسی اور سبب سے منع نہیں فرمایا مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہوجاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہوجاؤ، اور ان دونوں کے روبرو قسم کھائی کہ یقین جانئے کہ میں آپ دونوں کا خیرخواہ ہوں سو ان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا پس ان دونوں نے جو درخت کو چکھا تو دونوں کے پردے کا بدن ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہوگیا اور ان کے رب نے ان کو پکارا کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے ممانعت نہ کرچکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۔

تفسیر: شیطان نے ان سے کہا تمہیں اللہ نے اس درخت سے محض اس لئے روکا ہے کہ مبادا اس کو کھا کر تم فرشتے ہوجاؤ یا فنا سے منزہ ہوکر ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ کیوں کہ اس کے کھانے میں یہ دونوں خاصیتیں ہیں،اور ان سے زور کے ساتھ قسم بھی کھائی کہ میں واقعی تمہارے خیرخواہوں میں سے ہوں،اب ان پر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فرشتہ اور خالد ہوجانے کی خواہش اس قدر غالب ہوئی کہ ممانعت صریحہ کا اور شیطان کی دشمنی کا اور اس بات کا کہ یہ حق تعالیٰ کے ساتھ سوئے ظن ہے کہ اس نے ہمیں اتنی بڑی منفعتوں سے محروم کرنا چاہا ان کو بالکل خیال اور ان کی طرف ان کو بالکل التفات نہ ہوا۔

شیطان نے ان کو فرشتہ اور خالد ہوجانے کی چاٹ دی اور قسم کھا کر ان کو اپنی خیر خواہی کا یقین دلایا

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ۔ (البقرۃ:۳٦)

پس لغزش دے دی دونوں کو شیطان نے اس درخت کی وجہ سے، سو برطرف کر کے رہا ان کو اس عیش سے جس میں وہ تھے، اور ہم نے کہا، اترو نیچے، تم میں سے بعض بعض کے دشمن رہیں گے اور تم کو زمین پر چندے ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ہے یہ ایک میعاد معین تک۔

خطا پر ندامت اور ہبوط ارض: اب ان کو اپنی غلطی کا مشاہدہ کے ذریعہ علم و احساس ہوا تو بڑی ندامت و پشیمانی ہوئی، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی فرمائی اور ان کو معافی کے الفاظ سکھا دیئے،

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔

(البقرۃ:۳٦)

بعد ازاں آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لئے اور خدا نے آدمؑ کی توبہ قبول کی بیشک وہی بڑا درگزر کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

وہ فوراً بارگاہِ الٰہی میں درخواست گزار ہوئے۔

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (الاعراف:۲۳)

دونوں کہنے لگے اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا، اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہوجائے گا۔

اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے فرمایا :

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ۔

فرمایا کہ تم (دونوں اور تیسرا شیطان تینوں) نیچے جاؤ (کیونکہ) تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو (اور جنت دشمنی کی جگہ نہیں ہے، زمین میں آپس میں داؤں پیچ چلو اور خوب کشتی لڑو) اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت (معین) تک رہنا اور (اس سے) فائدہ اٹھانا (طے شدہ) ہے (اس کے ساتھ یہ بھی) فرمایا کہ تم اسی میں زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے دوبارہ نکالے جاؤ گے۔

حضرت آدم اور حوا (علیہما السلام) جب جنت سے نکل آئے تو کافی عرصہ ایک دوسرے سے جدا رہے۔ حضرت آدم کے متعلق روایت کیا جاتا ہے کہ وہ ہندوستان، سری لنکا یا جزائر سرندیپ میں کہیں اترے اور حضرت حوا جدہ میں اتریں۔ یہ ممکن ہے کہ اس وقت ہندوستان اور جزیرۂ عرب کے درمیان سمندر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حائل نہ ہو اور سری لنکا اور جزائر سرندیپ ہندوستان سے جڑے ہوئے ہوں۔ جدہ کے نام کے بارے میں یہ ہے کہ یہ لفظ ج کے زبر، زیر اور پیش (فتحہ، کسرہ اور ضمہ) تینوں طرح سے بولا گیا ہے، زبر (فتحہ) کے ساتھ جَدّہ (دادی) کا شہر کہا گیا ہے۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کی پہلی ملاقات کوہ عرفات پر ہوئی۔ اور لفظ عرفہ یا عرفات کی وجہ تسمیہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اس پہاڑ پر ان دونوں کا تعارف ہوا تھا۔

اولاد آدم علیہ السلام: حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں سدی کے حوالہ سے سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور دیگر صحابہ سے مروی ایک روایت نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت حواؑ کے اکثر جڑواں بچے پیدا ہوتے تھے جن میں لڑکا لڑکی ہوتے تھے، ایک بطن کے لڑکے کا دوسرے بطن کی لڑکی سے نکاح کر دیا جاتا تھا، انہیں بچوں میں دو بھائی ہابیل اور قابیل بھی تھے، قابیل بڑا تھا اور ہابیل چھوٹا، قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی زیادہ خوبصورت تھی اور ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی کم خوبصورت قابیل نے چاہا کہ اپنے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی سے خود شادی کرے، اس کے لئے ہابیل کا وجود اسے ناگوار گزرنے لگا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے دونوں بھائیوں سے کہا کہ دونوں اللہ کے حضور نذر و نیاز پیش کریں، جس کی نذر اللہ تعالیٰ قبول کرلے وہی اس لڑکی سے شادی کرے گا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ہابیل کی نذر قبول کرلی جس کا پتہ اس طرح چلا کہ پہاڑ پر رکھی ہوئی دونوں کی نذروں سے ہابیل کی

نذر جو ایک قربان کیا ہوا دنبہ تھا اسے غیبی آگ نے جلا دیا اور قابیل کی نذر جو غلہ کی شکل میں تھی جوں کی توں رکھی رہی، اس واقعہ سے قابیل مزید غصہ میں آ گیا اور اس نے فیصلہ کرلیا کہ وہ ہر حال میں مطلوبہ لڑکی سے شادی کر کے رہے گا چاہے اسے ہابیل کو قتل کرنا پڑ جائے، اس نے ہابیل کو قتل کی دھمکی دی، مگر ہابیل نے کہا کہ تجھ پر میرے خون کا وبال پڑے گا۔ اور تو اس ظلم کی پاداش میں ہمیشہ دوزخ میں جلے گا اگر تو نے مجھ پر دست درازی کی تو میں جواباً تجھ پر دست درازی کر کے تجھے قتل نہیں کروں گا کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کی نذر قبول کرتا ہے، غیر متقی کی قبول نہیں کرتا۔

بہر حال ایک روز قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا لیکن چونکہ وہ پہلی موت تھی، اسے پتہ نہیں تھا کہ لاش کے ساتھ کیا معاملہ کرے۔ وہ لاش اٹھائے ایک عرصہ تک حیران اور سرگرداں پھرتا رہا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ایک کوے کو بھیجا جس نے اس کے سامنے چونچ سے گڑھا کھود کر ایک مردہ کوے کو دفن کیا تو قابیل نے اپنے اوپر افسوس کیا کہ میں اس حقیر کوّے سے بھی گیا گزرا ہو گیا کہ میری سمجھ میں دفن کا طریقہ نہ آیا۔ پھر قابیل نے بھی اپنے بھائی ہابیل کی لاش کو گڑھا کھود کر دفنا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ المائدہ آیت نمبر ۲۷ تا ۳۱ میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اور حضرت آدم کے دو بیٹے کہہ کر مذکورہ تفصیل بتائی ہے، ان کے نام نہیں بتائے، ہابیل اور قابیل نام تورات واحادیث میں وارد ہوئے ہیں۔

مسند احمد بن حنبل میں ایک روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے کہ دنیا میں جو بھی قتل ہوتا ہے حضرت آدم کے بیٹے قابیل کی گردن پر بھی اس کا گناہ پڑتا ہے۔ کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے ظالمانہ قتل کی شروعات کی اور ایک برے طریقہ کا آغاز کیا۔

ف: اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء اور مشائخ زادوں کی کیا حقیقت ہے جبکہ انبیاء زادے بھی اگر اپنی اصلاحِ اخلاق ونفوس کا تزکیہ نہ کریں گے تو ان سے بھی کبائر تک کا ارتکاب ہوسکتا ہے۔ اسی لئے ہمارے مشائخ کرام وصوفیۂ صافیہ تزکیۂ نفوس کے لئے قوت غضبیہ وقوت شہویہ کو شریعت کے مطابق اعتدال پر لانے کی تاکید فرماتے رہتے ہیں۔ (مرتب)

عبد الوہاب نجار مصری نے "قصص الانبیاء" میں اور مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی نے "قصص القرآن" میں بیان کیا ہے کہ دمشق کے شمال میں جبل قاسیون پر ایک زیارت گاہ بنی ہوئی ہے جو مقتل ہابیل کے نام سے مشہور ہے۔ اور ابن عساکر نے احمد ابن کثیر کے تذکرہ میں ان کا ایک خواب نقل کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپؐ کے ساتھ حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ اور ہابیل بھی تھے، ہابیل نے قسم کھا کر کہا کہ میرا مقتل یہی ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قول کی تصدیق فرمائی۔ (بہرحال یہ ایک خواب ہے جس کی کوئی مستند شرعی حیثیت نہیں ہے)۔ (سیرت انبیاء وحکمت مصطفیٰ)

حضرت آدم علیہ السلام کے فرزندوں میں حضرت شیثؑ نبی بنے اور حضرت آدمؑ کی وفات کے بعد ان کے معاملات کے نگہبان بھی۔

سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کا حج: حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے

انسان اور انسانوں میں سب سے پہلے حاجی ہیں اور تمام بلاد وامصار میں صرف ہندوستان کو اللہ نے یہ عزت بخشی کہ حج کے لئے سب سے پہلا سفر یہیں سے ہوا ہے۔

طبرانیؒ نے 'معجم اوسط' میں، بیہقیؒ نے 'کتاب الدعوات' میں اور ازرقیؒ نے "تاریخ مکہ" میں حضرت بریدہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس وقت حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اتارے گئے تو انہوں نے خانہ کعبہ کا سات چکر طواف کیا اور (اب جہاں مقام ابراہیم ہے اس کے مقابل) دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد یوں دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ سَرِيْرَتِيْ وَعَلَانِيَتِيْ فَاقْبِلْ مَعْذِرَتِيْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِيْ فَاعْطِنِيْ سُؤَلِيْ وَتَعْلَمُ مَافِيْ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُکَ اِيْمَانًا يُبَاشِرُ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ، وَرِضًا بِمَا قَسَمْتَ لِيْ۔

اے اللہ! تو میرا باطن اور ظاہر سب جانتا ہے، پس معذرت قبول کرلے۔ اور تو میری حاجت کو بھی جانتا ہے لہٰذا میری مانگ پوری کردے، اور تو وہ سب جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے، پس میرے گناہ بخش دے۔ اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں پیوست ہو اور ایسا سچا یقین جس سے مجھے عین الیقین حاصل ہو کہ تو نے جو کچھ لکھ دیا ہے اسکے سوا ہرگز نہ مجھے کچھ ملے گا نہ کوئی تکلیف پہنچے گی، اور یہ چاہتا ہوں کہ تیری تقسیم سے راضی رہوں۔

جب آدم علیہ السلام دعا کر چکے تو حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ ہم نے تمہارا گناہ بخش دیا۔ اور تمہاری اولاد میں سے جو کوئی ہمارے یہاں آ کر تمہاری اس دعا کو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پڑھے گا ہم اس کے گناہ بخش دیں گے۔ (بحۃ المرجان ص۔۸ مجمع الزوائد ۲۱۳ ج۔۱۰)

کتب تفسیر و حدیث و شروح احادیث سے ثابت و محقق ہے کہ خانہ کعبہ کی سب سے پہلی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھوں سے ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے کہ مکہ جاؤ اور وہاں ایک گھر تعمیر کرو۔ اور جس طرح فرشتوں کو طواف کرتے دیکھو اسی طرح اس گھر کا طواف کرو۔

تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم کو ہندوستان میں وحی بھیجی کہ خانہ کعبہ کا حج کرو، چنانچہ انہوں نے حج کیا۔

اور سیوطی نے درمنثور میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے ایک ہزار بار پیدل سفر کر کے خانہ کعبہ کے پاس حاضری دی اور اس کی زیارت کی ہے۔ انہوں نے تین سو حج اور سات سو عمرے کئے ہیں۔ پہلے حج کے موقع پر جب وہ عرفات میں بحالت وقوف تھے اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا، اے آدم! آپ کا حج قبول ہوا۔ ہم آپ کی پیدائش سے ہزاروں برس قبل سے خانہ کعبہ کا طواف کرتے آئے ہیں۔ (بحۃ المرجان ص۔۸و۹)

قصۂ آدم میں حکمت و مسائل، عبرت و نصیحت: یوں تو حضرت آدمؑ کے واقعہ میں بے شمار حکمت و نصائح اور عبرت و مسائل کا ذخیرہ موجود ہے جن کا احاطہ اس مقام پر ناممکن ہے، تاہم چند اہم گوشوں کی جانب اشارہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے بھید بے شمار اور ان گنت ہیں، اور یہ ناممکن

ہے کہ کوئی ہستی بھی خواہ وہ کتنی ہی مقربین بارگاہ الٰہی میں سے کیوں نہ ہو ان تمام بھیدوں پر واقف ہو جائے۔ اسی لئے ملائکۃ اللہ انتہائی مقرب ہونے کے باوجود خلافت آدمؑ کی حکمت سے آشنا نہ ہو سکے اور جب تک معاملہ کی پوری حقیقت سامنے نہ آ گئی وہ حیرت ہی میں غرق رہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت و توجہ اگر کسی حقیر شے کی جانب بھی ہو جائے تو وہ بڑے سے بڑے مرتبے اور جلیل القدر منصب پر فائز ہو سکتی ہے اور خلعت شرف و مجد سے نوازی جا سکتی ہے، ایک مشت خاک کو دیکھئے اور پھر "خلیفۃ اللہ" کے منصب پر نظر ڈالئے اور پھر اس کے منصب نبوت و رسالت کو ملاحظہ فرمائیے مگر اس کی توجہ کا فیضان بخت و اتفاق کی بدولت خالی از حکمت نہیں ہوتا، بلکہ اس شے کی استعداد کے مناسب بے نظیر حکمتوں اور مصلحتوں کے نظام سے منظم ہوتا ہے۔

۳۔ انسان کو اگرچہ ہمہ قسم کا شرف حاصل ہوا اور ہر طرح کی جلالت و بزرگی نصیب ہوئی تاہم اس کی خلقی اور طبعی کمزوری اپنی جگہ اسی طرح قائم رہی اور بشریت و انسانیت کا وہ نقص پھر بھی باقی رہا، یہی وہ چیز تھی جس نے حضرت آدمؑ پر بایں جلالت قدر و منصب عظیم نسیان طاری کر دیا اور وہ ابلیس کے وسوسہ سے متأثر ہو گئے۔

خطاکار ہونے کے باوجود اگر انسان کا دل ندامت و توبہ کی طرف مائل ہو تو اس کے لئے باب رحمت بند نہیں ہے اور اس درگاہ تک رسائی میں ناامیدی کی تاریک گھاٹی نہیں پڑتی، البتہ خلوص اور صداقت شرط ہے اور جس طرح حضرت آدم (علیہ السلام) کے نسیان و لغزش کا عفو اسی دامن سے وابستہ ہے اسی طرح ان

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کی تمام نسل کے لئے بھی عفو ورحمت عالم کا دامن وسیع ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ (الزمر:۵۳)

کہہ دے، اے میرے وہ بندو، جو اپنے نفسوں کے بارے میں حد سے گزر گئے ہوں (گناہ کر کے نفسوں پر ظلم کیا ہے) تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بیشک اللہ سب گناہوں کو بخش دینے والا رحم کرنے والا ہے۔

۵۔ بارگاہ الٰہی میں گستاخی یا بغاوت بڑی سے بڑی نیکی اور بھلائی کو بھی تباہ کر دیتی اور ابدی ذلت وخسران کا باعث بن جاتی ہے۔ ابلیس کا واقعہ عبرتناک واقعہ ہے اور اس کی ہزاروں سال کی عبادت گزاری کا جو حشر بارگاہ الٰہی میں گستاخی اور بغاوت کی وجہ سے ہوا وہ بلا شبہہ سرمایۂ صد ہزار عبرت ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَار (قصص القرآن)

ابلیس کے واقعہ سے عبرت ونصیحت: اس سے اکابر امت کو جو نصیحت حاصل ہوئی اس کو صاحب روح المعانی نے بڑے درد وحزن کے انداز سے نقل فرمایا ہے، جس کو حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ نے "اعتراف ذنوب" میں نقل فرمایا ہے۔ اس کو یہاں نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ وہ یہ ہے:

ثم الظاهر ان كفره عن جهل بان استرد سبحانه تعالىٰ منه ما اعاد من العلم الذى كان مرتديا به حين كان طاؤس الملائكة و اظافير القضاء اذا حكت ادمت وقسى القدر اذا رمت اصمت

كان سراج الوصل ازهر بيننا
فهبت به ريح من البين فانطفى

وقيل عن عناد حمله عليه حب الرياسة والاعجاب بما اوتى من النفاسة ولم يدر المسكين انه لو امتثل ارتفع قدره و سما بين الملأ الاعلىٰ فخره ولكنه

اذا لم يكن عونا من الله للفتىٰ
فاول ما يجنى عليه اجتهاده

آگے فرماتے ہیں:

وكم ارقت هٰذه القصة جفونا وراقت من العيون عيونا فان ابليس كان مدة فى دلال طاعته يختال فى رداء مرافقته ثم صار الى ما ترى وجرى مابه القلم جرى ـــہ

وكنا وليلى فى صعود من الهوىٰ
فلمّا توافيننا ثبت و زلت

(روح المعانی: ص/۳۱۲ ج/۱)

ظاہر تو یہی ہے کہ ابلیس کا منشاء اس کا جہل ہوا جس کی صورت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ علم اس کو مرحمت فرمایا تھا جسے وہ چادر (جس میں وہ ملبوس تھا) بنائے ہوئے تھا، جبکہ فرشتوں کے درمیان طاؤس بن کر رہتا تھا، وہ علم اس سے سلب فرمالیا، اور قضا کے ناخون جب گڑائے جاتے ہیں تو زخمی بنا دیتے ہیں اور قدر کی کمان جب تیر اندازی کرتی ہے تو بہرہ بنا دیتی ہے۔ شیطان زبان حال

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے کہتا ہے کہ۔

وصل کا چراغ ہمارے اور ہمارے محبوب کے درمیان روشن تھا کہ اچانک فراق کی ہوا چلی اور وہ بجھ گیا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کے کفر کا سبب اس کا عناد بنا تھا، جس پر حبّ جاہ اور جس شرف سے وہ مشرف تھا اس پر اعجاب (خود پسندی) نے اس کو ابھارا تھا اور مسکین نے یہ بھی نہ جانا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کا امتثال کر لیتا تو اس کی قدر اور بڑھ جاتی اور عالی مرتبہ ملائکہ میں اس کا شہرہ اور بلند ہو جاتا لیکن بات یہ ہے کہ۔

جب کسی شخص کے شامل حال اللہ تعالیٰ کی مدد نہیں ہوتی تو اول چیز جو اس کو نقصان پہنچاتی ہے وہ خود اس کا اجتہاد ہوتا ہے۔

ف: یعنی اس کی فہم ماری جاتی ہے۔

اس واقعہ نے نہ جانے کتنی آنکھوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیند ہی کو اڑا دیا اور ان کے لئے پلک جھپکانے کو حرام کر دیا اور نہ معلوم کتنی آنکھیں ہیں جنہوں نے اس قصہ کو سن کر چشمے جاری کر دیئے اس لئے کہ شیطان ایک زمانہ تک اپنی طاعت کے غرور وناز میں تھا اور حق تعالیٰ کے تعلق کی چادر میں اتراتا پھرتا تھا۔ لیکن اس کے بعد اس کا جو حشر ہوا وہ تم کو معلوم ہی ہے۔ تقدیر کا لکھا سامنے آیا اور وہ اس کا مصداق ہوا کہ۔

ہم اور لیلیٰ عشق ومحبت کے پہاڑ پر چڑھے چلے جا رہے تھے، پس جب کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے ملے ہی تھے کہ میں تو ثابت رہا اور وہ پھسل گئی۔

اس کے بعد حضرت مصلح الامتؒ یوں رقمطراز ہیں کہ:

ابلیس کا یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ یہی سب سے پہلا قصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے، اس لئے اس میں بڑی ہدایت رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندوں نے اس قصہ سے ہدایت حاصل کی ہے۔ جیسا کہ صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ نہ معلوم کتنی آنکھوں سے اس واقعہ نے نیند کو اڑا دیا، اور نہ معلوم کتنی آنکھوں نے اس کی وجہ سے آنسوؤں کے دریا بہا دئے، لیکن یہ سب اسی وقت تھا جب قرآن شریف کو سمجھ کر پڑھا پڑھایا جاتا تھا۔ اب ہم لوگ بھی ان آیات پر سے گزرتے ہیں مگر ذرا قلب میں حرکت نہیں پیدا ہوتی، حالانکہ کبر وعُجب جیسے رذائل کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے یہی ایک واقعہ کافی ہے کہ ابلیس عُجب و پندار میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گیا اور حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے توبہ وانابت اختیار کی تو قصور معاف ہو گیا اور مقبول ومحبوب ہو گئے۔ (بلکہ اسی وجہ سے زمین میں اللہ کے خلیفہ قرار پائے)۔

(اعتراف ذنوب ص ۱۱۳)

موقع سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ محدث جلیل حضرت العلامہ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کے ملفوظات مسمّٰی بہ ملفوظات محدث کشمیریؒ جمع فرمودہ حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوریؒ سے ''حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی خلافت کی وجہ عبدیت تھی نہ کہ زیادتیٔ علم'' اس ملفوظ کو مع عنوان کے ملاحظہ فرمائیں جس کو ہم ''اقوال سلف ہشتم صفحہ ۵۳۶ ہی میں حضرت شاہ صاحبؒ کے تذکرہ میں نقل کر چکے ہیں۔

خلافت آدم علیہ السلام بوجہ عبدیت کے ہے: فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کی وجہ علم زیادہ ہونا بتلایا جاتا ہے لیکن میرے نزدیک چونکہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آدم علیہ السلام کی خلقت ہی میں عبدیت زیادہ تھی بہ نسبت ملائکہ کے اس لئے وہ خلافت سے سرفراز ہوئے ہیں۔ کیونکہ خلافت عطا فرمانے کی بات اور اس پر ملائکہ کی طرف سے عرض و معروض پہلے ہی ہو چکی تھی پھر جب یہ مکالمہ یا مناظرہ ختم ہو چکا تو حق تعالیٰ نے ایک کرشمہ بھی دکھلا دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو علم عطا فرما کر ظاہر میں حجت بھی قائم فرمادی، یعنی عطائے منصب خلافت پر ملائکہ نے بنی آدم کے ظاہری احوال سے سَفْکِ دِمَاء اور فَسَاد فی الارض کا اندازہ لگا کر جو بے محل سوال کر دیا تھا، حق تعالیٰ نے صرف ”اِنِّی اَعلَمُ مَا لَا تَعْلَمُون“ فرمادیا اور فرشتے بھی اپنے بے محل سوال پر نادم ہو گئے، پھر بعد کے واقعات نے ظاہر کر دیا کہ حضرت آدمؑ نے ہر موقع پر جناب باری میں نہایت عاجزی، غایت تذلل اور تضرع و ابتہال ہی کا اظہار کیا۔ اور کوئی بات بھی بجز عبودیت کے ظاہر نہ فرمائی، حالانکہ وہ بھی حجت و دلیل اور سوال و جواب کی راہ اختیار کر سکتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مناظرہ ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام نے ایسی قوی حجت پیش فرمائی کہ حسب ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ حضرت موسیٰ پر غالب آ گئے۔ (ملفوظات محدث کشمیریؒ)

عبادت و عبودیت میں فرق: فقہ کی کتاب ”مراقی الفلاح“ حاشیہ نورالایضاح میں ہے کہ **لیس اشرف من العبودیۃ فی صفات المخلوقین وھی الرضا مما یفعل الربّ والعبادۃ ما یرضیہ والعبودیۃ اقویٰ من العبادۃ لبقائھا فی العقبیٰ بخلاف العبادۃ۔ (مراقی ص ۲۳۰)**

یعنی مخلوق کی صفات میں سب سے اشرف صفت عبودیت ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے

فعل سے راضی رہنا ہے اور عبادت وہ فعل ہے جو اللہ کو راضی کر دے اور عبودیت عبادت سے قوی تر ہے اس لئے کہ یہ آخرت میں باقی رہے گی بخلاف عبادت کے۔ (مرتب)

واقعہ مناظرہ: تتمیم فائدہ کے لئے اس واقعہ کو مشکوٰۃ شریف سے نقل کرتا ہوں۔

اس واقعہ مناظرہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار کے پاس مباحثہ فرمایا، پس حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خاموش کر دیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ آپ وہی آدم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور اپنی روح آپ کے اندر پھونکی اور اپنے ملائکہ سے آپ کا سجدہ کرایا اور اپنی جنت میں ٹھہرایا، پھر آپ نے اپنی خطا اور لغزش کی وجہ سے لوگوں کو زمین کی طرف اتار دیا۔ تو پھر حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا تم وہ موسیٰ ہو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام کے لئے چن لیا ہے اور آپ کو تختیاں عنایت فرمائیں، جن میں ہر شے کے متعلق واضح بیان ہے اور آپ کو رازدار ہونے کی حیثیت سے اپنے قریب کیا۔ پس میری پیدائش سے کتنے پہلے اللہ تعالیٰ نے تورات کو لکھا ہے؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ چالیس سال، تو آدمؑ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس میں لکھا ہوا پایا ہے۔ ”وَعَصیٰ اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَویٰ“ (اور آدمؑ سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے) تو موسیٰؑ نے فرمایا کہ ہاں! پھر آدمؑ نے فرمایا کہ تم مجھ کو ایسے عمل پر ملامت کر رہے ہو جس کو اللہ نے میری پیدائش کے چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا؟ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح حضرت آدمؑ نے حضرت موسیٰؑ کو محجوج فرمادیا یعنی خاموش کر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دیا۔(رواہ مسلم)مشکوۃ ج ا باب الایمان بالقدر(مرتب)

اس کے بعد علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ظاہر ہے یہی دلیل وہ حق تعالیٰ کی جناب میں بھی پیش کر سکتے تھے مگر وہاں ایک حرف بھی بطور عذر گناہ نہیں کہا، بلکہ اس کے برخلاف اپنے قصور کا اعتراف فرما کر مدت دراز تک توبہ و استغفار، عجز و نیاز اور گریہ و زاری میں مصروف رہے۔

میرے نزدیک یہی عبودیت اور سراپا اطاعت و نیازمندی کا وہ مقام تھا جس کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام خصوصی فضیلت وخلافت سے سرفراز ہوئے ہیں۔

ف: اور شاید خطا کا صدور اسی لئے ہوا کہ مزید شکستگی اور عبدیت اور فنائیت نصیب ہو جائے، تاکہ خلافت الٰہیہ کے لائق ہو جائیں۔(مرتب)

پھر اس کے بعد جو حق تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے وصف علم کو اس موقع پر نمایاں کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان کا وصف ظاہر تھا جس کو سب لوگ معلوم کر سکتے تھے، اس لئے کہ وہ مدار فضیلت تھا۔ بخلاف عبودیت کے وہ مستور اور پوشیدہ وصف تھا جس کو معلوم کرنا دشوار تھا۔ پھر فرمایا کہ میں نے حضرت آدم علیہ السلام کے اس قصہ سے پندرہ اصول دین (کاش کہ وہ اصول دستیاب ہو جاتے تو علم کا ایک وسیع باب ہاتھ آجاتا) نکالے ہیں اور وہی اسلام کی اساس و بنیاد ہیں۔

ف: مگر جو جواب حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا، وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے غایت ادب کی بناء پر نہ دیا بلکہ اپنے ظلم و ذنب کا اعتراف فرمایا۔ اس لئے کہ اگر وہ یہ کہتے کہ آپ نے تقدیر میں لکھ دیا تھا اس لئے یہ گناہ

سرزد ہوا تو یہ غایت بے ادبی ہوتی، پھر ان کو قطعاً قبولیت حاصل نہ ہوتی۔

اسی طرح کا تسلی بخش مضمون حضرت العلامہ عبدالوہاب شعرانیؒ نے ”الیواقیت والجواہر“ میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن موقف میں سوال و جواب کے وقت اللہ تعالیٰ سے شدت حیا وخجالت کی بناء پر گنہگاروں کے چہروں سے گوشت کٹ کٹ کر گرنے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی تسلی و تانیس کے لئے فرمائیں گے کہ اے میرے مومن بندو! جو گناہ بھی تم سے دنیا میں سرزد ہوئے ہیں وہ میری قضاو قدر ہی سے ہوئے ہیں، اس لئے پریشان نہ ہو جس سے بندوں کو غایت درجہ انس حاصل ہو گا۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا اپنے مومن بندوں پر کس قدر فضل و احسان ہو گا جس کا بندہ تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن اگر کوئی بندہ ازخود یہ بات کہہ دیتا کہ اے رب! یہ گناہ بہت پہلے میرے حق میں آپ نے لکھ دیا تھا اس لئے یہ گناہ مجھ سے سرزد ہوا، تو یہ اللہ کی جناب میں سخت گستاخی اور بے ادبی شمار ہوتی جس سے وہ عنداللہ قبولیت سے بہت دور ہو جاتا، بلکہ مردود ہو جاتا۔ فالعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(ماخوذ از الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص ۱۶۸)

اب دلی تقاضا ہے کہ عبدیت اور بندگی، عجز و فروتنی کے اس اہم مضمون کو حضرت سعدی شیرازیؒ کے ان اشعار پر تمام کروں۔

سخن ماند از عاقلاں یادگار زسعدی ہمیں یک سخن یاددار

گنہگار اندیشہ ناک از خدائے بہ از پارسائے عبادت نمائے

یعنی دستور ہے کہ عقلمندوں کی بات یاد رکھی جاتی ہے۔ تو پھر سعدی کی صرف ایک بات یاد رکھ، وہ یہ کہ اللہ کا خوف رکھنے والا گنہگار، عبادت کی نمائش

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کرنے والے پارسا سے بہتر ہے۔

رہ این است سعدی کہ مردان راہ — بعزت نکر دند در خود نگاہ

ازیں برملائک شرف داشتند — کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

یعنی اے سعدی راستہ تو یہی ہے اللہ کی راہ طے کرنے والے حضرات اپنے کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے جس کی وجہ سے فرشتوں سے بزرگی میں سبقت لے گئے کہ اپنے کو کتے سے بھی بہتر نہیں سمجھا۔

یہ اشعار مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کو جو سراپا عجز و نیاز، تواضع و انکسار، نیستی و فروتنی تھے بہت پسند تھے، جن کو اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''اعتراف ذنوب'' میں نقل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس باطنی کیف و حال سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین۔ (مرتب)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی امتیازی صفت عبدیت تھی: اس کے بعد محدث کبیر حضرت شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے چند ملفوظات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت کے سلسلہ میں مذکور ہیں وہ مناسب مقام ہونے کی وجہ سے درج ذیل ہیں:

فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے القاب میں سب سے بڑا لقب ''عبدہ'' ہے اور عارفین نے سب سے بڑا مقام عبدیت ہی کو بتلایا ہے۔

حضرات علماء اسلام کا ارشاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کے ساتھ تواضع و نیستی اختیار فرمائی تو نعمت معراج سے مشرف ہوئے، اسی لئے واقعۂ اسراء میں ''عبد'' کے لفظ سے اس کی طرف اشارہ فرمایا اور مخلوق کے ساتھ تواضع کی تو دولت

شفاعت سے مشرف ہوئے۔ واللہ اعلم۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد سے نقل فرمایا کہ میں نے ابوالقاسم سلیمان انصاری کو یہ کہتے سنا کہ شب معراج میں حق تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ آپ کو کون سا لقب و وصف سب سے زیادہ پسند ہے؟ تو آپؐ نے جواب دیا ''وصف عبدیت'' (آپ کا بندہ ہونا)، اس لئے سورۂ اسراء میں آپؐ کا یہی پسند کردہ لفظ نازل ہوا۔

بحوالہ سیرت المصطفیٰ ج ۱ ص ۳۱۳ (ملفوظات محدث کشمیریؒ ص ۱۷۷)

ف: اسی لئے صوفیہ کرام جو صحیح معنی میں انبیاء کے باطنی احوال و اوصاف کے وارث ہیں وہ فروتنی و شکستگی کی ان الفاظ میں تعریف فرماتے ہیں: معصیة اورثت ذلا و انکسارًا خیر من طاعة اورثت عزا و استکبارًا (حاشیہ ترصیع الجواہر المکیہ ص ۴۶) یعنی جو معصیت انسان کے اندر ذلت و انکسار پیدا کرے وہ اس طاعت سے بہتر ہے جو کبر و نخوت کا سبب بنے۔ (مرتب)

استحقاق خلافت کے اوصاف: حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ اس قصۂ آدم پر برابر کلام فرماتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں پہلا قصہ سیدنا آدم علیہ السلام اور ابلیس کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ دیکھ لیجئے کہ اس واقعہ میں کیسی کیسی حکمت و مصلحت کی باتیں بیان ہوئی ہیں۔ خاص طور پر مسئلہ خلافت کو خوب ہی خوب واشگاف فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام کن اسباب کی بناء پر مقبول و محبوب بارگاہ ہوئے، اور شیطان کن صفات کی بناء پر مردود و راندۂ درگاہ ہوا۔ اس کا مختصر ذکر یہ حقیر یوں لکھ رہا ہے :

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حاصل کلام: حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خلافت کے استحقاق کے لئے صحیح علم وعمل کے علاوہ قلب میں شکستگی اور عبدیت کی صفات کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لئے کہ اگر پہلے سے ہی عجب و پندار اور غرور وانانیت ہوگی تو عین ممکن ہے کہ خلافت ملنے کے بعد "کریلا نیم چڑھا" کا مصداق ہو جائے۔ جیسا کہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ۔

او چو بیند خلق را سرمست خویش   از تکبری رود از دست خویش

(یعنی جب ناقص آدمی مخلوق کو اپنا شیدا پاتا ہے تو تکبر سے اپنے ہاتھ سے نکل جاتا ہے) چنانچہ ابلیس کا یہی حال ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ کی تعلیم کے منصب پر فائز ہوا تو بقول مولانا روم ۔

منصب تعلیم نوعے شہوت است

اس منصب کے ملنے پر اس کا دماغ آسمان پر چڑھ گیا اور آپے میں نہ رہا، جس کی وجہ سے جس ذات پاک عالی شان نے اسے اس منصب سے نوازا تھا اسی سے اکڑنے لگا، بلکہ اس کے مقابلہ میں آ گیا۔

بخلاف آدم علیہ السلام کے کہ پہلے ہی سے سراپا اطاعت وفرمانبرداری تھے پھر خطا اجتہادی کے بعد مزید شکستگی، فروتنی اور عبدیت سے متصف ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد "هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ" کے مطابق مزید قرب وقبول سے نوازے گئے۔ ذالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ۔

چنانچہ اسی طریقہ پر جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور سب سے آخر میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم چلے اور جملہ صحابہ اور پوری امت کو اسی کی تعلیم دی جیسا کہ

آپؐ کی سیرت سے بالکل عیاں ہے۔

اور انبیاء علیہم السلام کے بعد علمائے ربانیین وصوفیہ صافیہ نے یہی طریقہ بیان فرمایا کہ اپنے مریدین اور مسترشدین کو کبر ونخوت اور نفس کی رعونت سے اجتناب کرنے اور فنا ونیستی اور عبودیت کو اختیار کرنے کی تعلیم دی۔

چنانچہ شیخ عبد الغنی الرافعی فرماتے ہیں کہ:

ان حضرات اہل اللہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تو بس اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی خالص بندگی اور عبودیت کا اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ ان حضرات کا کہنا ہی یہ ہے کہ وہ عبادت جس میں استقامت ہو وہ ہزاروں ہزار کشف وکرامت سے بڑھ کر ہے۔

جانو کہ کرامت فی نفسہ بہت عظیم الشان چیز ہے باقی مذموم جو شے ہے وہ اس کا طلب کرنا ہے اور اس کی تمنا کرنا نفس کا اس کی جانب مائل ہونا ہے۔ یہ سب خواہشات نفسانی ہیں جو کہ اس عبودیت کے منافی ہیں جو مقام قرب میں داخل ہونے کی شرائط میں سے ہے۔ اس بات کو جس قدر سمجھ لو گے سلامتی کے ساتھ رہو گے۔ (ترصیع الجواہر المکیہ ص ۲۵۴) (مرتب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سیدنا حضرت شیث علیہ السلام

آپ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند ارجمند ہیں۔آپ کی ولادت ہابیل کے قتل کے بعد ہوئی اور آپ نبوت سے سرفراز ہوئے۔قرآن پاک میں آپ کا تذکرہ نہیں ہے۔

علامہ عماد الدین ابن کثیرؒ آپ کے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

امام ابن جریرؒ نے اپنی تاریخ کی کتاب میں کسی کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ حضرت آدم اور حواء علیہما السلام کے یہاں دو دو کر کے چالیس بچے پیدا ہوئے۔ایک قول کے مطابق ایک سو بیس جوڑے پیدا ہوئے۔ ہر بار ایک لڑکے اور ایک لڑکی کی ولادت ہوتی تھی۔اس کے بعد انسانوں کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہوتا گیا اور وہ زمین میں بکھر گئے اور دور دور تک آباد ہو گئے۔جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَآيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً۔ (سورۂ نساء:۱)

”لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اول) اس سے اس کا جوڑا بنایا، پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد وعورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے۔“

مؤرخین فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کے فوت ہونے تک ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد وغیرہ کی تعداد چار لاکھ افراد تک پہنچ چکی تھی۔(واللہ اعلم)

اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ آدم علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ کے پاس گئے تو

ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔حواء رحمہا اللہ تعالیٰ نے اس کا نام ”شیث“ رکھا اور فرمایا: ”اللہ نے مجھے ہابیل کا نعم البدل عطا فرما دیا ہے، جسے قابیل نے قتل کر دیا تھا۔“ شیثؑ کا ایک بیٹا انوش تھا۔اور شیث کے معنیٰ ہیں اللہ کا عطیہ۔

علماء نے کہا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے یہاں حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت آدم علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو تیس سال تھی، اور اس کے بعد آٹھ سو برس باحیات رہے اور جب حضرت شیث علیہ السلام کے ہاں انوش کی پیدائش ہوئی تو حضرت شیثؑ کی عمر ایک سو پینسٹھ سال تھی، اور حضرت شیث علیہ السلام اس کے بعد آٹھ سو سات سال زندہ رہے اور اس دوران انوش کے علاوہ اور کئی لڑکے لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے ایک سو صحیفے نازل فرمائے، اور چار کتابیں نازل فرمائیں، اور (صرف) حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے نازل فرمائے۔

محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے فرزند حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت و نصیحت فرمائی اور دن رات کی گھڑیوں کی پہچان کروائی، اور ان اوقات کی عبادتوں کی تعلیم دی اور اس کے بعد ایک بڑے طوفان کے وقوع کی پیش گوئی فرمائی۔اور کہا جاتا ہے کہ آج تمام لوگوں کے نسب حضرت شیث علیہ السلام پر انتہا کو پہنچتے ہیں، کیونکہ ان کے علاوہ دوسری اولادِ آدم بالکل ختم ہو گئیں تھیں۔واللہ اعلم۔

اور جمعہ کے دن جب حضرت آدم علیہ السلام وفات پا گئے تو فرشتے حنوط خوشبو لے کر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئے اور اللہ عزوجل کی طرف سے جنت کا کفن

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لائے پھر آدم علیہ السلام کے فرزند حضرت شیث علیہ السلام نے اس کفن میں ان کو کفنایا۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ آفتاب وماہتاب سات دن ورات تک گرہن میں مبتلا رہے۔

ابن ضمرۃ سعدی کہتے ہیں کہ میں نے مدینے میں ایک بزرگ کو دیکھا جو وعظ فرمارہے تھے، میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ کہا یہ ابی بن کعب ہیں، تو انہوں نے (ابی بن کعب) نے فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا:

اے بیٹو! جنت کے پھلوں کو کھانے کا دل چاہ رہا ہے، تو بیٹے چلے تاکہ جنت کے پھل تلاش کرکے لائیں۔ سامنے سے ان کو فرشتے مل گئے جن کے ساتھ کفن اور خوشبو تھی۔ اور (قبر کھودنے کے آلات) بیلچے، پھاوڑے، ٹوکری وغیرہ اشیاء تھیں۔ تو فرشتوں نے آدم علیہ السلام کے بیٹوں سے پوچھا: اے بنی آدم! کہاں اور کس چیز کی تلاش میں جارہے ہو؟ کہا کہ ہمارے والد مریض ہیں، اور جنت کے پھل کھانے کو ان کا جی چاہ رہا ہے۔ تو فرشتوں نے کہا: واپس چلو، تمہارے والد کا وقت پورا ہوگیا ہے۔ تو سب واپس آگئے، حضرت حواء نے فرشتوں کو دیکھا تو پہچان لیا (کہ یہ فرشتے ہیں اور کسی مقصد کیلئے آئے ہیں) تو حضرت آدم علیہ السلام کیلئے پناہ مانگنے لگیں (تاکہ فرشتے چھوڑ دیں)۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے حواء رحمہا اللہ تعالیٰ سے فرمایا: مجھے چھوڑو، میں تجھ سے پہلے کا پیدا ہوا ہوں، لہٰذا میرے اور میرے رب کے فرشتوں کے درمیان راستہ خالی کردو۔ پھر فرشتوں نے ان کی روح قبض کرلی، اور پھر غسل دیا، کفن دیا خوشبو لگائی۔ پھر گڑھا کھودا، قبر بنائی اور پھر حضرت آدم علیہ السلام پر نماز جنازہ پڑھی پھر ان کو قبر میں داخل کیا اور قبر میں رکھا اور اوپر سے مٹی ڈالی، پھر

کہا اے آدم کی اولاد یہ تمہاری سنت اور طریقہ ہے۔ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔

پھر جب حضرت آدم علیہ السلام وفات پاچکے تو ان کے معاملات کے نگہبان حضرت شیث علیہ السلام بنے، وہ بھی نبی تھے۔ اور جب حضرت شیث علیہ السلام کی وفات کا وقت بھی قریب پہنچا تو انہوں نے بھی اپنے فرزند انوش کو معاملات سپرد کردیئے۔ انوش کے بعد ان کا ولی عہد قینن بنا، اس کے بعد قینن کا فرزند مہلائیل بنا، اور ایرانی عجمی لوگ انہی کے بارے میں خیال رکھتے تھے کہ یہ سات ولایتوں کے بادشاہ بنے اور یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے جنگلات کا قلع قمع کرکے شہروں اور قلعوں کی بنیاد ڈالی، اور انہیں نے شہر بابل اور شہر سوس کو آباد کیا۔

اور ابلیس اور اس کے لشکریوں جنوں وغیرہ کو بھی مار مار کر زمین کی آبادی سے بھگا کر ویرانیوں میں ڈھکیل دیا، اور جنوں کی شریر مخلوق میں سے بہت کو قتل کیا، اور ان کا ایک عظیم تاج بھی تھا، اور یہ لوگوں کو وعظ بھی فرماتے تھے، ان کی بادشاہی چالیس سال رہی۔

جب ان کی وفات قریب ہوئی تو انہوں نے اپنے فرزند خنوخ کو اپنے بعد کے کاموں کی وصیت کی، اور مشہور اقوال کے مطابق یہی خنوخ حضرت ادریس علیہ السلام تھے۔ (قصص الانبیاء اردو "علامہ ابن کثیر" ص: ۷۰ تا ۷۷)

علامہ قاضی سید عابد علی وجدی الحسینی قاضی بھوپال نے اپنی کتاب "ہندوستان اسلام کے سایہ میں" میں آپ کی مزار کے سلسلہ میں تفصیلی کلام فرمایا ہے، بقدر ضرورت نقل کرتا ہوں:

حضرت شیث علیہ السلام کا مزار: روایات جو حضرت آدم کے ہندوستان کے اولین مہبط اور ابتدائی جائے نزول ہونے کی تائید کرتی ہیں ان سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت آدم علیہ السلام کے خلف الصدق یعنی جن کی طرف نور نبوت منتقل ہوا اور جانشین حضرت شیث علیہ السلام ہیں، ان کا مزار ہندوستان کے مشہور شہر ایودھیا ضلع فیض آباد یوپی میں اس ٹیلے کے دکھن جانب ہے جس کو اہل ہنود منو پربت کہتے ہیں۔ جیسا کہ مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنی کتاب مدینۃ الاولیاء میں اس کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

راقم السطور عرض کرتا ہے کہ منو کے معنیٰ آدم کے ہیں، اسی سے آج کل منش یعنی آدمی اور مانوتا بمعنیٰ آدمیت وانسانیت شائع ورائج ہے، اسی لئے منو پربت کا مطلب کوہ آدم کے ہیں، کیونکہ حضرت شیث علیہ السلام آدم ثانی ہیں، اسی لئے اس نام سے یہ پہاڑ موسوم ومشہور ہوا۔ اسی نواح میں یہ قبر نوگزہ پیر کی قبر کے نام سے بھی معروف ہے۔

علامہ شہاب الدین دولت آبادی ثم جونپوری نے اپنی کتاب ''خلاصۃ الوقائع'' میں حضرت شیث علیہ السلام کی قبر کے اودھ میں ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔

مشہور بزرگ ومحقق محدث دہلوی ؒ کی قلمی کتاب ''خلاصۃ الاحادیث'' میں درج ہے۔

قال ان فی الھند بلدۃ اسمھا اودھ فیھا قبر النبیین شیث و ایوب علیھما السلام فی تیله۔ (خلاصۃ الاحادیث)

اسی طرح تاریخ جائس میں تحریر ہے کہ ''شہر اودھ کے بانی حضرت شیث خلف حضرت آدم علیہما السلام ہیں، ان کے بعد حام ابن نوح نے اودھ کو آباد کیا، پھر ہندو راجاؤں کا تخت گاہ بنا، جس کے بعد مسلمانوں کا اس پر قبضہ ہوا۔

حضرت شیث علیہ السلام کی قبر کسی نے بعلبک میں بھی لکھی ہے اور کسی نے کوہ آدم واقع سراندیپ پہلوئے حضرت آدم علیہ السلام میں۔

(ہندوستان اسلام کے سائے میں'' مؤلفہ: قاضی سید عابد علی بھوپالی'' ص: ۱۲۶ تا ۱۲۹)

سیدنا حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس ؑ جنہیں خنوخ یا اخنوخ بھی کہتے ہیں، یہ حضرت شیث ابن آدم ؑ کی اولاد اور نوح علیہ السلام کے جدّ اعلیٰ تھے، قرآن پاک میں آپ ؑ کا ذکر دو جگہ آیا ہے، سورہ مریم اور سورہ انبیاء میں۔ سورہ مریم میں ارشاد ہے:

وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔

(مریم: ۵۶)

اور اس کتاب میں ادریس ؑ کا بھی ذکر کیجئے بیشک وہ بڑے راستی والے نبی تھے اور ہم نے ان کو بلند مرتبہ تک پہنچایا۔

قولہ مکانًا عَلِیًّا یعنی قرب وعرفان کے بہت بلند مقام اور اونچی جگہ پر پہنچایا۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اور سورہ انبیاء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَاالْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ۔ (الانبیاء: ۸۵)

اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کا تذکرہ کیجئے۔ سب ثابت قدم رہنے والوں میں تھے۔

اللہ عزوجل نے ان دو آیتوں میں حضرت ادریس ؑ کی تعریف فرمائی اور ان کو صدیق اور صابر جیسے عظیم صفت سے موصوف فرمایا

حضرت ادریس علیہ السلام کی صورت وسیرت: حضرت ادریس علیہ السلام

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کا حلیہ یہ ہے ،گندم گوں رنگ، پورا قد و قامت، سر پر بال کم، خوبصورت وخوبرو، گھنی داڑھی، رنگ وروپ اور چہرے کے خطوط میں ملاحت، مضبوط بازو، چوڑے مونڈھے، مضبوط ہڈی ، چھریرا بدن، سُرمگیں چمکدار آنکھیں، گفتگو باوقار، خاموشی پسند، سنجیدہ اور متین، چلتے ہوئے نیچی نظر، انتہائی فکر وخوض کے عادی، غصہ کے وقت سخت غضبناک، باتیں کرنے میں شہادت کی انگلی سے بار بار اشارہ کے عادی۔حضرت ادریس علیہ السلام نے بیاسی (۸۲) سال کی عمر پائی۔

ف: سبحان اللہ! بڑی وضاحت کے ساتھ آپ کے قد وقامت اور صفات حمیدہ واخلاق حسنہ کو بیان فرمایا جس میں ہم سب کی عبرت ونصیحت کا مواد ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین (مرتب)

حضرت ادریسؑ کی تعلیم کا خلاصہ: اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی توحید پر ایمان لانا، صرف خالق کائنات کی پرستش کرنا، آخرت کے عذاب سے رستگاری کے لئے اعمال صالحہ کو ڈھال بنانا، دنیا سے بے التفاتی اور تمام امور میں عدل و انصاف کو پیش نظر رکھنا اور مقررہ طریقہ پر عبادت الٰہی کرنا، طہارت اور نظافت سے رہنا، ایام بیض کے روزے رکھنا، دشمنان اسلام سے جہاد کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا ، خصوصیت کے ساتھ خبائث، کتے اور سور سے اجتناب کرنا، ہر نشہ آور شے سے پرہیز کرنا، ان کی تعلیم کا لب لباب تھا۔

ف: ماشاء اللہ کیا ہی خوب آپ کی تعلیمات اعمال حسنہ کا لب لباب ہے۔(مرتب)

انہوں نے اپنے پیروؤں کے لئے بحکم الٰہی سال میں چند دن عید کے مقرر فرمائے اور چند مخصوص اوقات میں نذر اور قربانی دینا فرض قرار دیا۔ ان میں

سے بعض رویت ہلال پر ادا کی جاتی تھیں اور بعض اس وقت جب سورج کسی برج میں داخل ہونے لگا ہو اور بعض جب کہ سیارے اپنے بیوت و برجِ شرف میں داخل ہوں اور بعض سیارے بعض سیاروں کے مقابل آجائیں۔

علم حکمت میں آپؑ کی خصوصیات: حضرت ادریس علیہ السلام نے دین الٰہی کے پیغام کے علاوہ سیاست مُدن شہری زندگی اور بود و باش کے متمدن طریقوں کی بھی تعلیم اور تلقین کی۔اور اس کے لئے انہوں نے ہر ایک فرقہ و جماعت سے طلباء جمع کئے اور ان کو مدنی سیاست اور اس کے اصول و قواعد سکھائے، جب یہ طلباء کامل اور ماہر بن کر اپنے قبائل کی طرف لوٹے تو انہوں نے شہر اور بستیاں آباد کیں جن کو مدنی اصول پر بسایا۔ان شہروں کی تعداد کم وبیش دو سو تھی، جن میں سب سے چھوٹا شہر ''رہا'' تھا۔حضرت ادریسؑ نے ان طلباء کو دوسرے علوم کی بھی تعلیم دی، جس میں علم حکمت اور علم نجوم جیسے علوم بھی شامل ہیں۔

حضرت ادریسؑ پہلی ہستی ہیں جنہوں نے علم حکمت و نجوم کی ابتدا کی۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو افلاک اور ان کی ترکیب، کواکب اور ان کے اجتماع و افتراق کے نکات اور ان کے باہم کشش کے رموز و اسرار کی تعلیم دی۔اور ان کو علم عدد وحساب کا عالم بنایا۔اور اگر اس پیغمبر خدا کے ذریعہ ان علوم کا انکشاف نہ ہوتا تو انسانی طبائع کی وہاں تک رسائی ناممکن تھی۔انہوں نے مختلف گروہوں اور امتوں کے لئے ان کے مناسب حال قوانین اور قواعد مقرر فرمائے اور اقطاعِ عالم کو چار حصوں میں منقسم کر کے ہر ربع کے لئے ایک حاکم مقرر کیا، جو اس حصۂ زمین کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سیاست وملوکیت کا ذمہ دار پایا۔ اور ان چاروں کے لئے ضروری قرار پایا کہ تمام قوانین سے مقدم شریعت کا وہ قانون رہے گا جس کی تعلیم وحی الٰہی کے ذریعہ میں نے تم کو دی ہے۔اس سلسلے کے سب سے پہلے چار بادشاہوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ایلاوس(بمعنی رحیم) ۲۔زوس ۳۔اسقلبیوس ۴۔زوس امون یا ایلاوس امون بسیلوس۔

حضرت ادریسؑ کے پندونصائح: حضرت ادریسؑ کے بہت سے پند ونصائح اور آداب واخلاق کے جملے مشہور ہیں جو مختلف زبانوں میں ضرب المثل اور رموز واسرار کی طرح مستعمل ہیں، چند درج کیئے جاتے ہیں:

ان کی انگوٹھی پر یہ عبارت کندہ تھی:

الصَّبرُ مَعَ الْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ یُورِثُ الظَّفَرَ۔

اللہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ صبر فتح مندی کا باعث ہے۔

اور کمر پر باندھنے والے پٹے پر یہ تحریر تھا۔

اَلْاَعْیَادُ فِیْ حِفْظِ الْفُرُوْضِ وَالشَّرِیْعَۃُ مِنْ تَمَامِ الدِّیْنِ وَتَمَامُ الدِّیْنِ کَمَالُ الْمُرُوَّۃِ۔

حقیقی عیدیں اللہ کے فرائض کی حفاظت میں پوشیدہ ہیں اور دین کا کمال شریعت سے وابستہ ہے اور مروت میں کمال دین کی تکمیل ہے۔

ف: بہترین ملفوظات ہیں، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔آمین (مرتب)

اورنماز جنازہ کے وقت جو پٹکہ باندھتے اس پر حسب ذیل جملے ثبت

ہوتے: ”اَلسَّعِیْدُ مَنْ نَظَرَ لِنَفْسِہٖ وَشَفَاعَتُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ اَعْمَالُہُ الصَّالِحَۃُ“

سعادت مند وہ ہے جو اپنے نفس کی نگرانی کرے اور پروردگار کے سامنے انسان کے شفیع اس کے اپنے نیک اعمال ہیں۔

حضرت سیدنا ادریسؑ کے بصیرت افروز دس نصائح

۱۔ اللہ تعالیٰ کی بیکراں نعمتوں کا شکر انسانی طاقت سے باہر ہے۔

۲۔جو شخص علم میں کمال اور عمل صالح کا خواہشمند ہو تو اس کو جہالت کے اسباب اور بدکرداری کے قریب بھی نہ جانا چاہیئے۔کیا تم نہیں جانتے کہ ہر فن مولا کاریگر اگر کچھ سینے کا ارادہ کرتا ہے تو سوئی ہاتھ میں لیتا ہے نہ کہ برما۔ ہر وقت یہ پیش نظر رہے:

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں — ایں خیال است ومحال است وجنوں

ترجمہ: تم اللہ تعالیٰ کو چاہتے اور اور کمینی دنیا کو بھی، تو یہ صرف خیالی بات اور محال اور جنون ہے۔

۳۔ دنیا کی بھلائی ”حسرت“ ہے اور برائی ”ندامت“۔

۴۔اللہ تعالیٰ کی یاد اور عمل صالح کے لئے خلوص نیت شرط ہے۔

۵۔نہ جھوٹی قسمیں کھاؤ، نہ اللہ تعالیٰ کے نام کو قسموں کے لئے تختۂ مشق بناؤ اور نہ جھوٹوں کو قسمیں کھانے پر آمادہ کرو کیوں کہ ایسا کرنے سے تم بھی شریک گناہ ہو جاؤ گے۔

۶۔ذلیل پیشوں کو اختیار نہ کرو (جیسے سینگی لگانا، جانوروں کے جفتی کرانے پر اجرت لینا وغیرہ۔

۷۔اپنے بادشاہوں کی (جوکہ پیغمبر کی جانب سے احکام شریعت کے نفاذ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں) اطاعت کرو، اور اپنے بڑوں کے سامنے پست رہو اور ہر وقت حمد الٰہی میں اپنی زبان کو تر رکھو۔

۸۔حکمت روح کی زندگی ہے۔

۹۔دوسروں کی خوش عیشی پر حسد نہ کرو۔اس لئے کہ ان کی یہ مسرور زندگی چند روزہ ہے۔

۱۰۔جو شخص ضروریات زندگی سے زیادہ کا طالب ہوا وہ کبھی قانع نہ رہا۔

ف: سبحان اللہ کیا خوب نصائح ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین (مرتب)

سیدنا حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی دسویں پشت میں پیدا ہوئے، جیسا کہ ابن حبان کی ایک صحیح حدیث سے مفہوم ہوتا ہے، حضرت نوح علیہ السلام کی دعا {رَبِّ اغْفِرْلِی وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِناً وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ} (نوح:۲۸)

(اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور اس کو جو مومن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہو جائے اور تمام ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بخش دیجئے۔)

اور ابن جریر کی ایک روایت سے ثابت ہے کہ آپؑ کے والدین اور اجداد سب کے سب صاحب ایمان تھے۔

قرآن پاک میں حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ اجمالاً وتفصیلاً تینتالیس جگہ آیا ہے۔آپؑ سب سے پہلے رسول ہیں جو اولا دآدم کی طرف بھیجے گئے، صحیح مسلم باب شفاعت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث ہے، اس میں تصریح ہے: یَانُوحُ اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلَی الاَرْضِ۔ (یعنی اے نوح! تو زمین میں سب سے پہلا رسول بنایا گیا ہے) (قصص القرآن)

آپ کی تعلیمات اور قوم کے حالات: حضرت آدمؑ اور حضرت ادریسؑ کے بعد جب انسانی سماج میں فکری اور روحانی انحراف، بدعقیدگی و بداخلاقی اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

گمراہی بڑھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ قانون الٰہی کے تحت کسی رسول کی بعثت کاوقت آگیا تواللہ تعالیٰ نے انہیں میں سے ایک برگزیدہ شخص حضرت نوحؑ کوان کی ہدایت کے لئے بھیجا چنانچہ سورہ نوح میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَکَ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ}(نوح: ۱ ۲)

(ہم نے نوح کو ان کی قوم کے پاس بھیجا کہ تم اپنی قوم کو ڈراؤ، قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آئے۔انہوں نے کہا اے میری قوم! میں تمہارے لئے صاف صاف ڈرانے والا ہوں) جیسا کہ سورہ نوحؑ میں بتایا گیا ہے۔حضرت نوحؑ کی قوم بت پرستی اور کبر وغرور کا زبردست شکار ہوگئی تھی وہ رسول کی بات تک سننا گوارا نہیں کرتی تھی۔حضرت نوحؑ انہیں سمجھاتے تو وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھوس لیتے، اپنے کپڑوں سے منہ ڈھانپ لیتے اور کفر پر متکبرانہ اصرار کیا پھر بھی حضرت نوحؑ نے انہیں بلند آواز سے علی الاعلان اور خفیہ طور پر الگ الگ خاموشی سے بھی سمجھایا اور نصیحت فرمائی، انہوں نے انہیں بتایا کہ اللہ کائنات کا اور تمہارا خالق و مالک و رزاق و معبود ہے، اس نے تمہارے لئے کتنی نعمتیں مہیا کی ہیں اور تم اس سے روگردانی کرکے بتوں کو پوجتے ہو، اللہ کا کوئی وقار اور وزن تمہاری نظر میں نہیں، جبکہ اللہ غفور الرحیم ہے۔لیکن قوم اپنی گمراہی اور شرک و بت پرستی میں اتنی مست و مخمور تھی کہ اس نے حضرت نوحؑ کی دعوت کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں دی، بلکہ اپنے بتوں کی حفاظت کی دہائی دینے لگے، سوائے معدودے مختصر افراد کے جن کی تعداد چالیس سے اسّی تک بتائی گئی ہے۔قوم کے سردار اور

بڑے لوگ حضرت نوحؑ سے کہتے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی پیروی کرنے والے لوگ وہ ہیں جو ہمارے معاشرہ میں بالعموم ذلیل اور رذیل شمار کئے جاتے ہیں، ان لوگوں کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں ہے پہلے انہیں آپ اپنے یہاں سے دھتکار کر نکال دیں، پھر ہم بات کریں گے۔

حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ میں کس بنیاد پر ان لوگوں کو اپنے پاس سے بھگادوں وہ تو اللہ رب العزت کی وحدانیت پر ایمان لائے ہیں۔آخر جب ایک طویل عرصہ تک حضرت نوح علیہ السلام انہیں سمجھاتے رہے اور وہ انکار وجحود کی روش پر قائم رہے اور اپنے بتوں ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر وغیرہ کی دہائی دیتے رہے۔اور کہا کہ ہم انہیں نہیں چھوڑ سکتے۔حضرت نوحؑ نے انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا تو کہنے لگے اے نوح! تو ہم سے برابر جھگڑتا رہتا ہے۔اب تیرا بحث مباحثہ حد سے بڑھ گیا ہے۔تو جس عذاب کی دھمکی دیتا ہے اس کو لے آ اور جھگڑا ختم کر۔تب حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں ان کے لئے بددعا فرمائی جس کو سورہ نوحؑ میں تفصیل سے بتایا گیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ اے رب! اس قوم نے میری مسلسل نافرمانی کی ہے اور ان لوگوں کو اپنا رہنما بنایا ہے جنہوں نے انہیں مال اور اولاد میں خسارے کا سبق سکھایا اور انہوں نے انتہائی گھناؤنی مکروہ سازش کی روش کو اپنایا ہے۔یہ آپس میں کہتے ہیں کہ تم اپنے خداؤں یعنی بتوں کو مت چھوڑو، خصوصاً ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو۔یہ لوگ بہت زیادہ گمراہی پھیلا چکے ہیں اور ظالموں کا ظلم گمراہی میں اضافہ کا ہی سبب ہوتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت نوحؑ نے مزید کہا، اے پروردگار! زمین پر بسنے والا کوئی کافر زندہ مت چھوڑ کیونکہ اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو یہ آئندہ پیدا ہونے والی نسلوں کو بھی گمراہ کریں گے اور ان سے جو اولاد ہوگی وہ بھی فاسق و فاجر اور کافر ہوگی۔ اے رب! میری، میرے والدین کی، میرے گھر میں ایمان کے ساتھ پناہ لینے والے کی، اور جو بھی مرد و عورت مومن ہو، ان سب کی مغفرت فرما اور ظالموں کی تباہی اور ہلاکت میں مسلسل زیادتی فرما۔ (سورہ نوح ۲۱ تا ۲۸)

آخر بارگاہِ رب العزت میں حضرت نوحؑ کی مذکورہ بالا دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے نوح! اب مزید کوئی شخص تمہاری دعوت پر لبیک کہنے والا نہیں ہے جتنے افراد مسلمان ہو چکے انہیں ساتھ لے کر ایک کشتی بنانے کا بندوبست کرو کیونکہ اب اس قوم پر عذاب نازل ہوگا اور یہ غرق کر دیئے جائیں گے۔

آپ اپنے ساتھ حیوانات اور طیور وغیرہ کے دو جوڑے (قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ) (ھود: ۴۰) سوار کر لیں اور اپنے اہل بیت اور دیگر مومن حضرات کو ساتھ لے کر کشتی پر سوار ہو جائیں۔ اس کے بعد حضرت نوحؑ اور ان کے پیروکار اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی روشنی میں کشتی بنانے میں مصروف ہو گئے۔ حضرت نوحؑ کی قوم کے گمراہ لوگ جب انہیں کشتی بناتے ہوئے دیکھتے تو ان کا مذاق اڑاتے اور کہتے کیا یہ کشتی خشکی پر چلے گی؟ بالآخر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا یوم موعود آ گیا اور زمیں کی تہوں سے پانی ابلنا شروع ہو گیا پھر آسمان سے پانی برسنے لگا۔ عذاب کا یہ سلسلہ بعض اسرائیلی روایات کے مطابق چالیس روز تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ اپنے پانی کو نگل لے اور آسمان سے فرمایا برسنا بند کر اور کھل جا۔ اس طرح

پانی رفتہ رفتہ کم ہوا تو کشتی نیچے آئی اور جودی پہاڑ پر رک گئی۔ اور جس پہاڑ پر اس سلسلۂ کوہ کو تورات میں اراراط کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ تورات کے شارحین کا یہ خیال ہے کہ جودی اس سلسلۂ کوہ کا نام ہے جو اراراط اور جیورجیا کے پہاڑی سلسلوں کو باہم ملاتا ہے۔ یعنی اس علاقہ کا نام ہے جو فرات و دجلہ کے درمیان دیار بکر سے بغداد تک مسلسل چلا گیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ سے اہم نتائج

۱۔ ہر ایک انسان اپنے کردار و عمل کا خود ہی جوابدہ ہے۔ اس لئے باپ کی بزرگی بیٹے کی نافرمانی کا مداوا اور علاج نہیں بن سکتی، اور نہ بیٹے کی سعادت باپ کی سرکشی کا بدل ہو سکتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی پیغمبری کنعان کے کفر کی پاداش کے آڑے نہ آ سکی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیغمبرانہ جلالتِ قدر مشرک آزر کے لئے نجات کا باعث نہ ہو سکی۔ {قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ} (بنی اسرائیل: ۸۴) (ہر شخص اپنے اپنے ڈھنگ پر کام کرتا ہے)

۲۔ بری صحبت زہر ہلاہل سے بھی زیادہ قاتل ہے اور اس کا ثمرہ و نتیجہ ذلت وخسران اور تباہی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ انسان کے لئے جس طرح نیکی ضروری شے ہے، اس سے زیادہ صحبت نیکاں ضروری ہے اور جس طرح بدی سے بچنا اس کی زندگی کا نمایاں امتیاز ہے، اس سے کہیں زیادہ بروں کی صحبت سے خود کو بچانا ضروری ہے۔

پسرِ نوحؑ با بداں بہ نشست　　خاندانِ نبوتش گم شد
سگِ اصحابِ کہف روزے چند　　پیٔ نیکاں گرفت مردم شد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صحبت صالح ترا صالح کند   صحبت طالح ترا طالح کند

۳۔اللہ تعالیٰ پر صحیح اعتماد اور بھروسہ کے ساتھ ظاہری اسباب کا استعمال توکل کے منافی نہیں ہے، بلکہ توکل علی اللہ کے لئے صحیح طریقہ کار ہے۔تب ہی تو طوفان نوحؑ سے بچنے کے لئے کشتیٔ نوحؑ ضروری ٹھہری۔

۴۔انبیاء علیہم السلام کے پیغمبر اور معصوم ہونے کے باوجود بتقاضائے بشریت لغزش ہوسکتی ہے، مگر وہ اس پر قائم نہیں رہتے، بلکہ من جانب اللہ ان کو تنبیہ کر دی جاتی ہے اور اس سے ہٹالیا جاتا ہے۔حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے واقعات اس کے لئے شاہد عدل ہیں نیز وہ عالم الغیب بھی نہیں ہوتے جیسا کہ اس واقعہ میں {فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ} (ھود:۴۶) سے واضح ہے۔

۵۔اگرچہ پاداش عمل کا خدائی قانون کائنات کے ہر گوشہ میں اپنا کام کر رہا ہے۔لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر جرم یا ہر طاعت کی سزا یا جزا اسی عالم میں مل جائے۔کیونکہ یہ کائنات عمل کی کشت زار (کھیتی) ہے اور پاداشِ کردار کے لئے معاد اور آخرت کو مخصوص کیا ہے۔تاہم ظلم اور رعونت دو بدعملیوں کی سزا کسی نہ کسی نہج سے یہاں دنیا میں بھی ضرور ملتی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ ظالم اور متکبر اپنی موت سے قبل ہی اپنے ظلم و کبر کی کچھ نہ کچھ سزا ضرور پاتا اور ذلّت و نامرادی کا منہ دیکھتا ہے۔چنانچہ اللہ کے سچے پیغمبروں سے الجھنے والی قوموں اور تاریخ کی ظالم اور مغرور ہستیوں کی عبرتناک ہلاکت اور بربادی کی داستانیں اس دعوے کی بہترین دلیل ہیں۔

(قصص القرآن)

سیدنا حضرت ہود علیہ السلام

سیدنا ہودؑ بن عبداللہ بن رباح کا قرآن پاک میں سات دفعہ ذکر آیا ہے۔ آپؑ حضرت نوح علیہ السلام کے پانچ سو سال بعد مبعوث ہونے والے پہلے نبی تھے، سورہ اعراف میں ہے وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ۔ (الاعراف:۶۹) یاد کرو جب تم کو قوم نوحؑ کے بعد خلافت ارضی عطا کی۔

آپؑ کا تعلق قوم عاد کے سب سے معزز خاندان سے تھا، عادات و خصائل اخلاق و اطوار میں سب پر فوقیت رکھتے تھے،، آپ اپنی قوم عاد کی جانب مبعوث ہوئے جیسا کہ سورۂ اعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ہودؑ کو پیمبر بنا کر بھیجا۔

قوم عاد: قوم عاد جو عاد اولیٰ اور ارم بھی کہلاتی ہے عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد سے تھی جو قدیم عربی قوم ہے جنہیں عرب عاربہ اور عرب بائدہ بھی کہتے ہیں۔یہ قوی الہیکل، طویل القامت، ماہر صنعت و حرفت، مال و اسباب اور قوت و شوکت والی اپنے زمانے کی بےنظیر قوم تھی، خود خالق نے فرمایا: اَلَّتِیْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ (الفجر:۸) اس جیسا ملکوں میں نہیں بنایا۔

یہ قوم ’’احقاف‘‘ کی رہنے والی تھی جو جزیرہ نما عرب کے جنوبی حصہ ربع الخالی کا حضرموت سے لگا علاقہ ہے جس کے مشرقی جانب عمان ہے۔

حضرت نوحؑ کے بعد ایک عرصہ تک لوگ توحید و راست بازی پر قائم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رہے اور پھر آہستہ آہستہ شیطانی مکر وفریب سے کفر وشرک جڑ پکڑنے لگا اور قدیم بتوں کی پرستش ہونے لگی مزید براں اپنی شان وشوکت پر غرور وکبر، طاقت کے نشے میں ظلم وزیادتی میں مبتلا ہوگئی، آخر جب گمراہی حد سے تجاوز ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ بدنصیب قوموں کی طرح عاد بھی شکران نعمت واطاعت کے بجائے کفران نعمت ونافرمانی پر اتر آئی نوبت یہ آئی کہ پیمبر کے سامنے عناد وسرکشی میں گرفتار ہوکر عذاب الٰہی کی زد میں آگئی۔

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ۔

(الحاقة:۷)

اور رہے عاد تو وہ ایک ایسی تیز وتند ہوا سے ہلاک کئے گئے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان پر سات رات اور آٹھ دن لگاتار مسلط کر دیا تھا، سوائے مخاطب اگر تو وہاں ہوتا تو ان لوگوں کو اس زمانے میں ایسا گرا ہوا اور پچھڑا ہوا دیکھتا جیسے کھجور کے کھوکھلے تنے پڑے ہیں۔ یعنی طویل القامت ہونے کی وجہ سے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے پرانی اور کھوکھلی کھجوروں کے تنے پڑے ہوئے ہیں۔

(تفسیر کشف الرحمٰن)

اہل ایمان کی نصرت: اور وہ ہوا جو تیز وتند بپھری سب کچھ اکھاڑے پھینک رہی ہے وہ پیمبر اور ان کے ساتھیوں کا اللہ کی رحمت سے کچھ نہ بگاڑ سکی۔

آخر کار جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو ہم نے حضرت ہودؑ اور ان کے

ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور ان کو نجات دی اور جو لوگ ہماری آیات کی تکذیب کیا کرتے تھے اور ہماری نشانیوں کو جھوٹا بتایا کرتے تھے ان کی جڑ تک کاٹ کر رکھ دی۔ وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔ (تفسیر کشف الرحمٰن)

قوم کی ہلاکت اور عذاب الٰہی کے تھم جانے کے بعد حضرت ہود علیہ السلام اہل ایمان کے ساتھ حضرموت کی طرف ہجرت کر گئے اور اس کو اپنا مسکن بنالیا، آپ کی وہیں وفات ہوئی اور وادی برہوت کے قریب شہر تریم سے دو منزل پر تدفین عمل میں آئی۔ (اطلس القرآن)

حضرت ہود کا حج: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سفر حج میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر وادی عُسفَان میں ہوا تو آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا کہ یہ کون سی وادی ہے؟ انہوں نے کہا یہ وادی عُسفَان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ہود اور صالح علیہما السلام دو سرخ اونٹوں پر سوار، کمبل کا تہبند باندھے ہوئے اور دھاری دار چادریں کندھوں پر ڈالے ہوئے حج کعبہ کے ارادے سے لبیک پڑھتے ہوئے اس وادی سے گزرے ہیں ان کے اونٹوں کی نکیلیں کھجور کی چھال کی تھیں۔ عسفان مکہ معظمہ سے شمال مغرب کی طرف مدینہ کے قدیم راستہ میں ۳۶ میل پر واقع ہے۔

حضرت ہود کی نصیحتیں: حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اولاً توحید باری تعالیٰ اور خوف خدا کی طرف بلایا، فرمایا: اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ (الاعراف:۶۸)

میں تمہیں خدا کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارا امانتدار خیر خواہ ہوں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مولانا ثناء اللہ پانی پتیؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ حضرات انبیاءؑ واقف تھے کہ کافر انتہائی گمراہ اور احمق ہیں لیکن انہوں نے تہذیب اور حلم سے کام لے کر مقابلہ سے پہلوتہی کی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اپنی امتوں کے کتنے ہی خواہ، کافروں پر کتنے مہربان، قوت برداشت میں کتنے کامل اور حسن خطاب کے ذریعہ دلوں کو ہدایت کی طرف کس قدر کھینچنے والے تھے، اس گفتگو کو نقل کر کے اللہ نے بندوں کو تعلیم دی ہے کہ بے وقوفوں سے کس طرح خطاب کیا جائے۔

(تفسیر مظہری)

سیدنا حضرت صالح علیہ السلام

سیدنا حضرت صالح بن عبید علیہ السلام کا تعلق قوم ثمود سے تھا۔ یہ قبیلہ سام بن نوح کی نسل کے قدیم عربی قبائل میں سے تھا جن کا اب وجود نہیں۔

آپؑ بچپن سے ہی گوناگوں خوبیوں کے مالک تھے جس کے سبب قوم کو آپؑ سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں، جس کا قرآن نے یوں نقشہ کھینچا ہے:

قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ کُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَا۔ (ھود:۶۲)

(لوگوں نے کہا اے صالح تو تو اعلان نبوت سے پہلے ہمارے درمیان امیدوں کا مرکز تھا)۔

آپ علیہ السلام حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً پچیس سو سال قبل اپنی قوم ثمود کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحاً (ھود:۶۱) (اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو رسول بنا کر بھیجا) قرآن پاک میں آٹھ جگہ آپ کا ذکر ہے، طویل العمر انبیاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔)

قوم ثمود حضرت ھودؑ پر ایمان لائے ہوئے افراد کی وہ جماعت ہے جو عذاب الٰہی سے محفوظ رہی، وہی نسل عاد ثانیہ یا (ثمود) کہلائی۔

سنگ تراشی اور کوہ تراشی کے ماہر تھے، عاد کو قوت وصنعت کا غرور تھا، کم و بیش یہی نشہ ثمود کو بھی تھا، لیکن خوشحالی وتنعم اور سامان عیش وعشرت کی ثمود میں بالعموم کثرت تھی۔ درج ذیل آیت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ۔ اور تم اللہ تعالیٰ کے وہ احسانات یاد کرو کہ جب تم کو قوم عاد کے بعد اس نے جانشین مقرر کیا اور تم کو روئے زمین پر آباد کیا اور تم کو زمین پر بسنے کے لئے اس طور پر ٹھکانا دیا کہ نرم نرم زمین پر بڑے بڑے محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو بھی تراش تراش کر ان میں گھر بناتے ہو۔ لہٰذا تم انعامات خداوندی اور اس کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد برپا نہ کرتے پھرو۔

(کشف الرحمان) سورہ اعراف آیت ۷۴۔

قوم ثمود کی آبادیاں حجر میں کوکن، حجاز اور اردن کا درمیانی علاقہ ان کا مقام سکونت تھا جو آج کل فج الناقہ کے نام سے مشہور ہے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مقام سے گزر اور نزول ہوا تھا۔

حضرت صالح نے اپنی قوم کو خوف خدا کی تلقین کی اور اپنی رسالت کی خبر دی اور شرک و کفر، فسق و فجور سے توبہ اور توحید و اصلاح، نیکی و تقویٰ کی دعوت دی تو قوم نے ان کو جھٹلایا اور معجزہ کا مقابلہ کر بیٹھی۔

قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ (الشعراء:۱۵۴)

(ان لوگوں نے کہا کہ تم پر کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے۔ تم بس ہماری طرح ایک معمولی آدمی ہو (اور آدمی نبی نہیں ہوتے) سو کوئی ایسا معجزہ پیش کرو اگر تم (دعوت نبوت میں) سچے ہو۔ (بیان القرآن)

ان کے مطالبہ پر خلاف عادت حیرت انگیز انداز میں من جانب اللہ ایک اونٹنی نمودار ہوئی۔ نبی نے کہا: هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً۔ (الاعراف:۷۳)

اقوال سلفؒ حصہ اول

یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی ہے جو تمہارے لئے ایک (بڑی نشانی اور) معجزہ ہے سو اس کو (اس کے حال پر) چھوڑ دو (اور اس سے کوئی تعارض نہ کرو) کہ یہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے اور اس کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے چھونا بھی نہیں ورنہ ایک دردناک عذاب تم کو آلے گا۔

حرماں نصیبی دیکھئے کہ رسول خدا کی تکبرانہ نافرمانی کے ساتھ اللہ کی نشانی کے ساتھ بھی نافرمانی کر بیٹھے۔

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ (الاعراف:۷۷)

آخر کار انہوں نے اس اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور اپنے رب کے حکم سے متکبرانہ سرتابی کی اور کہنے لگے اے صالح (علیہ السلام) اس عذاب کو ہمارے پاس لے آ جس کی تو ہم کو دھمکی دیا کرتا تھا، اگر واقعی تو پیغمبروں میں سے ہے (کشف الرحمان)

آخر اس سرکشی اور سرتابی کے نتیجہ میں ان پر اللہ کا عذاب اس طرح آیا کہ رات کے آخری پہر ایک ہولناک آواز اور زلزلہ نے ان سب کے جگر پھاڑ ڈالے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (سورۃ الانعام:۷۴)

ترجمہ: اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے) جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو؟ میں دیکھتا ہوں کہ تم اور تمہاری قوم صریح گمراہی میں ہو۔

ولادت: سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام ابن آزر بن ناحور کی ولادت عراق کے شہر بابل میں ہوئی، ایک تخمینہ کے مطابق کم وبیش ۲۷۹۴ سال قبل ہجرت آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کا گھرانہ بت پرست ہی نہیں بلکہ بت ساز بھی تھا۔ آپ کی قوم میں ہر وہ برائی موجود تھی جو مشرکانہ وکافرانہ ماحول کا لازمی حصہ ہوتی ہے۔

تورات یہ بتاتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی قوم بت پرست تھی، جبکہ انجیل میں تصریح ہے کہ ان کے والد نجاری کا پیشہ کرتے اور اپنی قوم کے مختلف قبائل کیلئے لکڑی کے بت بناتے اور فروخت کیا کرتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شروع ہی سے حق کی بصیرت اور رشد وہدایت عطا فرمائی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ قوم بت پرستی، ستارہ پرستی میں اس قدر منہمک ہے، تو ان کے سامنے دین حق کا پیغام رکھا اور اعلان کیا: اے قوم! یہ کیا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں، کہ تم اپنے ہاتھ سے بنائے بتوں کی پرستش میں

مشغول ہو، کیا تم اس قدر خواب غفلت میں ہو کہ جس بے جان لکڑی کو اپنے آلات سے گڑھ کر مجسمے تیار کرتے ہو، اگر وہ مرضی کے مطابق نہ بنے تو ان کو توڑ کر دوسرے بنا لیتے ہو، بنا لینے کے بعد پھر ان ہی کو پوجنے اور نفع وضرر کا مالک سمجھنے لگتے ہو، تم اس خرافات سے باز آؤ، اللہ کی توحید کے نغمے گاؤ اور اسی ایک مالک حقیقی کے سامنے سر نیاز جھکاؤ جو میرا تمہارا اور کل کائنات کا خالق ومالک ہے۔ مگر قوم نے ان کی آواز پر مطلق کان نہ دھرا۔

باپ بیٹے کا مناظرہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنے والد ''آزر'' ہی کو مخاطب کیا۔

نبوت ورسالت سے سرفرازی کے بعد سب سے پہلے اپنے گھر سے تبلیغ کا آغاز کیا، اور کیوں نہ ہو جب کہ شرک اور بت پرستی کا مرکز خود اپنا گھر ہو۔ قرآن میں یوں مذکور ہے: وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۥ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ○ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ○ (سورہ مریم:۴۱ تا ۴۵)

ترجمہ: اے پیغمبر! اس قرآن کریم میں حضرت ابراہیم کا بھی ذکر کیجئے، بلاشبہ وہ بڑا سچا نبی تھا۔ جبکہ ابراہیم نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ تو اس چیز کی کیوں عبادت کرتا ہے، جو نہ کچھ سنتی ہے، نہ دیکھتی ہے اور نہ تیرے کچھ کام آسکتی ہے، اے میرے باپ! بلاشبہ مجھ کو وہ علم عطا ہوا ہے جو تجھ کو نہیں دیا گیا، سو تو میری پیروی کر، میں تجھ کو سیدھی راہ دکھاؤں گا۔ اے میرے باپ! تو شیطان کی عبادت نہ کر، کیونکہ شیطان تو رحمان کا نافرمان ہے۔ اے میرے باپ! میں اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تجھے رحمان کی طرف سے کوئی عذاب آپکڑے، اور تو شیطان کا ساتھی بن جائے۔ (کشف الرحمٰن)

مگر افسوس! کہ آزر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس پند و نصیحت کا مطلق کوئی اثر نہیں ہوا، بلکہ قبول حق کے بجائے آزر نے بیٹے کو دھمکانا شروع کیا۔

باپ اور بیٹے کے درمیان جب اتفاق کی کوئی صورت نہ بنی اور آزر نے کسی طرح ابراہیم علیہ السلام کی رشد و ہدایت کو قبول نہ کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر سے جدائی اختیار کرلی۔

کواکب پرستی: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بت پرستی کے ساتھ ساتھ کواکب پرستی بھی کرتی تھی۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے دماغوں کے مناسب ایک عجیب اور دلچسپ پیرایۂ بیان اختیار فرمایا۔ تاروں بھری رات تھی، ایک ستارہ خوب روشن تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو دیکھ کر فرمایا: ”میرا رب یہ ہے؟“ اس لئے کہ اگر ستارے ربوبیت کرسکتے ہیں تو یہ ان سب میں ممتاز اور روشن ہے، لیکن جب وہ اپنے وقت مقررہ پر نظر سے اوجھل ہوگیا اور اس کو یہ مجال نہ ہوئی کہ اپنے پرستاروں کیلئے ایک گھڑی اور رونمائی کراسکتا اور نظام کائنات سے منحرف ہوکر اپنے پوجنے والوں کیلئے زیارت گاہ بنا رہتا۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ”میں چھپ جانے والے کو پسند نہیں کرتا“ یعنی جس شے پر مجھ سے بھی زیادہ تغیرات کا اثر پڑتا ہو اور جو جلد ان اثرات کو قبول کرلیتا ہو وہ میرا معبود کیوں کر ہوسکتا ہے۔ پھر نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ چاند آب و تاب کے ساتھ سامنے موجود ہے، اس کو دیکھ کر فرمایا: ”میرا رب یہ ہے؟“ اس لئے کہ یہ خوب روشن ہے۔

پھر جب سحر کا وقت قریب ہوتا گیا تو چاند کا جسم دیکھنے والے کی آنکھوں سے اوجھل ہونے لگا تو یہ دیکھ کر ابراہیم علیہ السلام نے ایک ایسا جملہ فرمایا جس سے چاند کے رب ہونے کی نفی کے ساتھ ساتھ اللہ واحد کی ہستی کی جانب قوم کی توجہ اس خاموشی کے ساتھ پھیر دی کہ قوم اس کا احساس بھی نہ کرسکی۔

تاروں بھری رات ختم ہوئی، چمکتے ستارے اور چاند سب نظروں سے اوجھل ہوگئے، کیوں؟ اس لئے کہ اب آفتاب عالمتاب کا رخ روشن سامنے آرہا ہے۔ دن نکل آیا اور وہ پوری آب و تاب سے چمکنے دمکنے لگا۔

ابراہیم علیہ السلام نے اس کو دیکھ کر فرمایا: ”یہ ہے میرا رب، کیونکہ یہ کواکب میں سب سے بڑا ہے۔ لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: پس اے قوم! میں ان مشرکانہ عقائد سے بری ہوں اور شرک کی زندگی سے بیزار، بلاشبہ میں نے اپنا رخ صرف اسی ایک اللہ کی جانب کرلیا ہے، جو آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے۔ میں ”حنیف“ ہوں اور ”مشرک“ نہیں ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس نصیحت و موعظت کا اثر یہ ہونا چاہئے تھا کہ تمام قوم اپنے باطل عقیدہ سے تائب ہوکر ملت حنیفی کو اختیار کرلیتی اور کج روی چھوڑ کر راہ مستقیم پر گامزن ہوجاتی۔ لیکن دلوں کی کجی، نفوس کی سرکشی، متمردانہ ذہنیت اور باطنی خباثت و دنائت نے اس جانب نہ آنے دیا، اور اس کے برعکس ان سب نے ابراہیم علیہ السلام کی عداوت و دشمنی کا نعرہ بلند کردیا۔

شدہ شدہ بادشاہ وقت تک یہ باتیں پہنچ گئیں۔ اس زمانہ میں عراق کے بادشاہ کا لقب نمرود ہوتا تھا، اور یہ رعایا کے صرف بادشاہ ہی نہیں ہوتے تھے، بلکہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خود کو ان کا رب اور مالک جانتے تھے۔

نمرود کو جب یہ معلوم ہوا تو آپے سے باہر ہوگیا اور سوچنے لگا کہ اس شخص کی پیغمبرانہ تبلیغ و دعوت کی سرگرمیاں اگر اسی طرح جاری رہیں تو یہ میری ربوبیت، ملوکیت اور الوہیت سے بھی سب رعایا کو برگشتہ کر دے گا۔ یہ سوچ کر اس نے حکم دیا کہ ابراہیم (علیہ السلام) کو ہمارے دربار میں حاضر کرو، اس کے بعد دلچسپ مناظرہ قرآن میں موجود ہے وہاں ملاحظہ کریں۔

مناظرہ میں شکست کھا کر نمرود اور قوم نے ابراہیم علیہ السلام کی سزا کیلئے ایک مخصوص جگہ مقرر کی اور اس میں کئی روز مسلسل آگ دہکائی گئی، حتیٰ کہ اس کے شعلوں سے قرب و جوار کی اشیاء تک جھلسنے لگیں۔ جب اس طرح بادشاہ اور قوم کو کامل یقین اور اطمینان ہوگیا کہ اب ابراہیم علیہ السلام کے اس سے بچ نکلنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تب ایک گوپھن میں ابراہیم علیہ السلام کو بٹھا کر دہکتی آگ میں پھینک دیا۔

اس وقت آگ میں جلانے کی تاثیر بخشنے والے نے آگ کو حکم دیا کہ وہ ابراہیم (علیہ السلام) پر اپنی سوزش کا اثر نہ کرے اور ناری عناصر کا مجموعہ ہوتے ہوئے بھی اس کے حق میں سلامتی کے ساتھ سرد پڑ جائے۔

آگ اسی وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں "برداً و سلاماً" بن گئی، اور دشمن ان کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے اور ابراہیم علیہ السلام دہکتی آگ سے سالم و محفوظ دشمنوں کے نرغہ سے نکل گئے۔

دشمن اگر قویست نگہباں قوی تر ست

اور اگر آج سائنس کی دریافت پر فضا میں ایسی گیسیں موجود ہیں جن کے

بدن پر اثر کرنے سے آگ کی سوزش سے محفوظ رہا جاسکتا ہے تو گیسوں کے پیدا کرنے والے خالق کے لئے کون مانع ہے کہ نمرود کی دہکتی آگ میں ان کو ابراہیم علیہ السلام تک نہ پہنچا دے اور اس طرح آگ کو بحق ابراہیم علیہ السلام "برداً و سلاماً" نہ بنا دے۔

آج بھی ہو جو ابراہیمؑ سا ایماں پیدا — آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

ہجرت فلسطین: حضرت ابراہیم علیہ السلام اس طرح تبلیغ کرتے کرتے فلسطین پہنچے، اس سفر میں ان کے ہمراہ حضرت سارہؑ حضرت لوطؑ اور ان کی بیوی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین کے غربی اطراف میں سکونت اختیار کی۔

سورۂ ممتحنہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا: سورۂ ممتحنہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک خاص دعا اس طرح سے ہے: رَبَّنَا لاَ تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (سورۃ الممتحنۃ:۵)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہم کو ان لوگوں کیلئے "فتنہ" نہ بنا جو کافر ہیں۔ اور ہمارے رب ہم کو بخش دے، بیشک آپ عزیز اور حکیم ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے ان جامع کلمات میں بارگاہ حق میں سے اس کے طالب ہیں کہ اے اللہ! تو ہم کو کافروں کے ہاتھوں آزمائش کیلئے نہ چھوڑ دینا کہ وہ ہم کو ایمان سے برگشتہ اور کفر کے قبول کرنے کیلئے طرح طرح کے مصائب و آلام کا شکار بنائیں اور جبر و ظلم کے ذریعہ راہ بنانے پر آمادہ و دلیر ہو جائیں۔

سورۃ الشعراء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا: سورۂ شعراء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا مذکور ہے: "وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ" (الشعراء:۸۷)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: (پروردگار!) اور جس روز لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں تو اس دن مجھ کو رسوا نہ کرنا۔

اس دعا سے متعلق ایک حدیث کا مضمون اس طرح سے ہے کہ:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے والد (آزر) کو پراگندہ حال اور روسیاہ دیکھیں گے تو فرمائیں گے: پروردگار! دنیا میں تو نے میری اس دعا کو قبول فرمالیا تھا (یعنی پھر یہ رسوائی کیسی کہ میدان حشر میں اپنے باپ کو اس حالت میں دیکھ رہا ہوں)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام میں نے کافروں پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر)

ختنہ: تورات کے بیان کے مطابق جب ابراہیم علیہ السلام کی عمر ننانوے سال ہوئی، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تیرہ سال تو اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ ختنہ کرو۔ ابراہیم علیہ السلام نے تعمیل حکم میں پہلے اپنا ختنہ کرایا، اور اس کے بعد اسماعیل علیہ السلام اور تمام خانہ زادوں اور غلاموں کا ختنہ کرایا۔ یہی رسم ختنہ آج بھی ملت ابراہیمی کا شعار ہے اور سنت ابراہیمی کے نام سے مشہور ہے۔

ذبیح عظیم: مقربین بارگاہ الٰہی کو امتحان و آزمائش کی سخت سے سخت منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ پہلی منزل وہ تھی جب ان کو آگ میں ڈالا گیا، تو اس وقت جس صبر اور رضا بہ قضاء الٰہی کا انہوں نے ثبوت دیا وہ انہی کا حصہ تھا۔ اس کے بعد جب اسماعیل علیہ السلام اور ہاجرہ کو فاران کے بیابان میں چھوڑ آنے کا حکم ملا تو وہ بھی معمولی امتحان نہ تھا۔ اب تیسرے امتحان کی تیاری ہے جو پہلے دونوں سے بھی زیادہ زہرہ گداز اور جاں گسل امتحان ہے۔ یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام تین شب

مسلسل خواب میں دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابراہیم! تو ہماری راہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی دے۔

انبیاء علیہم السلام کا خواب ''رویاء صادقہ'' اور وحی الٰہی ہوتا ہے، اس لئے ابراہیم علیہ السلام رضا و تسلیم کا پیکر بن کر تیار ہو گئے کہ اللہ کے حکم کی جلد سے جلد تعمیل کریں، مگر چونکہ یہ معاملہ تنہا اپنی ذات سے وابستہ نہ تھا بلکہ اس آزمائش کا دوسرا جزء وہ ''بیٹا'' تھا جس کی قربانی کا حکم دیا گیا تھا، اس لئے باپ نے بیٹے کو اپنا خواب اور اللہ کا حکم سنایا۔ بیٹا ابراہیم علیہ السلام جیسے مجدد انبیاء و رسل کا بیٹا تھا، فوراً تسلیم خم کر دیا اور کہنے لگا کہ اگر اللہ کی یہی مرضی ہے تو ان شاء اللہ آپ مجھ کو صابر پائیں گے۔ اس گفتگو کے بعد باپ بیٹے اپنی قربانی پیش کرنے کیلئے جنگل روانہ ہو گئے۔ باپ نے بیٹے کی مرضی پا کر مذبوح جانور کی طرح ہاتھ پیر باندھے، چھری کو تیز کیا اور بیٹے کو پیشانی کے بل پچھاڑ کر ذبح کرنے لگے، فوراً اللہ کی وحی ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئی: اے ابراہیم! تو نے اپنا خواب سچ کر دکھلایا، بے شک یہ بہت سخت اور کٹھن آزمائش تھی۔ اب لڑکے کو چھوڑ اور تیرے پاس جو یہ مینڈھا کھڑا ہے اس کو بیٹے کے بدلے میں ذبح کر، ہم نیکوکاروں کو اسی طرح نوازا کرتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو جھاڑی کے قریب ایک مینڈھا کھڑا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس مینڈھے کو ذبح کر دیا۔

یہی وہ ''قربانی'' ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی مقبول ہوئی کہ بطور یادگار کے ہمیشہ کیلئے ملت ابراہیمی کا شعار قرار پائی اور آج بھی ذی الحجہ کی دسویں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تاریخ کو تمام دنیاءِ اسلام میں یہ "شعار" اسی طرح منایا جاتا ہے۔

(قصص الانبیاء واصحاب الصالحین "تلخیص قصص القرآن"، ص:۶۱ تا ۹۱)

محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب "بنائے کعبہ اور حج ابراہیم علیہ السلام" کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حج اور بنائے کعبہ: قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام خانۂ کعبہ کے بانی ہیں۔ نیز قرآن پاک میں اس کی بھی تصریح ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی سے حج کا اعلان کرایا۔

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ (لوگوں میں حج کا اعلان کردو، لوگ آئیں گے پیدل اور ہر دبلی اونٹنی پر دور دراز راستہ سے۔) (سورۃ الحج:۲۷)

اس کے بعد اس بات کیلئے کہ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے حج کئے ہیں۔ کسی دوسری صریح دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ تاہم چند حدیثیں نقل کی جاتی ہیں، جن سے انشاء اللہ مزید فوائد حاصل ہوں گے۔

ترمذی وغیرہ میں حضرت یزید بن شیبان کا بیان ہے کہ عرفات میں امام کے موقف سے بہت دور ایک جگہ (جہاں جاہلیت کے زمانے میں ہمارے آباء واجداد وقوف کرتے تھے) ہم ٹھہرے ہوئے تھے کہ ہمارے پاس ابن مربع انصاری ؓ نے آ کر کہا کہ میں آنحضرت ﷺ کے فرستادہ کی حیثیت سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ تم اپنے وقوف کی جگہ پر قائم رہو، یہ جگہ تم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وراثت میں ملی ہے۔ (مشکوٰۃ ص:۲۲)

اور مجمع الزوائد میں مسند احمد ومعجم کبیر طبرانی کے حوالے سے مذکور ہے کہ ابوالطفیل نے حضرت ابن عباس ؓ سے کہا کہ آپ کی قوم یہ کہتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صفا ومروہ کے بیچ سعی کی ہے، اور یہ سنت قدیمہ ہے۔ تو حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ میری قوم (قریش) صحیح کہتی ہے۔ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ادائے مناسک کا حکم دیا گیا (اور انہوں نے اس حکم کی تعمیل شروع کی) تو مسعیٰ (جہاں صفا ومروہ کے بیچ سعی کی جاتی ہے) کے پاس شیطان ان کے سامنے آیا اور شرارت سے دوڑنے میں مقابلہ کرنے لگا، مگر ابراہیم علیہ السلام نے اس کو شکست دے دی اور آگے بڑھ گئے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل ؑ ان کو جمرہ عقبہ کے پاس لے گئے تو وہاں بھی شیطان نمودار ہوا، وہاں حضرت ابراہم علیہ السلام نے اس کو سات کنکریاں ماریں۔ اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ کے پاس لے گئے تو وہاں بھی وہی قصہ پیش آیا۔ پھر حضرت جبرئیل ؑ نے منیٰ میں ان سے کہا کہ یہ حاجیوں کی اقامت گاہ ہے، پھر مزدلفہ لے گئے اور یہ مشعر حرام ہے۔ اس کے بعد ان کو عرفہ لے گئے۔ (ج:۲،ص:۲۲۳)

مجمع الزوائد کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ تلبیہ میں جو کلمات آج کہے جاتے ہیں وہ ملت ابراہیمی سے ماثور ومتوارث اور اسی ملت کی یادگار ہیں۔ حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد ایک زمانہ تک لوگ صحیح مذہب پر قائم اور مسلمان تھے۔ مگر شیطان برابر کوشش میں لگا رہا کہ کسی طرح ان کو اسلام سے پھیر دے، تا آنکہ اس نے تلبیہ میں اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَ لَکَ تَمْلِکُہٗ وَمَا مَلَکَ کا اضافہ کرا دیا، اور لوگ یوں تلبیہ کہنے لگے: لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لَبَّيْکَ، لَبَّيْکَ لَا شَرِيْکَ لَکَ اِلَّا شَرِيْکًا هُوَ لَکَ تَمْلِکُهٗ وَ مَا مَلَکَ۔

(ج:۲،ص:۲۲۳)

معجم کبیر طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ آئے اور خانۂ کعبہ کا طواف کر کے صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ ان کو منیٰ لے گئے اور وہاں ظہر،عصر،مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھوا کر عرفات لے گئے اور دو نمازیں (ظہر وعصر) پڑھ کر وہاں غروب آفتاب تک وقوف کرایا۔ پھر مزدلفہ میں آکر رات گزاری۔ (ابن جریر میں مزدلفہ میں عشاء و مغرب ایک ساتھ پڑھنے کا ذکر بھی ہے۔)

(کنزالعمال ج:۲،ص:۴۲)

اور صبح کو جلدی نماز پڑھ کر دیر تک وقوف کرایا،اس کے بعد منیٰ لے گئے وہاں کنکری ماری، جانور ذبح کیا اور سر منڈوایا۔ پھر ان کو مکہ لائے اور طواف کرایا۔ پھر دوبارہ منیٰ لے گئے اور وہاں انہوں نے ان دنوں میں قیام کیا۔حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے پاس وحی بھیجی کہ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَّ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔

ملت ابراہیمی کی پیروی کرو درانحالیکہ وہ جھوٹے مذہبوں سے بیزار تھے،اور مشرکوں میں سے نہیں تھے۔(مجمع الزوائد ج:۳،ص:۲۵۰)

(اعیان الحجاج ص:۲۴)

چند عبرتیں:

(۱) جب انسان کسی عقیدہ کو علم و یقین کی روشنی میں قائم کر لیتا ہے،اور وہ

اس کے قلب میں جاگزیں،اس کی روح میں پیوست اور اس کے سینہ میں نقش کالحجر ہو جاتا ہے تو اس کا فکر و خیال، اس کا سوچ و بچار اور اس کا استغراق اس بارے میں اس درجہ زبردست اور ثابت و راسخ ہو جاتا ہے کہ کائنات کا کوئی حادثہ اور دنیا کی کوئی سخت سے سخت مصیبت بھی اس کو اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتی۔وہ اس کیلئے آگ میں بے خطر کود پڑتا ہے۔سمندر میں بے جھجک چھلانگ مار دیتا ہے، اور سولی کے تختہ پر بے خوف جان دے دیتا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عزم و ثبات کی مثال اس کیلئے ایک زندہ اور روشن مثال ہے۔

(۲) حمایت حق کیلئے ایسے دلائل اور براہین پیش کرنے چاہئے، جو دشمن اور باطل پرست کے تہ قلب میں اتر جائیں اور وہ زبان سے خواہ اقرار حق نہ کرے لیکن اس کا ضمیر اور اس کا قلب حق کے اقرار پر مجبور ہو جائے، بلکہ بعض مرتبہ زبان بے اختیار اعلان حق سے باز نہ رہ سکے۔آیت قرآن ''وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ'' اسی حقیقت کا اعلان کرتی ہے۔

(۳) اگر قلب مومن صحیح عقائد پر اطمینان قلب اور زبان و قالب کی مطابقت کے ساتھ ایمان رکھتا ہے مگر عینی اور حقیقی مشاہدہ و محسوس کیلئے یا اس کو حق الیقین کے درجہ تک حاصل کرنے کیلئے کسی ایمانی یا اعتقادی مسئلہ میں بھی سوال و جستجو کی راہ اختیار کرتا اور طمانینت قلب کا طالب ہوتا ہے تو یہ جستجو ریب و کفر نہیں ہے بلکہ عین ایمان ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جواب ''وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ'' سے اسی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔

(۴) دسترخوان کی وسعت اگر ریاء و نمود سے پاک ہو اور فطری تقاضے کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پیش نظر مہمان نوازی میں وسعت قلب اور فراخ حوصلگی پائی جاتی ہو تو اخلاق کریمانہ میں بہت فضیلت شمار ہوتی ہے، اور "سخاءِ نفس" اور "کرم" کے نام سے موسوم ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ جن ہستیوں کو اپنے ابلاغ حق کیلئے چن لیتا ہے ان کے قلب و دماغ کو اپنے نور سے اس درجہ روشن کر دیتا ہے کہ ان کے سامنے عشق حق وصداقت کے سوا دوسری کوئی چیز باقی ہی نہیں رہتی، اور اس لئے ان میں شروع ہی سے یہ استعداد ودیعت ہوتی ہے کہ وہ عہد طفولیت ہی سے اپنے ہم عصروں میں ممتاز اور نمایاں نظر آنے لگتے اور راہ حق میں ابتلاء وامتحان کو خوشی سے سہتے اور صبر و رضا کا اسوۂ حسنہ پیش کرتے رہتے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا واقعہ ان کی شہادت کیلئے شاہد عدل اور باعث صد ہزار عبرت و عظمت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور عمر: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کے وقت ان کی عمر ۸۷ رسال تھی اور دوسرے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کے وقت ان کی عمر پورے ۱۰۰ رسال تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہما کے علاوہ ایک اور شادی کی جن سے ان کے یہاں چھ بیٹے ہوئے، ان کی نسل اپنی ماں کے نام پر بنی قطورہ کہلائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کل عمر ۱۷۵ رسال ہوئی، وہ حبرون (یروشلم کے قریب) میں مدفون ہیں۔

(قصص الانبیاء واصحاب الصالحین "تلخیص قصص القرآن"، ص: ۶۲ تا ۱۰۲)

سیدنا حضرت لوط علیہ السلام

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳۴﴾

ترجمہ: بیشک لوط بھی پیغمبروں میں سے تھے، جب ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دی۔ (الصافات: ۱۳۳، ۱۳۴)

لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے برادر زادہ ہیں۔ اور ان کا بچپن ابراہیم علیہ السلام ہی کے زیر سایہ گزرا اور ان کی نشو ونما حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہی آغوش تربیت کی رہین منت تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی بی بی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرتوں میں ہمیشہ ان کے ساتھ رہے ہیں۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر میں تھے تو اس وقت وہ بھی ہم سفر تھے۔ مصر سے واپسی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں آباد ہو گئے اور حضرت لوط علیہ السلام نے شرق اردن کے علاقہ میں سکونت اختیار کی۔ اس علاقہ میں دو معروف بستیاں سدوم اور عامورہ تھیں۔

قوم لوط علیہ السلام: حضرت لوط علیہ السلام نے دیکھا کہ یہاں کے باشندے فواحش اور معصیتوں میں اس قدر مبتلا ہیں کہ دنیا کی کوئی برائی ایسی نہ تھی جو ان میں موجود نہ ہو۔ دوسرے عیوب اور فواحش کے علاوہ یہ قوم ایک خبیث عمل میں مبتلا تھی، یعنی اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے وہ عورتوں کے بجائے امرد لڑکوں سے اختلاط رکھتے تھے۔ دنیا کی قوموں میں اس وقت تک اس عمل کا قطعی رواج نہ تھا۔ یہی بد بخت قوم ہے جس نے اس ناپاک عمل کی ایجاد کی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت لوط علیہ السلام اور تبلیغ حق: ان حالات میں حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ان کی بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت اور شرافت وطہارت کی زندگی کی رغبت دلائی، اور نرمی کے ساتھ جو ممکن طریقے سمجھانے کے ہو سکتے تھے، ان کو سمجھایا، اور گذشتہ اقوام کی بداعمالیوں کے نتائج بتا کر عبرت دلائی۔ مگر ان پر مطلق اثر نہ ہوا، بلکہ کہنے لگے: لوط اور اس کے خاندان کو اپنے شہر سے نکال دو، یہ بے شک بہت ہی پاک بنتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے پھر ایک مرتبہ بھری محفل میں ان کو نصیحت کی۔ تو قوم نے اس نصیحت کو سنا تو غم وغصہ سے تلملا اٹھی، اور کہنے لگی: لوط! بس یہ نصیحتیں اور عبرتیں ختم کر، اور اگر ہمارے ان اعمال سے تیرا خدا ناراض ہے تو وہ عذاب لا کر دکھا، جس کا ذکر کرکے بار بار ہم کو ڈراتا ہے، اور اگر واقعی اپنے قول میں سچا ہے تو ہمارا تیرا فیصلہ ہو جانا ہی اب ضروری ہے۔

ادھر یہ ہو رہا تھا اور دوسری جانب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں تین مہمان آئے، ان کیلئے بچھڑا ذبح کرکے تکّے بنائے اور بھون کر مہمانوں کے سامنے پیش کئے، مگر انہوں نے کھانے سے انکار کیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سمجھا کہ یہ کوئی دشمن ہیں جو حسب دستور کھانے سے انکار کر رہے ہیں، اور کچھ خائف ہوئے کہ آخر یہ کون ہیں؟

مہمانوں نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اضطراب دیکھا تو ان سے ہنس کر کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں، ہم اللہ کے فرشتے ہیں، اور قوم لوط کی تباہی کیلئے بھیجے گئے ہیں، اس لئے سدوم جا رہے ہیں۔

ملائکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہو کر سدوم پہنچے، اور لوط علیہ السلام کے یہاں مہمان ہوئے۔ یہ اپنی شکل وصورت میں حسین وخوبصورت اور عمر میں نوجوان لڑکوں کی شکل وصورت میں تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان مہمانوں کو دیکھا تو گھبرا گئے اور ڈرے کہ بد بخت قوم میرے ان مہمانوں کے ساتھ کیا معاملہ کرے گی، کیونکہ ابھی تک ان کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ یہ اللہ کے فرشتے ہیں۔ ابھی حضرت لوط علیہ السلام اس حیص بیص میں تھے کہ قوم کو خبر لگ گئی اور لوط علیہ السلام کے مکان پر چڑھ آئے اور مطالبہ کرنے لگے کہ تم ان کو ہمارے حوالے کرو۔

حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی کو دیکھ کر فرشتوں نے کہا: آپ ہماری ظاہری صورتوں کو دیکھ کر گھبرائیں نہیں، ہم ملائکہ عذاب ہیں۔

آخر عذاب الٰہی کا وقت آپہنچا۔ ابتداء شب ہوئی تو ملائکہ کے اشارہ پر حضرت لوط علیہ السلام اپنے خاندان سمیت دوسری جانب سے نکل کر سدوم سے رخصت ہو گئے، اور ان کی بیوی نے ان کی رفاقت سے انکار کر دیا، اور راستہ ہی سے لوٹ کر سدوم واپس آگئی۔ آخر شب ہوئی تو اول ایک ہیبت ناک چیخ نے اہلِ سدوم کو تہ وبالا کر دیا، اور پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا، اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام ونشان تک مٹا دیا، اور وہی ہوا جو گزشتہ قوم کی نافرمانی اور سرکشی کا انجام ہو چکا ہے۔ (تلخیص قصص القرآن ص: ۹۵ تا ۱۰۴)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝ (سورۂ مریم: ۵۴ تا ۵۵)

ترجمہ: ''اور کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کرو، وہ وعدے کے سچے اور (ہمارے) بھیجے ہوئے نبی تھے اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے تھے اور اپنے پروردگار کے ہاں پسندیدہ (اور برگزیدہ) تھے۔''

ولادت: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مصر سے واپسی پر فلسطین میں سکونت اختیار کی، اس علاقہ کو کنعان بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت تک اولاد سے محروم تھے۔ توریت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فرزند کے لئے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا۔

تھوڑے عرصہ بعد حضرت ہاجرہ کے یہاں بیٹا پیدا ہوا اور فرشتہ کی بشارت کے مطابق اس کا نام اسماعیل (علیہ السلام) رکھا گیا۔

وادی غیر ذی زرع اور ہاجرہؓ واسماعیل علیہ السلام: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے بعد کے حالات بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول روایت میں اس طرح بیان ہوئے ہیں:

''ابراہیم علیہ السلام ہاجرہؓ اور ان کے شیرخوار بچہ اسماعیل علیہ السلام کو لے کر چلے

اور جہاں آج کعبہ ہے اس جگہ ایک بڑے درخت کے نیچے زم زم کے موجودہ مقام سے بالائی حصہ پر ان کو چھوڑ گئے۔ وہ جگہ ویران اور غیر آباد تھی، اور پانی کا نام ونشان نہ تھا۔ اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے ایک مشکیزہ پانی اور ایک تھیلی کھجوران کے پاس چھوڑ دی، اور پھر منہ پھیر کر روانہ ہوگئے۔ ہاجرہؓ ان کے پیچھے پیچھے یہ کہتی ہوئی چلیں: اے ابراہیم علیہ السلام! تم ہم کو ایسی وادی میں کہاں چھوڑ کر چل دیئے، جہاں نہ آدمی ہے نہ آدم زاد، اور نہ کوئی مونس وغم خوار۔ ہاجرہ برابر یہ کہتی جارہی تھیں، مگر ابراہیم علیہ السلام خاموش چلے جارہے تھے، آخر ہاجرہؓ نے دریافت کیا کیا تیرے اللہ نے تجھ کو یہ حکم دیا ہے؟ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''ہاں! یہ اللہ کے حکم سے ہے''۔ ہاجرہؓ نے جب یہ سنا تو کہنے لگیں: ''اگر یہ اللہ کا حکم ہے تو بلا شبہ وہ ہم کو ضائع اور برباد نہیں کرے گا، اور پھر واپس لوٹ آئیں۔

ہاجرہؓ چند روز تک مشکیزہ سے پانی اور تھیلی سے کھجوریں کھاتی اور اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی رہیں، لیکن وہ وقت بھی آگیا کہ پانی رہا نہ کھجوریں، تب وہ سخت پریشان ہوئیں۔ چونکہ وہ بھوکی پیاسی تھیں اسلئے دودھ بھی نہ اترتا تھا، اور بچہ بھی بھوکا پیاسا رہا۔ جب حالت دگرگوں ہونے لگی اور بچہ بے تاب ہونے لگا تو ہاجرہؓ اسماعیل علیہ السلام کو چھوڑ کر دور جا بیٹھیں تاکہ اس حالت زار میں اس کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھیں۔ کچھ سوچ کر قریب کی پہاڑی صفا پر چڑھیں کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ نظر آجائے یا پانی نظر آجائے، مگر کچھ نظر نہ آیا۔ پھر بچہ کی محبت میں دوڑ کر وادی میں آگئیں، اس کے بعد دوسری جانب کی پہاڑی مروہ پر چڑھ گئیں اور وہاں بھی جب کچھ نظر نہ آیا تو پھر تیزی سے لوٹ کر وادی میں بچہ کے پاس آگئیں، اور اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طرح سات مرتبہ کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس مقام پر پہنچ کر فرمایا کہ یہی وہ سعی "بین الصفا والمروۃ" ہے جو حج میں لوگ کرتے ہیں۔ آخر میں وہ مروہ پر تھیں تو کانوں میں ایک آواز آئی، چونکیں اور دل میں کہنے لگیں کہ کوئی پکارتا ہے، کان لگایا تو پھر آواز آئی، حضرت ہاجرہؓ کہنے لگیں: اگر تم مدد کر سکتے ہو تو سامنے آؤ، تمہاری آواز سنی گئی، دیکھا تو اللہ کا فرشتہ جبرئیل علیہ السلام ہے۔ فرشتہ نے اپنا پیر (یعنی ایڑی) اس جگہ مارا جہاں زمزم ہے، اسی جگہ سے پانی ابلنے لگا، حضرت ہاجرہؓ نے یہ دیکھا تو پانی کے چاروں طرح باڑ بنانے لگیں، مگر پانی برابر ابلتا رہا۔

ہاجرہؓ نے پانی پیا اور پھر اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلایا، فرشتہ نے ہاجرہؓ سے کہا کہ خوف اور غم نہ کر، اللہ تعالیٰ تجھ کو اور اس بچے کو ضائع نہ کرے گا۔ یہ مقام "بیت اللہ" ہے، جس کی تعمیر اس بچہ اسماعیلؑ اور اس کے باپ ابراہیمؑ کی قسمت میں مقدر ہو چکی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اس خاندان کو ہلاک نہیں کرے گا۔ بیت اللہ کی یہ جگہ قریب کی زمین سے نمایاں تھی۔ اسی دوران بنی جرہم کا ایک قبیلہ اس وادی کے قریب آکر ٹھہرا، دیکھا تو تھوڑے فاصلہ پر پرندے اڑ رہے ہیں۔ بنو جرہم حضرت ہاجرہؓ سے وہاں رہنے کی اجازت چاہی، انہوں نے یہ بخوشی منظور کر لی اور وہ لوگ وہیں مقیم ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاجرہ بھی باہمی انس و رفاقت کیلئے یہ چاہتی تھیں کہ کوئی یہاں آکر مقیم ہو، اس لئے انہوں نے مسرت کے ساتھ بنی جرہم کو قیام کی اجازت دے دی۔ جرہم نے آدمی بھیج کر اپنے باقی ماندہ اہل خاندان کو بھی بلایا اور یہاں مکانات بنا کر رہنے سہنے لگے۔ ان ہی میں اسماعیل علیہ السلام بھی رہتے

اور کھیلتے اور ان سے ان کی زبان سیکھتے۔ جب اسماعیلؑ بڑے ہو گئے تو ان کا طرز و انداز اور ان کی خوبصورتی بنی جرہم کو بہت بھائی اور انہوں نے اپنے خاندان کی لڑکی سے ان کی شادی کر دی، اس کے کچھ عرصہ کے بعد ہاجرہؓ کا انتقال ہو گیا۔

ذبح عظیم: حضرت ابراہیم علیہ السلام تین شب مسلسل خواب دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابراہیمؑ! تو ہماری راہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی دے۔

انبیاء (علیہم السلام) کا خواب "رویا صادقہ" اور وحی الٰہی ہوتا ہے، اس لئے ابراہیم علیہ السلام رضا و تسلیم کا پیکر بن کر تیار ہو گئے کہ اللہ کے حکم کی جلد سے جلد تعمیل کریں۔ مگر چونکہ یہ معاملہ تنہا اپنی ذات سے وابستہ نہ تھا، بلکہ اس آزمائش کا دوسرا جزو "بیٹا" تھا جس کی قربانی کا حکم دیا گیا تھا۔ اس لئے باپ نے بیٹے کو اپنا خواب اور اللہ کا حکم سنایا۔ بیٹا ابراہیم علیہ السلام جیسے مجدد انبیاء و رسل کا بیٹا تھا، فوراً سر تسلیم خم کر دیا، اور کہنے لگا کہ اگر اللہ کی یہی مرضی ہے تو ان شاء اللہ آپ مجھ کو صابر پائیں گے۔

یہی وہ "قربانی" ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی مقبول ہوئی کہ بطور یادگار کے ہمیشہ کیلئے ملت ابراہیمی کا شعار قرار پائی۔ آج بھی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو تمام دنیاء اسلام میں یہ "شعار" منایا جاتا ہے۔

بناء کعبہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام اگرچہ فلسطین میں مقیم تھے، مگر برابر مکہ میں ہاجرہ و اسماعیل علیہ السلام کو دیکھنے آتے رہتے تھے، اسی اثناء میں ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ "کعبۃ اللہ" کی تعمیر کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ذکر کیا اور دونوں باپ بیٹے نے بیت اللہ کی تعمیر شروع کر دی۔

اس تعمیر کو یہ شرف حاصل ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جیسا جلیل القدر پیغمبر اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کامعمار ہے، اور اسماعیل علیہ السلام جیسا نبی و ذبیح اس کا مزدور۔ باپ بیٹے برابر اس کی تعمیر میں مصروف ہیں، اور جب اس کی دیواریں اوپر اٹھتی ہیں اور بزرگ باپ کا ہاتھ اوپر تعمیر سے معذور ہو جاتا ہے تو قدرت کی ہدایت کے مطابق ایک پتھر کو مددگار بنایا جاتا ہے، جس کو اسماعیل علیہ السلام اپنے ہاتھ سے سہارا دیتے اور ابرہیم علیہ السلام اس پر چڑھ کر تعمیر کرتے جارہے ہیں۔ یہی وہ یادگار ہے جو آج مقام ابراہیم علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے۔ جب تعمیر اس حد تک پہنچی جہاں آج حجر اسود نصب ہے تو جبرئیل امین علیہ السلام نے ان کی راہنمائی کی اور حجر اسود کو ان کے سامنے ایک پہاڑی سے محفوظ نکال کر دیا، جس کو جنت کا لایا ہوا پتھر کہا جاتا ہے، تاکہ وہ نصب کر دیا جائے۔

بیت اللہ تعمیر ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بتایا کہ یہ ملت ابراہیمی کیلئے (قبلہ) اور ہمارے سامنے جھکنے کا نشان ہے، اس لئے یہ توحید کا مرکز قرار دیا جاتا ہے۔ تب ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام نے دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کی ذریت کو اقامت صلوٰۃ اور زکوٰۃ کی ہدایت دے اور استقامت بخشے اور ان کیلئے پھلوں میووں اور رزق میں برکت عطا فرمائے، اور تمام اقطاع عالم کے بسنے والوں میں سے ہدایت یافتہ گروہ کو اس طرف متوجہ کرے کہ وہ دور دور سے آئیں اور مناسک حج ادا کریں، اور ہدایت و رشد کے اس مرکز میں جمع ہو کر اپنی زندگی کی سعادتوں سے دامن بھریں۔

حضرت اسماعیلؑ کی اولاد: تورات کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے جو سردار کہلائے اور عرب کے مستقل قبائل کے جد قبیلہ بنے اور

ایک لڑکی تھی، جس کا نام بشامہ یا محلاۃ تھا۔ ان کے بیٹے نابت کی نسل اصحاب الحجر کہلائی۔ (نابتین کے آثار پیڑا (اردن) میں موجود ہیں) اور قیدار کی نسل اصحاب الرّس کے نام سے مشہور ہوئی۔

حضرت اسماعیلؑ کی وفات: حضرت اسماعیل علیہ السلام جب ۱۳۶ رسال کے ہوئے تو ان کا انتقال ہوگیا۔ تورات کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات فلسطین میں ہوئی، اور فلسطین میں ہی ان کی قبر بنی۔ عرب مؤرخین کے مطابق وہ اور ان کی والدہ ہاجرہ بیت اللہ کے قریب حرم شریف کے اندر مدفون ہیں۔

(تلخیص قصص القرآن ص:۸۶ تا ۹۴)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سیدنا حضرت اسحاق و یعقوب علیہما السلام

حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کے وقت آپ کے والد ماجد حضرت ابراہیمؑ کی عمر سو سال تھی۔ آپ کی والدہ حضرت سارہ علیہا السلام کو جب آپ کی ولادت کی خوش خبری دی گئی تو وہ نوے سال کی تھیں۔ آپ اپنے بھائی حضرت اسماعیل علیہ السلام سے چودہ سال بعد پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١١٢﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿١١٣﴾ (الصافات: ۱۱۲)

''اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق کی بشارت بھی دی (کہ وہ) نبی (اور) نیکوکاروں میں سے (ہوں گے) اور ہم نے ان پر اور اسحاق پر برکتیں نازل کی تھیں۔ اور ان دونوں کی اولاد میں سے نیکوکار بھی ہیں اور اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والے (یعنی گناہگار) بھی ہیں۔''

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آپ کا ذکر اور تعریف موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کریم کے پڑپوتے، کریم کے پوتے، کریم کے بیٹے اور خود بھی کریم، یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔

اولادِ اسحاق علیہ السلام کی باہمی عداوت اور سبب: اہل کتاب کہتے ہیں کہ حضرت اسحاق علیہ السلام نے اپنے والد کی زندگی میں رفقا بنت بتوایل سے شادی کی، اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی، وہ بانجھ تھیں۔ آپ نے اللہ سے دعا کی تو وہ

امید سے ہوگئیں۔ پھر ان کے یہاں دو بیٹے پیدا ہوئے، ایک کا نام عیسو تھا جسے اہل کتاب عیص کہتے ہیں، اور رومیوں کا جدامجد ہے۔ اور دوسرا جو اپنے بھائی کی ایڑی پکڑے ہوئے پیدا ہوا، اس کا نام ''یعقوب'' رکھا گیا۔ ان ہی کا نام ''اسرائیل'' بھی ہے۔ اس لئے ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسبت عیسو سے زیادہ محبت تھی، کیونکہ وہ ان کا بڑا بیٹا تھا، اور رفقا کو یعقوب سے زیادہ محبت تھی کیونکہ وہ چھوٹے بیٹے تھے۔

جب حضرت اسحاقؑ بوڑھے ہوگئے اور ان کی نظر کمزور ہوگئی تو انہوں نے اپنے بیٹے عیسو سے کھانا تیار کرنے کی خواہش ظاہر کی اور اسے حکم دیا کہ جا کر کوئی جانور شکار کرے اور اس کا گوشت پکا کر کھلائے، تاکہ آپ اس کے حق میں خیر و برکت کی دعا کریں۔ عیسو شکار پیشہ آدمی تھا، وہ شکار کی تلاش میں نکل گیا۔ رفقا نے اپنے بیٹے یعقوب سے کہا کہ اپنی بکریوں میں سے دو عمدہ میمنے ذبح کرکے اپنے والد کی پسند کا کھانا تیار کرے اور بھائی کے آنے سے پہلے والد کو پیش کردے تاکہ وہ اس کے حق میں دعا کریں۔

جب اس نے کھانا لاکر پیش کیا تو اسحاق علیہ السلام نے فرمایا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: آپ کا بیٹا (عیسو) ہوں۔ آپ نے اس سے معانقہ کیا اور فرمایا: آواز تو یعقوب کی ہے لیکن چھونے اور کپڑوں سے عیسو معلوم ہوتا ہے۔

جب حضرت اسحاق علیہ السلام نے کھانا کھالیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو دعا دی کہ وہ اپنے تمام بھائیوں سے زیادہ معزز ہو، وہ ان کا اور بعد والی قوموں کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سردار ہو اور اس کا رزق اور اولاد بہت زیادہ ہو۔

جب وہ آپ کے پاس سے نکلے تو ان کا بھائی عیسو بھی والد کے حکم کے مطابق کھانا لے کر حاضر ہوا۔ حضرت اسحاق علیہ السلام نے فرمایا: بیٹا! یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ وہ کھانا ہے جس کی آپ نے خواہش کی تھی۔ آپ نے فرمایا: کیا تو تھوڑی دیر پہلے میرے پاس کھانا نہیں لایا تھا، جسے کھا کر میں نے تجھے دعا دی تھی؟ اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم!۔ اسے معلوم ہوگیا کہ اس کا بھائی (یعقوب) اس سے پہلے کھانا پیش کر کے دعا لے چکا ہے، چنانچہ اسے اس پر بہت غصہ آیا۔

اہل کتاب لکھتے ہیں کہ اس نے بھائی کو دھمکی دی کہ باپ کی وفات کے بعد اسے قتل کر دے گا۔ اس کے مطالبے پر اس کے والد (اسحاق علیہ السلام) نے اس کیلئے دوسری دعا کی کہ اس کی اولاد کو سخت (اور زرخیز) زمین ملے اور ان کے رزق اور پھلوں میں اضافہ ہو۔ اس کے بعد یعقوب علیہ السلام والدین کے مشورہ سے ماموں کے گھر حران کیلئے روانہ ہو گئے۔

بیت المقدس کی بنیاد: راستے میں شام ہوگئی، تو وہ ایک جگہ پتھر پر سر رکھ کر سو گئے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ زمین سے آسمان تک ایک سیڑھی لگی ہوئی ہے جس پر فرشتے چڑھ اور اتر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں (یعقوب علیہ السلام) کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں: ''میں تجھے برکت دوں گا اور تیری اولاد بہت بڑھاؤں گا، اور یہ زمین تجھے اور تیری نسل کو دوں گا۔'' جب آپ بیدار ہوئے تو اس خواب کی وجہ سے بہت خوش تھے۔ آپ نے نذر مانی کہ اگر وہ سلامتی سے گھر پہنچ گئے تو اس مقام پر اللہ کی عبادت گاہ تعمیر کریں گے، اور اللہ تعالیٰ آپ کو جو کچھ بھی

دے گا اس کا دسواں حصہ اللہ کیلئے دیں گے۔ پھر آپ نے اس پتھر پر بطور نشانی تیل لگا دیا۔ اس جگہ کا نام ''بیت ایل'' یعنی بیت اللہ رکھا گیا۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں آج کل بیت المقدس واقع ہے، جسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بعد میں بنایا تھا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی حران آمد اور شادی: جب حضرت یعقوبؑ حران (علاقۂ بغداد) کے علاقے میں اپنے ماموں کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان کی دو بیٹیاں ہیں۔ بڑی کا نام لیّا تھا اور چھوٹی کا نام راحیل۔ آخر الذکر زیادہ خوش شکل تھی۔ یعقوب علیہ السلام نے اس کا رشتہ طلب کیا تو اس (لڑکی) کے والد (لابان) نے یہ مطالبہ اس شرط پر منظور کر لیا کہ آپ سات سال تک اس کی بکریاں چرائیں۔ جب یہ مدت پوری ہوگئی تو لیّا سے شادی ہوگئی۔ پھر فرمایا اگر تم راحیل سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو سات سال مزید میری خدمت کرو، میں اس کا نکاح بھی تم سے کر دوں گا۔

آپ نے سات سال مزید خدمت کی۔ تب ان کا نکاح راحیل سے بھی ہوگیا۔ ان کی شریعت میں یہ جائز تھا کہ ایک شخص دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھے۔ پھر تورات میں اس سے منع کر دیا گیا۔

لابان نے اپنی دونوں بیٹیوں کو ایک ایک لونڈی دی۔ لیّا کو جو لونڈی دی گئی اس کا نام زلفیٰ تھا اور راحیل کی لونڈی کا نام بلہہ تھا۔ پھر ان دونوں بیبیوں نے اپنی باندی آپ کو ہبہ کر دیا۔ ان چاروں سے آپ کو ۱۲ر بیٹے ہوئے، ان میں ۱۱ر بیٹے ماموں کے گھر پیدا ہوئے۔

مال ومتاع: مدت پوری کرنے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ماموں لابان سے درخواست کی کہ انہیں اپنے گھر جانے دیں۔ آپ کے ماموں نے کہا: ''مجھے تیری وجہ سے برکت حاصل ہوئی، اس لئے میرے مال سے جو کچھ چاہے طلب کر لے''۔ چنانچہ بہت سے جانور مع دیگر سامان اور اپنے اہل وعیال کو لے کر روانہ ہو گئے۔

جب آپ ساحور کے مقام سے گزرے تو اپنے لئے ایک گھر بنایا اور جانوروں کیلئے جھونپڑے بنائے۔ پھر شخیم کے شہر اُورشلیم (یروشلم) کے پاس سے گزرے۔ وہاں آپ نے شہر کے قریب ڈیرے لگائے۔ آپ نے شخیم بن جمور سے سو بھیڑوں کے عوض زمین کا ٹکڑا خرید لیا۔ وہاں آپ نے اپنا خیمہ لگایا اور ایک مذبح بنایا اور اس کا نام ''ایل'' اِلٰہ اسرائیل رکھا۔ آپ کو اللہ نے اس کی تعمیر کا حکم دیا تھا، تاکہ اس میں اللہ کا ذکر کیا جائے۔ یہی آج کل بیت المقدس کے نام سے معروف ہے۔ اسی کو بعد میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے نئے سرے سے تعمیر فرمایا تھا۔ یہ اسی چٹان (صخرہ) کی جگہ تعمیر کیا گیا، جس پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے تیل ڈال کر نشان لگایا تھا، جیسے کہ پہلے بیان ہوا ہے۔

اس کے بعد راحیل کے یہاں ایک بیٹا ''بنیامین'' پیدا ہوا۔ انہیں کی ولادت کے موقع پر دردزہ کی سخت تکلیف ہوئی اور وہ بنیامین کی ولادت کے بعد فوت ہو گئیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو ''افراث''، یعنی بیت اللحم کے مقام پر دفن کیا اور یعقوب علیہ السلام نے ان کی قبر پر ایک پتھر نصب کر دیا۔ وہ آج تک ''راحیل کی قبر'' کے طور پر مشہور رہے۔ (قصص الانبیاء اردو ''علامہ ابن کثیر'' ص:۲۶۹ تا ۲۷۵)

سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام

قرآن پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام کا نام چھبیس جگہ آیا ہے، جس میں سے چوبیس جگہ سورۂ یوسف میں اور ایک جگہ سورۂ انعام میں اور ایک جگہ سورۂ الغافر میں۔

اور آپ کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ دادا ابراہیم علیہ السلام کی طرح آپ کے نام پر قرآن پاک میں ایک مستقل سورت (سورۂ یوسف) نازل ہوئی، جو حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات سے متعلق عبرت وموعظت کا بےنظیر ذخیرہ ہے۔

قرآن کریم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو ''احسن القصص'' کہا ہے اس لئے کہ اس ایک واقعہ میں جس قدر عبرتیں، حکمتیں اور مواعظ ونصائح موجود ہیں کسی اور واقعہ میں اس طرح یکجا نہیں ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ۔

حدیث رسول میں یوسف علیہ السلام کی مدحت ومنقبت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ اور صفات عالیہ کے متعلق ارشاد فرمایا ''الکریم بن الکریم بن الکریم بن الکریم (یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراهیم) اور ایک روایت میں ہے ''اکرم الناس یوسف نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ابن خلیل اللہ‘‘ (بخاری کتاب التفسیر)

یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑ پوتے ہیں اور ان کی والدہ کا نام راحیل بنت لاباں ہے۔

یہ بھی اپنے والد، دادا، پردادا کی طرح مقام رشد کو پہنچ کر خدائے برتر کے جلیل القدر پیغمبر بنے، اور ملت ابراہیمی کی دعوت وتبلیغ کی خدمت سرانجام دی، یہی وجہ ہے کہ ابتدائے زندگی ہی سے آپ کی عالی استعداد دوسرے بھائیوں کے مقابلہ میں بالکل جدا اور نمایاں تھی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان سے بیحد محبت تھی اس لئے کسی وقت بھی ان کی جدائی گوارا نہ کرتے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے عشق ومحبت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی پیشانی کا چمکتا ہوا نور نبوت پہچانتے اور وحی الٰہی کے ذریعہ اس کی اطلاع پاچکے تھے۔ (قصص القرآن)

یہ محبت برادران یوسف پر بیحد شاق اور ناقابل برداشت تھی اور وہ ہر وقت اس فکر میں رہتے کہ کسی طریقہ سے یوسف کو راستہ سے ہٹایا جائے۔ مزید یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور شمس وقمر (سورج وچاند) ان کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب یہ خواب سنا تو سختی سے منع کردیا کہ اپنا یہ خواب کسی کے سامنے نہ دہرائے، مگر ان کو معلوم ہوگیا۔ بالآخر حسد کی بھڑکی ہوئی آگ نے برادران یوسف کو ان کے خلاف سازش پر مجبور کرہی دیا اور وہ اس بات

پر متفق ہوئے ’’اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِاطْرَحُوْهُ اَرْضًا‘‘ (یا تو یوسف کو قتل کرڈالو یا پھر کسی اور زمین میں پھینک دو۔)

برادران یوسف نے اس رائے پر متفق ہو کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آکر کہا کہ آپ یوسف کو ہمارے ساتھ سیر وتفریح کے لئے بھیج دیں، ہم ان کی خوب حفاظت کریں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان پر پہلے ہی سے شک تھا اس لئے فوراً فرمایا ’’اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ‘‘ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس کو یہاں سے لے جاؤ اور ان کو کوئی بھیڑیا وغیرہ نشانہ بنالے اور تم کو معلوم بھی نہ ہو۔

بہرحال وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو بہلا پھسلا کر یوسفؑ کو اپنے ساتھ لے گئے اور انھوں نے راستہ ہی میں حضرت یوسف علیہ السلام کو مارنا پیٹنا شروع کردیا اور قتل کے درپے ہوگئے؛ لیکن ان کے بڑے بھائی یہودا کے دل میں اللہ نے رحم ڈالا، اس نے بھائیوں سے کہا کہ تم نے مجھ سے یوسف کو قتل نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا لہذا عہد شکنی نہ کرو۔ اور تمہارا مقصد یوسف کو والد سے جدا کرنا ہی تو ہے تو وہ بغیر قتل کے بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ لہذا تم ان کو فلاں کنواں میں ڈال دو۔ اگر یہ وہیں ختم ہوجائے تو تمہاری مراد حاصل ہوجائے گی، یا ہوسکتا ہے کوئی قافلہ وغیرہ ادھر سے گذرے اور وہ پانی کے لئے کنویں پر آئے تو وہ ان کو نکال کر اپنے ساتھ کسی دوسری جگہ لے جائے گا۔

چنانچہ ان لوگوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال دیا اور ان کی قمیص کو خون سے تر کرکے روتے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حاضر ہوئے اور کہا کہ بکریوں کے گلہ پر بھیڑیوں نے حملہ کر دیا اور ہم یوسف کو سامان کے پاس چھوڑ کر دوڑ میں مشغول ہو گئے اسی دوران یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب یوسفؑ کی قمیص دیکھی تو صحیح سالم تھی البتہ اس پر خون لگا ہوا تھا فوراً سمجھ گئے اور فرمایا ''بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ'' (یہ تو تم نے ایک بات بنائی ہے) میں تو صبر جمیل کروں گا اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگوں گا۔

اتفاق سے ایک قافلہ کنویں کے پاس سے گذرا اور پانی لانے والے کو پانی لانے کے لئے اس کنویں پر بھیجا، جب اس نے ڈول ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام ڈول پکڑ کر باہر آ گئے۔ اچانک ایک عجیب انداز سے کنویں کی گہرائی سے برآمد ہونے والے اس کمسن حسین اور ہونہار بچہ کو دیکھ کر وہ پانی لانے والا پکار اٹھا ''قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ'' (کہ خوشخبری ہو یہ تو بچہ نکل آیا)۔

جب برادران یوسف کو معلوم ہوا کہ یوسف کو ایک قافلہ نے نکال لیا ہے تو وہ قافلہ والوں کے پاس آئے اور یوسفؑ کو اپنا غلام بنا کر قافلہ والوں کو فروخت کر دیا، پھر وہ قافلہ ان کو خرید کر مصر کے بازار لے آیا اور وہاں سے عزیز مصر ان کو خرید کر اپنے گھر لے آیا، اور ان کی پیشانی پر چمکتے نور کو دیکھ کر اپنی بیوی (زلیخا) سے کہا ''اَكْرِمِيْ مَثْوٰهُ عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا'' (ان کو اچھی طرح رکھنا، ہوسکتا ہے یہ ہمارے کچھ کام آئے یا اس کو ہم اپنا بیٹا بنا لیں)۔

حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے یہاں رہنے لگے اور عزیز مصر کی بیوی (زلیخا) حضرت یوسف علیہ السلام کے اوصاف حمیدہ اور حسن و جمال سے

متأثر ہو کر آپ پر فریفتہ ہو گئی اور ایک دن اس نے گھر کے سارے دروازے بند کر کے یوسفؑ کو برائی کے ارادہ سے اپنے پاس بلانا چاہا، تو یوسفؑ نے جواب دیا ''مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ'' (اللہ کی پناہ میں یہ کام کیسے کر سکتا ہوں کیونکہ تیرا شوہر میرا آقا ہے اس نے میرے ساتھ بہت بڑا احسان کیا ہے)۔

لیکن اس کے بعد بھی جب وہ باز نہ آئی تو یوسفؑ وہاں سے بھاگے اور زلیخا بھی آپ کے پیچھے دوڑی، اس نے بھاگتے ہوئے آپ کا دامن پکڑ لیا جس کی وجہ سے آپ کا دامن پیچھے سے پھٹ گیا اور یہی دامن کا پھٹنا بعد میں آپ کی صداقت کا گواہ بنا۔

اس واقعہ کے بعد زلیخا اور اس کے گھر والوں نے اس کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن یہ واقعہ آخر کار درباری عورتوں تک جا ہی پہنچا۔ ان عورتوں نے زلیخا پر لعن طعن شروع کر دیا، جب زلیخا ان کے طعنوں سے تنگ آ گئی تو اس نے ایک تدبیر اختیار کی، اس نے ان سب عورتوں کو مدعو کیا اور ایک محفل منعقد کی وہاں پھل رکھے اور پھل کاٹنے کے لئے ہر ایک کو چھری دی، پھر حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کے سامنے باہر آنے کو کہا، جب یوسف علیہ السلام باہر آئے تو وہ یوسفؑ کا حسن و جمال دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئیں اور پھل کاٹنے کی جگہ اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں اور کہنے لگیں ''حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ط اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ'' (اللہ کی پناہ! یہ کوئی انسان نہیں یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے) زلیخا کہنے لگی یہی ہے وہ جس کے بارے میں تم مجھے طعنے دے رہی تھیں۔

اور ان تمام عورتوں کے سامنے پھر زلیخا نے دھمکی دی ''لَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ''(کہا اگر اس نے میری بات نہ مانی تو یہ قید خانہ میں ڈال دیا جائے گا اور ذلیل ورسوا ہوگا) یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ''رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ''(یا اللہ! جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہے اس سے بہتر تو میرے لئے قید خانہ ہے) اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

چونکہ یہ بات شہر میں پھیل چکی تھی اس لئے عزیز مصر نے اپنے گھر سے شک وشبہ دور کرنے کے لئے آپؑ کی عفت کا کامل یقین ہونے کے بعد بھی کچھ دنوں کے لئے قید خانہ میں ڈالنا مناسب سمجھا اور آپؑ کو قید خانہ میں ڈال دیا۔

جب یوسف علیہ السلام قید خانہ پہنچے تو دو قیدی بھی آپ کے ساتھ جیل میں داخل ہوئے، ان میں سے ایک بادشاہ کا ساقی اور دوسرا باورچی تھا، ان دونوں قیدیوں نے یوسف علیہ السلام کے پیغمبرانہ وکریمانہ اخلاق اور آپ کی غم گساری وراحت رسانی کو دیکھ کر یوں کہا: کہ آپ ہمیں نیک وصالح معلوم ہوتے ہیں، اس لئے ہم آپ سے اپنے خوابوں کی تعبیر دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں سے ساقی نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں انگور سے شراب نچوڑ رہا ہوں۔ باورچی نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ میرے سر پر روٹیوں کا ایک ٹوکرا ہے جس سے پرندے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ آپ ہمیں ان دونوں خوابوں کی تعبیر بتلا دیجئے۔

تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بطور نبی ہونے کے پہلے اعتماد پیدا کرنے کی خاطر اپنے بعض معجزات کا ذکر کرتے ہوئے اپنی خانۂ اہل شرافت اور خانۂ اہل نبوت سے ہونے کو بیان فرمایا، پھر ان دونوں کو توحید کی دعوت دی،

بعد ازاں ان کے خوابوں کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے ان کے خوابوں کی صحیح تعبیر بیان فرمائی کہ تم میں سے ایک تو رہا ہو جائے گا اور دوبارہ اسی ملازمت پر برقرار رہ کر بادشاہ کو شراب پلائے گا۔ اور دوسرے کو سولی دی جائے گی جانور اس کا گوشت نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ اور جس شخص کے خواب کے متعلق رہائی کی تعبیر دی اس سے یہ بھی کہا کہ بادشاہ سے میرا بھی تذکرہ کر دینا، مگر رہائی کے بعد اس قیدی کو بادشاہ سے یوسف علیہ السلام کا تذکرہ کرنا یاد نہ رہا جس بناء پر آپ کی رہائی میں تاخیر ہوگئی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہائی کے لئے پردۂ غیب سے ایک صورت پیدا فرما دی کہ بادشاہ مصر نے ایک خواب دیکھا کہ سات فربہ اور تندرست بیل ہیں جن کو سات لاغر اور کمزور بیل کھا رہے ہیں اور یہ کہ گندم کے سات ہرے بھرے خوشے ہیں اور سات خشک۔

بادشاہ اس خواب کو دیکھ کر بہت پریشان ہوا اور اس نے کاہنوں کو جمع کر کے خواب کی تعبیر دریافت کی، لیکن وہ خواب کسی کی سمجھ میں نہ آسکا اور سب نے یہ جواب دیا کہ ''اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ'' (یہ کوئی خواب نہیں بلکہ پریشان خیالی ہے ہم ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں دیتے) اس واقعہ کو دیکھ کر اس رہا شدہ قیدی کو یوسف علیہ السلام کی یاد آئی اور اس نے بادشاہ سے آپ کے کمالات اور تعبیر خواب میں آپ کی مہارت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میں آپ کو خواب کی تعبیر بتلاسکوں گا شرط یہ ہے کہ مجھے قید خانہ میں ان سے ملنے کی اجازت دی جائے۔ بادشاہ سے اجازت لے کر وہ یوسف علیہ السلام کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خدمت میں حاضر ہوا اور خواب کی تعبیر معلوم کی، آپ نے خواب کی تعبیر بتلاتے ہوئے فرمایا کہ سات فربہ بیل اور سات ہرے بھرے خوشوں سے مراد خوشحالی کے سات سال ہیں جس میں پیداوار حسب دستور خوب ہوگی اور سات لاغر وکمزور بیلوں اور سات خشک خوشوں سے مراد قحط سالی کے سات سال ہیں۔ اور سات کمزور بیلوں کا سات فربہ بیلوں کو کھانے سے مراد یہ ہے کہ پچھلے سات سالوں میں جو ذخیرہ غلہ وغیرہ کا جمع ہوگا وہ سب ان قحط کے سالوں میں خرچ ہوجائے گا صرف بیج کے لئے کچھ غلہ بچے گا۔

بادشاہ کے خواب میں تو بظاہر اتنا ہی معلوم ہوا تھا، اس پر یوسف علیہ السلام نے مزید یہ بھی فرمایا کہ قحط کے سات سال کے بعد پھر ایک سال خوب بارش اور پیداوار ہوگی اور صرف آپ نے تعبیر ہی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ اس کے ساتھ ایک حکیمانہ مشورہ بھی دیا کہ پہلے سات سال میں جو پیداوار ہو اس گندم کو خوشوں ہی میں محفوظ رکھنا تاکہ گندم پرانا ہونے کے بعد کیڑے سے محفوظ رہ سکے۔

جب وہ شخص خواب کی تعبیر معلوم کرکے لوٹا اور بادشاہ کو خبر دی تو بادشاہ آپ کے فضل وکمال کا معتقد ہوگیا، بادشاہ نے آپؑ کو جیل خانہ سے نکال کر اپنے پاس لانے کا حکم دیا، جب بادشاہ کا قاصد آپ کو لینے جیل خانہ گیا تو ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ آپ فوراً جیل خانہ سے باہر آجاتے لیکن آپؑ نے اس قاصد کو یہ کہتے ہوئے رہا ہونے سے انکار کردیا کہ اپنے بادشاہ سے جاکر کہو کہ ان عورتوں کی تحقیق کریں جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے کیا وہ مجھے اس میں مشتبہ سمجھتی ہیں۔ تاکہ معاملہ بادشاہ اور تمام لوگوں کے سامنے واضح اور صاف ہوجائے اور لوگوں کے

دلوں میں جو کھٹک ہو وہ بھی دور ہوجائے۔

بادشاہ نے آپ کی خواہش کے مطابق سب عورتوں کو بلوا کر ان سے کہا صاف صاف بتاؤ اس معاملہ کی حقیقت کیا ہے؟ تمام عورتیں بیک زبان بول اٹھیں "حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْءٍ" (اللہ کی پناہ! ہمیں ان میں کوئی بھی برائی معلوم نہیں) مجمع میں موجود زلیخا بھی اس وقت اپنی زبان پر قابو نہ رکھ سکی وہ بھی بے اختیار بول اٹھی "اَلْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ" (حقیقت یہ ہے کہ میں نے ہی ان پر ڈورے ڈالے تھے ورنہ وہ تو بالکل پاک دامن اور سچے ہیں)

پھر تو بادشاہ کے قلب میں آپ کی عظمت وجلالت قدر کا سکہ بیٹھ گیا اور آپؑ کی رہائی کا فیصلہ سناتے ہوئے آپ کو اپنا مشیر خاص بنانے کا اعلان کردیا۔

الغرض رہائی کے بعد یوسف علیہ السلام کی بادشاہ سے ملاقات ہوئی اور بادشاہ آپ کی گفتگو سے بہت متأثر ہوا اور آپ سے بطور مشورہ کے قحط سالی سے متعلق تدابیر کے سلسلہ میں گفتگو کی، اور اس نے آپ کو وزیر خزانہ بنادیا اور کچھ ہی دن بعد بادشاہ آپ کے حسن تدبیر سے بے حد متأثر ہوکر آپ پر ایمان لے آیا اور حکومت کے مکمل اختیارات آپ کے حوالہ کردیئے۔

قحط سالی اور خاندان یعقوبؑ: غرض یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام سلطنت مصر کا بادشاہ بننے کے بعد خواب کے متعلق وہ تمام تدابیر شروع کردیں جن سے رعایا قحط سالی کے ایام میں فاقہ کشی سے محفوظ رہ سکے، پھر قحط کے ایام شروع ہوئے، مصر اور آس پاس کے علاقے قحط کی زد میں آگئے، ایسے وقت میں حضرت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یوسف علیہ السلام نے نہایت حسن تدبیر سے غلہ کی فروخت شروع کی، غلہ لینے کے لئے برادران یوسف بھی حضرت کے پاس آئے، آپ نے ان لوگوں کو دیکھ کر فوراً پہچان لیا لیکن وہ آپ کو نہ پہچان سکے۔

مختصراً یہ کہ وہ دوبارہ سہ بارہ آئے اور یوسف علیہ السلام نے کسی طرح اپنے حقیقی چھوٹے بھائی (بنیامین) کو بھی اپنے پاس بلالیا اور ایک حیلہ کے ذریعہ ان کو اپنے پاس روک لیا، پھر برادران یوسف نے آپ کو تیسری مرتبہ میں پہچان لیا اور تعجب سے کہا ''ءَ اِنَّکَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ'' (کیا آپ ہی یوسف ہیں) یوسف علیہ السلام نے فرمایا ''اَنَا یُوْسُفُ وَھٰذَآ اَخِیْ'' (میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے)۔

اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے تمام بھائیوں سے درگذر کرتے ہوئے اپنے والدین اور برادران کو مصر بلالیا۔ جب یہ لوگ دربار میں پہنچے اس وقت یوسف علیہ السلام تخت شاہی پر جلوہ افروز تھے، حاضر ہوتے ہی سب نے سجدۂ تعظیمی کیا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے مذکورہ بالا خواب کی تعبیر پوری فرمادی۔ (قصص القرآن) (مرتبہ مولانا یوسف سلمہ گجراتی، استاد مظاہر علوم سہارنپور)

اب ہم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی تفسیر ''معارف القرآن'' سے آپ علیہ السلام کے صبر وشکر کا حال بیان کرتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا مقام صبر وشکر: حضرت یوسفؑ نے والدین کے سامنے کچھ اپنی سرگذشت بیان کرنا شروع کی یہاں ایک منٹ ٹھہر کر غور کیجئے کہ آج اگر کسی کو اتنے مصائب کا سامنا کرنا پڑے جتنے یوسفؑ پر گذرے اور والدین سے اتنی طویل مفارقت اور مایوسی کے بعد ملنے کا اتفاق ہو تو وہ والدین

کے سامنے اپنی سرگذشت کیا بیان کرے گا کتنا روئے گا اور رلائے گا اور کتنے دن رات مصائب کی داستان سنانے میں صرف کرے گا مگر یہاں طرفین میں اللہ کے رسول اور پیغمبر ہیں ان کا طرز عمل ملاحظہ فرمائیے یعقوبؑ کے بچھڑے ہوئے محبوب فرزند ہزاروں مصائب کے دور سے گذرنے کے بعد جب والد سے ملتے ہیں تو کیا فرماتے ہیں:

وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْٓ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِکُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا جبکہ مجھے قیدخانہ سے نکال دیا اور آپ کو باہر سے یہاں لے آیا بعد اس کے کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈلوادیا تھا۔

حضرت یوسفؑ کی مصائب کی ترتیب تین بابوں میں تقسیم ہوتی ہیں، اول بھائیوں کا ظلم وجور، دوسرے والدین سے طویل جدائی، تیسرے قیدخانے کی تکالیف، خدا تعالیٰ کے اس برگزیدہ پیغمبر نے اپنے بیان میں پہلے تو واقعات کی ترتیب کو بدل کر قیدخانے سے بات شروع کی اور اس میں قیدخانے میں داخل ہونے اور وہاں کی تکالیف کا نام نہیں لیا بلکہ قیدخانے سے نکلنے کا ذکر اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ بیان کیا قیدخانہ سے نجات اور اس پر شکر الٰہی کے ضمن میں یہ بھی بتلادیا کہ میں کسی وقت قیدخانہ میں بھی رہا ہوں۔

یہاں یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ یوسفؑ نے جیل خانے سے نکلنے کا ذکر کیا بھائیوں نے جس کنویں میں ڈالا تھا اس کا اس حیثیت سے بھی ذکر نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کنویں سے نکالا وجہ یہ ہے کہ بھائیوں کی خطا پہلے معاف

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کر چکے تھے اور فرما چکے تھے لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ اس لئے مناسب نہ سمجھا کہ اب اس کنویں کا کسی طرح سے بھی ذکر آئے تا کہ بھائی شرمندہ نہ ہوں (قرطبی)

اس کے بعد والدین کی طویل اور صبر آزما مفارقت اور اس کے تاثرات کا ذکر کرنا تھا تو ان سب باتوں کو چھوڑ کر اس کے آخری انجام اور والدین سے ملاقات کا ذکر اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ کیا کہ آپ کو بدو یعنی دیہات سے شہر مصر میں پہنچا دیا اس میں اس نعمت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ یعقوبؑ کا وطن دیہات میں تھا جہاں معیشت کی آسانیاں کم ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ نے شاہی اعزازات کے ساتھ شہر میں پہنچا دیا۔

اب پہلی بات رہ گئی بھائیوں کا ظلم و جور، سو اس کو بھی شیطان کے حوالہ کر کے اس طرح بیباق کر دیا کہ میرے بھائی تو ایسے نہ تھے جو یہ کام کرتے شیطان نے ان کو دھوکہ میں ڈال کر یہ فساد کرا دیا۔

یہ ہے شان نبوت کہ مصائب اور تکالیف پر صرف صبر ہی نہیں بلکہ ہر جگہ شکر کا پہلو نکال لیتے ہیں اسی لئے ان کا کوئی حال ایسا نہیں ہوتا جس میں وہ اللہ تعالیٰ کے شکر گذار نہ ہوں بخلاف عام انسانوں کے کہ ان کا یہ حال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں برستی رہیں تو بھی کسی کا ذکر نہ کریں اور کسی وقت کو مصیبت پڑ جائے تو اس کو عمر بھر گاتے رہیں قرآن میں اسی کی شکایت کی گئی ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَکَنُوْدٌ یعنی انسان اپنے رب کا بہت ناشکرا ہے، یوسفؑ نے داستان مصائب کو تین لفظوں میں مختصر کرنے کے بعد فرمایا اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ یعنی میرا پروردگار جو چاہتا ہے اس کی تدبیر لطیف کر دیتا ہے بلاشبہ وہ بڑا

علم والا حکمت والا ہے۔ (معارف القرآن: مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

یوسف علیہ السلام کی خاص دعا:

سابقہ آیات میں تو والد بزرگوار سے خطاب تھا اس کے بعد جبکہ والدین اور بھائیوں کی ملاقات سے ایک اہم مقصد حاصل ہو کر سکون ملا تو براہ راست حق تعالیٰ کی حمد وثناء اور دعاء میں مشغول ہو گئے، فرمایا:

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ یعنی اے پروردگار آپ نے ہی مجھ کو سلطنت کا بڑا حصہ دیا اور مجھ کو خوابوں کی تعبیر دینا تعلیم فرمایا، اے آسمان و زمین کے خالق آپ ہی دنیا وآخرت میں میرے کارساز ہیں مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھا لیجئے اور مجھ کو کامل نیک بندوں میں شامل رکھئے کامل نیک بندے انبیاء علیہم السلام ہو سکتے ہیں جو ہر گناہ سے معصوم ہیں (مظہری)

اس دعاء میں حسن خاتمہ کی دعاء خاص طور پر قابل نظر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا رنگ یہ ہوتا ہے کہ کتنے ہی درجات عالیہ دنیا و آخرت کے ان کو نصیب ہوں اور کتنے ہی جاہ ومنصب ان کے قدموں میں ہوں وہ کسی وقت ان پر مغرور نہیں ہوتے بلکہ ہر وقت اس کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں یہ حالات سلب یا کم نہ ہو جائیں اس لئے اس کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ظاہری اور باطنی نعمتیں موت تک برقرار رہیں بلکہ ان میں اضافہ ہوتا رہے۔

یہاں تک حضرت یوسفؑ کا عجیب وغریب قصہ اور اس کے ضمن میں آئی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوئی ہدایات کا سلسلہ جو قرآن میں مذکور ہے پورا ہوگیا اس کے بعد کا قصہ قرآن کریم یا کسی حدیث مرفوع میں منقول نہیں اکثر علماء تفسیر نے تاریخی یا اسرائیلی روایات کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں حضرت حسنؒ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ یوسفؑ کو جس وقت بھائیوں نے کنویں میں ڈالا تھا تو ان کی عمر سترہ سال کی تھی پھر اسی سال والد سے غائب رہے اور والدین کی ملاقات کے بعد تیئس سال زندہ رہے اور ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

اور محمد بن اسحاق نے فرمایا کہ اہل کتاب کی روایات میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی مفارقت کا زمانہ چالیس سال تھا پھر حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں تشریف لانے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ سترہ سال زندہ رہے اس کے بعد ان کی وفات ہوگئی۔ نور اللہ مرقدہ

تفسیر قرطبی میں اہل تاریخ کے حوالہ سے مذکور ہے کہ مصر میں چوبیس سال رہنے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات ہوئی اور وفات سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ میری لاش کو میرے وطن بھیج کر میرے والد اسحاقؑ کے پاس دفن کیا جائے۔

سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ساگ کی لکڑی کے تابوت میں رکھ کر بیت المقدس کی طرف منتقل کیا گیا اسی وجہ سے عام یہودیوں میں یہ رسم چل پڑی کہ اپنے مردوں کو دور دور سے بیت المقدس میں لے جا کر دفن کرتے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کی عمر وفات کے وقت ایک سو سینتالیس سال تھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ حضرت یعقوبؑ مع اپنی اولاد کے جب مصر میں داخل ہوئے تو ان کی تعداد ترانوے مرد و عورت پر مشتمل تھی اور جب یہ اولاد یعقوب یعنی بنی اسرائیل موسیٰؑ کے ساتھ مصر سے نکلے تو ان کی تعداد چھ لاکھ ستر ہزار تھی وماذلک علی اللہ بعزیز۔ (قرطبی وابن کثیر)

یہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ سابق عزیز مصر کے انتقال کے بعد شاہ مصر نے حضرت یوسفؑ کی شادی زلیخا کے ساتھ کرادی تھی تورات اور اہل کتاب کی تاریخ میں ہے کہ ان سے یوسفؑ کے دو لڑکے افرائیم اور منشا اور ایک لڑکی رحمت بنت یوسف پیدا ہوئے رحمت کا نکاح حضرت ایوبؑ کے ساتھ ہوا اور افرائیم کی اولاد میں یوشع بن نون پیدا ہوئے جو حضرت موسیٰؑ کے رفیق تھے (مظہری)

حضرت یوسفؑ کا انتقال ایک سو بیس سال کی عمر میں ہوا اور دریائے نیل کے کنارے پر دفن کئے گئے۔

ابن اسحاق نے حضرت عروہ ابن زبیرؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے نکل جائیں تو بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ یوسفؑ کی لاش کو مصر میں نہ چھوڑیں اس کو اپنے ساتھ لے کر ملک شام چلے جائیں اور ان کے آباء و اجداد کے پاس دفن کریں چنانچہ اس حکم کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تفتیش کر کے ان کی قبر دریافت کی جو ایک سنگ مرمر کے تابوت میں تھی اس کو اپنے ساتھ ارض کنعان فلسطین میں لے گئے اور حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے برابر دفن کر دیا۔ نور اللہ مراقدہم (مظہری)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سیدنا حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت مدین یا مدیان میں ہوئی تھی۔ مدین ایک قبیلہ کا نام ہے، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے تھا۔ شعیبؑ بھی چونکہ اسی نسل اور اسی قبیلہ سے تھے اسلئے ان کی بعثت کے بعد یہ قبیلہ "قوم شعیب" کہلایا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں " وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْٓ اَرٰکُمْ بِخَیْرٍ "(ھود:۸۴) یعنی اللہ تعالیٰ نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انھوں نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ ہی کی بندگی کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم خوشحال ہو۔

دعوت حق: شعیب علیہ السلام جب اپنی قوم میں مبعوث ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ اللہ کی نافرمانی اور معصیت کا ارتکاب صرف افراد وآحاد میں ہی نہیں پایا جاتا بلکہ ساری قوم گرداب ہلاکت میں مبتلا ہے اور اپنی بداعمالیوں میں اس قدر سرمست وسرشار ہیں کہ ایک لمحہ کیلئے بھی ان کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے معصیت اور گناہ ہے، بلکہ وہ اپنے ان اعمال کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔

ان کی بہت سی بداخلاقیوں اور نافرمانیوں سے قطع نظر جن قبیح امور نے خصوصیت کے ساتھ ان میں رواج پالیا تھا وہ یہ تھے۔

بت پرستی اور مشرکانہ رسوم، خرید وفروخت میں پورا لینا اور کم تولنا، یعنی دوسرے کو اس کے حق سے کم دینا اور اپنے لئے حق کے مطابق لینا بلکہ اس سے زیادہ۔ تمام معاملات میں کھوٹ اور ڈاکہ زنی۔

قوموں کے عام رواج کے مطابق دراصل ان کی رفاہیت، خوش عیشی، دولت وثروت کی فراوانی، زمین اور باغوں کی زرخیزی اور شادابی نے ان کو اس قدر مغرور بنادیا تھا کہ وہ ان تمام امور کو اپنی ذاتی میراث اور اپنا خاندانی ہنر سمجھ بیٹھے تھے اور ایک ساعت کے لئے بھی ان کے دل میں یہ خطرہ نہیں ہوتا تھا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عطاوبخشش ہے کہ شکرگزار ہوتے اور سرکشی سے باز رہتے۔ غرض ان کی فارغ البالی نے ان میں طرح طرح کی بداخلاقیاں اور قسم قسم کے عیوب پیدا کردیئے تھے۔

آخر غیرت حق حرکت میں آئی، اور سنت اللہ کے مطابق ان کو راہ حق دکھانے، فسق وفجور سے بچانے اور امین ومتقی اور بااخلاق بنانے کیلئے ان ہی میں سے ایک ہستی کو چن لیا اور شرف نبوت ورسالت سے نواز کر اس کو دعوت اسلام اور پیغام حق کا امام بنایا۔ یہ ہستی حضرت شعیب علیہ السلام کی ذات گرامی تھی۔

الحاصل حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کی بداعمالیوں کو دیکھ کر سخت دکھ محسوس کیا اور رشد وہدایت کی تعلیم دیتے ہوئے قوم کو انہی اصول کی طرف بلایا جو انبیاء علیہم السلام کی دعوت وارشاد کا خلاصہ ہے۔

انہوں نے فرمایا: اے قوم! ایک اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ کوئی پرستش کے قابل نہیں ہے، اور خرید وفروخت میں ناپ تول کو پورا رکھو، اور لوگوں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے ساتھ معاملات میں کھوٹ نہ کرو، کل تک ممکن ہے کہ تجھ کو ان بداخلاقیوں کی برائیوں کا حال معلوم نہ ہوا ہو، مگر آج تیرے پاس اللہ کی حجت نشانی اور برہان آچکا، اب جہل ونادانی عفوو درگزر کے قابل نہیں ہے۔حق کو قبول کر اور باطل سے باز آ کہ یہی کامرانی اور کامیابی کی راہ ہے، اور اللہ کی زمین میں فتنہ وفساد نہ کر، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اصلاح وخیر کے تمام سامان مہیا کر دیئے، اگر تجھ میں ایمان ویقین کی صداقت موجود ہے تو سمجھ کہ یہی فلاح وبہبود کی راہ ہے اور دیکھ ایسا نہ کر کہ دعوت حق کی راہ کو روکنے اور لوگوں کو لوٹنے کیلئے ہر راہ پر جا بیٹھے اور جو آدمی بھی ایمان لائے اس کو اللہ کی راہ اختیار کرنے پر دھمکیاں دینے لگے، اور اس میں کج روی پیدا کرنے کے درپے ہو جائے۔اے افراد قوم! اس وقت کو یاد کرو اور اللہ کا احسان مانو کہ تم بہت تھوڑے تھے، پھر اس نے امن وعافیت دے کر تمہاری تعداد کو بیش از بیش بڑھا دیا۔

”اے میری قوم! ذرا اس پر بھی غور کر کہ جن لوگوں نے اللہ کی زمین پر فساد پھیلانے کا شیوہ اختیار کر لیا تھا ان کا انجام کس قدر عبرت ناک ہوا۔اور اگر تم میں سے ایک جماعت مجھ پر ایمان لے آئی اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی تو صرف اتنی ہی بات پر معاملہ ختم ہو جانے والا نہیں، بلکہ صبر کے ساتھ انتظار کر، تا آنکہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان آخری فیصلہ کر دے، اور وہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام بڑے فصیح وبلیغ مقرر تھے۔شیریں کلامی، حسن خطابت طرز بیان اور طلاقت لسانی میں بہت نمایاں امتیاز رکھتے تھے۔اسی لئے مفسرین ان کو ”خطیب الانبیاء“ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔پس انہوں نے نرم وگرم ہر

طریقہ سے قوم کو رشد وہدایت کے یہ کلمات ارشاد فرمائے، مگر اس بدبخت قوم پر مطلق کوئی اثر نہ ہوا اور چند ضعیف اور کمزور ہستیوں کے علاوہ کسی نے پیغام حق پر کان نہ دھرا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: افسوس ہے تم پر! خیر اگر تم نہیں مانتے تو تم جانو، تم وہ سب کچھ کرتے رہو جو کر رہے ہو، عنقریب اللہ کا فیصلہ بتا دے گا کہ عذاب کا مستحق کون ہے اور کون جھوٹا اور کاذب ہے، تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں۔

نوع عذاب: چنانچہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کی پاداش میں قوم شعیب علیہ السلام کو دو قسم کے عذاب نے آ گھیرا، ایک زلزلہ کا عذاب اور دوسرا آگ کا عذاب جیسا کہ مندرجہ ذیل دو آیتوں میں اس کا بیان ہے۔

”فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ“(الاعراف:۹۱)

”فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ“(الشعراء:۱۸۹)

حضرت شعیب علیہ السلام کی قبر: حضر موت میں ایک قبر ہے، وہاں کے باشندوں کا دعویٰ ہے کہ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قبر ہے، جو مدین کی ہلاکت کے بعد یہاں بس گئے تھے، اور یہیں وفات ہوئی۔

بصائر وعبرت: (۱) اسلام میں حقوق العباد کی حفاظت، معاشرتی درست کاری اور معاملات میں دیانت وامانت کو اس درجہ اہم شمار کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جلیل القدر پیغمبر کی بعثت کا مقصد اسی کو قرار دیا، اور ان کو انہی امور کی اصلاح

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حال کیلئے رسول بنا کر بھیجا۔

(۲) خرید وفروخت میں دوسرے کے حق کو پورا نہ دینا انسانی زندگی میں ایسا روگ لگا دیتا ہے کہ یہ بد اخلاقی بڑھتے بڑھتے تمام حقوق العباد کے بارے میں حق تلفی کی خصلت پیدا کر دیتی ہے، اور اس طرح انسانی شرافت اور باہمی اخوت ومودت کے رشتہ کو منقطع کر کے لالچ، حرص، خود غرضی اور خست جیسے رذائل کا حامل بنا دیتی ہے۔

(۳) خرید وفروخت کے درمیان ناپ تول میں کمی نہ کرنا اور انصاف کو برقرار رکھنا گو ایک کسوٹی ہے کہ جو انسانی زندگی کے معمولی لین دین میں عدل وانصاف نہیں برتتا۔ اس سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ اہم معاملات دینی ودنیوی میں عدل وانصاف کو کام میں لائے گا؟۔

(قصص الانبیاء واصحاب الصالحین "تلخیص قصص القرآن"، ص: ۱۲۱ تا ۱۲۷)

سیدنا حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ○

(سورۂ مریم: ۵۱)

ترجمہ: اور قرآن میں موسیٰ کا ذکر بھی کرو، جو منتخب کیا ہوا رسول اور نبی تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نسب چند واسطوں سے حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ ان کے والد عمران اور والدہ کا نام یوکابد تھا۔ عمران کے گھر میں موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ایسے زمانہ میں ہوئی جبکہ فرعون اسرائیلی لڑکوں کے قتل کا فیصلہ کر چکا تھا۔ بہر حال جوں توں کر کے تین مہینہ تک ان کی پیدائش کی مطلق کسی کو خبر نہ ہونے دی۔ اس سخت اور نازک وقت میں آخر اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ القاء کیا کہ ایک تابوت کی طرح کا صندوق بناؤ، جس پر رال اور روغن پالش کر دو، تاکہ پانی اندر اثر نہ کر سکے، اور اس میں اس بچہ کو محفوظ رکھ دو اور پھر اس صندوق کو دریائے نیل کے بہاؤ پر چھوڑ دو۔

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ایسا ہی کیا اور ساتھ ہی اپنی بڑی لڑکی یعنی موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کو مامور کیا کہ وہ اس صندوق کے بہاؤ کے ساتھ کنارے کنارے چل کر صندوق کو نگاہ میں رکھے۔

فرعون کے گھر میں تربیت: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ برابر صندوق کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بہاؤ کے ساتھ ساتھ کنارے کنارے نگہداشت کرتی جارہی تھی کہ انہوں نے دیکھا کہ صندوق تیرتے ہوئے شاہی محل کے کنارے آلگا، اور فرعون کے گھرانے میں سے ایک عورت نے خادموں کے ذریعہ اس کو اٹھوالیا، اور شاہی محل میں لے گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور حالات کی صحیح تفصیل معلوم کرنے کیلئے شاہی محل کی خادماؤں میں شامل ہوگئیں۔

یہاں یہ گفتگو ہورہی تھی، ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ لطیفۂ غیبی کے انتظار میں چشم براہ تھیں کہ لڑکی (موسی علیہ السلام کی ہمشیرہ) نے آکر پوری داستان کہہ سنائی، اور کہا کہ اب تم چل کر اپنے بچے کو سینے سے لگاؤ، اور آنکھیں ٹھنڈی کرو، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے اپنا وعدہ پورا کردیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کا مکمل انتظام کردیا۔

موسیٰ علیہ السلام کا مصر سے نکلنا: حضرت موسی علیہ السلام ایک عرصہ تک شاہی تربیت میں بسر کرتے کرتے شباب کے دور میں داخل ہوئے، تو نہایت قوی الجثہ اور بہادر نوجوان نکلے، چہرہ سے رعب ٹپکتا تھا اور گفتگو سے ایک خاص وقار اور شان عظمت ظاہر ہوتی تھی۔ ان کو یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ وہ اسرائیلی ہیں، اور مصری خاندانوں سے ان کا کوئی رشتہ قرابت نہیں ہے۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ بنی اسرائیل پر سخت مظالم ہورہے ہیں۔ اور وہ مصر میں نہایت ذلت اور غلامی کی زندگی بسر کررہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ان کا خون کھولنے لگتا، اور موقعہ بہ موقعہ عبرانیوں کی حمایت ونصرت میں پیش پیش ہوجاتے تھے۔

فرعون نے جلاد کو حکم دیا کہ موسیٰ کو گرفتار کرکے حاضر کرے، تو اسوقت

حضرت موسیٰ علیہ السلام ارض مدین کی جانب خاموشی سے روانہ ہوگئے۔

ماءمدین: جب مدین کی سرزمین میں قدم رکھا تو دیکھا کہ کنویں کے سامنے پانی کے کنوئیں پر بھیڑ لگی ہوئی ہے، اور جانوروں کو پانی پلایا جارہا ہے، مگر اس جماعت سے ذرا فاصلہ پر دولڑکیاں کھڑی ہیں، اور اپنے جانوروں کو پانی پر جانے سے روک رہی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جوش آگیا اور آگے بڑھ کر تمام بھیڑ کو چیرتے ہوئے کنویں پر جاپہنچے اور کنویں کا بڑا ڈول اٹھایا اور تنہا کھینچ کر لڑکیوں کے مویشیوں کو پانی پلادیا۔ غرض جب ان لڑکیوں کے گلے نے پانی پی لیا تو وہ گھر کو واپس چلی گئیں، گھر پہنچیں تو خلاف عادت جلد واپسی پر ان کے والد کو سخت تعجب ہوا، دریافت کرنے پر لڑکیوں نے گزرا ہوا ماجرا کہہ سنایا کہ کس طرح ایک مصری نے ان کی مدد کی۔ باپ نے کہا جاؤ اور اس کو میرے پاس لیکر آؤ۔

اِدھر موسیٰ علیہ السلام پانی پلانے کے بعد قریب ہی ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ کر سستانے لگے۔ مسافرت، غربت اور پھر بھوک و پیاس، اس حالت میں انہوں نے دعا کی: فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۔

ترجمہ: پروردگار! اس وقت جو بھی بہتر سامان میرے لئے تو اپنی قدرت سے نازل کرے میں اس کا محتاج ہوں۔ (قصص: ۲۴)

شیخ کی بیٹی سے رشتہ مناکحت: مندرجہ بالا گفتگو کے دوران اس لڑکی نے جو موسیٰ علیہ السلام کو بلانے گئی تھی اپنے باپ سے کہا: ''اے ابا! آپ اس مہمان کو اپنے مویشیوں کے چرانے اور پانی مہیا کرنے کیلئے اجیر رکھ لیجئے، اجیر وہی بہتر ہے جو قوی بھی ہو، اور امانت دار بھی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بزرگ باپ نے بیٹی کی ان باتوں کو سنا تو بہت مسرور ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اگر تم آٹھ سال تک میرے پاس رہو اور میری بکریاں چراؤ تو میں اپنی اس بیٹی کی تم سے شادی کرنے کو تیار ہوں، اور اگر تم اس مدت کو دو سال اور بڑھا کر دس کر دو تو اور بھی بہتر ہے۔ یہی اس لڑکی کا مہر ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس شرط کو منظور کر لیا اور مدت پوری کر لی۔

مدین سے واپسی اور نبوت: مدین سے بوقت واپسی راستہ میں سردی محسوس ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے کہا تم یہاں ٹھہرو، میں نے آگ دیکھی ہے، شاید اس میں سے کوئی چنگاری تمہارے لئے لاسکوں، یا وہاں الاؤ پر کسی رہبر کو پاسکوں۔ لیکن جوں جوں آگے بڑھتے جاتے تھے آگ اور دور ہوتی جاتی تھی، یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو خوف سا پیدا ہوا اور انہوں نے ارادہ کر لیا کہ واپس ہو جائیں۔ جوں ہی وہ پلٹنے لگے، آگ قریب آگئی اور قریب ہوئے تو سنا کہ یہ آواز آرہی ہے: اے موسیٰ! میں ہوں تیرا پروردگار، پس اپنی جوتی اتار دے، تو طویٰ کی مقدس وادی میں کھڑا ہے، اور دیکھ! میں نے تجھ کو اپنی رسالت کیلئے چن لیا ہے، پس جو کچھ وحی کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سن۔

اب جاؤ فرعون اور اس کی قوم کو راہ ہدایت دکھاؤ، اس نے بہت سرکشی اور نافرمانی اختیار کر رکھی ہے اور اپنے غرور اور بے انتہا ظلم کے ساتھ اس نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے، سو ان کو غلامی سے رستگاری دلاؤ۔

داخلہ مصر: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام منصب نبوت سے سرفراز اور کلام ربانی سے فیضیاب ہو کر اور دعوت و تبلیغ حق میں کامیابی و کامرانی کا مژدہ پا کر اپنے گھر مصر

پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوب خاطر و مدارات کی گئی۔ اسی دوران ان کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام اور خاندان کے تمام لوگوں سے ملاقات ہوئی، حضرت ہارون علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے منصب رسالت پہلے ہی عطا ہو چکا تھا۔ اس لئے ان کو بذریعہ وحی موسیٰ علیہ السلام کا سارا قصہ بتا دیا گیا تھا۔ وہ بھائی سے لپٹ گئے اور پھر ان کے اہل و عیال کو گھر کے اندر لے گئے، اور والدہ کو سارا حال سنایا۔

فرعون کے دربار میں دعوتِ حق: جب فرعون کے تخت کے قریب پہنچے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام نے اپنے آنے کی وجہ بیان کی اور گفتگو شروع ہوئی۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے فرعون! میں جہانوں کے پروردگار کا بھیجا ہوا ایلچی ہوں، میرے لئے کسی طرح زیبا نہیں کہ اللہ پر حق اور سچ کے علاوہ کچھ اور کہوں، بلاشبہ میں تمہارے لئے تمہارے پروردگار کے پاس سے دلیل اور نشان لایا ہوں، پس تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے اور بھرے دربار میں فرعون کے سامنے اپنی لاٹھی کو زمین پر ڈالا، اسی وقت اس نے اژدہا کی شکل اختیار کر لی، اور یہ حقیقت تھی، نظر کا دھوکہ نہ تھا۔ اور پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو گریبان کے اندر لے جا کر باہر نکالا تو وہ ایک روشن ستارہ کی طرح چمکتا ہوا نظر آرہا تھا۔ یہ دوسری نشانی اور معجزہ تھا۔

آخر فرعون اور فرعونیوں کے باہمی مشورہ سے یہ طے پایا کہ فی الحال تو اس کو اور ہارون کو مہلت دو، اور اس دوران میں تمام ممالک سے ماہر جادوگروں کو دارالسلطنت میں جمع کرو اور پھر موسیٰؑ کا مقابلہ کراؤ۔ اور اس کیلئے ایک دن متعین کیا۔

اس مقررہ وقت پر سب آ کر اکٹھا ہو گئے تو جادوگروں نے کہا: اے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

موسیٰ علیہ السلام! یا تم اپنی لاٹھی پھینکو یا پھر ہم پھینکیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم ہی پہلے پھینکو، پھر جب جادوگروں نے جادو کی بنائی ہوئی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں تو لوگوں کی نگاہیں جادو سے ماردیں، اور اپنے کرتبوں سے ان میں دہشت پھیلادی، اور بہت بڑا جادو بنالائے۔

اس وقت ارشاد ربانی ہوا کہ اے موسیٰ! تم بھی اپنی لاٹھی ڈالو! جونہی لاٹھی پھینکیں اس نے تمام جادوگروں کی نمائش کو نگلنا شروع کردیا، یہ منظر دیکھ کر تمام جادوگر سجدہ میں گر گئے اور ایمان لے آئے۔

غرض حق و باطل کی اس کشمکش میں فرعون اور اس کے اعیان وارکان کو سخت شکست اٹھانی پڑی، اور وہ برسرعام ذلیل ورسوا ہوئے۔

لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رشد وہدایت کا فرعون اور اس کے سرداروں پر مطلق اثر نہیں ہوا، اور معدودے چند کے سوا عام مصریوں نے بھی ان ہی کی پیروی کی، اور صرف یہی نہیں بلکہ فرعون کے حکم سے بنی اسرائیل کی اولاد نرینہ پھر قتل کی جانے لگی، جیسا کہ ولادت موسیٰؑ کے وقت قتل اولاد کا سلسلہ تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی توہین وتذلیل ہونے لگی، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مختلف اقسام کے عذاب بھیج دیئے۔

جیسا کہ قرآن کہتا ہے: فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ (الاعراف:۱۳۳)

ترجمہ: پھر ہم نے بھیجا ان پر طوفان اور ٹڈی اور چیچڑی اور مینڈھک اور خون بہت سی نشانیاں جدا جدا۔

بنی اسرائیل کی مصر سے روانگی اور غرق فرعون: جب معاملہ اس حد تک پہنچ گیا کہ آیات عذاب بھی فرعون اور قوم فرعون کو متاثر نہ کرسکیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اب وقت آگیا ہے کہ تم بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر باپ دادا کی سرزمین کی جانب لے جاؤ۔ لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات بحر احمر کی راہ پر ہولئے۔

وحی الٰہی نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی کو پانی پر مارو تاکہ پانی پھٹ کر بیچ میں راستہ نکل آئے، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، جب انہوں نے قلزم پر اپنا عصا مارا تو پانی پھٹ کر دونوں جانب دو پہاڑوں کی طرح کھڑا ہوگیا، اور بیچ میں راستہ نکل آیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے تمام بنی اسرائیل اس میں اتر گئے اور خشک زمین کی طرح اس سے پار ہوگئے۔ اور فرعون اور اس کا تمام لشکر جو ابھی درمیان ہی میں تھا غرق ہوگیا۔

فرعون کی لاش: مصری عجائب خانہ میں ایک نعش آج تک محفوظ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سمندر میں غرق رہنے کی وجہ سے اس کی ناک کو مچھلی نے کھالیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نعش فرعون موسیٰ (مرنفتاح) کی ہے۔ واللہ اعلم۔ بہرحال یہ تماشا گاہ خاص وعام ہے۔

بنی اسرائیل پر اللہ کے انعامات اور آیات بینات:

چشموں کا جاری ہونا: بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پانی کی فریاد کرنے لگے، تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں التجا کی اور وحی الٰہی نے ان کو حکم دیا کہ اپنا عصا زمین پر مارو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تعمیل ارشاد کی تو فوراً بارہ چشمے ابل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پڑے اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کیلئے جدا جدا چشمے جاری ہو گئے۔

من وسلویٰ: پانی کے اس طرح فراہمی کے بعد بنی اسرائیل نے بھوک کی شکایت کی تو من وسلویٰ نازل ہوا۔

بادلوں کا سایہ: اب بنی اسرائیل نے گرمی کی شدت اور سایہ دار درختوں اور مکانوں کی راحت میسر نہ ہونے کی شکایت کی تو پھر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جو قبول ہوئی، اور آسمان پر بادلوں کے پرے کے پرے بنی اسرائیل پر سایہ فگن ہو گئے اور بنی اسرائیل جہاں بھی جاتے بادل سایہ فگن رہتے۔

بنی اسرائیل کی ناشکری: اللہ تعالیٰ کی ان الطاف واکرام کا بنی اسرائیل شکر تو کیا ادا کرتے، ایک دن جمع ہو کر کہنے لگے: اے موسیٰ! ہم روز روز ایک غذا کھاتے رہنے سے گھبرا گئے ہیں، ہم کو اس ''من وسلویٰ'' کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے اللہ سے دعا کر کہ وہ ہمارے لئے زمین سے باقلا، کھیرا، ککڑی، مسور، لہسن، پیاز جیسی چیزیں اگائے تا کہ ہم خوب کھائیں۔

طور پر اعتکاف: حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ کا وعدہ تھا کہ جب بنی اسرائیل غلامی سے آزاد ہو جائیں گے تم کو شریعت دے دی جائے گی۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام وحی الٰہی کے اشارہ سے طور پر پہنچے اور وہاں عبادت الٰہی کیلئے اعتکاف کیا۔ اس راز و نیاز کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کی گئی۔

گوسالہ پرستی: جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے، اسی اثناء میں سامری نامی شخص نے بچھڑا بنایا، بنی اسرائیل اسکی پرستش میں گمراہ ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بعد معافی تلافی ہوئی۔

ارضِ مقدسہ کا وعدہ اور میدان تیہ: سینا کے جس میدان میں اس وقت بنی اسرائیل موجود تھے یہ سرزمین فلسطین سے قریب تھی۔ اور ان کے باپ دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام سے اللہ کا وعدہ تھا کہ تمہاری اولاد کو پھر اس سرزمین کا مالک بنائیں گے، اور وہ یہاں پھولے پھلے گی۔ لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت اللہ کا حکم ہوا کہ اپنی قوم سے کہو کہ ارض مقدس میں داخل ہوں۔

بنی اسرائیل نے یہ سن کر جواب دیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! وہاں تو بڑے ظالم لوگ رہتے ہیں، ہم تو اس وقت تک اس بستی میں داخل نہ ہوں گے، جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا! بلاشبہ ان پر ارض مقدس کا داخلہ چالیس سال تک حرام کر دیا گیا۔ اس مدت میں یہ اسی میدان میں بھٹکتے پھریں گے، بس تو نافرمان قوم پر غم نہ کھا اور افسوس نہ کر۔

حضرت ہارون وموسیٰ علیہم السلام کی وفات: اس صورت حال کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی اسی میدان میں رہنا پڑا اور وہ بھی ارض مقدس میں داخل نہ ہو سکے، کیونکہ ضروری تھا کہ بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کے لئے اللہ کا پیغمبر موجود رہے۔ اور وہیں دونوں حضرات کی وفات ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے مطابق ان کی قبر اریحا کی بستی میں کثیب احمر (سرخ ٹیلہ) پر واقع ہے، جس کا ذکر ایک حدیث میں بھی آیا ہے۔ واضح رہے کہ میدان ''تیہ'' کے سب سے قریب وادیٔ مقدس کا علاقہ اریحا کی بستی ہے گویا، اللہ پاک نے ان کی آخری دعا کو بھی شرف قبولیت بخشا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عبرتیں وبصیرتیں:

مصائب میں صبر کا اجراء: اگر انسان کو کوئی مصیبت اور ابتلاء پیش آجائے تو ازبس ضروری ہے کہ صبر ورضا کے ساتھ اس کو انگیز کرے۔ اگر ایسا کرے گا تو بلاشبہ اس کو خیرعظیم حاصل ہوگی، اور وہ یقیناً فائز المرام اور کامیاب ہوگا۔

کامیاب اور کامرانی کیلئے شرط: جوشخص اپنے معاملات میں اللہ پر بھروسہ اور اعتماد رکھتا ہے، اور اسی کو خلوص دل کے ساتھ اپنا پشتیبان سمجھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مشکلات کو آسان کر دیتے ہیں، اور اس کے مصائب کو نجات اور کامرانی کے ساتھ بدل دیتے ہیں۔

عشق الٰہی کی طاقت: جس کا معاملہ حق کے ساتھ عشق تک پہنچ جاتا ہے اس کیلئے باطل کی بڑی سے بڑی طاقت بھی ہیچ اور بے وجود ہو کر رہ جاتی ہے۔

لذت ایمانی کے اثرات: اگر ایک بار بھی کوئی لذت ایمانی سے لطف اندوز ہو جائے اور صدق دل کے ساتھ اس کو قبول کرلے تو یہ نشہ اس کو ایسا مست بنا دیتا ہے کہ اس کے ہر ریشۂ جان سے وہی صدائے حق نکلنے لگتی ہے۔

صبر کا پھل: صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے، خواہ اس پھل کے حاصل ہونے میں کتنی ہی تلخیاں برداشت کرنی پڑیں، مگر جب بھی وہ پھل لگے گا میٹھا ہی ہوگا۔

باطل کی ناکامی: باطل کی طاقت کتنی ہی زبردست اور پرشوکت وصولت کیوں نہ ہو، انجام کار اس کو نامرادی کا منہ دیکھنا پڑے گا، اور آخری انجام میں کامرانی وکامیابی کا سہرا ان ہی کیلئے ہوتا ہے جو نیکوکار اور باہمت ہوتے ہیں۔

ظالم قوموں کا انجام: یہ "عادۃ اللہ" ہے کہ جابر وظالم قومیں جن قوموں کو ذلیل اور

حقیر سمجھتی ہیں، ایک دن آتا ہے وہی ضعیف اور کمزور قومیں اللہ کی زمین کی وارث بنتی ہیں، اور حکومت واقتدار کی مالک ہو جاتی ہیں، اور ظالم قوموں کا اقتدار خاک میں مل جاتا ہے۔

استقامت فی الدین: کوئی حق کو قبول کرے یا نہ کرے حق کے داعی کا فرض ہے کہ وہ موعظت حق سے باز نہ رہے۔

اللہ کا تحمل: جب کوئی قوم یا کوئی جماعت بدکرداری اور سرکشی میں مبتلا ہوتی ہے تو اللہ کا قانون یہ ہے کہ اس کو فوراً ہی گرفت میں نہیں لیا جاتا، بلکہ بتدریج مہلت ملتی ہے کہ اب باز آجائے، اب سمجھ جائے اور اصلاح حال کرے، لیکن جب وہ آمادہ اصلاح نہیں ہوتی اور ان کی سرکشی اور بدعملی ایک خاص حد تک پہنچ جاتی ہے تو پھر اللہ کی گرفت کا پنجہ ان کو پکڑ لیتا ہے۔ اور وہ بے یارومددگار فنا کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ (قصص الانبیاء واصحاب الصالحین "تلخیص قصص القرآن"، ص:۱۲۹تا۱۸۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حج: محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ اپنی کتاب اعیان الحجاج میں یوں نقل کرتے ہیں:

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہم مکہ ومدینہ کے درمیان آنحضرت ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے، کہ ایک وادی میں پہنچ کر حضرت ﷺ نے پوچھا یہ کون وادی ہے؟ لوگوں نے کہا وادیٔ ازرق (یہ جگہ مکہ سے تقریباً ۷۴ میل کے فاصلے پر عسفان وخلیص کے درمیان مکہ سے مدینہ جانے کے پرانے راستے پر واقع ہے) حضرت ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے بہت بلند آواز سے لبیک کہتے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوئے اس وادی سے گزرتے ہوئے گویا دیکھ رہا ہوں۔ (مشکوٰۃ ص:۵۰۰)

وفاء الوفاء میں بحوالہ طبرانی مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وادی روحاء کی نسبت فرمایا کہ اس کا نام سجاسج ہے اور یہ جنت کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔ اس مسجد میں مجھ سے پہلے ستر نبیوں نے نماز پڑھی ہے اور ستر ہزار اسرائیلی حاجیوں کو ساتھ لئے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام روحاء سے گزرے ہیں۔ وہ اس وقت ایک خاکستری رنگ کی اونٹنی پر سوار تھے اور ان کے جسم پر دو قطوانی کمبل تھے۔ اور جب تک عیسیٰ علیہ السلام حج یا عمرہ کے سلسلہ میں اس وادی سے گزر نہ لیں اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے بحوالہ طبرانی منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسجد خیف میں ارشاد فرمایا کہ اس مسجد میں ستر نبیوں نے نماز پڑھی ہیں، از آنجملہ حضرت موسیٰ ہیں۔ گویا میں ان کو اس حالت میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ دو قطوانی کمبلوں میں احرام باندھے ہوئے قبیلہ شنوءہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ پر سوار ہیں۔ اور اونٹ کی ناک میں کھجور کی چھال کی بنی ہوئی نکیل پڑی ہوئی ہے اور حضرت موسیٰ کے سر پر دو لٹیں ہیں۔ (۳ص:۲۲۱)

مسند بزار کے حوالہ سے حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تلبیہ یہ تھا: لَبَّیْکَ عَبْدُکَ وَ ابْنُ عَبْدِکَ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تلبیہ یہ تھا: لَبَّیْکَ عَبْدُکَ وَ ابْنُ اَمَتِکَ۔ (اعیان الحجاج:۲۶)

سیدنا حضرت خضر علیہ السلام

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ (سورۂ کہف:۶۵)

ترجمہ: ”تو دونوں نے پایا میرے بندوں میں سے ایک بندہ جس کو ہم نے اپنی طرف سے رحمت اور اپنی طرف سے علم عطا کیا ہے۔“

حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں قرآن پاک میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے علم حاصل کرنے کیلئے سفر کیا تھا۔ ان کا واقعہ سورۂ کہف میں ہے۔

امام بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ان کا نام خضر اس لئے ہوا کہ ایک بار وہ سفید خشک گھاس پر بیٹھے تھے۔ جب اٹھے تو دیکھا کہ گھاس سرسبز (خَضْرَاء) ہو کر لہلہا رہی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سفر کے واقعہ میں مذکور ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام اپنے نشانات قدم پر واپس چلے تو حضرت خضر علیہ السلام کو سمندر کے پانی پر سبز چادر پر لیٹے دیکھا، انہوں نے ایک کپڑا اوڑھ رکھا تھا، جس کے کنارے سر اور قدموں کے نیچے دبائے ہوئے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا تو انہوں نے چہرے سے کپڑا ہٹا کر سلام کا جواب دیا اور فرمایا: ”اس علاقے میں سلام کہاں؟ آپ کون ہیں؟“ انہوں نے فرمایا: ”میں موسیٰ ہوں۔“ انہوں نے کہا: ”بنی اسرائیل کے نبی؟“ فرمایا: ”ہاں!“ اس کے بعد وہ واقعات

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پیش آئے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں۔ اس واقعہ سے حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت کا کئی طرح سے ثبوت ملتا ہے۔

(قصص الانبیاء اردو ”علامہ ابن کثیر“ ص: ۵۳۵)

بخاری میں سعید بن جبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطاب فرمارہے تھے کہ کسی شخص نے دریافت کیا کہ اس زمانہ میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ بات پسند نہ آئی اور ان پر عتاب ہوا کہ تمہارا منصب تو یہ تھا کہ اس کو علم الٰہی کے سپرد کرتے اور کہتے ”اللہ اعلم“۔ اور پھر وحی نازل فرمائی کہ جہاں دو سمندر ملتے ہیں (مجمع البحرین) وہاں ہمارا ایک بندہ ہے جو بعض امور میں تجھ سے زیادہ عالم و دانا ہے، اس کے پاس جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار! تیرے اس بندے تک رسائی کا کیا طریقہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مچھلی کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو، پس جس مقام پر وہ مچھلی گم ہو جائے اسی جگہ وہ شخص ملے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی کو توشہ دان میں رکھا اور اپنے خلیفہ یوشع بن نون علیہ السلام کو ساتھ لے کر ”مرد صالح“ کی تلاش میں روانہ ہو گئے، جب چلتے چلتے ایک مقام پر پہنچے تو دونوں ایک پتھر پر سر رکھ کر سو گئے مچھلی میں زندگی پیدا ہوئی اور وہ زنبیل سے نکل کر سمندر میں چلی گئی، مچھلی پانی کے جس حصہ پر بہتی ہوئی گئی اور جہاں تک گئی وہاں پانی برف کی طرح جم کر ایک چھوٹی سی پگڈنڈی کی طرح ہو گیا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سمندر

میں ایک لکیر یا خط کھنچا ہوا ہے۔

یہ واقعہ یوشع بن نون علیہ السلام نے دیکھ لیا تھا، کیونکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے بیدار ہو گئے تھے، مگر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو ان سے ذکر کرنا بھول گئے اور پھر دونوں نے اپنا سفر شروع کر دیا اور اس دن رات میں آگے ہی بڑھتے گئے۔ جب دوسرا دن ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تھکان زیادہ محسوس ہونے لگی، وہ مچھلی لاؤ تاکہ بھوک رفع کریں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی منزل مقصود تک پہنچنے میں کوئی تکان نہیں ہوا، مگر منزل سے آگے غلطی سے نکل گئے تو اب تکان بھی محسوس ہونے لگا۔ یوشع بن نون علیہ السلام نے کہا آپ کو معلوم رہے کہ جب ہم (صخرہ) پتھر کی چٹان پر تھے تو وہاں مچھلی کا یہ تعجب خیز واقعہ پیش آیا کہ اس میں حرکت ہوئی اور وہ مکتل (زنبیل) میں سے نکل کر سمندر میں چلی گئی، اور اس کی رفتار پر سمندر میں راستہ بنتا چلا گیا۔ میں آپ سے یہ واقعہ بتانا بالکل بھول گیا، یہ بھی شیطان کا ایک حربہ تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس مقام کی ہم کو تلاش ہے وہ وہی مقام تھا، اور یہ کہہ کر دونوں پھر ایک دوسرے سے بات چیت کرتے ہوئے اسی راہ پر لوٹے اور اس ”صخرہ“ پتھر کی چٹان تک جا پہنچے۔

اس کے بعد وہ مشہور واقعہ ہے جو سورۂ کہف میں اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہاں ملاحظہ کریں۔

حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق راجح قول یہ ہے کہ وہ نبی تھے۔ قرآن عزیز نے جس انداز میں ان کے شرف کا ذکر کیا ہے وہ مقام نبوت پر ہی صادق آتا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے۔مقام ولایت اس سے بہت فروتر ہے۔

علماءِ محققین کی صحیح رائے یہ ہے کہ وہ وفات پاچکے ہیں، کیونکہ اس دنیا میں موت امرحق ہے۔اور بعض علماء کی رائے کے مطابق آپ بقید حیات ہیں۔

(قصص الانبیاء واصحاب الصالحین "تلخیص قصص القرآن" ص:۱۶۷تا۱۷۱)

محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ اپنی کتاب اعیان الحجاج میں یوں نقل کرتے ہیں:

حضرت خضر علیہ السلام کے باب میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ نبی ہیں یا ولی۔ حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ اور فتح الباری میں اس موضوع پر جو بحث کی ہے اس سے یہی راجح معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی تھے۔انہوں نے ثعلبی سے نقل کیا ہے کہ وہ سب کے قول سے نبی ہیں (یعنی ان کی نبوت میں اختلافِ اقوال نہیں ہے) اور ابوحیان نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: "والجمهور علی انه نبی" (جمہور کا مذہب یہی ہے کہ وہ نبی ہیں)۔اسی طرح ابن عطیہ اور بغوی نے اکثر اہل علم کا قول یہ نقل کیا ہے کہ وہ نبی ہیں۔پوری بحث اصابہ اور فتح الباری میں ملاحظہ ہو۔

اس کے بعد اس میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت خضر زندہ ہیں یا نہیں۔ اس باب میں شیخ ابن الصلاح نے فرمایا ہے: **هو حی عند جمهور العلماء والعامة معهم وانما شذ بانكاره بعض المحدثين**۔ جمہور علماء کے نزدیک وہ زندہ ہیں اور عام لوگ انہی کے ساتھ ہیں۔ان کی حیات کا انکار صرف بعض محدثین نے کیا ہے۔

حضرت خضر کی حیات اور آپ کی جامع دعا: حافظ ابن حجر نے اصابہ

میں ایک مستقل باب قائم کرکے ان لوگوں کے بکثرت واقعات نقل کئے ہیں جن کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی ہے۔ان میں سے کئی واقعات ایسے ہیں جن کی سندوں کو یکسر مجروح قرار دینا نہایت مشکل ہے۔مثلاً حضرت علیؓ کا واقعہ کہ وہ طواف کررہے تھے اور ایک آدمی کعبہ کا پردہ پکڑ کر یہ دعا کررہا تھا: **یامن لا یشغله شیء عن سمع یامن لا یغیظه السائلون، یامن لا یبترم بالحاح الملحین اذقنی برد عفوک وحلاوة رحمتک**۔

ترجمہ: اے وہ ذات کہ اس کو کسی چیز کے سننے سے کوئی چیز نہیں روکتی، اے وہ ذات کہ اس کو سائلوں کے سوال سے غصہ نہیں آتا، اے وہ ذات کہ جو اڑ جانے والے بھکاریوں کی ضد سے تنگ نہیں آتی! مجھ کو اپنے عفو و درگزر کی ٹھنڈک اور اپنی رحمت کی شیرینی چکھا۔

تو حضرت علیؓ نے کہا کہ اپنی یہ دعا ذرا پھر دہرائیے، اس شخص نے کہا آپ نے سن لیا؟ کہا ہاں! تو اس آدمی نے کہا: اچھا، تو اس کو ہر نماز کے بعد پڑھا کیجئے۔قسم ہے اس ذات کی جس کی ہاتھ میں خضر کی جان ہے، آدمی کے کتنے بھی گناہ ہوں حق تعالیٰ اس دعا کی برکت سے معاف کردے گا۔(اعیان الحجاج:۲۹)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سیدنا حضرت یوشع بن نون علیہ السلام

حضرت یوشع علیہ السلام بنی اسرائیل کی اولاد میں سے حضرت یوسف علیہ السلام کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ البتہ قرآن پاک میں حضرت یوشع علیہ السلام کا نام مذکور نہیں ہے۔ سورۂ کہف میں دو جگہ حضرت موسیٰ کے ایک نوجوان رفیق سفر کا تذکرہ موجود ہے، جبکہ وہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کیلئے تشریف لے گئے۔ اِذْقَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ (سورۂ کہف:۷) (ترجمہ: جب موسیٰ نے اپنے نوجوان سے کہا۔)

ایک صحیح حدیث میں جو حضرت ابی بن کعبؓ سے منقول ہے اس نوجوان رفیق کا نام یوشع بتایا گیا ہے۔ یہ حضرت موسیٰ کی حیات میں ان کے خادم تھے، اور حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات بعد ان کے خلیفہ اور جانشین بنے۔ کنعان میں جابر اور مشرک قوموں کے حالات معلوم کرنے کیلئے جو وفد گیا تھا، اس کے ایک رکن یہ بھی تھے۔ جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جرأت اور ہمت دلانے کی کوشش کی اور اللہ کا وعدہ نصرت یاد دلا کر جہاد پر اکسایا اور کہا کہ اگر تم جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ تو یقیناً فتح تمہاری ہے، لیکن بنی اسرائیل تیار نہ ہوئے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان ہی کی قیادت میں چالیس برس بعد بنی اسرائیل کی نسل ارض مقدس میں داخل ہوئی اور انہوں نے کنعان، شام، شرق اردن سے تمام جابر و ظالم طاقتوں کو پامال کر دیا۔

حق ناسپاسی: قرآن عزیز میں بنی اسرائیل کی کامیابی اور فاتحانہ داخلہ کے

متعلق اس طرح آتا ہے: وَ اِذْقُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا .... بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ۔ (سورۃ البقرہ:۵۸ تا ۵۹)

ترجمہ: ''اور جب ہم نے کہا: اس بستی میں داخل ہو اور اپنی مرضی کے مطابق جو چاہو کھاؤ اور شہر کے دروازے میں نیازمندی کے ساتھ جھکتے ہوئے داخل ہونا، اور یہ کہتے ہوئے جانا: الٰہی ہماری خطاؤں کو معاف فرما، ہم تمہاری خطاؤں کو بخش دیں گے، اور عنقریب نیکوکاروں کو اور زیادہ دیں گے، پس ظالموں نے اس قول کو جو ان سے کہا گیا تھا دوسرے قول سے بدل دیا، پس ہم نے ظالموں پر ان کی نافرمانی کی وجہ سے آسمان سے سخت عذاب بھیجا۔''

قریب قریب یہی مضمون سورۂ الاعراف کے بیسویں رکوع میں بیان ہوا ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے اور نیازمند بندوں اور متکبر انسانوں کے درمیان ایک بین امتیاز قائم کر دیا ہے، کہ اس کے متواضع اور فرمانبردار بندے کسی سے اپنی ذاتی غرض اور ذاتی سربلندی کیلئے نہیں لڑتے، بلکہ اللہ کے دشمنوں مفسد اور شریر انسانوں کی شرارت اور ظالم و سرکش قوموں کے ظلم و طغیان کو مٹانے کیلئے صرف اس لئے جنگ کرتے ہیں کہ اس سے عدل غلبہ پاتا ہے اور اللہ کا حکم بلند ہوتا ہے۔ لہٰذا جب ان کو کامیابی نصیب ہوتی ہے، تو اپنی مسرت کا اظہار، غرور و تمکنت سے نہیں کرتے بلکہ اللہ کی جناب میں خضوع و خشوع کے ساتھ سجدہ ریز ہو کر کرتے ہیں اور جب مقبوضہ علاقوں میں داخل ہوتے ہیں تو شکرگزار اور متواضع انسانوں کی طرح داخل ہوتے ہیں۔

بصیرت و عبرت: (۱) حضرت یوشع علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے ان واقعات

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں سب سے زیادہ جو بات جاذبِ توجہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک انسان کا انسانی اور اخلاقی فرض ہے کہ جب اس کو کسی مصیبت یا امتحان سے نجات ملے اور وہ کامیاب اور فائز المرام ہو کر اپنی مراد کو پہنچے، تو غرور ونخوت کے جال میں پھنس کر یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ یہ میری ذاتی استعداد اور قابلیت کا نتیجہ ہے، بلکہ اللہ کا شکر گزار بنے اور اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے سامنے سر نیاز جھکا دے، تاکہ رحمت الٰہی اس کو اپنے دامن میں چھپا لے اور دنیا کی طرح آخرت میں بھی وہ بامراد اور شاد کام ہو۔

(۲) جس قوم پر اللہ کا فضل واحسان اور انعام واکرام کھلی ہوئی نشانیوں کے ذریعہ ہوتا ہے، وہ اگر شکر واطاعت کے بجائے ناسپاسی اور نافرمانی پر اتر آتی ہے تو پھر جلد ہی اللہ کی بطش شدید اور سخت گرفت کا شکار بھی ہو جاتی ہے، کیونکہ اس کی سرکشی وبغاوت مشاہدہ اور تجربہ کے بعد ہے اور بلاشبہ وہ سخت سزا کی مستوجب ہے۔ (قصص الانبیاء واصحاب الصالحین "تلخیص قصص القرآن"، ص:۱۸۷)

سیدنا حضرت حزقیل علیہ السلام

قرآن عزیز میں حزقیل علیہ السلام نبی کا نام مذکور نہیں لیکن سورۃ البقرہ میں بیان کردہ ایک واقعہ کے متعلق سلف صالحین سے جو روایات منقول ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کا تعلق حضرت حزقیل علیہ السلام کے ساتھ ہی ہے۔ قرآن عزیز میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا....... وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ۔ ترجمہ: اے مخاطب! کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے ہزاروں کی تعداد میں نکلے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مر جاؤ پھر ان کو زندہ کر دیا، بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے، لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ (البقرۃ:۲۴۳)

کتب تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور بعض دوسرے صحابہ کرامؓ سے یہ روایت منقول ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک بہت بڑی جماعت سے جب ان کے بادشاہ یا ان کے پیغمبر حزقیل علیہ السلام نے کہا کہ فلاں دشمن سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ اور اعلاء کلمۃ الحق کا فرض ادا کرو، تو وہ اپنی اپنی جانوں کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے اور یقین کر کے کہ اب جہاد سے بچ کر موت سے محفوظ ہو گئے ہیں دور ایک وادی میں مقیم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ حرکت ناگوار ہوئی، اور اس کے غضب نے ان پر موت طاری کر دی اور وہ سب کے سب موت کے آغوش میں چلے گئے۔ ایک ہفتہ کے بعد ان پر حضرت حزقیل علیہ السلام کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

گزرہوا تو انہوں نے ان کی اس حالت پر افسوس کیا اور دعا مانگی کہ الہ العالمین ان کو موت کے عذاب سے نجات دے، تاکہ ان کی زندگی خود ان کیلئے اور دوسروں کیلئے عبرت وبصیرت بن جائے۔ پیغمبر کی دعا قبول ہوئی اور وہ زندہ ہو کر نمونۂ عبرت وبصیرت بنے۔

اہم نکات: حضرت حزقیل علیہ السلام سے متعلق حالات کے سلسلہ میں دو اہم نکات سامنے آتے ہیں۔ احیاء موتیٰ اور اطاعت سے پہلوتہی۔ ان دونوں نکات کی وضاحت کی جاتی ہے۔

احیاء موتیٰ: جن حضرات نے ''معجزہ'' کی بحث سے استفادہ کرلیا ہوگا وہ حضرت حزقیل علیہ السلام کے زمانہ میں احیاء موتیٰ کے متعلق کسی شک وشبہ یا غیر ضروری تاویلات کا شکار نہیں ہوں گے۔ یہ صحیح ہے کہ عالم دنیا میں قانون کے مطابق اگرچہ دوبارہ زندگی نہیں ملتی، اور قیامت ہی کے دن حشر اجساد کا واقعہ پیش آئے گا۔ لیکن اللہ کے قانونِ خاص کے پیش نظر کسی حکمت ومصلحت کی بنا پر ایسا ہونا عقلاً نہ صرف ممکن ہے بلکہ واقع ہوتا رہتا ہے۔ دوسرے زمانہ جدید میں جدید روحانیت کے ماہرین کے نزدیک یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ روح جسم سے الگ ایک مستقل مخلوق ہے، اور جسم کے گل سڑ جانے اور اس کی عنصری ترکیب مٹ جانے کے باوجود روح زندہ رہتی ہے۔ نیز یہ بھی امر معقول ہے کہ جس ہستی نے کسی شے کو ترکیب دیا ہے وہ ترکیب کے بکھر جانے کے بعد دوبارہ اس کو ترکیب دے سکتی ہے، تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ حیات روح اور بکھرے ہوئے اجزاء کی دوبارہ ترکیب کے معقول ہونے کے بعد احیاء موتیٰ کے متعلق کسی شک وشبہ میں پھنس کر غیر ضروری تاویلات کا سہارا لیا جائے۔

اطاعت سے پہلوتہی: جب انسان کا اذعان واعتقاد اس یقین کو حاصل کرلے کہ خیر اور شر اور موت وحیات سب خالق کائنات کے قضاء وقدر کے ہاتھ ہے، تو پھر آن واحد کیلئے بھی اس کو خیال نہیں آتا کہ وہ اللہ کی مقررہ قدرت کے متعلق یہ باور کرے کہ اس کا حیلہ اللہ کے فیصلے کو رد کرسکتا ہے، اور اگر ایک مقام پر اس کی تقدیر نافذ ہے تو دوسرے مقام پر وہ اس کے اثر سے آزاد رہ سکتا ہے۔

بصائر: (۱) اگر فطرت سلیم اور طبع مستقیم ہو تو انسان کی ہدایت اور بصیرت کیلئے ایک مرتبہ فکر وذہن کو حقائق کی جانب متوجہ کردینا کافی ہے پھر اس کی انسانیت خود بخود راہ مستقیم پر گامزن ہوجاتی ہے، اور منزل مقصود کا پتہ لگالیتی ہے۔ لیکن اگر خارجی اسباب کی بناء پر فطرت میں کجی اور طبیعت میں زیغ پیدا ہوچکا ہو تو اس کو ہموار کرنے کیلئے اگرچہ بار بار اللہ کی پکار اس کو بیدار کرتی ہے۔ مگر ہر مرتبہ کے بعد اس کی صلاحیتیں اور استعدادی قوتیں خفتہ ہوجاتی ہیں، بلکہ اور زیادہ غفلت میں سرشار ہو کر رہ جاتی ہیں، حتیٰ کہ قوت واستعداد باطل ہوجاتی ہے۔

(۲) اسلام شجاعت کو خلق حسن قرار دیتا اور بزدلی کو اخلاق ردی میں شمار کرتا ہے۔ ایک حدیث میں اعمال بد کو شمار کراتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ مسلمان ہوتے ہوئے بھی لغزش اور خطا کی راہ سے ان اعمال کا صدور ممکن نہیں ہے، لیکن اسلام کے ساتھ جبن (بزدلی) کسی حال میں جمع نہیں ہوسکتی۔ مگر یاد رہے کہ کسی پر بیجا قوت آزمائی کا نام شجاعت نہیں ہے، بلکہ امر حق پر قائم ہوجانا اور باطل سے بے خوف بن جانا شجاعت ہے۔

(قصص الانبیاء واصحاب الصالحین ''تلخیص قصص القرآن''، ص:۱۸۹ تا ۱۹۳)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سیدنا حضرت الیاس علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے سورۂ صافات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا: وَاِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ.........اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (الصافات: ۱۲۳تا۱۳۲)

''اور الیاس بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں؟ کیا تم بعل کو پکارتے (اور اسے پوجتے) ہو اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑ دیتے ہو؟ (یعنی) اللہ کو جو تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا پروردگار ہے۔ تو ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا، تو وہ (دوزخ میں) حاضر کئے جائیں گے۔ ہاں اللہ کے بندے (مبتلائے عذاب نہیں) ہوں گے، اور ہم نے ان کا ذکر (خیر) پچھلوں میں (باقی) چھوڑ دیا کہ الیاسین پر سلام۔ ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھے۔''

نسب: آپ کا نسب بعض علمائے کرام نے اس طرح بیان کیا ہے: الیاس بن یاسین بن فنحاص بن الیعزر بن ہارون علیہ السلام۔ دوسرے قول کے مطابق آپ کا نسب یوں ہے: الیاس بن العازر بن الیعزر بن ہارون بن عمران۔

آپ کو دمشق کے شمال مغرب میں واقع شہر بعلبک کے باشندوں کی طرف بھیجا گیا۔ آپ نے انہیں اللہ کی طرف بلایا اور انہیں تلقین کی کہ اپنے بت

''بَعْل'' کی پرستش کرنا چھوڑ دیں۔ آپ نے انہیں فرمایا: اَلَا تَتَّقُوْنَ۝ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ۝ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِیْنَ۝ ''کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں؟ کیا تم بعل کو پکارتے ہو، اور سب سے بہترین خالق کو چھوڑ دیتے ہو؟ اللہ جو تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب ہے؟''

(الصافات: ۱۲۴تا۱۲۶)

لوگوں نے آپ کی تکذیب اور مخالفت کی بلکہ آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کرلیا، حتیٰ کہ آپ ان لوگوں کو چھوڑ کر چلے گئے اور روپوش ہوگئے۔

حضرت کعب احبارؒ کہتے ہیں کہ حضرت الیاس علیہ السلام اپنی قوم کے بادشاہ سے روپوش ہو کر دس سال تک ایک غار میں چھپے رہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس بادشاہ کو موت دی اور دوسرا شخص بادشاہ بن گیا، تب حضرت الیاس علیہ السلام نے اس کے پاس جا کر اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس کی قوم کے بے شمار لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ صرف دس ہزار افراد کفر پر قائم رہے، جنھیں بادشاہ نے قتل کروادیا۔ (قصص الانبیاء ص: ۵۴۲)

موعظت: حضرت الیاس علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ اگرچہ قرآن میں بہت مختصر مذکور ہے، تاہم اس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ یہود و بنی اسرائیل کی ذہنیت اس درجہ مسخ تھی کہ دنیا کی کوئی برائی ایسی نہیں تھی جس کے کرنے پر یہ حریص نہ ہوں، اور کوئی خوبی ایسی نہ تھی جس کے یہ دلدادہ نہ ہوں اور انبیاء و رسل کے ایک طویل اور پیہم سلسلہ کے باوجود بت پرستی، عناصر پرستی، کواکب پرستی، غرض غیر اللہ کی پرستش کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جس کے پرستار یہ نہ بنے ہوں۔

پس قرآن عزیز میں بنی اسرائیل سے متعلق ان واقعات میں جہاں ان کی بدبختی اور کجروی پر روشنی پڑتی ہے، وہیں ہم کو یہ موعظت اور عبرت بھی حاصل ہوتی ہے کہ اب جبکہ انبیاء ورسل کا سلسلہ تو منقطع ہو چکا ہے، اور خاتم النبیین ﷺ کی بعثت اور قرآن عزیز کے آخری پیغام نے اس سلسلہ کو ختم کر دیا ہے تو ہمارے لئے ازبس ضروری ہے کہ بنی اسرائیل کی مسخ فطرت اور تباہ ذہنیت کے خلاف اللہ کے احکام کو مضبوطی سے پکڑیں اور ان میں کج روی اور زیغ سے سبق لے کر ان کی خلاف ورزی کی جرأت نہ کریں۔ گویا ہمارا شیوہ سپرد وتعلیم ہو، انکار وانحراف نہ ہو کہ ''اسلام'' کے صرف یہی معنیٰ ہیں۔

(قصص الانبیاء واصحاب الصالحین ''تلخیص قصص القرآن''، ص: ۱۹۴)

سیدنا حضرت الیسع علیہ السلام

آپ کا نام مبارک سورۃ انعام میں دوسرے انبیائے کرام کے ساتھ مذکور ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِيْنَ۔ ''اور اسماعیل کو، الیسع کو، یونس اور لوط کو۔ ہم نے ہر ایک کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی۔'' (الانعام: ۶/۸۶)

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ''حضرت الیسع علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے، انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا۔ آپ زندگی بھر حضرت الیاس علیہ السلام کی شریعت پر عمل پیرا رہے۔ آپ کی وفات کے بعد قوم میں برائیاں پھیل گئیں، بدکردار لوگوں کو اقتدار مل گیا، سرکش افراد کی تعداد میں اضافہ ہو گیا جنہوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کو شہید کیا اور ان میں ایک سرکش اور باغی بادشاہ بھی تھا۔

حافظ ابن عساکرؒ نے آپ کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے: ''الیسع بن عدی بن شوتلم بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام۔ بعض علماء نے انہیں حضرت الیاس علیہ السلام کا چچازاد بھائی قرار دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ بھی حضرت الیاس علیہ السلام کے ساتھ کوہ قاسیون میں روپوش رہے تھے، جب آپ بعلبک کے بادشاہ کے شر سے بچنے کیلئے وہاں چھپے ہوئے تھے۔ جب حضرت الیاس علیہ السلام غار سے باہر آئے تو حضرت الیسع علیہ السلام بھی ان کے ساتھ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اپنی قوم کے سامنے آ گئے ۔ پھر جب حضرت الیاس علیہ السلام کو اٹھالیا گیا تو حضرت الیسع علیہ السلام آپ کی جگہ نبوت کا شرف پا کر قوم کی رہنمائی کرنے لگے ۔

”مؤرخین فرماتے ہیں: جب بنی اسرائیل نے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا حتیٰ کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو شہید بھی کیا تو اللہ تعالیٰ ان پر ظالم بادشاہ مسلط کر دیئے ۔ بنی اسرائیل جب دشمنوں سے جنگ کرتے تھے تو اپنے ساتھ تابوت سکینہ بھی رکھتے تھے، جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے تبرکات تھے ۔ ان کی برکت سے فتح حاصل ہو جاتی تھی ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے جرائم کی وجہ سے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا ۔ عسقلان کے باشندوں سے جنگ کے دوران ان سے تابوت سکینہ چھن گیا اور ان کا بادشاہ اسی غم میں مر گیا، اور بنی اسرائیل بھیڑوں کے اس گلے کی طرح رہ گئے جس کا کوئی نگہبان نہ ہو“ ۔

(قصص الانبیاء اردو ”علامہ ابن کثیر“ ص:۵۴۸)

سیدنا حضرت شمویل علیہ السلام

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى اِذْ قَالُوْا لِنَبِىٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ (سورۃ بقرہ:۲۴۶)

ترجمہ: ”بھلا تم نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا، جس نے موسیٰ کے بعد اپنے پیغمبر (شمویل) سے کہا کہ آپ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیں، تاکہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں ۔“

حضرت مقاتل فرماتے ہیں: آپ حضرت ہارون علیہ السلام کے ورثاء میں سے تھے ۔ حضرت سدیؒ فرماتے ہیں کہ جب عمالقہ کے لوگ بنی اسرائیل پر غالب آ گئے تو انہوں نے بے شمار اسرائیلیوں کو قتل کیا اور ایک بہت بڑی تعداد کو غلام بنا لیا ۔ لاوی کے خاندان سے نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور اس کی اولاد میں صرف ایک حاملہ خاتون باقی رہ گئیں ۔ اس نے اللہ سے دعا کی کہ وہ اسے بیٹا عطا فرمائے ۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا عطا کیا تو اس نے بیٹے کا نام شمعون (شمویل) رکھا ۔ عبرانی زبان میں اس کا معنیٰ ”اسماعیل“، یعنی اللہ نے میری دعا سن لی ۔

جب یہ بچہ جوان ہوا تو اس نے بچے کو مسجد بھیجا اور اسے ایک نیک بزرگ کے حوالے کر دیا، تاکہ وہ عبادت اور بھلائی کی باتیں سیکھے ۔ بچہ جوان ہونے تک اسی بزرگ کے پاس رہا ۔ ایک رات وہ سویا ہوا تھا کہ مسجد کے کونے سے ایک آواز آئی تو وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا، اور اسے ایسے لگا جیسے اس کے استاد محترم نے بلایا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے۔ اس نے استادِ محترم سے پوچھا: کیا آپ نے مجھے بلایا؟ استاد نے شاگرد کو پریشان دیکھا تو کہا: ہاں! سو جاؤ۔ تو وہ سو گیا پھر اسے دوبارہ سہ بارہ آواز آئی تو کیا دیکھتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام اسے بلا رہے ہیں۔ وہ اس کے پاس آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔

بنی اسرائیل کی خواہش جہاد اور ان کی آزمائش:

بنی اسرائیل کو طویل عرصہ تک جنگ و جدل میں مشغول رہنا پڑا اور دشمن ان پر غالب آگئے۔ تب انہوں نے اپنے زمانے کے نبی سے درخواست کی کہ ان کیلئے ایک بادشاہ مقرر کیا جائے، تاکہ وہ اس کی قیادت میں متحد ہو کر جنگ کر سکیں۔ لیکن شمویل علیہ السلام ان کی کمزوریوں سے واقف تھے۔ اس لئے فرمایا: هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا۔ "ممکن ہے جہاد فرض ہو جانے کے بعد تم جہاد نہ کرو؟" انہوں نے کہا: وَمَا لَنَا اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا، "بھلا ہم اللہ کی راہ میں جہاد کیوں نہ کریں گے؟ ہم تو اپنے گھروں سے اجاڑے گئے ہیں اور بچوں سے دور کئے گئے ہیں"۔ یعنی ہم پر ظلم کیا گیا ہے، ہمیں اپنے بیوی بچوں سے الگ کر دیا گیا ہے، پھر ہم اپنی عورتوں اور بچوں کو آزاد کرانے کیلئے دشمنوں سے کیوں نہ لڑیں گے؟۔

اللہ کی طرف سے بادشاہ کا تقرر: کہتے ہیں اس سے پہلے نبوت لاوی کے اولاد میں اور بادشاہت بنی یہودا میں تھی۔ طالوت بنی بنیامین سے تھا۔ اس لئے بنی یہودا نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور کہا کہ بادشاہت پر ہمارا حق زیادہ ہے۔ انہوں نے یہ اعتراض بھی کیا کہ یہ شخص مفلس اور بے زر ہے، ایسا شخص کس

طرح بادشاہ بن سکتا ہے؟

شمویل علیہ السلام نے فرمایا: یہ تمہارا کام نہیں کہ کسی خاص خاندان سے بادشاہ کا انتخاب کرو بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے حکومت دیتا ہے۔ مزید فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ، "اللہ تعالیٰ نے اسے برگزیدہ کیا ہے اور اسے علمی اور جسمانی برتری عطا فرمائی ہے"۔ یعنی ایسی وجیہ شخصیت عطا کی ہے کہ بنی اسرائیل میں اس جیسا کوئی نہیں۔ وہ قد و قامت اور ظاہری صورت میں بھی سب سے بڑھ کر تھے اور عقل و فہم میں بھی۔ "اس کی بادشاہت (من جانب اللہ ہونے) کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے تسکین ہے، اور آل موسیٰ و آل ہارون کا بقیہ ترکہ ہے۔

جب عمالقہ اس صندوق کے تبرکات سمیت لے گئے اور اس پر قابض ہو گئے تو اپنے شہر میں لے جا کر اسے اپنے ایک بت کے نیچے رکھ دیا۔ صبح کو دیکھا تو صندوق بت کے اوپر تھا۔ انہوں نے پھر نیچے رکھ دیا۔ اگلے دن پھر وہ بت کے سر پر تھا۔ کئی بار ایسا ہونے پر انہیں یقین ہو گیا کہ یہ صورت حال اللہ کی طرف سے ہے۔ انہوں نے صندوق کو شہر سے نکال کر کسی گاؤں میں بھیج دیا، تو قوم عمالقہ کے لوگ سخت بیماری میں مبتلا ہو گئے، اس وقت ان لوگوں نے تابوت کو ایک بیل گاڑی میں رکھ کر بیلوں کو ہانک دیا۔ فرشتے انہیں ہانک کر بنی اسرائیل میں لے آئے۔ اس طرح نبی کی بتائی ہوئی بات لفظ بلفظ پوری ہو گئی۔

مومنوں نے اپنے نبی کیساتھ دشمنوں کا مقابلہ کرنے کیلئے پیش قدمی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شروع کر دی۔ جب دشمن سے سامنا ہوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی۔ انہوں نے دعا مانگی کہ دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہ سکیں، اور جنگ میں ان کافروں پر فتح حاصل ہو جو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں، اور اس کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔ عظمت وقدرت کے مالک نے، جو سننے والا، دیکھنے والا اور ہر شے کی خبر رکھنے والا ہے، دعا قبول کی۔ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے جالوتیوں کو شکست دے دی''۔ یعنی یہ شکست مومنوں کی طاقت اور تعداد کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کی توفیق اور مشیت الٰہی سے ہوئی، کیونکہ دشمنوں کی تعداد تو زیادہ تھی۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ ''اور حضرت داؤد کے ہاتھوں جالوت کا قتل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے داؤد کو مملکت وحکمت اور جتنا کچھ چاہا علم عطا فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض سے دفع نہ کرتا تو زمین میں فساد پھیل جاتا لیکن اللہ تعالیٰ دنیا والوں پر بڑا فضل وکرم کرنے والا ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت داؤد علیہ السلام بہت بہادر تھے۔ جالوت کے قتل سے اس کے لشکر کو شکست ہوئی اور کفر کا زور ٹوٹ گیا اور اہلِ ایمان کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ (قصص الانبیاء اردو ''علامہ ابن کثیرؒ'' ص:۵۰ تا ۵۵۶)

سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام

وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ (سورۃ البقرۃ:۲۵۱)

ترجمہ: ''اور داؤد کے ہاتھوں جالوت قتل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے داؤد کو مملکت وحکمت اور جتنا کچھ چاہا علم بھی عطا فرمایا۔''

بنی اسرائیل میں حضرت داؤد علیہ السلام پہلے شخص ہیں جو اللہ کے پیغمبر بھی تھے اور صاحب تاج وتخت بھی۔

انبیاء ورسل میں سے حضرت آدم علیہ السلام کے علاوہ صرف داؤد علیہ السلام ہی وہ پیغمبر ہیں، جن کو قرآن عزیز نے ''خلیفہ'' کے لقب سے پکارا ہے۔ یہ لقب حضرت داؤد علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ کی صفات علم وقدرت کا مظہر اتم ہونے پر صراحت کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کیلئے شریعت حقہ کی اصطلاح میں خلیفہ سے بہتر اور کوئی لفظ نہیں ہوسکتا تھا۔ الحاصل حضرت داؤد علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی رشد وہدایت کی خدمت بھی سرانجام دی اور ان کی اجتماعی حیات کی نگرانی بھی کی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی خصوصیات: وہ تقریر وخطابت کے فن میں کمال رکھتے تھے، اور اس طرح بولتے تھے کہ لفظ لفظ اور فقرہ فقرہ جدا جدا فہم وادراک میں آتا تھا، اور اس سے کلام میں وضاحت ولطافت اور شوکت بیان پیدا ہوتی تھی۔

ان کا حکم اور فیصلہ حق وباطل کے درمیان قول فیصل کی حیثیت رکھتا تھا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱) تسخیر و تسبیح جبال و طیور: حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس میں بہت زیادہ مصروف رہتے تھے، اور اس قدر خوش الحان تھے کہ جب زبور پڑھتے یا اللہ کی تسبیح و تہلیل میں مشغول ہوتے تو ان کے وجد آفریں نغموں سے نہ صرف انسان بلکہ وحوش و طیور بھی وجد میں آجاتے، اور آپ کے ارد گرد جمع ہو کر حمد باری کے ترانے گاتے اور سریلی اور پرکیف آوازوں سے تقدیس و تسبیح میں حضرت داؤد علیہ السلام کی ہم نوائی کرتے، اور صرف یہی نہیں بلکہ پہاڑ بھی اللہ کی حمد میں گونج اٹھتے۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام کی اس فضیلت کو قرآن عزیز نے سورۃ الانبیاء، السبا اور صٓ میں صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ۔ (الانبیاء:۷۹)

ترجمہ: اور ہم نے پہاڑ اور پرندوں کو تابع کر دیا ہے کہ وہ داؤد (علیہ السلام) کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور ہم ہی میں ایسی قدرت ہے۔

(۲) حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے کا نرم ہونا: قرآن عزیز نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے:

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ۔ (سورۂ سبا:۱۰،۱۱)

ترجمہ: اور ہم نے اس (داؤد) کیلئے لوہا نرم کر دیا اور کہا کہ بنا زرہیں کشادہ اور اندازے سے جوڑ کڑیاں۔

حضرت داؤد علیہ السلام پہلے شخص ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت بخشی کہ انہوں نے تعلیم وحی کے ذریعے ایسی زرہیں ایجاد کیں، جو نازک اور باریک زنجیروں کے حلقوں سے بنائی جاتی تھیں، اور ہلکی اور نرم ہونے کی وجہ سے جن کو

میدان جنگ کا سپاہی پہن کر با آسانی نقل و حرکت بھی کر سکتا تھا۔ اور دشمن سے محفوظ رہنے کیلئے بھی بہت عمدہ ثابت ہوتی تھیں۔

(۳) منطق الطیر یعنی پرندوں سے بات چیت کرنا: حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک شرف یہ عطا ہوا تھا کہ دونوں بزرگوں کو پرندوں کی بولیاں سمجھنے کا علم دیا گیا تھا۔

(۴) تلاوت زبور: بخاری کتاب الانبیاء میں ایک روایت منقول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پوری زبور کو اتنے مختصر وقت میں تلاوت کر لیا کرتے کہ وہ جب گھوڑے پر زین کسنا شروع کرتے تو تلاوت بھی شروع کرتے اور جب کس کر فارغ ہوتے تو پوری زبور ختم کر چکے ہوتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو سرعت اداء الفاظ کی اس درجہ قوت ادا کر دی گئی تھی کہ دوسرا شخص جس کلام کو گھنٹوں میں ادا کرے حضرت داؤد علیہ السلام اس کو ایک روایت کے مطابق مختصر وقت میں ادا کرنے پر قدرت رکھتے تھے۔

عبرتیں و نصیحتیں: (۱) ہمیشہ "خلیفۃ اللہ" اور "طاغوتی بادشاہ" کے درمیان یہ فرق نظر آئے گا کہ اول الذکر میں ہمہ قسم کی سطوت و شوکت کے باوجود فروتنی، تواضع اور خدمت خلق کے اوصاف نمایاں خدوخال کے ساتھ پائے جائیں گے۔ اور ثانی الذکر میں کبر، انانیت، جبر اور قہر اینت کا غلبہ ہوگا، اور وہ مخلوق خدا کو اپنی راحت اور عیش کا آلہ کار سمجھیں گے۔

(۲) قانون الٰہی ہے کہ جو ہستی عزت اور عروج پر پہنچنے کے بعد جس قدر اللہ کا شکر اور اس کے فضل و کرم کا اعتراف کرتی ہے اسی قدر اس کو بیش از بیش انعام

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وا کرام سے اور زیادہ نوازا جاتا ہے۔حضرت داؤد علیہ السلام کی پوری زندگی اس کی شاہد عدل ہے۔ (قصص الانبیاء واصحاب الصالحین "تلخیص قصص القرآن" ص:۲۰۱تا۲۰۸)

عبادت: صحیحین میں ثابت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے، اور اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔نصف شب سوتے پھر تہائی شب بارگاہ خداوندی میں کھڑے رہتے، پھر چھٹا حصہ دوبارہ سوجاتے تھے۔اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہ رکھتے تھے۔ اور جب (دشمن سے) مڈبھیڑ ہوتی تو کبھی راہ فرار اختیار نہ کرتے۔

(قصص الانبیاء اردو "علامہ ابن کثیر" ص:۵۷۴)

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ اور عقل مند پر یہ لازم ہے کہ اپنے زمانے کو پہچانے، اور اپنی زبان کو محفوظ رکھے، اور اپنے حالات کی طرف توجہ کرتا رہے۔

اور عقل مند کیلئے ضروری ہے کہ تین مقاصد کے علاوہ سفر نہ کرے، یا تو اپنی آخرت سنوارنے کیلئے، یا اپنی روزی ومعاش کو سنبھالنے کیلئے، یا حلال چیز کی لذت کیلئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: اے برائیوں کے بونے والے، تو ہی ان کے کانٹے اور جھاڑ کاٹے گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: کہ مجلس میں احمق خطیب، میت کے سر پر گانے والے کی طرح ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: خیال رکھ کہ جس بات کا ذکر تو اپنے متعلق مجلس میں ہونا ناپسند کرتا ہے، تو اس کو خلوت میں بھی نہ کر اور فرمایا کہ اپنے بھائی سے وہ وعدہ نہ کر جس کو تو وفا نہ کر سکے۔کیونکہ یہ چیز تیرے اور تیرے بھائی کے درمیان بغض وعداوت کا سرچشمہ ثابت ہوگی۔

ف: بہت مفید نصیحت ہے جس پر عمل کرنا چاہیئے۔(مرتب)

حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر اور وفات کا تذکرہ: اللہ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے آپ کی ساری اولاد کو نکالا، تو حضرت آدم علیہ السلام نے انبیاء کو بھی ان میں دیکھا، اور ایک نبی کو دیکھا جو چمک رہے ہیں۔تو حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ "اے پروردگار! یہ کون ہے؟" تو جواب آیا یہ تیرا فرزند داؤد ہے۔عرض کیا کہ اے پروردگار! اس کی کتنی عمر ہے؟ فرمایا ساٹھ سال۔عرض کیا پروردگار! اس کی عمر میں اضافہ فرمادیجئے۔فرمان صادر ہوا، ایسا نہیں ہوسکتا ہے، ہاں کہو تو تمہاری عمر میں سے ان کو میں کچھ دے دوں؟ اور حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ہزار سال تھی۔تو آدم علیہ السلام نے چالیس سال اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو ہبہ کر دیئے۔پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کے پاس موت کا فرشتہ آیا تو آپ نے فرمایا ابھی تو میری عمر سے چالیس سال باقی ہیں۔

تو حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے۔تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بھی پورے ہزار سال دیدیئے، اور حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی پورے سو سال عطا فرمادیئے۔یہ حدیث کئی کتب حدیث میں آئی ہے، اور صحیح ہے۔

(قصص الانبیاء اردو "علامہ ابن کثیر" ص:۵۴۶تا۵۴۹)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ (النمل:۱۶)

ترجمہ: ''اور سلیمان، داؤد کے قائم مقام ہوئے، اور کہنے لگے کہ لوگو ہمیں (اللہ کی طرف سے) پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے، اور ہر چیز عطا فرمائی گئی ہے۔ بے شک یہ (اس کا) صریح فضل ہے۔''

نسب وبچپن: حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں ذکاوت اور فصل مقدمات میں صاحب رائے ہونے کا کمال فطرت ہی سے ودیعت کر دیا تھا۔ چنانچہ ان کے بچپن کا واقعہ ملاحظہ کریں، جس کا ذکر قرآن میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں دو شخص ایک مقدمہ لے کر حاضر ہوئے، مدعی نے دعوے کی روئداد یہ سنائی کہ مدعی علیہ کی بکریوں کے گلے نے اس کی تمام کھیتی تباہ وبرباد کرڈالی اور اس کو چرا کر روند ڈالا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے علم وحکمت کے پیش نظر یہ فیصلہ دیا کہ مدعی کی کھیتی کا نقصان چونکہ مدعا علیہ کے گلہ کی قیمت کے قریب قریب متوازن ہے، لہٰذا یہ پورا گلہ مدعی کو تاوان میں دے دیا جائے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر ابھی

گیارہ سال تھی، وہ والد ماجد کے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے، کہنے لگے کہ اگرچہ آپ کا یہ فیصلہ صحیح ہے، مگر اس سے بھی زیادہ مناسب شکل یہ ہے کہ مدعا علیہ کا تمام ریوڑ مدعی کے سپرد کر دیا جائے، کہ وہ اس کے دودھ اور اس کی اون سے فائدہ اٹھائے اور مدعا علیہ سے کہا جائے کہ وہ اس درمیان میں مدعی کے کھیت کی خدمت انجام دے اور کھیت کی پیداوار اپنی اصلی حالت پر واپس آجائے، تو کھیت مدعی کے سپرد کر دے اور اپنا ریوڑ واپس لے لے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو بیٹے کا یہ فیصلہ بہت پسند آیا۔

وراثت داؤد علیہ السلام: مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سن رشد کو پہنچ چکے تھے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا انتقال ہوگیا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت اور حکومت دونوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کا جانشین بنا دیا۔ قرآن عزیز میں ارشاد ہے: **فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ ۚ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ** (الانبیاء:۷۹)

ترجمہ: ''اور ہم نے فیصلہ (کرنے کا طریقہ) سلیمان کو سمجھا دیا اور ہر ایک کو ہم نے حکومت دی، اور علم (نبوت) دیا۔''

خصائص سلیمان علیہ السلام:

(۱) منطق الطیر! پرندوں کی بولیاں سمجھنا: قرآن عزیز میں ارشاد ہے:

ترجمہ: اور سلیمان داؤد کا وارث ہوا اور اس نے کہا کہ اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولیوں کا علم دیا گیا ہے، اور ہم کو ہر چیز بخشی گئی ہے، بے شک یہ اللہ کا کھلا ہوا فضل ہے۔ (النحل:۱۶)

یقیناً ان کا یہ علم اسباب دنیوی سے بالاتر، خالص قوانین قدرت کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فیضان کا نتیجہ تھا۔اور ایک ایسی بخشش اور موہبت تھی جس کو اللہ کا نشان یعنی معجزہ کہنا چاہئے، جو ان جیسی پاک ہستیوں کیلئے مخصوص ہے۔

(۲) تسخیر ریاح: قرآن عزیز نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہوا پر کنٹرول سے متعلق بیان کیا ہے وہ یہ ہے۔

وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ وَ كُنَّا بِكُلِّ شَیْءٍ عٰلِمِیْنَ۔ (سورۃ الانبیاء:۸۱)

ترجمہ: اور مسخر کر دیا سلیمان کیلئے تیز وتند ہوا کو کہ اس کے حکم سے زمین پر چلتی تھی۔جس کو ہم نے برکت دی تھی اور ہم ہر شئے کے جاننے والے ہیں۔

(۳) تسخیر جن وحیوانات: حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک مرتبہ بارگاہ الٰہی میں یہ دعا کی: اے پروردگار! مجھ کو بخش دے اور میرے لئے ایسی حکومت عطا کر جو میرے بعد کسی کیلئے بھی میسر نہ ہو، بے شک تو بہت دینے والا ہے۔(ص:۳۵)

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو قبول فرمایا اور ایک ایسی عجیب وغریب حکومت عطا فرمائی کہ نہ اس سے پہلے کسی کو نصیب ہوئی اور نہ ان کے بعد کسی کو میسر آئے گی۔ان کی یہ حکومت انسانوں کے علاوہ جن، حیوانات اور ہوا پر بھی تھی، اور یہ سب بحکم خدا ان کے تابع ومطیع تھے۔

(۴) بیت المقدس کی تعمیر: بخاری ومسلم میں حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مسجد حرام کی بنیاد رکھی اور وہ مکہ کی آبادی کا باعث بنی، اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام (اسرائیل) نے مسجد بیت المقدس کی بنیاد ڈالی اور اس کی وجہ سے بیت المقدس کی آبادی وجود میں

آئی۔پھر عرصہ دراز کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے مسجد اور شہر کی تجدید کی گئی اور جنوں کی تسخیر کی وجہ سے بے نظیر اور شاندار تعمیر عالم وجود میں آئی۔

(۵) تانبے کے ذخائر: ان عظیم الشان عمارات کی تعمیر کے سلسلے میں بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حسب ضرورت حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے تانبے کو پگھلا دیتا تھا جب کہ تانبے کے چشموں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔قرآن عزیز نے اس حقیقت کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات: حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے جنوں کی ایک بہت بڑی جماعت عظیم الشان عمارت بنانے میں مصروف تھی کہ سلیمان علیہ السلام کو پیغام اجل آپہنچا، مگر جنوں کو ان کی موت کی خبر نہ ہوئی، اور وہ اپنی مفوضہ خدمات میں مصروف رہے۔اور عرصہ کے بعد جب دیمک نے ان کی لاٹھی کو چاٹ کر اس توازن کو خراب کر دیا، جس کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام لاٹھی سے ٹیک لگائے کھڑے نظر آتے تھے، اور وہ گر گئے۔تب جنوں کو علم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا عرصہ ہوا انتقال ہو گیا تھا، مگر افسوس کہ ہم معلوم نہ کر سکے، کاش کہ ہم علم غیب رکھتے تو عرصہ تک اس مشقت ومحنت میں نہ پڑے رہتے، جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے خوف سے مبتلا رہے۔

عبرتیں ونصیحتیں: (۱) صاحب حکومت انبیاء ورسل اور دنیاوی بادشاہوں اور حکمرانوں کی زندگی میں ہمیشہ بین اور واضح امتیاز رہا اور رہتا ہے۔اول الذکر حضرات کی زندگی کے ہر ایک پہلو اور ہر ایک گوشہ میں اللہ کا خوف، اس کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خشیت، عدل وانصاف، دعوت وارشاد، خدمت خلق نمایاں نظر آتے ہیں۔ وہ کسی جائز موقع پر حاکمانہ اقتدار کا مظاہرہ بھی کرتے ہیں، تو اس میں نخوت وتکبر کی جگہ بغض فی اللہ نظر آتا ہے، یعنی ان کا غصہ اپنے لئے نہیں، اپنے ذاتی مفاد کے لئے نہیں، بلکہ خدائے برتر کے کلمہ کی بلندی کیلئے ہوتا ہے۔

(۲) جس شخص کی زندگی خالص اللہ کیلئے ہوجاتی ہے، اللہ تعالیٰ بھی اپنی کل کائنات کو اس کیلئے تابع اور مسخر کر دیتے ہیں، اور اس کی یہ کیفیت ہوجاتی ہے کہ اس کا کوئی قدم بھی اللہ کی مرضی کے خلاف نہیں اٹھتا۔ اب اگر ایسا شخص بعض ایسے امور کر دکھاتا ہے جو عام دنیوی اسباب ووسائل سے بالاتر ہو کر عمل میں آئے ہیں تو کوتاہ بیں اور مشکوک نگاہیں دیکھنے اور سمجھنے کی توزحمت گوارا نہیں کرتیں کہ جس ہستی سے یہ اعمال صادر ہوئے ہیں وہ اللہ کی مرضی میں خود کو فنا کر چکی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی بے قید قدرت کا ہاتھ اس کے سر پر ہے اور اس کے ان اعمال (معجزات) کو بھی عام قوانین قدرت کی ترازو میں تول کر ان کے انکار پر آمادہ ہوجاتی ہے، یہ راہ بلاشبہ غلط اور گمراہی کی راہ ہے، اور صاف اور روشن ''راہ مستقیم'' وہ ہے جس کو ہمیشہ مفکرین اسلام قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ (قصص الانبیاء واصحاب الصالحین، ص: ۲۱۲ تا ۲۳۲)

سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام

وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ (الانبیاء: ۸۳)

ترجمہ: ''اور ایوب (کو یاد کرو) جب انہوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ مجھے تکلیف پہنچی ہے، اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔''

نسب: ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ایوبؑ رومی شخص تھے، اور ان کا نسب نامہ یوں ہے: ایوب بن موص بن رازح بن العیص بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل علیہ السلام۔

اور علامہ ابن عساکرؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی تھیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے والد مکرم ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ان کو آگ میں ڈالے جانے کے دن ایمان لائے تھے۔ (قصص الانبیاء اردو ''علامہ ابن کثیر'' ص: ۳۰۶)

قصہ ایوب علیہ السلام: حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں اسرائیلی روایات بڑی طویل ہیں، ان میں سے جن کو حضرات محدثین نے تاریخی درجہ میں قابل اعتماد سمجھا وہ نقل کی جاتی ہیں۔

قرآن کریم سے تو صرف اتنی بات ثابت ہے کہ ان کو کوئی شدید مرض پیش آیا، جس پر وہ صبر کرتے رہے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس سے نجات ملی، اور یہ کہ اس بیماری کے زمانے میں ان کی اولاد اور احباب سب غائب ہو گئے، خواہ موت کی وجہ سے یا کسی دوسری وجہ سے۔ پھر حق تعالیٰ نے ان کو صحت وعافیت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دی، اور جتنی اولاد تھی وہ سب ان کو دے دی، بلکہ اتنی ہی اور بھی زیادہ دے دی۔ باقی قصے کے اجزاء بعض تو مستند احادیث میں موجود ہیں، زیادہ تر تاریخی روایات ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اس قصے کی تفصیل یہ لکھی ہے کہ:

حضرت ایوب علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے ابتدا میں مال و دولت اور جائداد اور شاندار مکانات اور سواریاں اور اولاد اور حشم وخدم بہت کچھ عطا فرمایا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیغمبرانہ آزمائش میں مبتلا کیا، یہ سب چیزیں ان کے ہاتھ سے نکل گئیں، اور بدن میں بھی ایسی سخت بیماری لگ گئی جیسے جذام ہوتا ہے، کہ بدن کا کوئی حصہ بجز زبان اور قلب کے اس بیماری سے نہ بچا۔ وہ اس حالت میں زبان وقلب کو اللہ کی یاد میں مشغول رکھتے اور شکر ادا کرتے رہتے تھے۔ اس شدید بیماری کی وجہ سے سب عزیزوں و دوستوں اور پڑوسیوں نے ان کو الگ کر کے آبادی سے باہر ایک کوڑا کچرہ ڈالنے کی جگہ پر ڈال دیا تھا[1] کوئی ان کے پاس

---

[1] بعض آثار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم کے ہر حصہ پر پھوڑے نکل آئے تھے، یہاں تک کہ لوگوں نے گھن کی وجہ سے آپ کو ایک کوڑے پر ڈال دیا تھا لیکن بعض مفسرین نے ان آثار کو درست تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ انبیاء کرام پر بیماریاں تو آسکتی ہیں لیکن انہیں ایسی بیماری میں مبتلا نہیں کیا جاتا کہ لوگ ان سے گھن کرنے لگیں۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری بھی ایسی نہیں ہو سکتی بلکہ یہ کوئی عام قسم کی بیماری تھی، لہذا وہ آثار جن میں حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف پھوڑے پھنسیوں کی نسبت کی گئی ہے، یا جن میں کہا گیا ہے کہ آپ کو کوڑے پر ڈال دیا گیا تھا یا بعض لوگوں کا یہ بیان کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بدن پر کیڑے پڑ گئے تھے روایۃً و درایۃً قابل اعتماد نہیں ہیں۔ واللہ اعلم۔ حسین احمد پالنپوری

نہ جاتا تھا۔ صرف ان کی بیوی ان کی خبر گیری کرتی تھیں، جو حضرت یوسف علیہ السلام کی بیٹی یا پوتی تھیں، جن کا نام لیّا بنت منشا ابن یوسف علیہ السلام بتلایا جاتا ہے۔ (ابن کثیر)

مال و جائداد تو سب ختم ہو چکا تھا، ان کی زوجہ محترمہ محنت مزدوری کر کے اپنے اور ان کیلئے رزق اور ضروریات فراہم کرتی اور ان کی خدمت کرتی تھیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا یہ ابتلاء وامتحان کوئی حیرت وتعجب کی چیز نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الصالحون ثم الامثل فالامثل، یعنی سب سے زیادہ سخت بلائیں اور آزمائشیں انبیاء علیہم السلام کو پیش آتی ہیں، ان کے بعد دوسرے صالحین کو درجہ بدرجہ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہر انسان کا ابتلاء وآزمائش اس کی دینی صلابت اور مضبوطی کے اندازے پر ہوتا ہے، جو دین میں جتنا زیادہ مضبوط ہوتا ہے اتنی ہی اس کی آزمائش وابتلاء زیادہ ہوتی ہے (تاکہ اسی مقدار سے اس کے درجات اللہ کے نزدیک بلند ہوں)۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے زمرۂ انبیاء علیہم السلام میں دینی صلابت اور صبر کا ایک امتیازی مقام عطا فرمایا تھا۔ (جیسے داؤد علیہ السلام کو شکر کا ایسا ہی امتیاز دیا گیا تھا)۔ مصائب وشدائد پر صبر میں حضرت ایوب علیہ السلام ضرب المثل ہیں۔ یزید بن میسرہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو مال واولاد وغیرہ سب دنیا کی نعمتوں سے خالی کر کے آزمائش فرمائی تو انہوں نے فارغ ہو کر اللہ کی یاد اور عبادت میں اور زیادہ محنت شروع کر دی۔ اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے مجھے مال وجدائداد اور دولتِ دنیا اور اولاد عطا فرمائی جس کی محبت میرے دل کے ایک ایک جز پر چھا گئی، پھر اس پر بھی شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے مجھے ان سب چیزوں سے فارغ اور خالی کر دیا اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اب میرے اور آپ کے درمیان حائل ہونے والی کوئی چیز باقی نہ رہی۔

ف: سبحان اللہ! کیا حال عالی تھا، اللہ ہم سب کو نصیب کرے۔آمین۔(مرتب)

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا صبر کے خلاف نہیں:

حضرت ایوب علیہ السلام اس شدید بلاء میں کہ سب مال وجائداد اور دولتِ دنیا سے الگ ہو کر ایسی جسمانی بیماری میں مبتلا ہوئے کہ لوگ پاس آتے ہوئے گھبرائیں۔ بستی سے باہر ایک کوڑے کچرے کی جگہ پر سات سال چند ماہ پڑے رہے۔کبھی جزع وفزع یا شکایت کا کوئی کلمہ زبان پر نہیں آیا۔نیک بی بی لیّا زوجہ محترمہ نے عرض بھی کیا کہ آپ کی تکلیف بہت بڑھ گئی ہے، اللہ سے دعا کیجئے کہ یہ تکلیف دور ہوجائے۔تو فرمایا کہ میں نے ستر سال صحیح وتندرست اللہ کی بے شمار نعمت و دولت میں گزارے ہیں، کیا اس کے مقابلے میں سات سال بھی مصیبت کے گزرنے مشکل ہیں۔پیغمبرانہ عزم وضبط اور صبر وثبات کا یہ عالم تھا کہ دعا کرنے کی بھی ہمت نہ کرتے تھے، کہ کہیں صبر کے خلاف نہ ہوجائے۔(حالانکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور اپنی احتیاج وتکلیف پیش کرنا بے صبری میں داخل نہیں) بالآخر کوئی ایسا سبب پیش آیا جس نے ان کو دعا کرنے پر مجبور کردیا۔ اور جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے یہ دعا دعا ہی تھی، کوئی بے صبری نہیں تھی۔حق تعالیٰ نے ان کے کمالِ صبر پر اپنے کلام میں مہر ثبت فرمادی ہے، فرمایا: انا وجدناہ صابرًا۔ اس سبب کے بیان میں روایات بہت مختلف اور طویل ہیں، اس لئے ان کو چھوڑا جاتا ہے۔(معارف القرآن ج:۶،ص:۲۱۵)

مسند احمد ہی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام تنگی کی حالت میں غسل فرمارہے تھے کہ ان پر

سونے کی ٹڈیوں کا غول برسنا شروع ہوا تو آپ نے ان کو اپنے کپڑے میں سمیٹنا شروع کیا۔ پروردگار نے پکارا اے ایوب! کیا میں نے تجھ کو ان سے جو تو دیکھ رہا ہے غنی نہیں کردیا تھا؟ عرض کیا کیوں نہیں میرے پروردگار، لیکن آپ کی برکت سے مجھے استغناء نہیں ہے۔(قصص الانبیاء اردو"علامہ ابن کثیر" ص:۳۰۶تا۳۱۱)

عبرتیں وبصیرتیں: (۱) اللہ کی مخلوق میں سے جس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس قدر تقرب حاصل ہوتا ہے، اسی نسبت سے وہ بلا ومصائب کی بھٹی میں زیادہ تپایا جاتا ہے اور جب وہ ان کے پیش آنے پر صبر واستقامت سے کام لیتا ہے تو وہی مصائب اس کے درجات تقرب کی رفعت وبلندی کے سبب بن جاتے ہیں۔ چنانچہ اس مضمون کو نبی اکرم ﷺ نے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا، جس کا ترجمہ یہ ہے۔

مصائب میں سب سے زیادہ سخت امتحان انبیاء علیہم السلام کا ہوتا ہے، اس کے بعد صلحاء کا نمبر ہے اور پھر حسب مراتب و درجات۔(الحدیث)

(۲) انسان کو چاہئے کہ کسی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، اس لئے کہ قنوطیت کفر کا شیوہ ہے، اور یہ نہ سمجھے کہ مصیبت وبلا محض گناہوں کی پاداش ہی میں وجود پذیر ہوتی ہے، بلکہ بسا اوقات آزمائش اور امتحان بن کر آتی ہے اور صابر وشاکر کیلئے اللہ تعالیٰ کی آغوش رحمت ہوا کرتی ہے۔ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مخاطب کرکے ارشاد فرماتا ہے: "میں اپنے بندہ کے گمان سے قریب ہوں۔(الحدیث) یعنی بندہ میرے متعلق جس قسم کا گمان اپنے قلب میں رکھتا ہے میں اس کے گمان کو پورا کردیتا ہوں۔"

(قصص الانبیاء واصحاب الصالحین "تلخیص قصص القرآن" ص:۲۲۳۔۷)

سیدنا حضرت یونس علیہ السلام

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١٤٠﴾

ترجمہ: ”اور بیشک یونس علیہ السلام بھی رسولوں میں سے تھے، جب بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے۔“ (صافات: ۱۳۹ تا ۱۴۰)

حضرت یونس علیہ السلام کو سورۃ الانبیاء میں ”ذو النون“ کہا گیا ہے، اس لئے کہ قدیم عربی زبان میں ”نون“ مچھلی کو کہتے ہیں، اور سورۃ القلم میں ”صاحب الحوت“ سے یاد کیا گیا ہے۔ کیوں کہ ”حوت“ بھی مچھلی ہی کو کہتے ہیں اور ان پر مچھلی کا حادثہ گزرا تھا، اس لئے ”مچھلی والا“ ان کا لقب ہوگیا۔

نسب وزمانہ: بخاری شریف کی ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بصراحت مذکور ہے کہ متّٰی والد کا نام ہے اور اہل کتاب یونسؑ کا نام بوناہ اور ان کے والد کا نام امتی بتاتے ہیں، جہاں تک ان کے زمانہ کا تعلق ہے تو حضرت امام بخاریؒ نے کتاب الانبیاء میں جو ترتیب قائم کی ہے اس میں یونسؑ کا ذکر حضرت موسیٰؑ، حضرت شعیبؑ اور حضرت داؤدؑ کے درمیان کیا ہے۔

(قصص الانبیاء واصحاب الصالحین ”تلخیص قصص القرآن“، ص: ۲۴۱)

حضرت یونسؑ کا مفصل واقعہ: وہ یہ ہے کہ حضرت یونسؑ کی قوم عراق میں موصل کے مشہور مقام نینویٰ میں بستی تھی، ان کی تعداد قرآن کریم میں ایک لاکھ سے زیادہ بتلاتی ہے، ان کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ نے یونسؑ کو بھیجا۔ انہوں نے ایمان

لانے سے انکار کیا۔ حق تعالیٰ نے یونسؑ کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو آگاہ کردو کہ تین دن کے اندر اندر تم پر عذاب آنے والا ہے۔ حضرت یونسؑ نے قوم میں اس کا اعلان کر دیا۔ قوم یونسؑ نے آپس میں مشورہ کیا تو اس پر سب کا اتفاق ہوا کہ ہم نے کبھی یونسؑ کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا، اس لئے ان کی بات نظر انداز کرنے کے قابل نہیں، مشورہ میں یہ طے ہوا کہ یہ دیکھا جائے کہ یونسؑ رات کو ہمارے اندر اپنی جگہ مقیم رہتے ہیں تو سمجھ لو کہ کچھ نہیں ہوگا، اور اگر وہ یہاں سے کہیں چلے گئے تو یقین کرلو کہ صبح کو ہم پر عذاب آئے گا۔ حضرت یونسؑ بارشادِ خداوندی رات کو اس بستی سے نکل گئے، صبح ہوئی تو عذاب الٰہی ایک سیاہ دھوئیں اور بادل کی شکل میں ان کے سروں پر منڈلانے لگا، اور فضاء آسمانی سے نیچے ان کے قریب ہونے لگا تو ان کو یقین ہوگیا کہ اب ہم سب ہلاک ہونے والے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت یونسؑ کو تلاش کیا کہ ان کے ہاتھ پر مشرف بایمان ہوجائیں اور پچھلے انکار سے توبہ کرلیں، مگر یونسؑ کو نہ پایا تو خود ہی اخلاصِ نیت کے ساتھ توبہ واستغفار میں لگ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور عذاب ان سے ہٹادیا، جیسا کہ اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے، روایات میں ہے کہ یہ عاشورہ یعنی دسویں محرم کا دن تھا۔

ادھر حضرت یونسؑ بستی سے باہر اس انتظار میں تھے کہ اب اس قوم پر عذاب نازل ہوگا، ان کے توبہ واستغفار کا حال ان کو معلوم نہ تھا۔ جب عذاب ٹل گیا تو ان کو فکر ہوئی کہ مجھے جھوٹا قرار دیا جائے گا، کیونکہ میں نے اعلان کیا تھا کہ تین دن کے اندر عذاب آجائے گا۔

اس رنج وغم اور پریشانی کے عالم میں اس شہر سے نکل جانے کا ارادہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کرکے چل دیئے، یہاں تک کہ بحرِ روم کے کنارہ پر پہنچ گئے، وہاں ایک کشتی دیکھی جس میں لوگ سوار ہو رہے تھے، یونسؑ کو ان لوگوں نے پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے سوار کرلیا۔ کشتی روانہ ہوکر جب وسطِ دریا میں پہنچ گئی تو دفعتہً ٹھہر گئی، نہ آگے بڑھتی ہے نہ پیچھے چلتی ہے۔ کشتی والوں نے منادی کی کہ ہماری اس کشتی کی من جانب اللہ یہی شان ہے کہ جب اس میں کوئی ظالم گنہگار یا بھاگا ہوا غلام سوار ہو جاتا ہے تو یہ کشتی خود بخود رک جاتی ہے، اس آدمی کو ظاہر کردینا چاہیئے تاکہ ایک آدمی کی وجہ سے سب پر مصیبت نہ آئے۔

یونسؑ بول اٹھے کہ وہ بھاگا ہوا غلام گنہگار میں ہی ہوں، اس لئے مجھے دریا میں ڈال دو، تو تم سب اس عذاب سے بچ جاؤ گے۔ کشتی والے اس پر تیار نہ ہوئے، بلکہ انہوں نے قرعہ اندازی کی تاکہ قرعہ میں جس کا نام نکل آئے اس کو دریا میں ڈالا جائے۔ اتفاقاً قرعہ میں حضرت یونسؑ کا نام نکل آیا۔ ان لوگوں کو اس پر تعجب ہوا تو کئی مرتبہ قرعہ اندازی کی، ہر مرتبہ بحکمِ قضاء وقدر یونسؑ کا ہی نام آتا رہا۔ قرآن کریم میں اس قرعہ اندازی اور اس میں یونسؑ کا نام نکلنے کا ذکر موجود ہے۔ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ۔ اس طرف قرعہ میں نام نکل کر دریا میں ڈالے جانے کا سامان ہو رہا تھا، دوسری طرف ایک بہت بڑی مچھلی بحکمِ خداوندی کشتی کے قریب منہ پھیلائے ہوئے لگی ہوئی تھی کہ یہ دریا میں آئیں تو ان کو اپنے پیٹ میں جگہ دے، جس کو حق تعالیٰ نے پہلے سے حکم دے رکھا تھا کہ یونسؑ کا جسم جو تیرے پیٹ کے اندر رکھا جائے گا یہ تیری غذا نہیں بلکہ ہم نے تیرے پیٹ کو ان کا مسکن بنایا ہے۔ یونسؑ دریا میں ڈالے گئے تو فوراً اس مچھلی نے منہ میں لے لیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ یونسؑ اس مچھلی کے پیٹ میں چالیس روز رہے، یہ ان کو زمین کی تہ تک لے جاتی اور دور دراز کی مسافتوں میں پھراتی رہی۔ بعض حضرات نے سات، بعض نے پانچ دن اور بعض نے ایک دن کے چند گھنٹے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی مدت بتلائی ہے۔ (مظہری) حقیقتِ حال حق تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ اس حالت میں حضرت یونسؑ نے یہ دعا کی: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمالیا، اور بالکل صحیح وسالم حضرت یونسؑ کو دریا کے کنارے پر ڈال دیا۔

مچھلی کے پیٹ کی گرمی سے ان کے بدن پر کوئی بال نہ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قریب ایک کدو (لوکی) کا درخت اگایا، جس کے پتوں کا سایہ بھی حضرت یونسؑ کیلئے ایک راحت بن گئی۔ اور ایک جنگلی بکری کو اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمادیا کہ وہ صبح وشام ان کے پاس آکھڑی ہوتی، اور وہ اس کا دودھ پی لیتے تھے۔

اس قصہ میں جتنے اجزاء قرآن میں مذکور یا مستند روایاتِ حدیث سے ثابت ہیں وہ تو یقینی ہیں، باقی اجزاء تاریخی روایات کے ہیں جن پر کسی شرعی مسئلہ کا مدار نہیں رکھا جاسکتا۔ (معارف القرآن ج:۴ ص:۵۷۵)

وفات: شاہ عبدالقادر نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ حضرت یونسؑ کی وفات اسی شہر میں ہوئی جس کی جانب وہ مبعوث ہوئے، یعنی نینویٰ میں اور وہیں ان کی قبر تھی۔ شاہ صاحبؒ کا یہ قول صحیح ہے۔

عبرتیں وبصیرتیں: (۱) قوموں کی رشد وہدایت کے متعلق یہ "سنت اللہ" ہے کہ جب وہ نبی کی دعوت سے منہ موڑ کر انکار وجحود پر اصرار کرنے لگتی اور ظلم کشی وستم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شعاری کو اسوہ بنالیتی ہیں اور نبی مایوس ہو کر ان کو عذاب کی اطلاع دے دیتا ہے تو پھر امت کیلئے صرف دو راہیں باقی رہ جاتی ہیں۔ یا عذاب آنے سے قبل ایمان لے آئے اور عذاب سے محفوظ ہو جائے اور یا عذاب الٰہی کا شکار ہو جائے، اور یہ ناممکن ہے کہ نبی کی اطلاعِ عذاب کے بعد وہ عذاب سے قبل ایمان بھی نہ لائیں اور عذاب سے بھی محفوظ ہو جائیں۔

(۲) اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ کے سچے نبی اسلام کے اپنے نبی ہیں، خواہ وہ کسی دین سے تعلق رکھتے ہوں، اور ان پر اسی طرح ایمان لانا ضروری ہے، جس طرح نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانا۔ لہٰذا اس کا یقین رکھتے ہوئے کہ آپ ﷺ تمام انبیاء ورسل کے سردار اور افضل البشر ہیں، کسی نبی کے مقابلے میں آپ کی ایسی مدحت ومنقبت سخت ممنوع ہے جس سے کسی نبی کی بھی تنقیص ہوتی ہو۔

(قصص الانبیاء واصحاب الصالحین "تلخیص قصص القرآن" ص:۲۴۱تا۲۴۵)

محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ اپنی کتاب اعیان الحجاج میں آپ کے متعلق یوں نقل کرتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ مکہ ومدینہ کے راستہ میں چلتے چلتے ایک پہاڑی راستہ میں پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کون سی چڑھائی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ ہرشیٰ یا لفت ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گویا میں حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں، ایک سرخ اونٹنی پر سوار ہیں، صوف کا ایک جبّہ پہنے ہوئے ہیں اور اونٹنی کی ناک میں کھجور کی چھال کی نکیل ہے، اور وہ اس وادی میں لبیک کہتے ہوئے گزر رہے ہیں۔ (مشکوٰۃ:۵۰۰)

سیدنا حضرت ذوالکفل علیہ السلام

آپ کو سیدنا ایوب علیہ السلام کی اولاد میں شمار کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ انبیاء میں حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا: وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَاالْكِفْلِ ط كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ۔ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ط اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔

"اور (اے نبی!) اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل (کو بھی یاد کرو) یہ سب صبر کرنے والے تھے، اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا۔ بلاشبہ وہ نیکو کار تھے"۔ (الانبیاء:۲۱/ ۸۵،۸۵)

حالات: قرآن عزیز کی طرح احادیث صحیحہ میں بھی حضرت ذوالکفل علیہ السلام سے متعلق کچھ منقول نہیں ہے، لہٰذا اس سے زیادہ نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت ذوالکفلؑ اللہ کے برگزیدہ نبی اور پیغمبر تھے اور کسی قوم کی ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے تھے۔ حضرت ذوالکفل علیہ السلام کے متعلق جو واقعہ مشہور ہے اس کی حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا۔

موعظت: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے ہیں، اور ان کے زمانہ میں کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا جو عام تبلیغ وہدایت سے زیادہ اپنے اندر عبرت وبصیرت کا پہلو رکھتا ہو۔ لہٰذا قرآن عزیز نے ان کے نام پر اکتفاء کیا اور حالات وواقعات سے تعرض نہیں کیا۔ (قصص الانبیاء واصحاب الصالحین ص:۲۴۶)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سیدنا حضرت عزیر علیہ السلام

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ط (سورہ توبہ:۳۰)

ترجمہ: ’’اور یہود نے کہا عزیر اللہ کے بیٹے ہیں، اور نصاریٰ نے کہا عیسیٰ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔‘‘

قرآن عزیز میں حضرت عزیر علیہ السلام کا نام صرف سورۃ التوبہ میں مذکور ہے، اور اس میں بھی صرف یہ کہا گیا ہے کہ یہود عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، جس طرح نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں۔

حضرت عزیرؑ کی زندگی مبارک: حضرت عزیرؑ کی حیات طیبہ سے متعلق تفصیلی حالات کا کچھ زیادہ مواد کتب سیر و تاریخ میں نہیں پایا جاتا۔ مؤرخین کا اتفاق ہے کہ وہ حضرت ہارونؑ بن عمران کی نسل سے ہیں، اور راجح قول یہی ہے کہ وہ بلا شبہ اللہ کے پیغمبر ہیں۔

حضرت عزیرؑ اور عقیدہ ابنیت: تقریباً ساتویں صدی قبل مسیح کے وسط میں بخت نصر نے بنی اسرائیل کو شکست دے کر یروشلم اور فلسطین کے تمام علاقہ کو برباد کر ڈالا، تمام بنی اسرائیل کو قید کر کے بھیڑ بکریوں کی طرح ہنکاتا ہوا بابل لے گیا اور توریت کے تمام نسخوں کو جلا کر خاکستر کر دیا، یہاں تک کہ ایک نسخہ بھی اسرائیلیوں کے ہاتھ میں محفوظ باقی نہ رہا۔ ان میں کوئی توریت کا حافظ بھی نہ تھا، لہٰذا بنی اسرائیل

توریت سے قطعاً محروم ہو چکے تھے۔ عرصہ دراز کی اسیری کے بعد جب ان کو رہائی ملی اور وہ دوبارہ بیت المقدس میں آباد ہوئے، تب حضرت عزیر علیہ السلام نبی نے سب اسرائیلیوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے توریت کو اول سے آخر تک پڑھایا اور تحریر کرایا۔ اس طرح توریت تحریر کرانے سے عزیرؑ کی قدر و منزلت اسرائیلیوں میں اتنی بڑھ گئی کہ اس نے گمراہی کی شکل اختیار کر لی، کہ انہوں نے عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا مان لیا۔

(قصص الانبیاء واصحاب الصالحین ’’تلخیص قصص القرآن‘‘ ص:۲۴۶)

حضرت وہب بن منبہؒ سے روایت ہے کہ عزیرؑ ایک دانا اور متقی آدمی تھے۔ ایک دن اپنے کھیتوں میں ان کی دیکھ بھال کیلئے تشریف لے گئے، واپسی پر ایک کھنڈر کے پاس سے گزر رہے تھے کہ دوپہر کی شدید گرمی سے بچنے کیلئے کھنڈر میں چلے گئے۔ آپ اپنے گدھے سے نیچے اتر آئے۔ آپ کے پاس ایک ٹوکری میں انجیر اور ایک ٹوکری میں انگور تھے۔ آپ نے ایک ویران عمارت کے سائے میں بیٹھ کر اپنا پیالہ لیا۔ پیالے میں انگوروں کو نچوڑ کر رس نکال لیا۔ پھر آپ کے پاس جو خشک روٹی تھی، وہ لے کر رس میں ڈال دی تا کہ نرم ہو جائے تو کھا لیں، پھر آپ دیوار سے پاؤں لگا کر چیت لیٹ گئے۔ آپ کی نظر چھت پر پڑی۔ دیکھا کہ چھت تو قائم ہے لیکن اس کے نیچے زندگی گزارنے والوں کی صرف بوسیدہ ہڈیاں موجود ہیں۔ تب فرمایا: ’’اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا‘‘ اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اسے کس طرح زندہ کرے گا؟ (البقرہ:۲۵۹)

یہ شک کے طور پر نہیں بلکہ تعجب کے طور پر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے موت کا فرشتہ بھیجا، اس نے آپ کی روح قبض کر لی، اور آپ سو سال تک فوت شدہ حال

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں رہے۔اس ایک صدی کی مدت میں بنی اسرائیل کو طرح طرح کے واقعات پیش آئے۔جب سو سال گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیرؑ کی طرف ایک فرشتہ بھیجا، اس نے آپ کا دل پیدا کیا تا کہ آپ سمجھ سکیں، اور آنکھیں پیدا کیں تا کہ آپ سب کچھ دیکھ کر سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا، پھر آپ کے دیکھتے دیکھتے آپ کا جسم مبارک مکمل کیا گیا۔ ہڈیوں پر گوشت پوست اور بال بن گئے، پھر جسم میں روح ڈالی گئی، اور آپ یہ سب کچھ دیکھ اور سمجھ رہے تھے۔جب آپ اٹھ کر بیٹھ گئے تو فرشتے نے آپ سے کہا: "كَمْ لَبِثْتَ، آپ کتنا عرصہ یہاں رہے؟"

آپ نے فرمایا: "لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ، یعنی ایک دن ٹھہرا ہوں یا اس سے بھی کم"۔کیونکہ دو پہر سے پہلے یہاں رکے تھے اور جب اٹھے تو شام کا وقت تھا۔ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا۔فرشتے نے کہا: "لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ، آپ یہاں ایک سو سال رہے ہیں، اپنے کھانے پینے کو دیکھئے!" یعنی وہ خشک روٹی اور انگور کا رس، دیکھا تو وہ دونوں چیزیں اسی طرح تھیں۔رس خراب نہیں ہوا تھا اور روٹی ابھی تک خشک تھی، نرم نہیں ہوئی۔اسی لئے فرمایا: لَمْ يَتَسَنَّهْ "بالکل خراب نہیں ہوا"۔یعنی اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ انجیر اور انگور بھی تازہ حالت میں تھے۔آپ کے دل میں خیال آیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو فرشتے نے کہا: وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ "اپنے گدھے کی طرف دیکھئے!" دیکھا تو اس کی صرف بوسیدہ ہڈیاں پڑی تھیں، فرشتے نے ہڈیوں کو آواز دی تو وہ ہر طرف سے اُٹھ کر آ گئیں۔فرشتے نے انہیں عزیرؑ کے سامنے اپنے اپنے مقام پر

جوڑا۔پھر ان پر رگیں اور پٹھے لگائے، پھر ان پر گوشت آ گیا، پھر جلد اور بال پیدا ہو گئے۔پھر فرشتے نے پھونک ماری تو گدھا آسمان کی طرف سر اٹھا کر بولنے لگا۔ وہ سمجھا کہ قیامت آ گئی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا۔ "اور اپنے گدھے کو بھی دیکھ! ہم تجھے لوگوں کیلئے ایک نشانی بناتے ہیں اور تو دیکھ ہڈیوں کو کس طرح جوڑتے ہیں؟ پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں"۔یعنی گدھے کی ہڈیوں کو دیکھ، کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ جڑتی چلی جا رہی ہیں۔جب پورا ڈھانچا بن گیا تو فرمایا: اب دیکھ ہم اس پر کس طرح گوشت چڑھاتے ہیں۔جب یہ سب ظاہر ہو چکا تو آپ کہنے لگے: اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ "میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے"۔(البقرہ:۲۵۹)

(قصص الانبیاء اردو "علامہ ابن کثیر" ص:۵۰۸)

آپ کی قبر مبارک دمشق میں ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سیدنا حضرت زکریا علیہ السلام

كٓهٰيٰعٓصٓ ۝ ذِكْرُ رَحْمَتِ عَبْدِكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝ (مریم:۱)

ترجمہ: ”تمہارے پروردگار کی مہربانی کا بیان ہے (جو اس نے) اپنے بندے زکریا پر (کی تھی) جب انہوں نے اپنے پروردگار کو آہستہ سے پکارا۔“

حضرت زکریاؑ بنی اسرائیل میں جلیل القدر پیغمبر تھے۔ چنانچہ قرآن عزیز نے ان کو انبیاء کی فہرست میں شمار کیا ہے جیسا کہ آیت سے معلوم ہوا۔

حضرت زکریا علیہ السلام اپنی روزی کیلئے نجاری (بڑھئی) کا پیشہ کرتے تھے۔

حضرت زکریاؑ کے خاندان میں ”عمران بن ناشی“ اور اس کی بیوی ”حنّہ“ دونوں نیک نفس انسان تھے مگر لاولد تھے۔ حنّہ کی دعا سے ان کے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام انہوں نے مریم رکھا اور حنہ نے اپنی منت کے مطابق اپنی بیٹی مریم کو ”ہیکل“ کی نذر کر دیا ”مریم“ کی کفالت کے بارے میں اختلاف ہوا تو قرعہ کے ذریعہ حضرت زکریاؑ کا نام نکلا، جیسا کہ قرآن عزیز میں ارشاد ہے:

ترجمہ: اور زکریاؑ نے مریم کی کفالت کا بوجھ اپنے ذمہ رکھا۔

جب مریم سمجھدار ہوگئیں تو زکریاؑ نے ان کیلئے ہیکل کے قریب ایک حجرہ مخصوص کر دیا جہاں وہ عبادت الٰہی میں مشغول رہتیں اور رات اپنی خالہ حضرت زکریاؑ کی زوجہ محترمہ کے پاس گزارتیں۔ اس زمانہ میں جب زکریا مریم کے

پاس محراب (خلوت) میں داخل ہوتے تو اس کے پاس کھانے پینے کا سامان رکھا دیکھتے، زکریا نے دریافت کیا کہ مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آتا ہے؟ مریم نے کہا یہ اللہ کے پاس سے ہے، وہ بلاشبہ جس کو چاہتا ہے بے گمان رزق عطا کر دیتا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے یہاں اولاد: زکریاؑ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ لہٰذا ان کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے یہاں کوئی نیک سرشت لڑکا پیدا کر دے تو یہ ان کیلئے اطمینان کا باعث ہو جائے، لیکن وہ کبرسن ہو چکے تھے، اور ان کی بیوی بھی بانجھ تھیں۔ اس صورت حال کے باوجود جب انہوں نے مریم پر اللہ کا لطف و کرم دیکھا تو امید بندھی اور انہوں نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی:

پروردگار! میرا جسم کمزور پڑ گیا ہے، میرے سر کے بال بڑھاپے سے بالکل سفید ہو گئے ہیں، خدایا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے تیری جناب میں دعا کی ہو اور محروم رہا ہوں، مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے بھائی بندوں سے اندیشہ ہے (کہ نہ معلوم وہ کیا خرابی پھیلائیں) اور میری بیوی بانجھ ہے، پس تو اپنے خاص فضل سے مجھے ایک وارث بخش دے، ایسا وارث جو میرا بھی وارث ہو اور بندوں کی نظر میں پسندیدہ ہو، (اس پر حکم ہوا) اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی پیدائش کی خوشخبری دیتے ہیں، اس کا نام یحییٰ رکھا جائے، اس سے پہلے ہم نے کسی کیلئے یہ نام نہیں ٹھہرایا ہے۔ (زکریاؑ نے متعجب ہو کر کہا:) پروردگار! میرے یہاں لڑکا کہاں سے ہوگا؟ میری بیوی بانجھ ہو چکی اور میرا بڑھاپا دور تک پہنچ چکا، ارشاد ہوا: ایسا ہی ہوگا، تیرا پروردگار فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لئے مشکل نہیں، میں نے اس سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پہلے خود تجھے پیدا کیا، حالانکہ تیری ہستی کا نام ونشان نہ تھا، اس پر زکریاؑ نے عرض کیا: ”خدایا! میرے لئے اس بارے میں ایک نشانی ٹھہرا دے، فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ صحیح وتندرست ہونے کے باوجود تو تین رات لوگوں سے بات نہ کرے گا، پھر وہ حجرہ سے نکلے اور اپنے لوگوں میں آئے اور ان سے اشارہ سے کہا: ”صبح وشام اللہ کی پاکی وجلال کی صدائیں بلند کرتے رہو“۔

زکریا علیہ السلام کی وفات: وہب کی ایک روایت میں ہے کہ یہود نے جب یحییٰؑ کو شہید کر دیا تو پھر زکریاؑ کی طرف متوجہ ہوئے کہ ان کو بھی قتل کر دیں، زکریاؑ نے جب یہ دیکھا تو وہ بھاگے تاکہ ان کے ہاتھ نہ لگ سکیں، سامنے ایک درخت آگیا اور وہ اس کے شگاف میں گھس گئے۔ یہود تعاقب کر رہے تھے، تو انہوں نے جب یہ دیکھا تو ان کو نکلنے پر مجبور کرنے کے بجائے درخت پر آرہ چلا دیا۔ جب آرہ زکریاؑ پر پہنچا تو اللہ کی وحی آئی اور زکریاؑ سے کہا گیا کہ اگر تم نے کچھ بھی آہ وزاری کی تو ہم یہ سب زمین تہ وبالا کر دیں گے۔ چنانچہ زکریاؑ نے صبر سے کام لیا اور اف تک نہیں کی اور یہود نے درخت کے ساتھ ان کے بھی دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور ان ہی وہب سے دوسری روایت یہ ہے کہ درخت پر آرہ کشی کا جو معاملہ پیش آیا وہ شعیب علیہ السلام سے متعلق ہے اور زکریا علیہ السلام شہید نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے طبعی موت سے وفات پائی۔

(قصص الانبیاء واصحاب الصالحین ”تلخیص قصص القرآن“، ص: ۲۴۹ تا ۲۵۳)

اقوال سلفؒ حصہ اول

سیدنا حضرت یحییٰ علیہ السلام

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ○ (سورۂ مریم)

ترجمہ: اے زکریا! ہم تم کو ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں، جس کا نام یحییٰ ہے، اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی شخص پیدا نہیں کیا۔

حضرت یحییٰؑ کی ولادت سے متعلق روایات کا حاصل یہ ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے تھے، اور یحییٰ علیہ السلام کے لئے جب زکریا علیہ السلام نے دعا کی تھی تو اس میں یہ کہا تھا کہ وہ ”ذریت طیبہ“ ہو، چنانچہ قرآن عزیز نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا منظور فرمالی، چنانچہ یحییٰؑ نیکوں کے سردار اور زہد وورع میں بے مثال تھے۔ نہ انہوں نے شادی کی اور نہ ان کے قلب میں کبھی گناہ کا خطرہ پیدا ہوا، اور اپنے والد ماجد کی طرح وہ بھی اللہ کے برگزیدہ نبی تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بچپن ہی میں علم وحکمت سے معمور کر دیا تھا اور ان کی زندگی کا سب سے بڑا کام یہ تھا کہ وہ عیسیٰؑ کی آمد کی بشارت دیتے اور ان کی آمد سے قبل رشد وہدایت کیلئے زمین ہموار کرتے تھے۔ (تلخیص قصص القرآن ص: ۲۵۶)

یحییٰؑ کا زہد وتقویٰ: علماء نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت یحییٰؑ بہت زیادہ تنہائی پسند تھے۔ آپ جنگلوں میں چلے جاتے، درختوں کے پتے کھاتے اور چشموں کا پانی پیتے تھے۔ پھر فرماتے: ”یحییٰ! تجھ سے زیادہ نعمتیں کسے حاصل ہیں؟“

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وُہیب بن وردؒ سے روایت ہے کہ حضرت یحییٰؑ تین دن تک حضرت زکریاؑ سے گم رہے، آپ ان کی تلاش میں جنگل کی طرف گئے تو دیکھا کہ آپ نے ایک قبر کھود رکھی ہے اور اس میں کھڑے ہو کر آہ و بکا میں مصروف ہیں۔ حضرت زکریاؑ نے فرمایا: "بیٹا! میں تین دن سے تیری تلاش میں ہوں اور تو یہاں قبر کھود کر اس میں کھڑا رو رہا ہے؟"

حضرت یحییٰؑ نے فرمایا: ابا جان! آپ ہی نے مجھے بتایا تھا کہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک طویل فاصلہ ہے جو صرف آنسوؤں کی مدد سے طے ہو سکتا ہے"۔ آپ نے فرمایا "جی ہاں بیٹا! رولو!" تب دونوں رو پڑے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت یحییٰؑ بکثرت روتے تھے اور مسلسل رونے کی وجہ سے ان کے رخساروں پر نشان پڑ گئے تھے۔ (قصص الانبیاء، مؤلفہ: ابن کثیرؒ ص: ۵۲۲)

دعوت و تبلیغ: احادیث صحیحہ میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریاؑ کو پانچ باتوں کا خصوصیت کے ساتھ حکم فرمایا کہ وہ خود بھی ان پر عامل ہوں اور بنی اسرائیل کو بھی ان کی تلقین فرمائیں۔

پہلا حکم: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو، اور نہ کسی کو اس کا شریک و سہیم ٹھہراؤ، کیونکہ مشرک کی مثال اس غلام کی سی ہے جس کو اس کے مالک نے اپنے روپیہ سے خریدا مگر غلام نے یہ وطیرہ اختیار کر لیا کہ جو کچھ کماتا ہے وہ مالک کے سوا ایک دوسرے شخص کو دیدیتا ہے، تو اب بتاؤ کہ تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ اس کا غلام ایسا ہو؟ لہٰذا سمجھ لو کہ جب اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا اور وہی تم کو رزق دیتا ہے تو تم بھی صرف اسی کی پرستش کرو اور اس کے

ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

دوسرا حکم: یہ ہے کہ تم خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرو، کیونکہ جب تک تم نماز میں کسی دوسرے جانب متوجہ نہ ہو گے تو اللہ تعالیٰ برابر تمہاری جانب رضا و رحمت کے ساتھ متوجہ رہے گا۔

تیسرا حکم: یہ ہے کہ روزہ رکھو، اس لئے کہ روزہ دار کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایک جماعت میں بیٹھا ہو اور اس کے پاس مشک کی تھیلی ہو، چنانچہ مشک اس کو بھی اور اس کے رفقاء کو بھی اپنی خوشبو سے مست کرتا رہے گا اور روزہ دار کے منہ کی بو کا خیال نہ کرو، اس لئے کہ اللہ کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بو (جو خالی معدے سے اُٹھتی ہے) مشک کی خوشبو سے زیادہ پاک ہے۔

چوتھا حکم: یہ ہے کہ مال میں سے صدقہ نکالا کرو، کیونکہ صدقہ کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کو اس کے دشمنوں نے اچانک آپکڑا ہو اور اس کے ہاتھوں کو گردن سے باندھ کر مقتل کی جانب لے چلے ہوں اور اس ناامیدی کی حالت میں وہ یہ کہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ میں مال دے کر اپنی جان چھڑا لوں؟ اور اثبات میں جواب پا کر اپنی جان کے بدلے سب دھن و دولت قربان کر دے۔

پانچواں حکم: یہ ہے کہ دن رات میں کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہا کرو، کیونکہ ایسے شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جو دشمن سے بھاگ رہا ہو اور دشمن تیزی کے ساتھ اس کا تعاقب کر رہا ہو اور بھاگ کر وہ کسی مضبوط قلعہ میں پناہ گزیں ہو کر دشمن سے محفوظ ہو جائے، بلاشبہ انسان کے دشمن "شیطان" کے مقابلہ میں ذکر اللہ کے اندر مشغول ہو جانا محکم قلعہ میں محفوظ ہو جانا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے صحابہؓ کی جانب متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا:
میں بھی تم کو ایسی پانچ باتوں کا حکم کرتا ہوں جن کا اللہ نے مجھ کو حکم دیا ہے: یعنی لزوم جماعت، سمع، طاعت، ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ۔ پس جو شخص ''جماعت'' سے ایک بالشت باہر نکل گیا اس نے بلاشبہ اپنی گردن سے اسلام کی رسی کو نکال دیا مگر یہ کہ جماعت کا لزوم اختیار کرے، اور جس شخص نے جاہلیت کے دور کی باتوں کی طرف دعوت دی تو اس نے جہنم کو ٹھکانہ بنایا۔ حارث اشعریؓ کہتے ہیں کہ کہنے والے نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اگرچہ وہ شخص نماز اور روزہ کا پابند ہی ہو، تب بھی جہنم کا سزاوار ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اگرچہ وہ نماز اور روزہ کا پابند بھی ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ میں مسلمان ہوں تب بھی سزاوار جہنم ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج:۲ص:۵۲)

واقعہ شہادت: یحییٰ علیہ السلام نے جب اللہ کے دین کی منادی شروع کردی اور لوگوں کو یہ بتانے لگے کہ مجھ سے بڑھ کر ایک اور اللہ کا پیغمبر آنے والا ہے تو یہود کو ان کے ساتھ دشمنی اور عداوت ہوگئی اور ان کی برگزیدگی و قبولیت اور منادی کو برداشت نہ کرسکے، اور ایک دن ان کے پاس جمع ہو کر آئے اور دریافت کیا: کیا تو مسیح ہے؟ فرمایا: نہیں تب انہوں نے کہا: کیا تو وہ نبی ہے؟ فرمایا: نہیں، کیا تو ایلیا نبی ہے؟ فرمایا: نہیں، تب ان سب نے کہا کہ پھر تو کون ہے جو اس طرح منادی کرتا اور ہم کو دعوت دیتا ہے؟ یحییٰؑ نے جواب دیا: میں جنگل میں پکارنے والے کی ایک آواز ہوں جو حق کیلئے بلند کی گئی ہے، یہ سن کر یہود بھڑک اٹھے اور آخر کار ان کو شہید کر ڈالا۔ (قصص الانبیاء واصحاب الصالحین ''تلخیص قصص القرآن'' ص:۲۵۸)

سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام

إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ
(آل عمران)

ترجمہ: جب فرشتوں نے مریم سے کہا اے مریم! اللہ تم کو اپنی طرف سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے، جس کا نام مسیح ہے (اور مشہور عیسیٰ ابن مریم) ہوگا۔ جو دنیا و آخرت میں وجاہت والا اور اللہ کا مقرب ہوگا۔

جس طرح نبی اکرم ﷺ خاتم الانبیاء ورسل ہیں اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام خاتم الانبیاء بنی اسرائیل ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ اور عیسیٰؑ کے درمیان کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ درمیان کا یہ زمانہ انقطاع وحی کا زمانہ ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام مجدد انبیاء بنی اسرائیل ہیں کیونکہ قانون ربانی تورات کے بعد بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کیلئے انجیل سے زیادہ عظیم المرتبہ کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی، جس سے دراصل قانون تورات کی تکمیل ہوئی۔ مزید برآں یہ کہ عیسیٰؑ سرور کائنات محمد ﷺ کے سب سے بڑے منادی اور مبشر ہیں۔ قرآن عزیز نے حضرت عیسیٰؑ کے حالات کو بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور ان کی حیات طیبہ کے دیباچہ کے طور پر ان کی والدہ حضرت مریمؑ کے واقعاتِ زندگی کو بھی روشن کیا ہے تا کہ قرآن عزیز کا مقصد تذکیر بایام اللہ پورا ہو۔ حضرت عیسیٰؑ کو قرآن عزیز میں کسی جگہ عیسیٰ (یسوع)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے یاد کیا گیا ہے اور کسی جگہ مسیح اور "عبداللہ" کے لقب سے اور کسی مقام پر کنیت "ابن مریم" کے اظہار کے ساتھ۔

(قصص القرآن واصحاب الصالحین "تلخیص قصص القرآن" ص: ۳۷۲)

ولادتِ مبارک: عابدہ وزاہدہ اور عفت مآب مریم رحمہا اللہ اپنے خلوت کدہ میں مشغولِ عبادت رہتی تھیں اور ضروری حاجات کے علاوہ کبھی اس سے باہر نہیں نکلتی تھیں، ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ (ہیکل) کے مشرقی جانب لوگوں کی نگاہوں سے دور کسی ضرورت سے ایک گوشہ میں تنہا بیٹھی تھیں کہ اچانک خدا کا فرشتہ (جبرئیلؑ) انسانی شکل میں ظاہر ہوا۔ حضرت مریمؑ نے ایک اجنبی شخص کو اس طرح بے حجاب سامنے دیکھا تو گھبرا گئیں اور فرمانے لگیں: "اگر تجھ کو کچھ بھی خدا کا خوف ہے تو میں خدائے رحمٰن کا واسطہ دے کر تجھ سے پناہ چاہتی ہوں" فرشتے نے کہا: "مریم! خوف نہ کھا، میں انسان نہیں بلکہ خدا کا فرستادہ فرشتہ ہوں اور تجھ کو بیٹے کی بشارت دینے آیا ہوں"۔

حضرت مریمؑ نے یہ سنا تو از راہ تعجب فرمانے لگیں کہ میرے لڑکا کس طرح پیدا ہو سکتا ہے، جب کہ مجھ کو آج تک کسی شخص نے ہاتھ نہیں لگایا، اس لئے کہ نہ تو میں نے نکاح کیا ہے اور نہ میں زانیہ ہوں۔ فرشتہ نے جواب دیا: میں تیرے پروردگار کا قاصد ہوں، اس نے مجھ سے اسی طرح کہا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میں اس لئے کروں گا تا کہ تجھ کو اور تیرے لڑکے کو کائنات کیلئے اپنی قدرت کاملہ کے اظہار کی نشانی بنادوں اور لڑکا میری جانب سے (دنیا کیلئے) رحمت ثابت ہوگا، اور میرا یہ فیصلہ اٹل ہے۔

جبرئیل امین نے مریمؑ کو یہ بشارت سنا کر ان کے گریبان میں پھونک دیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا کلمہ ان تک پہنچ گیا۔ مریمؑ نے کچھ عرصہ بعد خود کو حاملہ محسوس کیا تو وہ یروشلم (بیت المقدس) سے تقریباً نو میل دور کوہِ سراۃ (ساعیر) کے ایک ٹیلہ پر چلی گئیں۔ جو اب بیت اللحم کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں پہنچ کر چند روز بعد دردِ زہ شروع ہوا تو تکلیف و اضطراب کی حالت میں کھجور کے ایک درخت کے نیچے تنے کے سہارے بیٹھ گئیں اور پیش آنے والے نازک حالات کا اندازہ کرکے انتہائی قلق اور رنجش کی حالت میں کہنے لگیں: "کاش کہ میں اس سے پہلے مرجاتی اور میری ہستی کو لوگ یکسر فراموش کر چکے ہوتے"۔ تب درختوں کے جھنڈ کے نیچے سے خدا کے فرشتہ نے پھر پکارا: مریم غمگین نہ ہو! تیرے پروردگار نے تیرے نیچے نہر جاری کردی ہے اور کھجور کا تنہ پکڑ کر اپنی جانب ہلا تو پکے اور تازہ خوشے تجھ پر گرنے لگیں گے۔ پس تو کھا پی اور اپنے بچہ کے نظارے سے آنکھیں ٹھنڈی کر اور رنج و غم کو بھلا دے۔ حضرت مریمؑ پر تنہائی، تکلیف اور نزاکت حال سے جو خوف و اضطراب طاری ہو گیا تھا، فرشتہ کی تسلی آمیز پکار اور عیسیٰ علیہ السلام جیسے برگزیدہ بچہ کے نظارہ سے کافور ہو گیا، اور وہ عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر شاد کام ہونے لگیں۔

حضرت مریمؑ وحی الٰہی کے اس پیغام پر مطمئن ہو کر بچہ کو گود میں اٹھائے بیت المقدس کو روانہ ہوئیں۔ جب شہر میں پہنچیں اور لوگوں نے انہیں اس حالت میں دیکھا تو چاروں طرف سے گھیر لیا اور کہنے لگے: مریم! یہ کیا؟ تو نے بہت عجیب بات کر دکھائی اور بھاری تہمت کا کام کرلیا۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدچلن تھی، پھر یہ تو کیا کر بیٹھی؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مریمؑ نے خدا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لڑکے کی جانب اشارہ کر دیا کہ جو کچھ پوچھنا ہے اس سے معلوم کرلو، میں تو آج روزہ سے ہوں (بنی اسرائیل میں خاموشی بھی روزہ کا ایک حصہ تھی) لوگوں نے یہ دیکھ کر انتہائی تعجب سے کہا: ہم کس طرح ایسے شیر خوار بچہ سے باتیں کر سکتے ہیں؟ جو ابھی ماں کی گود میں ہے (اور گہوارہ میں) پلنے والا بچہ ہے۔ مگر بچہ فوراً بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ نے (اپنے فیصلۂ تقدیر میں) مجھ کو کتاب (انجیل) دی ہے، اور نبی بنایا ہے اور اس نے مجھ کو بابرکت بنایا ہے، خواہ میں کسی حال میں اور کسی جگہ بھی ہوں اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے، کہ جب تک میں زندہ رہوں یہی میرا شعار ہے اور اس نے مجھ کو اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا ہے، خود سر و نافرمان نہیں بنایا۔ اور اس کی جانب سے میرے اوپر سلامتی ہے اس دن جس دن کہ میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن دوبارہ زندہ اٹھایا جاؤں گا (ملاحظہ کریں سورۂ آل عمران آیات: ۴۵ تا ۴۸ اور سورۂ مریم آیت: ۱۶ تا ۳۶)۔ (سیرت انبیاء و حکمتِ مصطفیٰ ص: ۲۳۵ تا ۲۳۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور معجزات: اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں علم طب اور علم الطبیعیات کا بہت چرچا تھا اور یونان کے کمال پر بہت زیادہ اثر انداز تھی، اور ملکوں میں صدیوں سے بڑے طبیب اور فلسفی اپنی حکمت و دانش اور کمالات طب کا مظاہرہ کر رہے تھے، مگر خدائے واحد کی توحید اور دین حق کی تعلیم سے خواص و عوام یکسر محروم تھے اور خود بنی اسرائیل بھی جو کہ نبیوں کی نسل میں ہونے پر ہمیشہ فخر کرتے رہتے تھے، گمراہیوں میں مبتلا تھے۔

پس ان حالات میں ''سنت اللہ'' نے جب حضرت عیسیٰؑ کو رشد و ہدایت

کیلئے منتخب کیا تو ایک جانب ان کو حجۃ و برہان (انجیل) اور حکمت سے نوازا تو دوسری جانب زمانہ کے مخصوص حالات کے مناسب چند ایسے نشان (معجزات) بھی عطا فرمائے جو اس زمانہ کے ارباب کمال اور ان کے پیروؤں پر اس طرح اثر انداز ہوں کہ جو یائے حق کو اس اعتراف میں کوئی جھجک باقی نہ رہے کہ بلاشبہ یہ اعمال اکتسابی علوم سے جدا محض اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول برحق کی تائید میں رونما ہوئے ہیں اور متعصب اور متمرد کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ رہے کہ ان کو ''صریح جادو'' کہہ کر اپنے بغض و حسد کی آگ کو اور مشتعل کرے۔

عیسیٰؑ کے ان معجزات میں سے جن کا مظاہرہ انہوں نے قوم کے سامنے کیا قرآن عزیز نے چار معجزات کا بصراحت ذکر کیا ہے:

(۱) وہ خدا کے حکم سے مردہ کو زندہ کر دیتے تھے۔

(۲) وہ پیدائشی نابینا کو بینا اور جذامی کو چنگا کر دیا کرتے تھے۔

(۳) وہ مٹی پر پرندہ بنا کر اس میں پھونک دیتے تھے اور اللہ کے حکم سے اس میں روح پڑ جاتی تھی۔

(۴) وہ یہ بھی بتا دیا کرتے تھے کہ کس نے کیا کھایا اور کیا خرچ کیا اور کیا گھر میں ذخیرہ محفوظ کر لیا ہے۔

''رفع الی السماء'' یعنی زندہ آسمان پر اٹھا لیا جانا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہ شادی کی اور نہ بود و ماند کیلئے گھر بنایا، وہ شہر شہر اور گاؤں گاؤں اللہ کا پیغام سناتے اور دین حق کی دعوت و تبلیغ کا فرض انجام دیتے اور جہاں بھی رات آپہنچتی وہیں کسی سر و سامان راحت کے بغیر شب بسر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کر دیتے تھے، اور چونکہ ان کی ذات اقدس سے مخلوق خدا جسمانی و روحانی دونوں طرح شفا اور تسکین پاتی تھی اس لئے جس جانب بھی ان کا گزر ہو جاتا تا خلقت کا انبوہ حسن عقیدت کے ساتھ جمع ہو جاتا اور والہانہ محبت کے ساتھ ان پر نثار ہو جانے کو تیار رہتا تھا۔

یہود نے اس بڑھتی ہوئی مقبولیت کو انتہائی حسد اور سخت خطرہ کی نگاہ سے دیکھا اور جب ان کے مسخ شدہ قلوب کسی طرح اس کو برداشت نہ کر سکے، تو آخر وہ وقت آپہنچا کہ بنی اسرائیل کے سرداروں، کاہنوں اور فقیہوں نے حضرت عیسیٰؑ کا ایک بند مکان میں محاصرہ کر لیا۔ قرآن نے بتایا کہ مسیح بن مریمؑ کے قتل وصلیب کی پوری داستان سراسر غلط اور جھوٹ ہے بلکہ اصل معاملہ یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کو بقید حیات ملاء اعلیٰ کی جانب اٹھا لیا گیا۔

حیات ونزول عیسیٰ اور احادیث صحیحہ:

قرآن عزیز نے جس معجزانہ اختصار کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع سماوی، حیات امروز اور علامات قیامت بن کر نزول من السماء کے متعلق تصریحات کی ہیں صحیح ذخیرہ احادیث نبوی میں ان آیات ہی کی تفصیلات بیان کر کے ان حقائق کو روشن کیا گیا ہے۔ بخاری شریف میں نزول کے سلسلہ میں طویل حدیث موجود ہے جو قابل مطالعہ ہے۔ (قصص الانبیاء واصحاب الصالحین ص: ۳۸۳ تا ۴۰۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشادات:

عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے: مجھ کو کہا گیا اے عیسیٰ! کس چیز کے ساتھ آپ پانی پر چلتے ہیں؟ فرمایا ایمان ویقین کے ساتھ۔ لوگوں نے کہا پھر ہم بھی

ایمان لائے اور یقین کیا، تو فرمایا تب تم بھی چلو۔ کہنے لگے کہ ہم موج سے ڈر گئے، فرمایا کیا تم موج کے رب سے نہیں ڈرتے؟۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جب قیامت کا ذکر کیا جاتا تو آپ چیخ پڑتے اور فرماتے تھے کہ ابن مریم کیلئے مناسب نہیں کہ اس کے پاس قیامت کا تذکرہ ہو اور وہ خاموش رہے۔

عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی حوارین کو فرمایا: جس طرح بادشاہوں نے تمہارے لئے حکمت (و دین) کو چھوڑ دیا ہے اسی طرح تم بھی ان کے لئے دنیا کو چھوڑ دو۔

عیسیٰ علیہ السلام نے حوارین کو فرمایا: جَو کی روٹی کھاؤ اور خالص پانی پیو اور دنیا سے امن وسلامتی کے ساتھ نکل جاؤ، اور حق کی قسم میں تم کو بتاتا ہوں کہ دنیا کی مٹھاس آخرت کی تلخی ہے، اور دنیا کی تلخی آخرت کی مٹھاس ہے۔ اللہ کے بندے ناز ونعمت میں نہیں ہوتے۔

عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے: دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے اور بدنگاہی دل میں شہوت کو پیدا کرتی ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے: دنیا کی محبت اور آخرت کی محبت مومن کے دل میں اسی طرح اکٹھی نہیں ہوتی جس طرح پانی اور آگ ایک برتن میں اکٹھا نہیں ہوتے۔

عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے: کہ میں دیکھتا ہوں کہ لوگ تھوڑے دین پر راضی ہو جاتے ہیں، لیکن میں یہ نہیں دیکھتا کہ وہ تھوڑی مالی عیش وعشرت پر راضی ہوں۔ لہٰذا دین لے کر بادشاہوں کی دنیا سے بے پرواہ ہو جاؤ، جیسے بادشاہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اپنی دنیا کے ساتھ دین سے بے پرواہ ہو گئے۔

عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے: اللہ کے ذکر کے بغیر بات زیادہ مت کرو، ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور بے شک سخت دل اللہ سے دور ہے لیکن تم کو علم نہیں۔ اور بندوں کے گناہوں کو یوں مت دیکھو کہ تم سردار اور ان کے بڑے ہو یا یوں نظر پڑے (اگر پڑے بھی تو) گویا کہ تم غلام ہو، کیونکہ تمام لوگ دو قسموں پر ہیں، یا تو اہل مصیبت ہیں یا اہل عافیت ہیں۔ اہل مصیبت پر رحم کرو اور اہل عافیت پر اللہ کی حمد کرو۔

عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے: اللہ کیلئے عمل کرو، اور اپنے شکموں کیلئے عمل نہ کرو۔ دیکھو ان پرندوں کو صبح وشام اللہ کا ذکر کرتے ہیں نہ کھیتی کرتے ہیں نہ کماتے ہیں، پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کو رزق مہیا فرماتا ہے، پس اگر تم کہو کہ ہمارے تو پرندوں سے بڑے پیٹ ہیں تو ان وحشی نیل گایوں اور گدھوں کو دیکھ لو یہ بھی صبح وشام اللہ کا ذکر کرتے ہیں نہ کھیتی کرتے ہیں نہ کماتے ہیں پھر بھی اللہ ان کو رزق دیتا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے: مجھے تین لوگوں پر تعجب ہے:

ایک وہ شخص جو دنیا کا طلب گار ہو، جبکہ موت اس کی طلب گار ہے۔

دوسرا وہ شخص جو محلات کا بنانے والا ہے، جبکہ قبر اس کا ٹھکانا ہے۔

تیسرا وہ شخص جو منہ پھاڑ کر ہنسے، جبکہ جہنم اس کے آگے ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے: کہ ایسے علم میں کوئی خیر نہیں جو تجھے (جہنم کی) وادی پار نہ کرا سکے۔

عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے: کہ مجھ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے

زیادہ فتنے میں مبتلا شخص کون ہے؟ میں نے فرمایا پھسلا ہوا عالم، کیونکہ جب عالم بھی پھسل گیا تو اس کی وجہ سے بہت سا عالم پھسل جائے گا۔

عیسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ علماء کو فرمایا: اے علمائے بد! تم نے دنیا کو اپنے سر پر رکھ لیا ہے اور آخرت کو اپنے قدموں تلے رکھ لیا ہے، تمہارے اقوال تو شفا ہیں لیکن تمہارے اعمال بیمار ہیں، تمہاری مثال ایلوے کی ہے، جو دیکھنے میں اچھا کھانے میں زہر قاتل۔ (قصص الانبیاء اردو مؤلفہ: علامہ ابن کثیر ص: ٦٦٦ تا ٦٧٢)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت حکیم لقمان رحمہ اللہ تعالیٰ

لقمان یا حکیم لقمان اہل عرب کے یہاں ایک مشہور شخصیت ہے، لیکن ان کے حالات اور زندگی سے متعلق صرف اتنے ہی پر اتفاق ہے کہ وہ ایک بہت بڑے دانا (حکیم) تھے، اور ان کے حکیمانہ اقوال صحیفہ لقمان کے نام سے ان کے درمیان مشہور تھے، اور ان سے متعلق دیگر امور میں متضاد آراء پائی جاتی ہیں۔

قرآن عزیز اور حضرت لقمان ؓ: حضرت لقمان کا ذکر قرآن عزیز نے بھی کیا ہے اور قرآن کی ایک سورہ کا نام سورۂ لقمان ہے۔ اگرچہ اس نے اپنے پیش نظر مقصد کی خاطر ان کے نسب و خاندان کی بحث میں جانا پسند نہیں کیا، تاہم ان کے حکیمانہ مقولات کا جس انداز میں ذکر کیا ہے اس سے لقمان ؓ کی شخصیت پر ایک حد تک روشنی ضرور پڑتی ہے۔

قرآن عزیز میں ارشاد ربانی ہے:

وَلَقَدْاٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَةَ............... اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ﴿۱۹﴾ (سورۂ لقمان: ۱۲تا۱۹)

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی (اور کہا کہ) اللہ کا شکر ادا کرو، پس جو شخص اس کا شکر ادا کرتا ہے وہ اپنے نفس کے فائدے کیلئے کرتا ہے، اور جو کفر کرتا ہے تو اللہ بے پرواہ ہے، مالک حمد ہے، اور جس وقت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میرے بیٹے! اللہ کا شریک نہ ٹھہرا،

بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے، اور ہم نے حکم کیا انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں کہ اٹھاتی ہے اس کی ماں تکلیف در تکلیف جھیل کر اور دو برس کے اندر دودھ پلاتے رہنا کہ یہ میرا شکر گزار بن جائے اور اپنے والدین کا شکر گزار ہو، آخر میری ہی جانب لوٹنا ہے، اور اگر تیرے ماں باپ تجھ پر سختی کریں، اس بارے میں کہ میرا شریک ٹھہرا کہ جس کے متعلق وہ نادانی اور جہالت میں ہیں تو اس میں ان دونوں کی پیروی نہ کر اور دنیوی زندگی میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کر، اور پیروی اس شخص کی کر کہ جو صرف میری ہی جانب رجوع کرتا ہے، پھر میری ہی جانب تم سب کو لوٹنا ہے، پس میں اس وقت تم کو تمہارے کئے کی خبر دوں گا، اے میرے بیٹے! بلاشبہ اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی چیز چھوٹی ہوتی ہے اور وہ پتھر کے اندر یا آسمانوں یا زمینوں میں کہیں بھی ہو اللہ اس کو لے آتا ہے۔ بے شک اللہ دقیق مشاہدہ کرنے والا ہے، خبردار ہے اے میرے بیٹے قائم کر نماز کو اور حکم کر بھلائی کا اور برائی سے منع کر اور جو تجھ پر پڑے اس پر صبر کر، بلاشبہ یہ عزائم امور میں سے ہے اور تو اپنے رخساروں کو لوگوں سے "از راہ تکبر" نہ پھیر، اور زمین پر اترا کر نہ چل، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی تکبر اور شیخی کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا، اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر، اور اپنی آواز کو نرم و پست کر، بلاشبہ گدھے کی آواز بہت ہی ناپسندیدہ آواز ہے۔

نبوت یا حکمت: اگرچہ ایک روایت میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت لقمان ؓ نبی تھے، لیکن قرآن عزیز کا اسلوب بیان اس کی موافقت نہیں کرتا اور کسی ایک جملہ میں بھی ایسا اشارہ نہیں پایا جاتا کہ جو ان کی نبوت پر دلالت کرتا ہو، اسی لئے جمہور کی رائے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہ ہے کہ لقمانؒ اللہ کے ولی اور حکیم و دانا تھے۔

سورۂ لقمان میں جو نصائح مذکور ہیں، ان میں حسن خلق اور تواضع کی ترغیب اور تکبر و شیخی اور بدخلقی کی جو مذمت بیان کی گئی ہے۔حضرت لقمانؒ نے امر و نہی میں ان باتوں کا خصوصیت کے ساتھ اسلئے انتخاب فرمایا ہے کہ کائنات میں جس قدر بھی بھلائی اور برائی پیش آتی ہے، ان سب کی جڑ و بنیاد یہی امور ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے بھی امت مرحومہ کو ان امور کی اہمیت پر بہت زیادہ توجہ دلائی ہے۔

حضرت لقمانؒ نے درشت اور کرخت آواز سے بات چیت کرنے سے بھی منع فرمایا ہے، اس لئے کہ نرم گفتگو حسن اخلاق کا شعبہ اور درشت اور کرخت لہجہ بدخلقی کا جز ہے۔اور اسی بناء پر اس طرز گفتگو کو ''صوت الحمار'' سے مشابہ بتایا گیا ہے۔

حکمت لقمان:

(۱) حکمت و دانائی مفلس کو بادشاہ بنا دیتی ہے۔

(۲) جس کسی مجلس میں داخل ہو تو اول سلام کرو پھر ایک جانب بیٹھ جاؤ اور جب تک اہل مجلس کی گفتگو نہ سن لو خود گفتگو شروع نہ کرو، پس اگر وہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں تو تم بھی اس میں سے اپنا حصہ لے لو اور اگر وہ فضولیات میں مشغول ہوں تو وہاں سے علیحدہ ہو جاؤ اور دوسری کسی عمدہ مجلس کو حاصل کرو۔

(۳) اے بیٹے! خاموشی میں کبھی ندامت اٹھانی نہیں پڑتی اور اگر کلام چاندی ہے تو سکوت سونا ہے۔

(۴) بیٹا! غیظ و غضب سے بچو، اس لئے کہ شدت غضب دانا کے قلب کو مردہ بنا دیتی ہے۔

(۵) بیٹا! خوش کلام بنو، خوش مزاجی اختیار کرو، تب تم لوگوں کی نظروں میں اس شخص سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤ گے جو ہر وقت اس کو داد و دہش کرتا رہتا ہو۔

(۶) نرم خوئی دانائی کی جڑ ہے۔

(۷) جو بوؤ گے وہی کاٹو گے۔

(۸) بیٹا! تیرے دسترخوان پر ہمیشہ نیکو کاروں کا اجتماع رہے تو بہتر ہے، اور مشورہ صرف علماء حق ہی سے لینا۔

(قصص الانبیاء و اصحاب الصالحین ''تلخیص قصص قرآن''، ص:۲۶۹ تا ۲۷۳)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صحابہؓ کے مَدارج سب سے اعلیٰ اور برتر ہیں
یہ سب ادنیٰ کرشمے ہیں محمدؐ کی اطاعت کے

حالات وارشادات

صحابہ کرام

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مدح ومنقبت کو علامتِ ایمان قرار دیا گیا ہے۔ چوں کہ صحابہ پروردۂ آغوشِ نبوت ہیں اور نبی پاک ﷺ نے فرمایا: لاتَسُبُّوْا اصحابي فوالذي نفسي بيده فلو ان احدكم انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مدّ احدهم ولا نصيفه (بخاری) یعنی میرے صحابہ کو برا نہ کہو، کیوں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی آدمی اگر احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تو صحابہؓ کے ایک مُد بلکہ آدھے مُد کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ان کی سیرت کی اقتداء امت کے لئے لازم ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے متعلق نہایت بلیغ انداز میں فرماتے ہیں۔ من كان متأسيا فليتأس باصحاب رسول الله ﷺ الخ: یعنی جو شخص اقتداء کرنا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ اصحابِ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرے۔

خُلفائے راشدین

رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن

اَمیر المومنین سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ المتوفی ۱۳ھ

نام، نسب، خاندان: عبداللہ نام، ابوبکر کنّیت، صدیق اور عتیق لقب، والد کا نام عثمان اور کنّیت ابوقحافہ۔ والدہ کا نام سلمیٰ اور اُمّ الخیر کنیت۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلۂ نسب چھٹی پشت میں مُرّہ پر آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے۔

ولادت: آپ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کے دو سال بعد پیدا ہوئے۔ اور جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی بھی عمر تریسٹھ سال تھی۔

نظامِ خلافت: اسلام میں خلافت یا جمہوری حکومت کی بنیاد سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ڈالی۔ چنانچہ خود آپ کا انتخاب بھی جمہور کے انتخاب ہی سے ہوا تھا۔ اور عملاً جس قدر بڑے بڑے کام انجام پائے سب میں کبار صحابہؓ رائے ومشورہ کی حیثیت سے شریک تھے۔

حکومت کے ذمہ داروں کو نصائح: آپ جب کسی شخص کو کسی ذمہ داری کے عہدہ پر مامور فرماتے تو عموماً بلاکر اس کے فرائض کی تشریح کر دیتے، اور نہایت مؤثر الفاظ میں سلامت روی اور تقویٰ کی نصیحت فرماتے۔ چنانچہ حضرت سیدنا عمرو بن العاص اور حضرت سیدنا ولید ابن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو قبیلہ قضاعہ پر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

محصّل صدقہ بنا کر بھیجا تو ان الفاظ میں نصیحت فرمائی:

اِتَّقِ اللّٰہَ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ فَاِنَّہٗ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجاً وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَایَحْتَسِبُ، وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یُکَفِّرْ عَنْہُ سَیِّئَاتِہٖ وَیُعْظِمْ لَہٗ اَجْراً۔	پوشیدہ اور ظاہر ہر موقع پر اللہ کا خوف رکھنا، کیوں کہ جو اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے (ہر مشکل سے) نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور رزق کا ایسا ذریعہ پیدا کرتا ہے جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا اور جو اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کو اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔

تقویٰ: ورع وتقویٰ آپ کا امتیازی وصف تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کے ایک غلام نے کھانے کی کوئی چیز لا کر پیش کی، جب تناول فرما چکے تو غلام نے کہا، آپ جانتے ہیں کہ یہ کس طرح حاصل ہوا؟ فرمایا، بیان کرو! غلام نے کہا کہ میں نے جاہلیت میں ایک شخص کی فال کھولی تھی، میں فال کھولنا جانتا نہ تھا، صرف اس کو دھوکہ دیا تھا لیکن آج اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے اس کے صلہ میں یہ کھانا دیا۔ یہ سرگزشت سُنی تو منہ میں انگلی ڈال کر جو کچھ کھایا تھا قے کر دیا۔

فرمایا کرتے تھے کہ جو جسم اَکل حرام سے پرورش پاتا ہے جہنم اس کا بہترین مسکن ہے۔

فائدہ: اس سے اکل حلال طیب کی کیسی کچھ اہمیت معلوم ہوئی جو صوفیہ کرام کے اصول میں سے اہم اصل ہے۔ (مرتب)

زہد: اِمارت، دنیا طلبی وجاہ پسندی سے قطعی نفرت تھی۔ خلافت کا بارِ گراں بھی محض

امتِ مرحومہ کو تفریق واختلاف سے محفوظ رکھنے کے لئے اٹھالیا تھا، ورنہ دل سے اس ذمہ داری کے متمنی نہ تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے پینے کے لئے پانی مانگا: لوگوں نے پانی اور شہد ملا کر پیش کیا۔ لیکن جیسے ہی منہ کے قریب لے گئے بے اختیار آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس قدر روئے کہ تمام حاضرین پر رقت طاری ہوگئی۔ جب کسی قدر سکون ہوا تو لوگوں نے گریہ وزاری کی وجہ پوچھی۔ بولے: ایک روز میں آں حضرت ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ کسی چیز کو ''دور ہو، دور ہو'' فرمارہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا چیز ہے؟ جس کو آپ دور فرمارہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''دنیا زیب وزینت کے ساتھ میرے سامنے آئی تھی، میں نے اس کو دور کر دیا۔''

اس وقت یکا یک حضور اکرم ﷺ کا یہ واقعہ مجھے یاد آگیا اور میں ڈرا کہ مبادا دنیا کے دامِ مکروفریب کا شکار نہ ہو جاؤں۔

تواضع: آپ کے اندر تواضع وخاکساری کی خاص صفت تھی۔ اس لئے کسی معمولی سے کام کے کرنے سے آپ کو عار نہ ہوتا تھا۔ اکثر بھیڑ بکریاں تک خود ہی چَرا لیتے اور محلہ والوں کی بکریاں دوہ دیتے تھے۔ چنانچہ منصبِ خلافت کے لئے جب آپ کا انتخاب ہوا تو سب سے زیادہ محلہ کی ایک لڑکی کو فکر لاحق ہوئی اور اس نے تأسف آمیز لہجے میں کہا، اب ہماری بکریاں کون دوہے گا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا، اللہ کی قسم! میں تمہاری بکریاں دوہ دیا کروں گا امید ہے کہ خلافت مجھے مخلوق کی خدمت گزاری سے باز نہ رکھے گی۔

اِنفاق فی سبیل اللہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس قبولِ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسلام کے وقت چالیس ہزار درہم نقد موجود تھے آپ نے یہ تمام دولت راہِ خدا میں صَرف کر دی۔ آں حضرت ﷺ نے بارہا اس فیاضی کے برمحل ہونے کا اعتراف فرمایا:

مَانَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ — ابوبکر کے مال سے زیادہ کوئی مال میرے لئے مفید نہ ہوا۔

آپ کی عبادت وریاضت: آپ رات رات بھر نمازیں پڑھتے تھے، دن کو اکثر روزے رکھتے تھے۔ خصوصاً موسمِ گرما روزوں میں ہی بسر ہوتا تھا۔ خشوع وخضوع کا یہ عالَم تھا کہ نماز میں لکڑی کی طرح بے حس وحرکت نظر آتے تھے۔ رِقت اس قدر طاری ہوتی کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی تھی۔ خوفِ محشر اور عبرت پذیری سے دنیا کا ذرّہ ذرّہ ان کے لئے سرمایۂ عبرت تھا۔ کوئی سرسبز درخت دیکھتے تو کہتے، کاش مَیں درخت ہی ہوتا تاکہ عاقبت کے جھگڑوں سے چھوٹ جاتا۔

نیکوکاری وحصولِ ثواب کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے پوچھا: آج تم میں سے روزے سے کوئی ہے؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا، میں! پھر پوچھا، آج کسی نے جنازہ کی مشایعت کی ہے؟ عرض کیا، میں نے! کسی نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ عرض کیا، میں نے! اور کسی نے مریض کی عیادت کی ہے، جواب دیا کہ میں نے! تو آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایک دن میں اس قدر نیکیاں جمع کی ہوں وہ یقیناً جنت میں جائے گا۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۱ ص: ۹۲)

تصوف: سب سے اول تصفیہ وتزکیۂ باطن کے لئے کلمۂ طیبہ کا طریقۂ ذکر

حضرت ابوبکرؓ نے تلقین کیا۔ حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ توحید میں بزرگ تر کلام حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ مقولہ ہے:

سبحان من لم یجعل لخلقه سبیلا الا بالعجز — پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کے لئے سوائے عجز کے کوئی راستہ نہیں بنایا۔

کشف المحجوب میں ہے، طریقۂ تصوف کے امام ابوبکرؓ ہیں۔ انقطاع عن الاغیار (جو جانِ تصوف ہے) ان کے اس خطبہ سے عیاں ہے۔ (اَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا الخ) محبت دنیا سے پاک وصاف ہونے کا شاید غزوۂ تبوک کا وہ واقعہ ہے (مَا خَلَّفْتَ لِعِيَالِكَ؟ قَالَ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ) آنحضرت ﷺ نے پوچھا اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑ آئے؟ کہا اللہ اور اس کا رسول۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تصوفِ صدیقیؓ کے ذیل میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ان تمام اوصاف کی تفصیل کی ہے جو اساسِ تصوّف ہیں۔ مثلاً توکّل، احتیاط، تواضع، اللہ کی مخلوق پر شفقت، رضا، خوفِ الٰہی، جو صاحب شائق تفصیل ہوں۔ ''ازالۃ الخفاء'' دیکھیں۔ ہم مضمون کے عام فہم نہ ہونے کے سبب زیادہ تفصیل سے نہیں لکھتے۔ صرف خوفِ الٰہی کی ایک مثال پر اکتفاء کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز درخت پر ایک چڑیا دیکھی تو حسرت سے کہا:

طوبیٰ لك یا طیر تأكل من شجرة وتستظل من شجرة وتصیر الی غیر حساب یالیت ابابکر مثلك۔

اے پرندے خوش حال ہے تو پھل کھاتا ہے درخت کے سایہ میں زندگی بسر کرتا ہے اور حساب کتاب کا کچھ کھٹکا نہیں۔ کاش ابوبکر تجھ جیسا ہوتا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نماز میں خشیتِ الٰہی کا یہ عالم ہوتا کہ ایک چوبِ خشک کی طرح کھڑے ہوتے۔ طریقۂ نقشبندیہ جو آج تک عالم میں فیض رساں ہے اس کا سلسلہ بواسطۂ حضرت امام جعفر صادق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

آپ کے اِرشادات

اب آپ کے ارشادات ''طبقاتِ کبریٰ'' سے ملاحظہ فرمائیں!

آپ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے بڑی سمجھداری تقویٰ ہے اور اعلیٰ درجہ کی حماقت فسق وفجور ہے۔ اور امانت بہت بڑی سچائی ہے اور بدترین جھوٹ خیانت ہے۔

آپ جب کبھی لاعلمی سے مشتبہ کھانا کھالیتے تو تحقیق کے بعد اس کو قے کر دیتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے کہ یا اللہ! اس کھانے کا اثر جو میری رگوں اور آنتوں میں سرایت کر گیا ہے اس پر مواخذہ نہ فرمائیے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس دین کا آخر انہی چیزوں سے درست ہوگا جن سے اوّل درست ہوا تھا۔ اور ان باتوں کا تحمل وہی کرسکتا ہے جو قدر میں سب سے افضل اور اپنے نفس پر سب سے زیادہ قابو یافتہ ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ جب آدمی دنیا کی زینتوں میں سے کسی زینت پر عجب کرتا ہے تو جب تک اس سے علیحدگی اختیار نہیں کرتا اس وقت تک اللہ تعالیٰ اس سے ناراض رہتے ہیں۔

آپ فرماتے تھے کہ کاش میں کوئی شجر (درخت) ہوتا جو کاٹ دیا جاتا اور کھالیا جاتا۔ اور آپ اپنی زبان کو پکڑ کر فرماتے کہ اسی نے مجھ کو ہلاکت کے مواقع

میں پہنچایا۔ اور آپ کا یہ حال تھا کہ جب اونٹ کہ مُہار گر جاتی تو اونٹ کو بٹھلا کر اس کو اٹھاتے۔ اور آپ سے کہا جاتا کہ آپ نے ہم کو کیوں نہ حکم دیا؟ تو فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو امر فرمایا ہے کہ لوگوں سے کسی قسم کا سوال نہ کریں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے آپ فرمایا کرتے کہ میں آپ حضرات کے اُمور کا والی ضرور بنا دیا گیا ہوں، مگر میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں۔ لہٰذا میری آپ لوگ مدد کیا کریں۔ جب مجھے راہِ راست پر دیکھیں تو اتباع کریں اور جب میرے اندر کجی دیکھیں تو درست کر دیا کریں۔

آپ پر حُزن اور خوف کا غلبہ رہتا تھا۔ حتّٰی کہ آپ کے منہ سے بھُنی ہوئی کلیجی کی بو آتی تھی۔ (طبقات کبریٰ۔ جلد نمبر ۱ ص: ۱۱۵)

آپ کے ارشادات ''سیرت خلفاء راشدین'' سے ملاحظہ فرمائیں۔

ایک روز خطبہ میں فرمایا: وہ حسین وخوبصورت لوگ کہاں گئے جن کو اپنی جوانی وخوبصورتی پر ناز تھا؟ وہ بادشاہ کہاں گئے جنہوں نے شہر آباد کئے تھے اور قلعے بنائے تھے؟ وہ بہادر کہاں گئے جو میدان جنگ میں ہمیشہ غالب رہا کرتے تھے؟ زمانہ نے ان کو ہلاک کر دیا اور وہ قبر کی تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔

فرمایا کرتے تھے کہ خبر دار، کوئی کسی شخص کو حقیر نہ سمجھے، کیوں کہ چھوٹے درجے کا مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے بزرگی کو تقویٰ میں پایا، اور تونگری کو یقین میں، اور عزت کو تواضع میں۔

فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لونڈی، غلاموں کو اولاد کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طرح رکھو۔ ان کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو، وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔

فرمایا کہ میں پاکی بیان کرتا ہوں اس ذات کی جس نے اپنی مخلوق کے لئے کوئی راستہ اپنی معرفت کا نہیں رکھا سوائے اس کے کہ اس کی معرفت سے عاجز ہو جائیں۔ (امام الصوفیہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس کلام کی نسبت فرماتے ہیں کہ: اَشْرَفُ كَلِمَةٍ فِي التَّوْحِيْدِ۔

فرمایا کہ جو شخص اللہ کی محبت کا مزہ چکھ لیتا ہے، پھر اس کو طلبِ دنیا کی فرصت نہیں ملتی اور انسانوں سے اس کو وحشت ہوتی ہے۔

مرضِ وفات میں لوگ عیادت کو آئے اور کہنے لگے، اے خلیفۂ رسول اللہ ﷺ کسی طبیب کو آپ کے لئے بلایا جائے۔ تو فرمایا کہ طبیب تو مجھ کو دیکھ چکا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ پھر طبیب نے کیا کہا؟ فرمایا، اس نے کہا اِنِّيْ فَعَّالٌ لِّمَا اُرِيْدُ۔

فرمایا کہ: جب میں کسی شرابی کو گرفتار کرتا ہوں تو دل میں یہ آرزو پیدا ہوتی ہے کہ اللہ اس کی ستر پوشی کرے۔ اور کسی چور کو گرفتار کرتا ہوں تو اس وقت بھی یہی خواہش دل میں پیدا ہوتی ہے۔ (اللہ اکبر، اللہ کی مخلوق پر کس قدر شفقت تھی)

ایک مرتبہ ایک شکار آپ کے سامنے لایا گیا تو فرمایا، جب کوئی شکار مارا جاتا ہے یا کوئی درخت کاٹا جاتا ہے، تو اس کا سبب یہی ہوتا ہے کہ اس نے اللہ کی تسبیح ضائع کر دی۔

عبداللہ ابن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ پڑھا۔ جس میں حسبِ ذیل ارشادات تھے:

اے لوگو! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو، اور اللہ کی تعریف ایسی

کرو جس کا وہ سزاوار ہے۔ اور امید و خوف دونوں کو ملحوظ رکھو اور دعا مانگنے میں الحاف (اصرار) بھی اختیار کرو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کی تعریف میں فرمایا: اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَكَانُوْا لَنَا خَاشِعِيْنَ۔ (الانبیاء:۹۰)

ترجمہ:۔ یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور امید و بیم کے ساتھ ہماری عبادت کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے۔

اے اللہ کے بندو! خوب سمجھ لو، اللہ نے اپنے حق میں تمہاری جانوں کو گروی کر دیا ہے اور اس پر تم سے عہد لئے ہیں۔ اور تم سے قلیل فانی (دنیا) کو بعوض کثیر باقی (جنت و نعیم جنت) کے مول لیا ہے۔

یہ اللہ کی کتاب تم میں موجود ہے، جس کے عجائب کبھی ختم نہ ہوں گے جس کی روشنی کبھی گل نہ ہوگی۔ لہٰذا تم کلامِ الٰہی کی تصدیق کرو۔ اور اللہ کی کتاب سے نصیحت حاصل کرتے رہو۔ اور تاریکی والے دن کے لئے اس سے بینائی حاصل کرو۔ تم کو اللہ نے اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے اور تم پر کراماً کاتبین (اعمال لکھنے والے فرشتوں) کو مسلط کیا ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ فرشتے جانتے ہیں۔

اے اللہ کے بندو! تم ہر صبح اور ہر شام (یعنی ہر لحظہ) اس میعاد سے قریب ہوتے جاتے ہو جس کا علم تم سے غائب ہے۔ پس اگر تم سے ہو سکے کہ تمہاری عمریں اس حال میں ختم ہوں کہ تم اللہ کے کام میں مشغول ہو تو ایسا ہی کرو۔ مگر اللہ کی مدد کے بغیر تم ایسا نہیں کر سکتے (لہٰذا اللہ ہی سے توفیق مانگو)

اے لوگو! اپنی عمر کی مہلتوں میں نیکیوں کی طرف سبقت کرو، قبل اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے کہ تمہاری عمریں ختم ہو جائیں اور تم کو اپنی بداعمالیوں سے سابقہ پڑے۔ کچھ لوگوں نے اپنی زندگیاں غیروں کے لئے صَرف کردیں اور اپنی جانوں کو فراموش کردیا میں تم کو منع کرتا ہوں، تم ایسے نہ بنو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی خطبہ میں انسان کی پیدائش کا حال بیان کرتے تو فرماتے کہ انسان دو مرتبہ مقام نجاست سے نکلا ہے۔ (ایک مرتبہ صُلبِ پدر سے اور ایک مرتبہ شکمِ مادر سے) اس وقت کیفیت یہ ہوتی ہے کہ انسان اپنے کو نجس سمجھنے لگتا ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو! خدا کے خوف سے روؤ، اگر رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کرو۔

ایک مرتبہ خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ گزشتہ سال گرمیوں میں مَیں نے تمہارے نبی ﷺ سے سنا تھا، یہ کہہ کر رونے لگے پھر فرمایا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ سے گناہوں کی بخشش اور دنیا و آخرت کی عافیت طلب کیا کرو۔

فرمایا کرتے تھے کہ سچ بولنا اور نیکی کرنا جنت میں جانے کا سبب ہے اور جھوٹ بولنا اور بدکاری کرنا دوزخ میں جانے کا سبب ہے۔

فرمایا کرتے تھے: اے اللہ کے بندو! آپس میں قطعِ تعلق نہ کرو، بغض نہ رکھو، ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور بھائی بھائی بن کے رہو جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم فرمایا ہے۔

اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ! مجھے حق دِکھا اور حق کی پیروی کی

توفیق عطا فرما۔ اور مجھے باطل کی پہچان دے اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اور حق و باطل کو میرے اوپر مشتبہ نہ کرنا، ورنہ میں ہوائے نفسانی کا تابع ہو جاؤں گا۔

اخیر وقت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کوئی درد انگیز حسرت آمیز شعر پڑھا تو فرمایا یہ نہ کہو، بلکہ یہ آیت پڑھو۔

وَجَآئَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ — اور موت کی سختی حقیقتاً آپہنچی۔ یہ وہ چیز
بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ — ہے جس سے تو بدکتا تھا۔
تَحِيْدُ۔ (ق:۱۹) — (سیرت خلفاء راشدین۔ص:۶۲)

ایک مرتبہ آپ نے منبر پر روتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے معافی و عافیت کا سوال کرو۔ اس لئے کہ تم میں سے کسی کو ایمان کے بعد عافیت سے زیادہ بھلی بات نہیں دی گئی۔ (مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ)

ارشاد فرمایا کہ صدق اختیار کرو، اس کا جوڑ نیکی سے ہے اور یہ دونوں جنت میں لے جاتے ہیں۔ اور کذب سے بچتے رہو، اس کا جوڑ فجور سے ہے اور یہ دونوں دوزخ میں لے جاتے ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ)

ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے، کیوں کہ جو مسلمان دنیا میں کم رُتبہ ہے وہ اللہ کے نزدیک بڑے رتبہ والا ہے۔ (احیاء العلوم)

ارشاد فرمایا کہ غناء کو نکاح میں تلاش کرو، اس لئے کہ نکاح کرنے پر اللہ تعالیٰ غربت دور کردیں گے۔ (موسوعۃ آثار الصحابہ)

فرمایا کہ زمانہ کی گردش عجیب ہے لیکن اس سے غفلت عجیب تر ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ارشاد فرمایا کہ بوڑھا توبہ کرے تو بہتر ہے اور اگر جوان توبہ کرے تو بہت ہی بہتر ہے۔

ارشاد فرمایا کہ امیر تکبر کرے تو برا ہے، لیکن غریب تکبر کرے تو بہت ہی برا ہے۔ (سیرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ارشاد فرمایا کہ جاہل دنیا میں مشغول ہو تو برائی ہے اور عالم دنیا میں مشغول ہو تو سخت ترین برائی ہے۔

(ازالۃ الضیق بسیرۃ ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مؤلفہ: مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب، مانچسٹر)

حضرت مولانا حبیب الرحمن شیروانی نے "بلاغت خطب" کے عنوان سے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں:

بلاغتِ خطب: مورّخین کا قول ہے کہ صحابہ کرامؓ میں فصاحتِ خطبہ میں دو صحابی سب سے ممتاز تھے۔ ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

بعض مقولے:

لا یحقرن احد کم احدا من المسلمین فان صغیر المسلمین عنداللہ اکبر وجدنا الکرم فی التقویٰ والغناء فی الیقین والشرف فی التواضع۔	تم میں سے کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر خیال نہ کرے۔ اس لئے کہ معمولی درجہ کا مسلمان بھی اللہ کے نزدیک بڑا ہے ہم نے بزرگی تقویٰ میں، بے نیازی یقین میں اور عزت تواضع میں دیکھی۔

ایک خطبہ میں حدیث کے یہ الفاظ بیان کئے تھے جو آج کل ہر مسلمان کا دستور العمل بننا چاہئے۔

لا تقاطعوا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا وکونوا عباد اللہ اخوانا کما امرکم۔(مسلم)	باہم قطع تعلق مت کرو، بغض نہ رکھو، حسد مت کرو اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ، جیسا کہ تم کو حکم ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک موقع پر نصیحت کی:

فرّ من الشّرف یتبعک الشرف واحرص علی الموت توھب لک الحیوۃ۔	جاہ وعزت سے بھاگو، عزت تمہارے پیچھے پھرے گی موت پر دلیر رہو تم کو زندگی بخشی جائے گی۔

وفات: آپ کی وفات مدینہ منورہ میں تریسٹھ سال کی عمر میں ۲۲؍جمادی الاخریٰ ۱۳ھ مغرب وعشاء کے درمیان میں ہوئی اور سرورِ کائنات ﷺ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (طبقات کبریٰ)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہا المتوفی سنہ ۲۳ھ

نام،نسب اورخاندان: عمر نام ،ابوحفص کنیت ،فاروق لقب ،والد کا نام خطاب اوروالدہ کانام ختمہ تھا۔

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاسلسلۂ نسب آٹھویں پشت میں کعب بن لوی پر رسول اللہ ﷺ سے جا کرمل جاتا ہے۔

اللہ کا خوف وخشیت: سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے:۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ مَالَهٗ مِنْ دَافِعٍ۔(طور:۷)	تیرے رب کاعذاب یقینی ہوکررہنے والا ہےاس کوکوئی دفع کرنے والا نہیں۔

توبہت متاثر ہوئےاورروتے روتے آنکھیں سوج گئیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ اس آیت پر

وَاِذَااُلْقُوْ مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِکَ ثُبُوْرًا (الفرقان:۱۴)	اورجب وہ اس کی (دوزخ کی) کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کرڈال دیئے جائیں گےتو وہاں موت ہی موت پکاریں گے۔

اس قدرخضوع وخشوع طاری ہوا کہ اگرکوئی ان کے حال سے ناواقف شخص دیکھ لیتا تو یہ سمجھتا کہ اسی حالت میں روح پرواز کرجائے گی۔

حضور ﷺ سے محبت اوراتباع سنت: سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے دستورعمل کا سب سے زرّیں صفحہ اتباع سنّت تھا۔وہ خوردونوش،لباس ووضع، نشست وبرخاست غرض ہر چیز میں اُسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھتے تھے۔رسول اللہ ﷺ نےہمیشہ فقروفاقہ سے زندگی بسر کی تھی،اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نےروم وایران کی بادشاہت ملنے کے بعدبھی فقروفاقہ کی زندگی کا ساتھ نہ چھوڑا۔

آپ کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو جو کام جس طرح کرتے دیکھااسی طرح وہ بھی عمل پیراں ہوں۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ میں دورکعت نماز پڑھی تھی،سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس طرف سے گزرتے تواس جگہ دورکعت نماز ادا کرلیتے تھے۔ایک شخص نے پوچھا یہ نماز کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہاں رسول اللہ ﷺ کونماز پڑھتے دیکھا ہے۔

یہ کوشش صرف اپنی ذات تک محدود نہ تھی،بلکہ وہ چاہتے تھے کہ ہر شخص کادل اتّباع سنّت کے جذبے سے معمورہوجائے۔

زہدوقناعت: حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم مبارک کبھی نرم وملائم کپڑے سے چھوا تک نہیں۔بدن پر بارہ بارہ پیوند کا کرتہ،سر پر پھٹا ہوا عمامہ اور پاؤں میں بوسیدہ جوتیاں ہوتی تھیں،اسی حالت میں وہ قیصر وکسریٰ کےسفیروں سے ملتے تھے۔

قناعت کا یہ حال تھا کہ اپنے زمانۂ خلافت میں چند برس تک مسلمانوں کے مال سے ایک کوڑی بھی نہیں لی۔حالانکہ فقروفاقہ سے حالت تباہ تھی۔صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ کی عسرت وتنگدستی کو دیکھ کراس قدرتنخواہ مقرر کردی جو معمولی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خوراک اور لباس کے لئے کافی ہو لیکن اسے بھی آپ نے اس شرط پر قبول کیا کہ جب تک ضرورت ہے لوں گا اور جب میری مالی حالت درست ہو جائے گی تو کچھ نہ لوں گا۔

ایک دفعہ حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر کہ مالِ غنیمت آیا ہوا ہے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کہا، امیر المومنین! اس میں سے میرا حق مجھ کو عنایت کیجئے، میں ذوی القربیٰ میں سے ہوں۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ نورِ نظر! تیرا حق میرے خاص مال میں ہے۔ یہ تو غنیمت کا مال ہے۔ افسوس ہے کہ تو نے اپنے باپ کو دھوکہ دینا چاہا وہ بیچاری خفیف ہو کر چلی گئیں۔

تواضع: حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و شان اور رعب داب کا ایک طرف تو یہ حال تھا کہ محض آپ کے نام سے قیصر و کسریٰ کے ایوانِ حکومت میں لرزہ پیدا ہو جاتا تھا اور دوسری طرف آپ کی تواضع و خاکساری کا یہ عالم تھا کہ کندھے پر مَشک رکھ کر بیوہ عورتوں کے لئے پانی بھرتے تھے۔ مجاہدین کی بیویوں کا بازار سے سودا خرید کر لا دیتے تھے پھر اس حالت میں تھک کر مسجد کے گوشہ میں فرشِ خاک پر لیٹ جاتے تھے۔

آپ کی خصوصیات وارشادات

لوگوں نے اِس بات پر اتفاق کیا ہے کہ سب سے پہلے آپ کو امیر المومنین کہا گیا ہے آپ کے کثرتِ علم، وفورِ عقل وفہم، زہد وتواضع اور مسلمانوں کے ساتھ رِفق وانصاف اور وقوف مع الحق اور رسول اللہ ﷺ کے آثار کی تعظیم اور شدّت متابعت پر پوری امت کا اجماع ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عمرہ کی اجازت

چاہی، تو آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ بھائی اپنی دعا میں مجھے فراموش نہ کرنا۔ اور ایک روایت میں ہے فرمایا کہ اپنی دعا میں مجھے بھی شریک کر لینا۔

ف: اس معلوم ہوا کہ اپنے چھوٹوں سے بھی دعا کی درخواست کی جا سکتی ہے۔ (مرتب)

قصّابوں کی منڈی میں درّہ لیکر جایا کرتے تھے اور جسکو متواتر دو روز گوشت خریدتے دیکھتے اس کو درّہ مارتے اور کہتے کہ اپنے پڑوسیوں اور عزیزوں کے لئے اپنے پیٹ کو تھوڑی تکلیف کیوں نہیں دیتے۔ یعنی اپنے اوپر تھوڑی تنگی برداشت کر کے انکی مدد کرو تا کہ انکو بھی آرام ملے۔

ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ اگر مجھے حساب کا خوف نہ ہوتا تو حکم دیتا میرے لئے تنور میں دُنبہ بھونا جائے۔ اور اگر آپ کو کسی ایسی چیز کی خواہش ہوتی جس کی قیمت ایک درہم ہوتی تو اس کو ایک سال تک ٹالتے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایسا بنایا کہ میرے اوپر کوئی (حاکم) نہیں۔ اس پر لوگوں نے دریافت کیا کہ آخر اس بات کے کہنے کا کیا سبب ہوا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "اظہارِ شکر" اور منبر سے نیچے اتر آئے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اے کاش میں دُنبہ ہوتا کہ لوگ جس قدر چاہتے مجھے تیار کرتے، پھر کاٹ کر کھا جاتے، پھر فضلہ ہو کر نکل جاتا مگر آدمی نہ بنایا جاتا۔

آپ جب گھور پر سے گذرتے تو کھڑے ہو جاتے اور فرماتے یہی تمہاری دنیا ہے جس کی تم حرص کرتے ہو۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ فانی (دنیا) کا نقصان برداشت کر لینا، باقی (آخرت) کا نقصان کرنے سے کہیں بہتر ہے۔ کبھی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تنکا زمین سے اٹھاتے اور کہتے کاش میں تنکا ہوتا، اے کاش میں پیدا نہ ہوتا، کاش میری ماں مجھ کو نہ جنتی، کاش میں کچھ نہ ہوتا، کاش میں بھولا بسرا ہو جاتا۔ وسط شب میں آپ کو نماز پڑھنی بہت مرغوب تھی۔ آٹے کی بوریا اپنی پیٹھ پر لاد کر بیواؤں اور یتیموں کو پہونچاتے تھے۔ اور جب کوئی کہتا لاؤ میں پہونچادوں تو فرماتے قیامت کے دن میرے گناہوں کو کون اٹھائیگا۔ (طبقات کبریٰ)

آپ نے اپنے تمام حکّام کو یہ فرمان بھیجا تھا کہ تمہارے کاموں میں سب سے زیادہ اہتمام کے قابل میرے نزدیک نماز ہے، جس نے نماز کی حفاظت کی اس نے اپنا دین محفوظ کر لیا۔ اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا تو وہ دوسری چیزوں کو بدرجۂ اولیٰ ضائع کرے گا۔

فرمایا دعا آسمان و زمین کے بیچ میں رکی رہتی ہے یہاں تک کہ حضور ﷺ پر درود پڑھا جائے۔

ف: اس سے درود شریف کی فضیلت کیسے ثابت ہوئی۔ لہٰذا اس کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہئے۔ (مرتّب)

فرمایا کرتے تھے سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ فرائض کو ادا کرے اور منہیات سے بچے اور نیت اپنی اللہ سے درست رکھے۔ (سیرت خلفاء راشدین)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو حضرت عمرؓ نے لکھا کہ صبر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک صبر مصیبت پر اور دوسرا صبر معصیت کے ترک پر۔ دوسری قسم پہلی قسم سے افضل ہے اور مدار ایمان ہے۔

ف: امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معصیت کے ترک پر صبر

کرنے کو مصیبت پر صبر کرنے سے افضل قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ معصیت کے ترک پر صبر کرنا نہایت دشوار عمل ہے بلکہ طاعت پر صبر و قرار سے بھی افضل ہے جیسا کہ حضرت مرشدی مولانا محمد احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے طاعت کو بجا لانا صالحین کا کام ہے اور معاصی کو ترک کرنا صدیقین کا کام ہے۔ اس سے ترک معاصی کی کیسی کچھ اہمیت ثابت ہوتی ہے۔ (مرتّب)

آخری وصیت: آخری وصیت میں فرمایا کہ دیکھو کتاب اللہ سے غفلت نہ کرنا جب تک تم اسکی پیروی کرتے رہوگے گمراہ نہ ہو گے۔ دیکھو مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعزاز و اکرام میں کوتاہی نہ کرنا۔ مسلمان تو بہت ہونگے مگر مہاجرینؓ اب کہاں۔ اور انصارؓ کا لحاظ بھی رکھنا، وہ اسلام کے ملجاء و ماویٰ ہیں۔ اور بدوؤں کا خیال رکھنا وہ تمہاری اصل ہیں۔ اور ذمّی کافروں سے جو معاہدہ ہو جائے اس پر قائم رہنا۔

ف: سبحان اللہ، ہر جماعت کے کیسے حقوق بیان فرمائے جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ (مرتّب)

فرماتے تھے اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو دوسروں پر رحم نہ کرے۔ اور اس شخص کی خطائیں نہیں بخشتا جو دوسروں کی خطائیں نہ بخشے۔

فرماتے تھے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جب تک یہ دونوں چیزیں تم میں رہیں گی اس وقت تک بھلائی رہیں گی۔ ایک فیصلے میں انصاف کرنا، دوسرے تقسیم میں انصاف کرنا۔

نیز فرمایا: میں تم کو ایک ایسے راستے پر چھوڑے جاتا ہوں جس پر نشانِ قدم بنے ہوئے ہیں۔ اب اگر کوئی قدم از خود کجی اختیار کرے گا تو وہ راستہ سے ہٹ جائے گا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فرمایا کرتے تھے تین چیزیں تیرے بھائی کے دل میں تیری محبت قائم کر دیں گی، اوّل: جب ملاقات ہو تو سلام کرنے میں ابتداء کرنا۔ دوم: اس کے ناموں میں سے جو نام اسے پسند ہو اسی نام سے اسے پکارنا۔ سوم: محفل میں اس کے لئے جگہ کشادہ کرنا۔

ف: سبحان اللہ، کیسی معرفت بلکہ تجربہ کی باتیں ہیں جو قابل عمل ہیں تا کہ باہم محبت قائم ہو۔ (مرتّب)

فرماتے تھے جب کوئی بندہ اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی حکمت کو بلند کر دیتا ہے۔ وہ اپنی نظر میں حقیر ہوتا ہے مگر لوگوں میں اسکی عزت ہوتی ہے۔

فرماتے تھے جو شخص چاہتا ہے کہ اسکی زندگی کامیابی میں گزرے، اس کو چاہئے کہ اپنے باپ کے بعد اس کے دوستوں سے نیک سلوک کرے۔

ف: مگر افسوس آج اس کے برعکس معاملہ ہے۔ والدین کے ساتھ عموماً بدسلوکی و بدخلقی برتی جاتی ہے تو انکے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (العیاذ باللہ) (مرتّب)

فرمایا کرتے تھے علماء کے مجلسوں سے علیٰحدہ نہ رہا کرو۔ اللہ نے روئے زمین پر علماء کی مجلس سے زیادہ بزرگ کوئی مقام پیدا نہیں کیا۔

ف: سبحان اللہ، حضرت خلیفۂ راشد کی کتنی اہم بات ہے یہ جو فرمارہے ہیں کہ ''علماء کی جگہ سب جگہوں سے افضل ہے''۔ مگر آج کے آزاد لوگوں کا اس کے خلاف خیال ونظریہ ہے۔ یعنی سب سے بدتر شاید علماء کی جگہ کو سمجھتے ہیں۔ پس خلیفۂ راشد کی بات پر عمل تو کیا نظریہ بھی اسکے مطابق نہیں رہا۔ پھر کیسے اللہ کی رحمت نازل ہوگی۔ (مرتّب)

فرماتے تھے توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو۔ ان کے دل بہت نرم ہوتے ہیں۔

ف: یہ اس لئے کہ ان کے پاس بیٹھنے سے تمہارے دل میں بھی نرمی پیدا ہوگی جو اللہ کے قرب و قبول کا ذریعہ بنے گی۔ (مرتّب)

اخیر عمر میں بکثرت یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسولؐ کے شہر میں موت دے۔

اور اخیر وقت میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

ظَلُوْمٌ لِنَفْسِیْ غَیْرَ اَنِّیْ مُسْلِمٌ اُصَلِّی الصَّلٰوۃَ کُلَّھَا وَاَصُوْمُ

ترجمہ: میں اپنی جان پر ظلم کرنے والا، البتہ میں مسلمان ہوں۔ سب نماز پڑھ لیتا ہوں اور روزے بھی رکھتا ہوں۔

زخمی ہونے کے بعد نماز پڑھی اور زخم سے خون جاری تھا۔ فرمایا جس کی نماز جاتی رہے اس کا دین میں کچھ حصّہ نہیں۔

بالکل آخری وقت میں زمین پر اپنا منہ رکھ دیا اور فرمایا کی عمر کی خرابی ہے اگر اس کے رب نے اس کی خطاؤں کو بخش نہ دیا۔

آپ کی شہادت: ۲۷/ذوالحجہ ۲۳ھ بروز چہارشنبہ زخمی ہوئے اور پانچویں دن یکم محرم الحرام ۲۴ھ بروز یکشنبہ بعمر تریسٹھ سال (۶۳) رحلت فرمائی۔

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور خاص روضۂ نبویؐ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ

(خلفائے راشدین ۱۴۱)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ذوالنورین امیرالمومنین سیدنا حضرت عثمان بن عفّانؓ المتوفی ۳۵ھ

نام،نسب، خاندان: عثمان نام،ذوالنورین لقب،والد کا نام عفّان،والدہ کا نام اروی تھا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں عبد مناف پر آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ولادت واقعۂ فیل کے چھٹے سال میں ہوئی۔قرائن سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے عام اہل عرب کے خلاف اسی زمانہ میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔

خوف وخشیت: حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اکثر خوف خدا وندی سے آبدیدہ رہتے۔موت،قبر اور عاقبت کا خیال ہمیشہ دامنگیر رہتا۔سامنے سے جنازہ گزرتا تو کھڑے ہو جاتے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلنے آتے۔مقبروں سے گزرتے تو اس قدر روتے کہ داڑھی تر ہو جاتی۔

حبّ رسولؐ: حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تقریباً تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب رہے اور آپؐ پر فدائیت وجاں نثاری کا حق ادا کیا۔

ایک دفعہ چار دن تک آل رسول اللہ ﷺ نے فقر وفاقہ سے بسر کیا آپ کو معلوم ہوا تو آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور اسی وقت بہت سا سامانِ خورد ونوش اور تین سو درہم لا کر بطور نذرانہ پیش کیا۔

احترام رسولؐ: آنحضرت ﷺ کا ادب واحترام اس قدر ملحوظ تھا کہ جس ہاتھ سے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی پھر اس کو نجاست یا محل نجاست سے

مس نہ ہونے دیا۔

اتباعِ سنت: حضرت سرور کائنات ﷺ کی ذات پاک سے اس محبت و ارادت کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اپنے قول وفعل یہاں تک کہ حرکات وسکنات اور اتفاقی باتوں میں بھی محبوب آقا کی اتّباع کو پیش نظر رکھتے تھے۔ایک مرتبہ وضو کرتے ہوئے مسکرائے لوگوں نے اس بے موقع مسکرانے کی وجہ پوچھی تو فرمایا میں نے ایک مرتبہ آں حضرت ﷺ (فداہ روحی) کو اسی طرح وضو کرتے وقت مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

حیاء: شرم وحیاء حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا امتیازی وصف تھا۔حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی بیان فرماتی ہیں کہ حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی حیاء کا یہ عالم تھا کہ تنہائی اور بند کمرے میں بھی آپ برہنہ نہیں ہوتے تھے۔

تواضع: تواضع اور سادگی کا یہ حال تھا کہ گھر میں بیسوں لونڈی اور غلام موجود تھے لیکن اپنا کام خود آپ ہی کر لیتے تھے اور کسی کو تکلیف نہ دیتے تھے،رات تہجد کے لئے اٹھتے اور کوئی بیدار نہ ہوتا تو خود ہی وضو کا سامان کر لیتے اور کسی کو جگا کر اس کی نیند خراب نہ فرماتے۔

ایک دفعہ جمعہ کے روز منبر پر خطبہ دے رہے تھے ایک طرف سے آواز آئی عثمان توبہ کر اور اپنی بے اعتدالیوں سے باز آ۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی وقت قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھایا اور کہا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَوَّلُ تَائِبٍ تَابَ اِلَیْکَ	اے اللہ میں سب سے پہلے توبہ کرنے والا ہوں جس نے تیری بارگاہ میں رجوع کیا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایثار: آپ نے مسلمانوں کے مال میں ہمیشہ ایثار سے کام لیا۔ چنانچہ اپنے زمانۂ خلافت میں ذاتی مصارف کے لئے بیت المال سے ایک حبّہ (دانہ) نہ لیا۔ اور اس طرح اپنا مقررہ وظیفہ عام مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیا۔

فیّاضی: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عرب میں سب سے زیادہ دولت مند تھے مدینہ منورہ میں تمام کنوئیں کھارے تھے، صرف بئر رومہ جو ایک یہودی کی ملکیت میں تھا شیریں تھا۔ حضرت عثمانؓ نے رفاہ عام کے خیال سے اس کو بیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ اسی طرح جب مسلمانوں کی کثرت ہوئی اور مسجد نبوی میں جگہ کی تنگی کے باعث نمازیوں کو تکلیف ہونے لگی تو حضرت عثمانؓ نے ایک گراں قدر رقم صرف کر کے اس کی توسیع کرائی۔ (سیر الصحابہ، ج۱، ص۲۳۹ تا ۲۴۳)

فضل و کمال: آپ کو ذوالنورین اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں سیدہ رقیہ و ام کلثوم رضی اللہ عنہما یکے بعد دیگر آپ کی نکاح میں آئیں۔ آپ دن میں روزے رکھتے اور رات میں قیام کرتے تھے۔ صرف اوّل شب میں کچھ دیر آرام فرما لیتے تھے۔ اور اکثر ایک رکعت میں پورا قرآن تلاوت فرماتے تھے۔

آپ لوگوں کو خطبہ اس حال میں دیتے تھے کہ آپ کے جسم پر عدنی موٹی چادر ہوتی تھی، جس کی قیمت چار پانچ درہم ہوتی تھی۔ آپ عام لوگوں کو امیروں جیسا کھانا کھلاتے تھے اور خود گھر میں جا کر سرکہ اور زیتون تناول فرماتے تھے۔ (طبقات کبریٰ)

ف: سبحان اللہ، کیسا زہد و تقویٰ تھا جو ہم سب کے لئے اُسوہ صالحہ ہے۔ اس پر اگر عمل نہ ہو سکے تو کم از کم اس کا علم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ نعمتوں کے استعمال پر شکر الٰہی بجا لائیں۔ (مرتّب)

حضرت مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی نے "حضرت عثمان ذوالنورینؓ" کے شعر و شاعری اور ملفوظات کے عنوان سے جو ارقام فرمایا ہے اس کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں:

شعر و شاعری: عرب میں شعر و شاعری کا مزاق بچہ بچہ کی گھٹی میں پڑا تھا۔ حضرت عثمانؓ اس سے کس طرح مستثنیٰ ہو سکتے تھے چنانچہ آپ کو اشعار کثرت سے یاد تھے، موقع موقع سے آپ انھیں پڑھتے اور ان سے تمثیل کرتے تھے۔ ہشام بن عروۃ کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ لوگوں میں سب سے زیادہ روایت کرنے والے تھے۔ ایک ایک موقع پر پانچ پانچ شعر ایک ساتھ پڑھتے جاتے تھے، آپ کے اشعار وعظ و تذکیر سے پر ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ فرمایا۔

تفنى اللذاذة فمن نال صفوتها — من الحرام ويبقى الاثم والعار

يلقى عواقب سوء من مغبتها — لا خير في لذة من بعدها النار

(ترجمہ) جو شخص حرام چیزوں سے لطف اندوز ہوتا ہے ان چیزوں کی لذت تو فنا ہو جاتی ہے لیکن اس کا گناہ اور ننگ و عار باقی رہتے ہیں۔ لذت حرام کے غائب ہو جانے کے بعد اس کے نتائج بد فنا نہیں ہوتے۔ تو پھر اس لذت میں کیا بھلائی ہے جس کا انجام دوزخ ہو۔

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا۔

غنى النفس يغني النفس حتى يكفها — وان عضها حتى يضر بها الفقر

وما عسرة فاصبر لها ان تتابعت — بباقية الا سيتبعها يسر

(ترجمہ) نفس کی تو نگری انسان کو بے پروا بنا دیتی ہے، خواہ اس کو کیسی ہی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تنگدستی ہو،کوئی تنگدستی ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں ہے ،عسر کے بعد یسر ضرور آتا ہے اس لئے کیسی ہی تنگدستی ہواس پر صبر کرو۔

ملفوظات : فرامین ومراسلات اور خطبات کے علاوہ حضرت عثمانؓ جو نجی گفتگو کرتے تھے اس میں بھی آپ کے ملفوظات فصاحت و بلاغت کی جان اور تلمیحات و کنایات سے پر ہوتے تھے۔ یہ ملفوظات تاریخ و ادب کی کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ مثلاً ایک مرتبہ آپ نے محصور ہونے کے دنوں میں حضرت علیؓ کو ایک پیغام بھیجا تو اس میں آپ نے نہایت فصیح وبلیغ اور پر جوش وموثر عبارت میں فرمایا:

آپ پر واضح ہونا چاہئے کہ اب پانی سر سے اونچا ہوگیا ہے اور اونٹ کے پالان کا تسمہ تھنوں کے پیچھے جا پڑا ہے (یہ دونوں عربی کے مشہور محاورے ہیں جو کسی نہایت سخت حادثہ کے پیش آجانے کے وقت بولے جاتے ہیں) وہ لوگ جو مجھے قتل کرنے کے درپے ہیں جو خود اپنی حفاظت نہیں کرسکتے۔ اے علی اگر تم کسی بات سے عاجز نہیں ہو اور تم اپنی بات بہر حال منوا سکتے ہو، شریفوں کے لئے گھٹیا درجہ کے لوگوں سے عہدہ برآ ہونا بے حد مشکل ہوتا ہے۔ تم میرے پاس آجاؤ تمھیں اختیار ہے جس ارادے سے چاہو آؤ، دوست بن کر یا دشمن، حامی بنکر یا مخالف'' اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے ایک شعر لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے: ''اگر میری قسمت میں مقتول ہونا ہے تو تم مجھ کو قتل کرو، ورنہ آکر مجھے بچالو اس سے پہلے کہ میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاؤں'' اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو خط لکھا تھا یا ایک معزز قریشی کی معرفت سے خط سے ملتا جلتا پیغام بھیجا تھا جس میں مذکور بالا شعر بھی تھا۔ بہر حال اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی جوہر فطرت میں

فصاحت و بلاغت اور ولولہ انگیز خطابت کا جو ملکہ ودیعت تھا اس کا اظہار بے ساختہ اس موقع پر بھی ہوتا تھا جب کہ سخت جانی حادثہ سے دو چار ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے انسانوں کے ہوش وحواس خطا کر جاتے ہیں۔ (عثمان ذوالنورینؓ)

آپ کے ارشادات

فرماتے تھے کہ اللہ کے ساتھ تجارت کرو تو بہت نفع ہوگا (گھاٹے کا تو سوال ہی نہیں) فرماتے تھے کہ بندگی اسکو کہتے ہیں کہ احکام الٰہی کی حفاظت کرے اور جو عہد کسی سے کرے اس کو پورا کرے، اور جو کچھ مل جائے اس پر راضی رہے اور جو نہ ملے اس پر صبر کرے۔

فرماتے تھے کہ دنیا کی فکر کرنے سے تاریکی پیدا ہوتی ہے اور آخرت کی فکر کرنے سے روشنی پیدا ہوتی ہے۔

فرماتے تھے کہ متقی کی علامت یہ ہے کہ سب لوگوں کو تو سمجھے کہ نجات پا جائیں گے اور اپنے کو سمجھے کہ ہلاک ہوجاؤ نگا۔

ف: سبحان اللہ، فناو نیستی کی کیسی تعلیم دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہی ہمارا حال بنادے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ سب سے زیادہ بربادی یہ ہے کہ کسی کو بڑی عمر ملے اور وہ سفر آخرت کی تیاری نہ کرے۔

فرماتے تھے کہ دنیا جس کے لئے قید خانہ ہو قبر اسکے لئے باعث راحت ہے۔

ف: ظاہر ہے جب دنیا کو قید خانہ سمجھے گا تو اسی کے مطابق دنیا کی تنگ معیشت پر قناعت کرے گا جو قبر کی وسعت وراحت کا سبب بنے گا۔ (مرتّب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فرماتے تھے کہ اگر تمہارے دل پاک ہو جائیں تو کبھی قرآن مجید کی تلاوت یا سماعت سے سیری نہ ہو۔

محاصرہ کے زمانہ میں لوگوں نے پوچھا کہ امیر المومنین! آپ تو مسجد جا نہیں سکتے اس لئے انہی باغیوں میں سے کوئی امام بنتا ہے، ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں؟ تو آپ نے فرمایا نماز اچھا کام، جب لوگوں کو اچھا کام کرتے ہوئے دیکھو تو ان کے ساتھ شریک ہو جایا کرو، ہاں برے کام میں ان کے ساتھ شرکت نہ کرو۔ (خلفائے راشدین)

ف: سبحان اللہ، کس قدر اعتدالی تعلیم و تربیت تھی جو خلیفۂ راشد ہی کر سکتا ہے۔ (مرتّب)

ذیل میں ہم چند خطبات کے ترجمے نقل کرتے ہیں، جن میں آپ نے مختلف اسالیب سے دنیا کی بے ثباتی اور عالم آخرت کی بقاء و پائداری کا ذکر فرمایا ہے ان کو بغور پڑھیں ان شاء اللہ تعالیٰ نفع ہوگا۔

خلافت کے بعد پہلا خطبہ

(۱) حمد و صلوٰۃ کے بعد ارشاد فرمایا: مجھ پر خلافت کا بار ڈالا گیا ہے اور میں نے قبول کر لیا ہے۔ سن لو! میں سنت کی پیروی کرنے والا ہوں، بدعت کا ایجاد کرنے والا نہیں۔ سن لو! قرآن مجید اور سنت نبویؐ پر عمل پیرا ہونے کے بعد تم سب لوگوں کے میرے اوپر تین حقوق ہیں:

اوّل یہ کہ جن امور میں مسلمانوں کا اجماع ہے ان میں اپنے پیشرووں کا اتّباع کرنا ہے۔ دومؔ یہ کہ جن امور میں مسلمانوں کا اجماع نہیں ہے ان میں اہل خیر حضرات کے مسلک پر چلنا۔ سومؔ یہ کہ میں آپ پر دست درازی نہ کروں بجز اس

وقت کے جب اپنے کسی فعل کی وجہ سے آپ خود اپنے کو اس کا مستحق نہ بنا دیں۔ سن لو! دنیا ایک سبز پری (حسین عورت) ہے جو لوگوں کو مرغوب بنا دی گئی ہے اور بہت سے لوگ اس پر فریفتہ ہو گئے ہیں۔ تم دنیا کی طرف نہ مائل ہو نہ اس کی طرف جھکو اور نہ اس پر بھروسہ کرو، کیونکہ وہ لائق اعتماد نہیں ہے اور یاد رکھو! دنیا بس اسی کا پیچھا چھوڑتی ہے جو اسے چھوڑ دے۔ (طبری ج ۴ ص ۴۲۲)

دوسرا خطبہ: حمد و صلوٰۃ کے بعد ارشاد فرمایا:۔

(۲) خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو دنیا اس لئے دی ہے کہ تم اس کے ذریعہ آخرت کا سامان کرو، اس لئے نہیں دی ہے کہ تم اسی کے ہو کر رہ جاؤ۔ بے شبہہ دنیا فانی ہے اور آخرت غیر فانی۔ پس خبردار کہیں تم فانی پر بھروسہ کر کے باقی رہنے والی چیز سے کنارہ کش نہ ہو جاؤ۔ پس باقی کو فانی پر ترجیح دو کیونکہ دنیا کا ساتھ چھوٹ جانے والا ہے اور انجام کار اللہ کی طرف ہی جانا ہے، پس اللہ سے ڈرو، یہ خوف اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچانے کے لئے ڈھال کا کام کرتا ہے اور اس کے قرب کا ذریعہ بنتا ہے۔ لوگو! اللہ بڑا غیرت مند ہے، اس سے ہوشیار رہو، اپنی جماعت کا ساتھ نہ چھوڑو، اپنی اپنی ٹولیاں الگ نہ بناؤ، اللہ کی اس نعمت پر جو تم پر نازل ہوئی ہے مت بھولو کہ اس وقت جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ نے تمہارے دل جوڑ دئے اور اسی کی رحمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۱۵ طبری ج ۴ ص ۴۲۲، ۴۲۳)

تیسرا خطبہ: ایک اور خطبہ میں حمد و صلوٰۃ کے بعد آپ نے فرمایا:۔

تم سب چل چلاؤ کی منزل میں اپنی اپنی باقی عمریں پوری کرنے کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لئے ہو۔پس جو مدّت باقی رہ گئی ہے اس کو جہاں تک تمہارے امکان میں ہے اچھے کاموں میں بسر کرو۔تم اس دنیا میں آئے،تم نے یہاں صبح کی،شام کی،یاد رکھو! دنیا ایک دھوکے کی ٹٹی ہے،جو لوگ گزر گئے ان سے عبرت حاصل کرو اور جدو جہد کرو، غافل نہ بنو،کیونکہ تم سے غفلت نہ برتی جائیگی،کہاں ہیں وہ دنیا کے فرزند اور اس کے بھائی بند جنہوں نے دنیا پسند کیا،اسے آباد کیا اور اس سے ایک طویل مدّت تک لطف اندوز ہوئے۔کیا پھر دنیا نے اسکو باہر نہیں نکال پھینکا۔تم بھی دنیا کو وہیں پھینک دو جہاں اللہ نے اس کو ڈال رکھا ہے،اور آخرت کو طلب کرو کیونکہ اللہ نے دنیا اور جو چیز اس سے بہتر ہے(یعنی آخرت)دونوں کی مثال اپنے اس ارشاد میں فرمائی ہے:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا۔(الکہف:۴۵)

(ترجمہ) اور آپ ان لوگوں سے دنیوی زندگی کی حالت بیان فرمائیے،کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسادیا ہو۔تو اس سے زمین کا سبزہ خوب گھنا ہوگیا،پھر وہ ایسا ریزہ ریزہ ہوا کہ اسے ہوائیں اڑا لے جاتی ہیں۔اور اللہ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔

(عثمانؓ ذوالنورین بحوالہ طبری ج ۴ ص ۲۴۳)

شہادت: آپ کی مدّتِ خلافت بارہ سال کی ہے باغیوں نے انچاس (۴۹) دن تک آپ کے مکان کا محاصرہ کئے رکھا۔آخر ۱۸/ذوالحجہ ۳۵ھ کو شہید کر دیا جبکہ آپ کے سامنے قرآن کھلا ہوا تھا اور آپ تلاوت فرما رہے تھے۔آپ کی مزار مبارک بقیع میں ہے۔رضی اللہ عنہ ونوراللہ مرقدہٗ۔(طبقات کبریٰ)

امیر المومنین سیدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ المتوفیٰ ۴۰ھ

نام ونسب: علی نام،ابوالحسن اور ابوتراب کنیت،حیدر(شیر)لقب،والد محترم کا اسم گرامی ابوطالب،دادا کا نام عبدالمطلب ہے۔پس عبدالمطلب پر ہی آپ کا نسب رسول اکرم ﷺ سے مل جاتا ہے۔والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت رسول اکرم ﷺ کی بعثت سے دس برس پہلے ہوئی۔

امانت و دیانت: چونکہ آپ امین صادق حضور اکرم ﷺ کے تربیت یافتہ تھے،اس لیے ابتداء ہی سے آپ صفت امانت سے متّصف تھے۔آنحضرت ﷺ کے پاس قریش کی امانتیں جمع رہتی تھیں۔جب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو ان امانتوں کی واپسی کی خدمت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی۔

زہد وقناعت: ایام خلافت میں بھی زہد کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا اور آپ کی زندگی میں کوئی فرق نہ آیا۔موٹا جھوٹا لباس اور روکھا پھیکا کھانا آپ کے لیے دنیا کی سب سے بڑی نعمت تھی۔

عبادت وریاضت: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

کان ما علمت صواما قواما۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ بڑے روزہ دار عبادت گزار تھے۔

زبیر ابن سعید قریشی کہتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لَمْ اَرَهَا شِمِيًّا قَطُّ كَانَ اَعْبَدَ اللّٰهِ مِنْهُ۔ میں نے کسی ہاشمی کو نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ اللہ کا عبادت گزار ہو۔

انفاق فی سبیل اللہ: حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ گو دنیاوی دولت سے تہی دامن تھے لیکن دل غنی تھا۔ کبھی کوئی سائل آپ کے در سے ناکام واپس نہیں ہوا۔

تواضع: سادگی، تواضع و انکسار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خاص صفات تھیں۔ اپنے ہاتھ سے محنت و مزدوری کرنے میں کوئی عار نہ تھا لوگ مسائل پوچھنے آتے تو آپ کبھی جوتا ٹانکتے، کبھی اونٹ چراتے تو کبھی زمین کھودتے ہوئے پائے جاتے۔ مزاج میں بے تکلفی اتنی تھی کہ فرش خاک پر بے تکلف سو جاتے۔

ایام خلافت میں بھی یہ سادگی قائم رہی۔ چھوٹی آستین اور اونچے دامن کا کرتہ پہنتے اور معمولی کپڑے کی تہبند باندھتے۔ (سیر صحابہ ج ۱ ص ۳۳۲)

شجاعت: شجاعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مخصوص وصف تھا جس میں کوئی معاصر آپ کا حریف نہ تھا آپ جس غزوات میں شریک ہوئے سب میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے۔

آپ کے ارشادات

آپ فرماتے دنیا مردار ہے، پس جو دنیا سے کچھ لینا چاہے تو چاہئے کہ کتوں کے ساتھ بود و باش کو برداشت کرے۔

علامہ شعرانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں دنیا سے مراد وہ دنیا ہے جو حاجت شرعیہ سے زائد ہو وہ نہیں جسکی ضرورت داعی ہو۔ اور یہ اس لئے ہے کہ فضول دنیا شہوت ہے اور اہل شہوت دنیا میں کثیر ہیں۔ اور یہ مشاہدہ ہے کہ دنیا کے

لئے مزاحمت کے موقع پر زاہد نظر نہیں آتے (بلکہ اہل شہوات ہی باہم مزاحمت کرتے نظر آتے ہیں) اور فضول دنیا کے طالب کا نام کلب (کتّا) اس لئے رکھا جاتا ہے کہ اس کا قلب اس کے ساتھ متعلق رہتا ہے۔ اور کلب تکلّب سے ماخوذ ہے۔ اور ہر وہ شخص جس کے لئے اسکی شہوت کا ترک دشوار ہو تو وہ اس شہوت کا کلب یعنی کتّا ہے خوب سمجھ لو۔ پس جس نے بھی کھانے اور پہننے میں توسّع کیا تو سمجھ لو اس کی وجہ قلّت ورع ہے۔ اور شارع نے ہم کو شہوات میں توسّع کا امر نہیں فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

فرماتے تھے مجھ سے مومن ہی محبت کرتا ہے اور منافق تو مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

ف: اس میزان پر اپنے ایمان کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ انسان کے بالغ ہونے اور اپنے آپ کی معرفت حاصل ہونے کے بعد مرنا اسکے بچپنے میں مرنے سے کہیں بہتر ہے۔ اگر چہ جنّت میں بغیر حساب کے داخل کر دیا جائے۔

ف: سبحان اللہ، کیا ہی خوب حکمت و معرفت کی بات ارشاد فرمائی۔ (مرتّب)

فرماتے تھے جو اللہ تعالیٰ کے متعلق سب سے زیادہ علم رکھتا ہو گا تو لا الہ الا اللہ والوں کی (یعنی مومنین کی) تعظیم و محبت میں بھی سب سے زیادہ ہو گا۔

فرماتے تھے کہ تم لوگ عمل سے زیادہ عمل کی قبولیت کا اہتمام کرو اور قبولیت تقویٰ سے حاصل ہو گی۔ پس جو عمل تقویٰ کے ساتھ ہو گا وہ فی الحقیقت قلیل نہیں بلکہ کثیر ہے۔ اور کیونکر قلیل ہو گا جبکہ وہ عند اللہ تقویٰ کی شمولیت کی وجہ سے قبولیت کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شرف حاصل کر چکا ہے۔

فرماتے تھے کہ بندے کو چاہئے کہ اپنے رب کے سوا کسی سے امید نہ رکھے اور گناہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرے۔

ف: سبحان اللہ، اللہ کے بندوں کو کیسی کام کی نصیحت فرمائی جو حضرت علیؓ ہی فرما سکتے تھے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جاہل کو اپنی نہ جانی ہوئی بات کے متعلق سوال کرنے سے شرم نہ کرنی چاہئے۔ اور عالم کو بھی چاہئے کہ جو مسئلہ معلوم نہ ہو اس کے متعلق "اللہ اعلم" (اللہ زیادہ جاننے والا ہے) کہنے سے حیاء نہ کرے۔

اور آپ فرماتے تھے کہ مجھے سب سے زیادہ خوف اتباعِ ہویٰ اور طولِ امل سے ہے (یعنی لمبی لمبی امیدیں) اس لئے کہ اتباعِ ہویٰ سے آدمی حق سے ہٹ جاتا ہے۔ اور طولِ امل سے آخرت کو بھول جاتا ہے۔

فرماتے تھے کہ پورا فقیہ وہ ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ کرے، اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نڈر بھی نہ کردے اور اللہ تعالیٰ کی معاصی میں ڈھیل نہ دے اور قران پاک کے غیر کی طرف متوجہ ہو کر قرآن کو نہ چھوڑے۔

ف: اس لئے کہ قرآن پاک سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اس عبادت میں خیر نہیں جس میں علم نہ ہو، اور اس علم میں خیر نہیں جس میں فہم نہ ہو، اور اس قرأت میں خیر نہیں جس میں تدبّر نہ ہو۔

فائدہ: قران پاک میں تدبّر کا اللہ تعالیٰ نے امر فرمایا ہے، اس لئے یہ امر قابل اعتناء ہے۔ پس امت اس سے تاقیامت مستغنی نہیں ہو سکتی۔ مگر افسوس کہ آج عام

طور پر اس سے غفلت برتی جا رہی ہے۔ (مرتب)

آپ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا تو اس کو سامنے رکھ کر فرمایا کہ یقیناً تو خوشبودار ہے، خوش رنگ ہے، خوش مزہ ہے، لیکن میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ جس چیز کا ابتک عادی نہیں تھا اب اسکا اپنے کو عادی بناؤں چنانچہ اس فالودہ کو تناول نہ فرمایا۔

اور آپ نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد کھانا نہ کھایا۔

ف: سبحان اللہ، باہم اس قدر محبت و تعلق تھا کہ آپ کی شہادت سے اتنا حزین و غمگین ہوئے کہ باقاعدہ کھانا تناول نہ فرمایا۔ (مرتب)

اور آپ اپنی قمیص میں پیوند لگا لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ پیوند دار کپڑے کے پہننے سے قلب میں خشوع پیدا ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی غرض ہے کہ اہل ایمان اس کی اقتداء کریں گے۔

آپ موسم سرما میں سردی برداشت کرتے تھے یہاں تک کہ سردی کی وجہ سے آپ پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی۔ مگر جب آپ سے کہا گیا کہ بیت المال سے کوئی چادر کیوں نہیں لیتے، اس لئے کہ بیت المال میں کافی وسعت ہے، تو ارشاد فرمایا کہ اپنے لئے مسلمانوں کے بیت المال سے کچھ لے کر کمی کا سبب نہ بنونگا۔

فائدہ: سبحان اللہ، دنیا سے کس قدر زُہد اور خلق اللہ پر کتنا ترحم تھا کہ بیت المال سے ایک چادر بھی لینا گوارا نہ فرمایا، جو ان کی توکّل و تقویٰ پر بین ثبوت ہے۔ پس جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف رائے وعقیدہ رکھتا ہے وہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔ (مرتب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فرماتے تھے کہ تقویٰ یہ ہے کہ معصیت پر اصرار نہ کرے اور اپنی طاعت اور عبادت کی وجہ سے غرور میں نہ پڑے ۔

آپ کو دنیا اور اس کی شادابی سے وحشت ہوتی تھی ، اور رات اور اسکی ظلمت سے انس رکھتے تھے ۔

آپ اہل دین اور مساکین سے محبت فرماتے تھے ۔ دنیا کو خطاب کر کے فرماتے تھے کہ اے دنیا! تو میرے علاوہ اور کسی کو دھوکے میں ڈال ، اس لئے کہ تجھ کو میں تین طلاق دے چکا ہوں ۔ اسلئے کہ تیری عمر کوتاہ ہے اور تیری مجلس حقیر ہے اور تیرا خطرہ عظیم ہے ۔

فرماتے : آہ آہ ! زادِ قلیل ہے ، سفر بعید ہے اور راستہ وحشتناک ہے

فرماتے کہ سب سے مشکل اعمال تین ہیں : (۱) اپنے نفس سے حق کو دلانا ۔ (۲) ہر حال میں اللہ کو یاد کرنا اور (۳) مال میں اپنے بھائی کی مواساۃ (رعایت) کرنا ۔

فرماتے تھے کہ جب دنیا تم کو ملے تو زیادہ خوشی نہ مناؤ ، اور اگر کچھ فوت ہو جائے تو حزن وغم کی وجہ سے مایوس نہ ہو بلکہ تمہاری فکر و ہمت بعد الموت کے معاملہ میں ہونی چاہئے ۔ (طبقات)

فرماتے تھے کہ لوگ سورہے ہیں ، جب مریں گے اس وقت بیدار ہونگے ۔

فرماتے تھے کہ اگر عالم غیب کے پردے ہٹادئے جائیں تو میرے یقین میں زیادتی نہ ہوگی ۔

نیز فرماتے تھے کہ جس نے اپنے کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا ۔

فائدہ : عربی میں یوں عبارت ہے ۔ "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ" یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا تو اس نے اپنے رب کو پہچان لیا ۔ (مرتب)

فرماتے تھے اس شخص کو نہ دیکھو جسکا کلام ہے بلکہ خود کلام کو دیکھو کہ کیسا ہے؟

فرماتے تھے کہ احسان زبان کو قطع کر دیتا ہے (یعنی محسن کے خلاف بولنے سے گونگا ہوجاتا ہے) ۔

فرماتے تھے کہ جب دشمن پر قابو پاجاؤ تو اس قابو پانے کا شکریہ ہے کہ اس کا قصور معاف کردو ۔

ف : سبحان اللہ ، کیسی عمدہ نصیحت ہے ۔ بندہ جب اللہ کے بندوں کا قصور معاف کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسکی خطاؤں کو معاف فرمادیں گے ۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ علم ادنیٰ کو اعلیٰ کردیتا ہے اور جہل اعلیٰ کو ادنیٰ بنادیتا ہے ، علم مال سے بہتر ہے ۔ کیونکہ علم تمہاری حفاظت کرے گا اور مال کی حفاظت تم کو خود کرنی پڑیگی ۔

ف : مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اس پر اپنے رسالہ "علم کی ضرورت" میں مفصل کلام فرمایا ہے ۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ ایمان کی علامت یہ ہے جہاں سچ بولنے سے نقصان کا اندیشہ ہو وہاں بھی سچ بولے ۔

آخری وصیت میں فرمایا کہ اے لوگو! اللہ کی توحید پر قائم رہنا کسی کو اللہ کا شریک نہ بنانا اور رسول اکرم ﷺ کی سنت پر عمل کرنا ، اگر یہ دونوں کام تم نے کر لئے تو ہر برائی تم سے دور رہے گی ۔ توحید وسنّت دین کے دوسُتون ہیں اور راہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہدایت کے دو مشعل تاباں ہیں۔

اقوال حکمت

تقاضائے قلب ہے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کے زریں اقوال، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمتہ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق کتاب ''المرتضیٰ'' سے نقل کروں جس کی معنویت و افادیت پر دلالت کے لئے ان کی حضرت علی المرتضیٰؓ کی نسبت ہی کافی ہے چنانچہ ''المرتضیٰ'' میں مذکور ہے کہ:

علمائے متأخرین میں شیخ محمد عبدہ نے بھی ''نہج البلاغہ'' کی شرح لکھی اور ادبی و تعلیمی حلقوں کو اس کی اہمیت اور اس سے استفادہ کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔ اس سے اس کے ساتھ اعتناء اور اہتمام بڑھ گیا۔

۱۔ قیمة کل امرئٍ ما یحسنه — ہر انسان کی قیمت اس کے کام سے لگائی جاتی ہے جس کو وہ (دوسروں کے مقابلہ میں اور اپنے دوسرے کاموں کے مقابلہ میں) بہتر طریقہ پر انجام دیتا ہے (انسان کی قیمت اس کے خاص ہنر سے لگائی جاتی ہے)

۲۔ کلموا الناس علیٰ قدر عقولهم۔ اتحبون ان یکذّب اللّٰه ورسوله — لوگوں سے انکی ذہنی سطح اور فہم کے مطابق بات کرو۔ کیا تمہیں پسند ہے کہ کوئی (اپنے فہم اور ادراک سے بالا ہونے کی وجہ سے) اللہ اور اسکے رسول کو جھٹلائے۔

۳۔ احذر صولة الکریم اذا جاع، وصولة اللئیم اذا شبع۔ — ایک شریف آدمی اس وقت بے قابو ہوتا ہے جب بھوکا ہو، اور ایک پست فطرت انسان اس وقت بے قابو اور جامہ سے باہر ہوتا ہے جب شکم سیر ہو (اور اس کو کسی کی ضرورت نہ ہو۔)

۴۔ اجمعوا ھٰذا القلوب والتمسوا لها طرف الحکمة فانها تملّ کما تمل الابدان۔ — ان دلوں کو بھی آرام دو، ان کے لئے حکمت آمیز لطیفے تلاش کرو، کیونکہ جسموں کی طرح دل بھی تھکتے اور اکتا جاتے ہیں۔

۵۔ النفس موثرة للهوىٰ، آخذة بالهوینی، جامحة الی اللهو، امّارة بالسّوء، مستوطنة للفجور، طالبة للراحة، نافرة عن العمل، فان اکرهتها انضیتها وان اهملتها اردیتها۔ — نفس خواہشات کو ترجیح دیتا ہے، سہل اور سست راہ اختیار کرتا ہے، تفریحات کی طرف لپکتا ہے، برائیوں پر ابھارتا ہے بدی اس کے اندر جاگزیں رہتی ہے، راحت پسند ہے، کام چور ہے، اگر اسکو مجبور کروگے تو لاغر ہو جائے گا اور اگر چھوڑ دوگے تو ہلاک ہو جائیگا۔

۶۔ الا لا یرجونّ احد کم الا ربهٗ، ولا یخافن الا ذنبه، ولا یستحی احد کم اذا لم یعلم ان یتعلم واذا سئل عما لم یعلم ان یقول لا اعلم۔ — خبردار! اللہ کے سوا قطعاً تم میں سے کوئی کسی سے امید نہ قائم کرے، اپنے گناہوں کے سوا کسی بات سے نہ ڈرے، اگر کوئی چیز نہ آتی ہو تو سیکھنے سے شرم نہ محسوس کرے۔ اور اگر اس سے کوئی ایسی بات دریافت کی جائے جسکو نہ جانتا ہو تو کہہ دے، مجھے معلوم نہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۷۔ الفقر يُخرِس الفَطِن عن حجته والمقل غريب في بلدته — غربت ذہانت کو کند کر دیتی ہے ایک غریب آدمی اپنے وطن میں رہ کر بھی پردیسی ہوتا ہے۔

۸ العجز آفة والصبر شجاعة والزهد ثروة والورع جُنّة۔ — ناداری آفت ہے، صبر بہادری ہے، زہد خزانہ ہے، خوف خدا ڈھال ہے

۹۔ الآداب حلل مجدّدة والفكر مرآة صافية۔ — اخلاق وآداب ایسے جوڑے ہیں جو باربار نئے نئے پہنے جاتے ہیں، ذہن ایک صاف وشفاف آئینہ ہے۔

۱۰۔ اذا اقبلت الدنيا على احد اعارته محاسن غيره واذا ادبرت عنه سلبته محاسن نفسه۔ — جب کسی کا اقبال ہوتا ہے تو دوسروں کی خوبیاں بھی اس سے منسوب کر دی جاتی ہیں۔ اور جب زوال آتا ہے تو اس سے اسکی ذاتی خوبیوں کا بھی انکار کر دیا جاتا ہے۔

۱۱۔ ما اضمر احد شيئا الاظهر في فلتات لسانه وصفحات وجهه۔ — جب کوئی بات آدمی دل میں پوشیدہ رکھتا ہے تو زبان سے اسکے اشارے مل جاتے ہیں، چہرہ کے اتار چڑھاؤ سے معلوم ہوجاتا ہے۔

۱۲۔ لاتكن عبد غيرك وقد جعلك الله حرا۔ — اپنے علاوہ کسی کے غلام مت بنو، جب کہ اللہ نے تم کو آزاد پیدا کیا ہے۔

۱۳۔ ایاك والاتكال على المُنىٰ فانها بضائع النوكى۔ — جھوٹی تمناؤں پر بھروسہ کرنے سے بچتے رہو۔ تمنائیں بےوقوفوں کا سرمایہ ہیں۔

۱۴۔ الا انبئكم بالعالم كل العالم من لم يزين لعباد الله معاصى الله، ولم يؤمنهم مكره ولم يؤئسهم من روحه۔ — تم کو بتاؤں کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ وہ جو بندگانِ خدا کو معصیت کی باتیں حسین بنا کر نہ دکھائے اور خدا کی کاروائی سے بے خطر نہ رکھے اور اسکی رحمت سے مایوس بھی نہ کرے۔

۱۵۔ الناس نيام اذا ماتوا انتبهوا۔ — لوگ محوِ خواب ہیں، جب مریں گے تو ہوش آجائے گا۔

۱۶۔ الناس اعداء ما جهلوا۔ — لوگ جن باتوں کو نہیں جانتے ان کے دشمن ہوجاتے ہیں۔

۱۷ الناس بزمانهم اشبه منهم بآبائهم۔ — لوگ اپنے آباء واجداد سے زیادہ اپنے زمانہ کے مشابہ ہوتے ہیں (یعنی لوگوں پر وقت اور ماحول کا اثر زیادہ پڑتا ہے)

۱۸۔ المرء مخبوء تحت لسانه۔ — انسان اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے (یعنی جب تک آدمی بولے نہیں اسکی علمیت اور حقیقت پوشیدہ رہتی ہے)

بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ،

تا مرد سخن نگفتہ باشد   عیب و ہنرش نہفتہ باشد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۹۔ ماھلك امرء عرف قدره۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس کیلئے کوئی بڑا خطرہ یا دھوکہ کا اندیشہ نہیں۔

۲۰۔ رُبّ كلمة سلبت نعمة۔ کبھی زبان سے نکلا ہوا ایک لفظ نعمتوں کو چھین لیتا ہے۔ (المرتضیٰ ص ۲۸۸ تا ۲۹۳)

ف: یقیناً یہ بیش قیمت زریں اقوال ہزاروں اقوال پر وزنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام لوگوں کے لئے ان کا مطالعہ موجب عبرت ونصیحت اور سبب ازدیادِ حکمت وبصیرت ثابت فرمائے آمین ! وماذالك على الله بعزيز۔

شہادت: آپ تین دن کم پانچ سال تخت خلافت پر متمکن رہے آخر ۱۸ رمضان ۴۰ھ کو جام شہادت نوش فرمایا اور آپ پر خلافت راشدہ کا دور تمام کو پہنچا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، اور کوفہ کے قریب مقام نجف میں مدفون ہوئے۔ رضی اللہ عنہ ونور اللہ مرقدہ۔ (ماخوذ از خلفاء راشدین)

خلفائے راشدین کے فضائل ومناقب

ف: جن اصحابِ قدسیہ کے ارشادات ہم نے اب تک نقل کئے ہیں یہ وہ حضرات ہیں جو صحابہ کرام کی جماعت میں بھی افضل ترین ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ اور یہ مقدس ترین اصحابِ امّت ہیں جو خلفائے راشدین کے لقب سے ملقب ہیں۔ اور یہ ان سعداء میں سے ہیں جن کو اسی عالم میں جنّت کی بشارت سنادی گئی ہے اور یہ وہ عالی مقام بزرگانِ دین ہیں جن کی اقتداء کو مقتدائے انام سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ارشاد: "فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ کے ذریعہ واجب قرار دیا ہے۔ یعنی اختلاف کثیر کے زمانہ میں میری سنت اور میرے

ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا۔ پس ظاہر ہے ہمارے اس اختلاف کثیر وفساد عام کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنتوں پر عمل کرنے کی کیسی کچھ ضرورت ہے۔ اور یہ شرط فقط خلفائے راشدین ہی کو نہیں بلکہ ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرامؓ کو بھی حاصل ہے۔ چنانچہ متعدد احادیث میں ان سب کو قابل اقتداء فرمایا گیا ہے۔ چناچہ یہ حدیث تو بہت ہی مشہور ہے۔

مرقاۃ میں حضرت ملّا علی قاریؒ حضرت حسن کے قول کَیْفَ نُصْلِحُ کے تحت لکھتے ہیں:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔	میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں۔ ان میں سے جنکی بھی اقتداء کروگے ہدایت یاب ہوجاؤ گے۔

مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات آپؐ کے فیض صحبت سے صرف صاحب اہتداء ہی نہیں بلکہ قابل اقتداء ہو چکے ہیں۔ محض سالکین راہ ہی نہیں بلکہ میر کارواں وخضرِ راہ بننے کے لائق ہو گئے ہیں۔ پس جو بھی ان کے نقش قدم پر چلے گا ضرور بالضرور منزلِ مقصود تک پہونچ جائے گا۔

دوسری حدیث ملاحظہ ہو:۔

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَثَلُ اَصْحَابِیْ فِیْ اُمَّتِیْ كَالْمِلْحِ فِی الطَّعَامِ لَا یَصْلُحُ الطَّعَامُ اِلَّا بِالْمِلْحِ، قَالَ الْحَسَنُ فَقَدْ ذَهَبَ مِلْحُنَا فَكَیْفَ نَصْلُحُ۔	حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں میرے اصحاب کی مثال نمک جیسی ہے کہ کھانا نمک کے بغیر ٹھیک نہیں ہوتا، یہ حدیث سن کر حضرت حسن نے کہا کہ جب ہمارا نمک ہی نہ رہا تو پھر ہم کیسے درست ہونگے۔ (رواح فی شرح السنۃ مشکوٰۃ)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مرقات میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسن کے قول ''کیف نصلح'' کے تحت لکھتے ہیں:

قُلْتُ نَصْلُحُ بِكَلَامِهِمْ وَرِوَايَاتِهِمْ وَمَعْرِفَةِ مَقَامَاتِهِمْ وَحَالَاتِهِمْ وَبِالْاِقْتِدَاءِ بِاَخْلَاقِهِمْ وَصِفَاتِهِمْ فَاِنَّ الْعِبْرَةَ بِهٰذِهِ الْاَشْيَاءِ دُوْنَ صُوَرِهِمْ وَذَوَاتِهِمْ۔

(ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں کہ ہم اصلاح ان کے کلام وروایات کے ذریعہ کریں گے اور انکے مقامات وحالات کی معرفت اور انکے اخلاق وصفات کی اقتداء کے ذریعہ کریں گے، اس لئے کہ اعتبار تو انہی چیزوں کا ہے نہ کہ انکی صورتوں واشخاص کا۔

چنانچہ خود علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطبہ کتاب میں فرمایا کہ:

فَاِنَّ صُوَرَ الْمُعْتَقَدَاتِ اِذَا ظَهَرَتْ وَحَصَلَتْ لَا يُحْتَاجُ اِلٰى مُشَاهَدَةِ صُوَرِ الْاَشْخَاصِ

جب معتقدات کی صورت ظاہر ہو جائے اور کسی کو حاصل ہو جائے تو پھر اشخاص کی صورتوں کو دیکھنے کی حاجت باقی نہیں رہ جاتی۔ (خطبہ کتاب ص ۳)

ف: ان دو بزرگوں نے کیسی حقیقت آشکارا فرمائی کہ اصل شے سلف صالحین کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔ اگر یہ چیز حاصل ہے تو پھر ان کی صورتوں کو نہ دیکھنا کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو فقہائے صحابہؓ میں ایک امتیازی شان رکھتے ہیں، وہ صحابہؓ کے بارے میں نہایت بلیغ وشاندار الفاظ میں فرماتے ہیں کہ:

مَنْ كَانَ مُتَاَسِّيًا فَلْيَتَاَسَّ بِاَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاِنَّهُمْ اَبَرُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قُلُوْبًا وَاَعْمَقُهَا عِلْمًا وَاَقَلُّهَا تَكَلُّفًا وَاَقْوَمُهَا هَدْيًا وَاَحْسَنُهَا حَالًا قَوْمٌ اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ بِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَاِقَامَةِ دِيْنِهٖ فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْا اٰثَارَهُمْ فَاِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ۔

جو شخص اقتداء کرنا چاہے تو اسکو چاہئے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرے کیونکہ یہ حضرات اس امت میں سب سے زیادہ قلوب کے اعتبار سے پاک، اور علم کے اعتبار سے گہرے اور تکلف و بناوٹ سے الگ اور عادات کے معتدل اور حالات کے اعتبار سے بہتر ہیں۔ یہ وہ قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نبیؐ کی صحبت اور دین کی اقامت کیلئے پسند فرمایا ہے تو تم ان کی قدر کو پہچانو اور انکے نقشِ قدم پر چلو۔ کیونکہ یہی لوگ صراطِ مستقیم پر ہیں۔ (شرح عقیدہ سفارینی ۲ ص ۲۸۰)

اور ابو داؤد طیالسیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ ﷺ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فاصطفاه لنفسه فَابْتَعَثَهٗ بِرِسَالَتِهٖ ثُمَّ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَوَجَدَ قُلُوْبَ اَصْحَابِهٖ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ

اللہ تعالیٰ نے اپنے سب بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی، تو محمد ﷺ کے قلب کو ان کے قلوب سے بہتر پایا تو ان کو اپنی رسالت کے لئے چن کر مبعوث فرمایا، پھر قلب محمد ﷺ کے بعد دوسرے قلوب پر نظر فرمائی تو اصحاب محمدؐ کے قلوب کو تمام بندوں کے قلوب سے بہتر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فَاخْتَارَهُمْ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ۔ (سفارینی شرح الدرۃ)

پایا تو ان کو اپنے نبی ﷺ کی صحبت کیلئے پسند کرلیا۔

مسند بزاز میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ اِخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ سِوَی النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاخْتَارَ لِیْ مِنْ اَصْحَابِیْ اربعة یعنی ابابکر و عمر و عثمان و علیا فجعلهم اصحابی و قال فی اصحابی کلهم خیر۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کے علاوہ تمام دنیا کے انسانوں میں میرے صحابہؓ کو چن لیا ہے، اور میرے صحابہؓ میں چار آدمیوں کو خاص میرے لئے چن لیا ہے، یعنی ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کو۔ ان لوگوں کو میرا خصوصی صحابی بنا دیا ہے اور آپ نے فرمایا کہ میرے تمام ہی صحابی میں خیر و بھلائی ہے۔

اور عویم بن ساعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اِخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَ لِیْ اَصْحَابِیْ فَجَعَلَ مِنْهُمْ وَزَرَاءَ وَاَخْتَانًا وَاَصْهَارًا فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

بیشک اللہ نے مجھ کو منتخب فرمالیا اور میرے لئے میرے صحابہؓ کو چن لیا، پھر ان میں سے بعض کو وزیر بعض کو داماد اور سسرالی رشتہ دار بنایا۔ لہٰذا جو شخص ان کو برا کہیگا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے

وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا

اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نہ فرض عبادت قبول کریگا اور نہ نفل قبول کریگا۔

(تفسیر قرطبی، سورۂ فتح مجمع الزوائد ص ۱۰، ۱۲)

حضرت عرباض ابن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ فَيَرٰی اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَ اِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہیگا تو بہت اختلاف دیکھے گا۔ لہٰذا تم لوگوں پر لازم ہے کہ میری سنت کو اور خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرو، اس کو دانتوں سے مضبوط تھاموں اور نو ایجاد اعمال سے پرہیز کرو۔ کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (رواہ الامام احمد وابو داؤد والترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی حدیث حسن صحیح۔ وقال ابو نعیم حدیث جید صحیح۔ از سفارینی ص ۲۸۰)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت کی طرح خلفائے راشدین کی سنّت کو بھی واجب الاتباع اور فتنوں سے نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے، اسی طرح دوسری متعدد احادیث اور متعدد صحابۂ کرامؓ کے نام لیکر مسلمانوں کو ان کی اقتداء و اتباع اور ان سے ہدایت حاصل کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ یہ روایات سب کتب حدیث میں موجود ہیں۔ (مقام صحابہؓ، مؤلفہ مولانا محمد شفیع صاحبؒ ص ۵۸، ۶۱)

فضائل الصحابہؓ مؤلفہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مقدمہ میں خطیب کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

الکفایہ کے حوالہ سے حضرت ابو ذرعہ کی یہ روایت مذکور ہے جس کو مناسب مقام ہونے کی وجہ سے نقل کرتا ہوں۔ وھو ھٰذا:۔

قَالَ اَبُو ذَرْعَةَ اِذَا رَاَيْتَ الرَّجُلَ يَنْقُصُ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ زِنْدِيْقٌ۔ وَذٰلِكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ حَقٌّ وَاِنَّمَا رَوٰى اِلَيْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَالسُّنَنَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَاِنَّمَا يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّجْرَحُوْا شُهُوْدَنَا لِيُبْطِلُوا الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ وَالْجَرْحُ بِهِمْ اَوْلٰى وَهُمْ زَنَادِقَةٌ۔

(مقدمہ فضائل الصحابہؓ ص۶)

حضرت ابو ذرعہ نے فرمایا کہ جب کسی شخص کو دیکھو کہ رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی کی تنقیص کرتا ہے تو یقین کرلو کہ وہ زندیق ہے۔ اور یہ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ حق ہیں، اسی طرح قران پاک حق ہے اور ہم تک قران وسنّت کو رسول اللہ ﷺ کے اصحابؓ نے ہی پہنچایا ہے۔ تو بد دین لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے گواہوں کو مجروح کرکے کتاب و سنّت کو باطل قرار دیں۔ تو خوب سمجھ لو کہ یہی لوگ جرح کے زیادہ مستحق ہیں، اس لئے کہ یہ لوگ زندیق ہیں۔ (مرتب)

حضرت سیدنا طلحہ ابن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۳۶ھ

نام،نسب خاندان: طلحہ نام، ابومحمد کنّیت، والد کا نام عبید اللہ اور والدہ کا نام صعبہ تھا۔ آپؓ کا سلسلۂ نسب مرہ بن کعب کے واسطہ سے چھٹی ساتویں پشت میں حضرت سرورِ کائنات ﷺ سے مل جاتا ہے۔ (سیر الصحابہ ج۲ ص۱۰۴)

آپ قدیم الاسلام صحابی اور عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو جنگ احد میں حضور ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ اور اپنے ہاتھ اور جان سے حضور ﷺ کی حفاظت کی۔ یہاں تک کہ آپ کا ہاتھ شل ہوگیا اور جسم میں چوبیس زخم لگے تھے۔ اور ان کا نام حضور ﷺ نے طلحۃ الخیر رکھا تھا، آپ کا خرچ روزانہ ایک ہزار کا تھا، ایک دن آپ نے ایک لاکھ صدقہ کیا جبکہ آپ خود مسجد جانے کے لئے ایک کپڑے کے محتاج تھے مگر اپنے لئے کوئی قمیص نہیں خریدا۔

ارشادات: آپ فرماتے تھے کہ وہ آدمی دھوکے میں ہے جو اپنے گھر میں دنیا رکھ کر رات گزارتا ہے اور نہیں جانتا کہ رات میں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کون سی آفت آجائے۔ پس آپ کا حال یہ تھا کہ جب آپ کے پاس دینار ہوتے تو آپ کو نیند نہ آتی یہاں تک کہ صبح کو تقسیم نہ فرمالیتے۔ (طبقات)

اعیان الحجاج میں ہے کہ آپ کی اہلیہ سعدیٰ کا بیان ہے کہ ایک دن وہ گھر میں آئے تو ان کا چہرہ نہایت غمگین تھا، میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ فرمایا میرے پاس جو مال ہے بہت ہوگیا ہے اسی وجہ سے مجھے بہت اضطراب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے۔ میں نے کہا، تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے، اس کو تقسیم کر دیجئے۔ یہ سنتے ہی انھوں نے کُل مال محتاجوں میں تقسیم کروا دیا۔ ایک درہم بھی باقی نہیں چھوڑا۔ آپ کے خازن (خزانچی) کا بیان ہے کہ یہ مال چار لاکھ درہم تھا۔

ف: حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے خوف وخشیت کا یہ حال رفیعہ تھا کہ اتنی کثیر رقم پر رات گزارنا گوارا نہ فرمایا۔ اور ان سے بڑھ کر ان کی اہلیہ محترمہ حضرت سعدیٰ رضی اللہ عنہا کا حال تھا کہ انھوں نے اس قدر کثیر مال کے خرچ کرنے پر رضا کا اظہار کیا۔ یقیناً حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ تو سعید تھے ہی ان کی اہلیہ حضرت سعدیٰ رضی اللہ عنہا بھی اسم با مسمیٰ (بہت نیک بخت) تھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مردوں اور عورتوں کو اس کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے: سَخَّرَ الْاِلٰهُ اُنَاسًا لِسَعِيْدٍ فَكُلُّهُمْ سُعَدَاءُ (یعنی اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو کسی سعید کے لئے مسخر کر دیتے ہیں تو کُل کے کُل سعید (نیک بخت) ہوتے ہیں۔ (دلیل الفالحین) (مرتب)

وفات: ۳۶ھ میں جنگ جمل میں شہید ہوئے۔ آپ کی قبر بصرہ میں نمایاں ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (اعیان الحجاج)

حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ المتوفی ۳۶ھ

نام، نسب، خاندان: زبیر نام، والد کا نام عوّام اور والدہ کا نام صفیہ۔ حضرت زبیرؓ کا سلسلۂ نسب قصی بن کلاب پر آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے۔ (سیر الصحابہ، ج۲ ص ۸۲)

آپ کی وفات کے وقت آپ پر بہت زیادہ قرض تھا۔ لوگوں نے کہا کہ ادائے قرض کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے اپنی اولاد سے فرمایا کہ جب مشکل پیش آئے تو یوں دعا کرنا ''يَامَوْلَى الزُّبَيْرِ اقْضِ دَيْنَهٗ'' (اے زبیر کے مولا! زبیر کے قرض کو ادا فرما دے) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کل قرضوں کو ادا فرما دیا، اور اس کی مقدار بائیس لاکھ تھی۔

حضرت زبیرؓ کا ایک چچا تھا جو ان کو چٹائی میں لپیٹ کر لٹکا دیتا تھا اور آگ کے ذریعہ دھواں دیتا تھا اور کہتا تھا کہ کفر کی طرف لوٹ جاؤ، تو حضرت زبیرؓ فرماتے کہ اب میں کفر کبھی بھی اختیار نہیں کر سکتا۔

آپ کے پاس ایک ہزار غلام تھے جو ہر روز کما کر آمدنی آپ کو دیتے مگر آپ ان سب کو اسی مجلس میں صدقہ کر دیتے اور ایک درہم بھی لیکر نہ اٹھتے۔

آپ بھی عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں، نیز قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وفات: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت ۳۶ھ میں جنگِ جمل میں ہوئی۔ اور اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث سنائی کہ زبیرؓ کے قاتل کو جہنم کی بشارت سناؤ۔ (اعیان الحجاج ص ۴۸)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیّدنا سَعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہا المتوفی ۵۵ھ

نام،نسب،خاندان: سعد نام،والد کا نام مالک،والدہ کا نام حمنہ اور کنیت ابو وقاص ہے۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ رشتہ میں آپ ﷺ کے ماموں تھے۔حضرت سرورِ کائنات ﷺ نے خود بھی بارہا اس رشتہ کا ذکر فرمایا تھا۔ (سیر الصحابہ جلد نمبر ۲ ص:۱۳۷)

آپ بھی عشرۂ مبشرہ اور اولین مسلمانوں میں سے ہیں۔آپ پہلے عربی ہیں جس نے اللہ کی راہ میں دشمن پر تیر چلایا۔حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

آپ بھی مسلمانوں کے اختلاف کے وقت کسی فریق کے ساتھ نہ تھے اور ان کی یہ روش ایسی پسندیدہ روش تھی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بھی اس پر بعد میں رشک کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر بالفرض یہ کنارہ کشی گناہ بھی ہو تو معمولی گناہ ہے۔لیکن اگر وہ نیکی ہے تو بہت بڑی نیکی ہے۔ (اعیان الحجاج)

آپ کے اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان کچھ نزاع ہوگئی تھی ایک شخص حضرت خالدؓ کی شکایت لے کر آپ کی خدمت میں گیا،تو ارشاد فرمایا کہ آپس میں ہماری جو منازعت ہے اس کا اثر ہمارے دین پر نہیں پڑا ہے اس لئے تم جاؤ،ایسی باتیں نہ کرو۔

فائدہ: آج اس طریقہ کو اگر ہم لوگ اپنالیں تو بہت سے فسادات ونزاعات

سے بچ جائیں۔خصوصاً دینی حلقہ کے لوگوں کے لئے اس کو لائحہ عمل بنانا بہت ہی ضروری ہے۔(مرتب)

آپ کی وصیت تھی کہ جنگِ بدر میں جس جبّہ کو پہن کر مشرکین سے لڑے تھے اسی میں کفن دیا جائے۔چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔(طبقات)

وفات: آپ کی وفات ۵۵ھ میں ہوئی۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیدنا سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۵۵ھ

نام، نسب، خاندان: سعید نام، والد کا نام زید، والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلۂ نسب کعب بن لوی پر آنحضرت ﷺ سے اور نفیل پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل جاتا ہے۔

(سیر صحابہ جلد نمبر ۲ ص:۱۸۱)

آپ بھی عشرۂ مبشرہ میں سے تھے اور مستجاب الدعوات صحابی تھے۔ اروی بنت انس رضی اللہ تعالیٰ نے مروان کے پاس دعویٰ کیا کہ ہماری زمین کے بعض حصہ پر سعید بن زید نے قبضہ کرلیا ہے۔ تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے اللہ! اگر وہ جھوٹی ہے تو اس کی آنکھ کو اندھی کردے اور اس کو اس کی زمین ہی میں ہلاک کردے۔ پس اس وقت تک موت نہیں آئی جب تک کہ وہ اندھی نہ ہوگئی اور اس اثناء میں کہ اپنی زمین میں چل رہی تھی کہ اچانک ایک گڑھے میں گر کر مرگئی۔

فائدہ: اس سے واضح ہوا کہ صحابیؓ سے بددعا ثابت ہے۔ (مرتب)

وفات: عقیق میں آپ کا انتقال ۵۵ھ میں ہوا، اور مدینہ لائے گئے اور وہیں مدفون کئے گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (طبقات جلد نمبر ۱ ص:۱۹)

حضرت سیدنا ابو محمد عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۳۲ھ

نام، نسب، خاندان: عبد الرحمٰن نام، والد کا نام عوف، والدہ کا نام شفاء تھا۔ حضرت عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصلی نام عبد عمرو تھا۔ ایمان لائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام بدل کر عبد الرحمن رکھ دیا۔ (سیر صحابہ جلد ۲ ص:۱۳۰)

آپ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ آپ نے جب سنا کہ حضور اقدس ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ عبد الرحمن کھسک کھسک کر جنت میں داخل ہوں گے، تو خوفزدہ رہتے تھے۔ جب یہ بات حضور اقدس ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دو، تو تمہارے قدموں کو اللہ تعالیٰ کھول دے گا۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا کہ آپ ابن عوف کو حکم دیجئے کہ مہمان کی ضیافت کریں اور مسکین کو کھانا کھلائیں اور سائل کو دیں۔ جب یہ کریں گے تو جس حال میں ہیں اس کا کفارہ ہوجائے گا۔

آپ شدتِ خوف وتواضع سے اپنے غلاموں کے درمیان اس طرح رہتے تھے کہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ آقا ہیں۔

ارشادت: ایک دن روزے سے تھے، شام کو ان کے سامنے کھانا آیا تو فرمانے لگے کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے بہتر تھے، وہ جب شہید ہوئے تو ان کے پاس کچھ نہ تھا ایک ایسی چادر میں وہ کفنائے گئے کہ سر چھپایا جاتا تو پیر کھل جاتے اور پیر چھپایا جاتا تو سر کھل جاتا۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عنہ بھی مجھ سے بہتر تھے۔ان کی شہادت ہوئی تو ان کے کفن کے لئے بھی ایک چادر کے سوا دوسرا کوئی کپڑا نہ تھا۔اب ان کے بعد ہمارے لئے مال و دولت دنیا میں بہت کچھ عطا کر دیا گیا۔ڈر لگتا ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا دنیا ہی میں یہ معاوضہ نہ مل رہا ہو۔یہ کہہ کر آپ نے رونا شروع کیا اور کھانا نہیں کھایا۔

ایک دفعہ آپ کے سامنے کھانا آیا تو رو کر فرمانے لگے کہ آنحضرت ﷺ دنیا سے چلے گئے،مگر کبھی آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں ملی اور (ہم کو اتنا کچھ کھانے کو مل رہا ہے تو) میں یہ کبھی نہیں سمجھ سکتا کہ ہم جو (اس کھانے پینے کے آرام کی) حالت کے لئے باقی رکھے گئے تو یہ حالت اس حالت سے ہمارے حق میں اچھی ہوگی۔

مال و دولت کی فراوانی کے ساتھ جس طرح فکرِ آخرت سے وہ ذرہ برابر غافل نہیں تھے اسی طرح ان کے مزاج میں دولت مندی کا پندار بھی قطعاً نہیں تھا۔نہ کوئی اپنی امتیازی شان رکھتے تھے۔ان کا یہ حال تھا کہ اپنے غلاموں کے درمیان ہوں تو کوئی پہچان نہیں سکتا تھا کہ ان میں کون آقا ہے اور کون غلام۔

ابن ابی نجیح کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ طواف کی حالت میں اکثر وبیشتر یہ پڑھتے تھے۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(کنز العمال جلد نمبر ۳ ص: ۳۴۔اعیان الحجاج جلد نمبر ۱ ص: ۴۲)

وفات: آپ کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی اور بقیع میں دفن ہوئے۔رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۱۸ھ

نام،نسب، خاندان: عامر نام،ابوعبیدہ کنیت، والد کا نام عبداللہ لیکن دادا کی طرف منسوب ہو کر ابن الجرّاح کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپ کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں فہر پر حضور سرورِ کائنات ﷺ سے مل جاتا ہے۔

آپ بھی عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں، بدر اور دوسرے غزوات میں شریک ہوئے۔دونوں ہجرتوں یعنی حبشہ ومدینہ کی سعادت حاصل کی ہے۔

ارشادات: آپ فرماتے تھے،بہت سے لوگ اپنے کپڑوں کو اجلا بناتے ہیں،مگر دین کو مَیلا کرتے ہیں۔اور کتنے ایسے ہیں جو بظاہر اپنے نفس کی عزت وعظمت کی تدبیر کرتے ہیں،مگر درحقیقت وہ اپنے نفس کو ذلیل کر رہے ہیں۔

اے لوگو! خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے، پرانے گناہوں کے عوض میں نئی نیکیوں کی طرف دوڑو۔اس لئے کہ اگر تم میں سے کسی نے اس قدر گناہ کئے ہوں کہ زمین وآسمان کی فضاء پُر ہوگئی ہو۔پھر ایک نیکی بھی کرلے تو یہ نیکی اس کی برائیوں پر غالب آجائے گی اور ان کو بدل کر چھوڑے گی۔

آپ فرماتے تھے کہ مومن کی مثال گوریّے جیسی ہے کہ دن بھر میں معلوم نہیں کتنی بار الٹتی پلٹتی رہتی ہے۔

ف: یعنی کسی پل چین نہیں آتا۔(مرتب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وفات: آپ کی وفات ۱۸ھ میں جب کہ آپ کی عمر ۵۸ رسال تھی، مرض طاعون میں ہوئی۔آپ کا مزار ملک شام میں ہے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(طبقات،ص:۱۹)

انتباہ: وہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو عشرۂ مبشرہ کے لقب سے مشرف ہیں یعنی جن کو حضور اکرم ﷺ نے ان کی زندگی ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی ان کا ذکر حضرت سیدنا ابوعبیدہ ابن الجرّاح رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ختم ہوا۔ اب اس کے بعد دوسرے حضرات صحابہؓ اور صحابیاتؓ کے ارشادات نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جو سراسر حکمت ومعرفت پر مبنی ہیں۔ان شاءاللہ ان کے مطالعے سے راہِ ہدایت مفتوح ہوگی۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے حالِ باطنی سے بہرہ ور فرمائے اور ان کے ارشادات کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔آمین یارب العالمین

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۳۲ھ

نام،نسب: عبداللہ نام،والد کا نام مسعود اور والدہ کا نام اُمِ عبد تھا۔

(سیر صحابہؓ جلد نمبر ۲،ص:۲۷۵)

نہایت جلیل القدر صحابی ہیں،اور کتاب اللہ کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپ روزے کم رکھتے اور نمازیں زیادہ پڑھتے تھے۔جب بعض نے آپ کے اس حال پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں جب روزے رکھتا ہوں تو کمزوری کی وجہ سے نماز پڑھنے میں دشواری ہو جاتی ہے اور میرے نزدیک نماز زیادہ ضروری ہے۔ آپ نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! مجھے محبوب ہے کہ آپ مجھ کو مقربین میں سے بنا دیجئے اور اصحاب یمین میں سے ہونا مجھے پسند نہیں ہے۔تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہاں تو ایک آدمی ایسا ہے جو یہ چاہتا ہے کہ جب مرے تو قیامت میں محشور ہی نہ ہو۔

ف: سبحان اللہ!کس قدر خوف تھا اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے اور حساب وکتاب سے،جب کہ آپ حضور اکرم ﷺ کے صحابہؓ میں سے تھے۔ (مرتب)

آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے تو بہت سے آدمی ساتھ ہو گئے۔آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ کیا آپ لوگوں کو مجھ سے کوئی حاجت ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں تو آپ نے حکم دیا کہ آپ حضرات واپس چلے جائیں،اس لئے کہ اس طرح پیچھے چلنے والے کی تو ذلّت ہے اور متبوع کے لئے فتنہ ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ارشادات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے متعلق جو مجھے معلوم ہے اگر تم کو معلوم ہو جائے تو میرے سر پر خاک ڈالو۔

ف: کس قدر فنائیت کی باتیں ہیں۔ (مرتب)

فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص خانہ کعبہ کے رُکن (حجر اسود) اور مقام ابراہیم کے درمیان ستّر سال عبادت کئے ہوئے ہو، مگر کسی ظالم سے محبت رکھتا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اسی ظالم کے ساتھ محشور فرمائے گا۔

فائدہ: اس سے ظلم کی تو مذمت معلوم ہی ہوئی۔ ساتھ ہی ظالم سے محبت کی بھی کس قدر قباحت معلوم ہوئی۔ مگر افسوس کہ اس کی طرف عموماً توجہ نہیں ہے۔ (مرتب)

جب آپ بیمار ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، تو دریافت فرمایا کہ آپ کو کس چیز کی شکایت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنے گناہوں کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ کسی چیز کی خواہش ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اپنے رب کے رحمت کی۔ پوچھا کسی طبیب کو بلاؤں؟ فرمایا کہ طبیب ہی نے تو بیمار کر ڈالا ہے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا، آپ کے لئے کچھ عطیہ کا فرمان جاری کروں؟ فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قبول فرمالیں، وہ آپ کی بچیوں کو کام آئے گا۔ فرمایا کہ مجھے اپنی بچیوں کے سلسلہ میں فقر وفاقہ کا اندیشہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ میں نے ان کو ہر رات سورۂ واقعہ پڑھنے کی تعلیم دے دی ہے۔ اس لئے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے اس کو کبھی فاقہ نہ ہوگا۔

آپ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا لَا یَرْتَدُّ وَنَعِیْمًا لَا یَنْفَدُ وَقُرَّۃَ عَیْنٍ لَا تَنْقَطِعُ وَمُرَافَقَۃَ نَبِیِّكَ ﷺ فِیْٓ اَعْلٰی جِنَانِ الْخُلْدِ۔ (ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ایسے ایمان کا جو آ کر لوٹ نہ جائے اور ایسی نعمت کا جو کبھی ختم نہ ہو، اور آنکھ کی ٹھنڈک کا طلبگار ہوں جو منقطع نہ ہو، اور بلند اور ہمیشہ رہنے والے باغوں میں آپ کے نبی ﷺ کی رفاقت کا طالب ہوں)

آپ ہی کا ارشاد ہے کہ علم کثرتِ روایت کا نام نہیں ہے، بلکہ علم تو وہ ہے جو خوفِ خدا کے ساتھ ہو۔ نیز ارشاد فرماتے تھے کہ دنیا کی صفائی تو رخصت ہو گئی، ہاں اس کی کدورت باقی رہ گئی ہے۔ اور آج تو ہر مسلمان کے لئے موت تحفہ ہے۔

فرمایا کرتے تھے: کسی شخص کا اپنے دانتوں سے آگ کا انگارہ لئے رہنا یہاں تک کہ وہ بجھ جائے اس سے کہیں بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقدر شے کے بارے میں یہ کہے کہ کاش یہ نہ ہوتا۔

آپ اپنے اصحاب سے فرماتے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے زیادہ نمازیں پڑھتے ہو اور زیادہ مجاہدہ کرتے ہو مگر وہ تم سے بہت زیادہ دنیا سے زاہد اور آخرت کے طالب تھے۔

(طبقات جلد نمبر ۱ ص: ۲۰)

''اعیان الحجاج'' میں ہے کہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ آدمی کے لئے علم سے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ سے ڈرے اور اس کے جہل و نادانی کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے عمل پر نازاں ہو۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فرماتے تھے کہ جو آخرت کو چاہے گا اس کو دنیا کا نقصان ہوگا۔ اور جو دنیا کو چاہے گا اس کی آخرت کو نقصان ہوگا، تو اے لوگو! باقی اور پائیدار چیز کے واسطے فانی و ناپائیدار کا نقصان قبول کرلو۔

اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو وصیت فرمائی کہ میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تم کو اپنے ہی گھر میں اپنی گنجائش محسوس ہونی چاہئے (اپنے گھر میں پڑے رہنا چاہئے) اور اپنے زبان کو قابو میں رکھو، اور اپنے گناہوں کو یاد کرکے روتے رہو۔

فرماتے تھے کہ آدمیوں کی مدح و ذم کی پرواہ نہ کرو (تم اپنے سے قیاس کرو کہ) کہ ایک شخص آج تم کو اچھا لگتا ہے اور کل وہی برا معلوم ہونے لگتا ہے اور جو آج برا معلوم ہوتا ہے وہ کل اچھا دکھائی دینے لگتا ہے۔

فرماتے تھے کہ دو شخصوں کی وضع قطع اور لباس و پوشاک میں اس وقت تک مشابہت پیدا نہیں ہوتی جب تک دونوں کے دل باہم مشابہ نہیں ہوتے۔

فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ دنیا تو دوست دشمن سب کو دے دیتا ہے مگر ایمان اسی کو عطا فرماتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

فرماتے تھے کہ جس کے سینہ میں قرآن ہو اس کو ایسا ہونا چاہئے کہ وہ اپنی رات سے پہچانا جائے جب لوگ سو رہے ہوں اور اپنے دن سے پہچانا جائے جب لوگ روزہ سے نہ ہوں۔ اور اپنی غمگینی سے پہچانا جائے جب لوگ خوش ہو رہے ہوں اور اپنے گریہ وزاری سے پہچانا جائے جب لوگ ہنس رہے ہوں اور اپنی خاموشی سے پہچانا جائے جب لوگ بکواس کر رہے ہوں اور اپنی مسکین

مزاجی سے پہچانا جائے جب لوگ اکڑ رہے ہوں۔

فرماتے تھے کہ میں تم سے کسی کو ایسا نہیں دیکھنا چاہتا کہ رات کے وقت ایک لاشۂ بے جان ہو اور دن کو قطرب ہو (قطرب وہ کالی بڑی چیونٹیاں ہیں جو دن بھر اپنی بلوں میں دانے لے جا کر اکٹھا کرتی ہیں مگر ان کے کھانے کی نوبت کم ہی آتی ہے) (اعیان الحجاج)

وفات: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں ۳۲ھ میں ہوئی، مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔ نوّر اللہ مرقدہٗ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیدنا خباب ابن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۳۷ھ

نام ونسب: نام خباب، والد کا نام الارت ہے۔آپ قدیم الاسلام ہیں،اسلام قبول کرنے والوں میں آپ کا چھٹا نمبر ہے۔اس لئے آپ کو سادس الاسلام کہا جاتا ہے۔آپ کو دین اسلام سے پھیرنے کے لئے آگ کے ذریعہ عذاب دیا جاتا تھا مگر آپ ثابت قدم رہے۔

آپ روتے ہوئے فرماتے تھے کہ ہمارے بھائی دنیا سے رخصت ہو گئے مگر اس دنیا میں ان کو (اپنے اعمال کا) اجروصلہ کم ملا۔اس لئے دنیا نے ان کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچایا۔رہے ہم لوگ تو ان کے بعد تک زندہ ہیں اور اس قدر مال حاصل ہوا ہے کہ اس کو خرچ کرنے کے لئے سوائے مٹی کے اور کوئی موقع نہیں (یعنی تعمیرِ مکان کا مصرف رہ گیا ہے اور بس) اگر حضور اکرم ﷺ نے موت کی دعا مانگنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم ضرور موت کی دعا کرتے۔

فائدہ: بقدر رہائش تعمیرِ مکان تو ضرورتِ اصلیہ میں سے ہے۔ہاں اس میں فضولِ انہماک البتہ مُضر ہے۔ (مرتب)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے خباب! مشرکین سے تم کو کون کون سی اذیتیں پہنچیں؟ تو کہا، ان لوگوں نے میرے لئے آگ جلائی (اور مجھ کو اس پر لٹا دیا) یہاں تک کہ اس کو میری پیٹھ کی چربی نے بجھا دیا۔

ذریعۂ معاش: زمانۂ جاہلیت میں اور اس کے بعد بھی عرصہ تک آپ تلواریں بنا کر کسبِ معاش کرتے رہے۔اسلام کا ابتدائی زمانہ بہت عُسرت میں

بسر ہوا۔لیکن کچھ دنوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے فارغ البال کیا اور اتنی دولت ملی کہ پھر کسی پیشہ وغیرہ کی احتیاج باقی نہیں رہی۔وفات کے وقت چالیس ہزار درہم پس انداز تھے۔(سیرصحابہؓ، جلد نمبر ۲رص: ۱۹۴)

فضل وکمال: حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت ﷺ کے اقوال واعمال کی بڑی جستجو رہتی تھی۔اور وہ کبھی کبھی آنحضرت ﷺ کی لاعلمی میں رات رات بھر آپ ﷺ کے طریقۂ عبادت کو دیکھتے رہتے اور صبح کو اس کے متعلق آپ ﷺ سے استفسار کرتے۔ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ساری رات نماز پڑھی۔یہ پوری رات دیکھتے رہے اور صبح کو آ کر پوچھا؟ (فَدَیْتُ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ) میں اور میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، اے اللہ کے رسول! آج رات آپ نے ایسی نماز پڑھی کہ اس سے قبل کبھی نہ پڑھی تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بیم ورجاء (خوف وامید) کی نماز تھی۔میں نے بارگاہِ الٰہی میں تین چیزوں کی دعا کی تھی۔اس میں سے دو مقبول ہوئیں اور ایک نامقبول۔ایک دعاء یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو اس عذاب سے ہلاک نہ کرے جس سے گزشتہ امتیں ہلاک ہوئیں۔اور دوسری یہ کہ میرے دشمنوں کو مجھ پر غالب نہ کرے۔یہ دونوں دعائیں تو قبول ہو گئیں۔لیکن تیسری دعا قبول نہیں ہوئی۔

آپ کی مرویات کی مجموعی تعداد ۳۳ ہے۔ان میں سے تین متفق علیہ ہیں اور دو میں امام بخاری اور ایک میں امام مسلم منفرد ہیں۔ (سیرصحابہ جلد نمبر ۲ر ۱۹۴)

وفات: کوفہ میں ۳۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔آپ کی نمازِ جنازہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونوّر اللہ مرقدہٗ (طبقات جلد نمبر ۱رص: ۲۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۱۹ سنہ ھ

آپ کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (اَقْرَأُهُمْ اُبَیُّ بْنُ کَعَب) (امت میں سب سے بڑھ کر قاری اُبی بن کعب ہیں) (اعیان الحجاج)

اللہ تعالیٰ کے امر سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو (لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ) کی پوری سورت تلاوت کر کے سنائی۔

ارشادات: فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ وسنت کو لازم پکڑو، اس لئے کہ جو بندہ طریق سنت پر ہو اور اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو اور اس کی آنکھیں خوفِ خدا سے ڈبڈبا آئیں تو اس کو آگ نہ چھوئے گی۔

فائدہ: یقیناً طریق سنت پر ہونا اور خوفِ الٰہی سے رونا بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین (مرتب)

فرماتے تھے کہ جو بندہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ترک کر دیتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر چیز بے شان وگمان عطا فرماتے ہیں۔

(طبقات)

آپ قرآن مجید تین راتوں میں ختم فرماتے تھے۔ رات کے ایک حصّہ میں صلوٰۃ وسلام کا ورد کرتے تھے۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۳/ ۴۴۱)

وفات: آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۱۹ سنہ ھ یا ۳۲ سنہ ھ میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ نور اللہ مرقدہٗ (تقریب التہذیب)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ المتوفی ۹۱ سنہ ھ

آپ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادمِ خاص ہیں۔ جب سے آپ مدینہ منورہ تشریف لائے اس وقت سے لے کر آخر دم تک ملازمِ خدمت رہے۔ ان کی والدہ نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لئے پیش کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے چار چیزوں کی دعا فرمائیں۔ اَللّٰهُمَّ اَکْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَاَطِلْ عُمَرَهٗ وَاغْفِرْ ذَنْبَهٗ۔ اے اللہ! اس کو مال اور اولاد زیادہ دے، اور اس کی عمر دراز کر اور اس کے گناہ بخش دے۔

اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ دوسروں کے درخت سال میں ایک بار پھلتے تھے تو ان کے دو دفعہ پھلتے تھے۔ اولاد کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ ان کے ایک سو بیس سے زیادہ لڑکے لڑکیاں ان کی زندگی ہی میں فوت ہو چکے تھے۔ زندگی اتنی پائی کہ خود فرماتے تھے کہ اب میں زندگی سے تنگ آ گیا ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چوتھی دعا (مغفرت) کا امیدوار ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھنے کا طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت مشابہ تھا۔ آپؓ کا معمول تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد نوافل میں مشغول ہوتے تو پھر کسی کی رسائی ان تک نہیں ہو سکتی تھی۔ بہت کم بات چیت کرتے تھے۔ جب قرآن پاک ختم کے قریب ہوتا تو اپنے بال بچوں اور سب گھر والوں کو اکٹھا کر کے ختم کرتے اور دعا کرتے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فائدہ: ہم لوگوں کو بھی اس کا اہتمام کرنا چاہئے تا کہ قبولیتِ دعا کی دولت سے مشرف ہوں۔ (مرتب)

ایک مرتبہ مسجد کے کسی حصہ میں کھنکھار ڈال دیا تھا اور اس کو بھول کر چلے آئے تھے۔ گھر پہنچ کر یاد آیا تو آگ کا ایک شعلہ لے کر مسجد میں آئے اور اس کو تلاش کر کے بہت نیچے دفن کیا۔

وفات: ننانوے (۹۹) برس کی عمر پائی ۹۱ھ یا ۱۰۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اعیان الحجاج جلد نمبر ۱ ص: ۷۵)

حضرت سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۵۴ھ

جب آپ قبولِ اسلام کے لئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا اسلام قبول کرنے کے لئے! آپ ﷺ نے ان کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر بچھا دی اور مسلمانوں سے فرمایا: جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز آدمی آئے تو اس کی عزت کیا کرو۔ اس کے بعد حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور کہا کہ میں اسلام پر بیعت کرتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا۔ پھر فرمایا جو شخص انسانوں پر رحم نہیں کرتا اس پر اللہ تعالیٰ رحم نہیں فرماتا۔

آپ ﷺ نے بلا شرکتِ غیرے، اللہ واحد کی پرستش، فرض نمازوں کی پابندی مفروضہ زکوٰۃ کی ادائیگی، مسلمانوں کی نصیحت و خیر خواہی اور کافروں سے برأت پر بیعت لی۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۴/۲۶)

آپ وفاتِ نبوی سے چالیس دن پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ آنحضرتؐ ان کی بہت عزت فرماتے تھے۔ جب سے مسلمان ہوئے کبھی ان کو حاضری سے نہیں روکا، اور ہمیشہ ہنستے ہوئے ان سے ملتے تھے۔ ان کے حق میں فرمایا تھا کہ (اِذَا اَتَاکُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْهُ) جب تمہارے پاس کسی قوم کا باعزت شخص آئے تو اس کا اکرام کرو۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے فرستادہ کی حیثیت سے ان کو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ذی کلاع اور ذی رعین کے پاس بھیجا تھا۔

بُت خانہ ذی الخلصہ کو برباد کرنے پر بھی یہ مامور ہوئے تھے۔ روانہ کرتے وقت آپ ﷺ نے ان کے حق میں یہ دعا کی تھی۔ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِياً مَهْدِياً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا تھا۔ (مَا زِلْتَ سیداً فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَالْاِسْلَامِ) یعنی تم عہد جاہلیت میں بھی سردار تھے اور اسلام میں بھی۔

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے۔ الخرس خیر من الخلابة والبکم خیر من البذاء۔ گویائی کا فقدان دلفریب گویائی سے اور گونگا پن فحش گوئی سے بہتر ہے۔

وفات: آپ کی وفات ۵۴ھ میں ہوئی۔ (اعیان الحجاج جلد نمبر ا ص: ۷۲)

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی دور خلافت عثمانیہ

آپ کا نام نامی سلمان اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ کا وطن فارس ہے، اسی لئے فارسی مشہور ہیں۔ آپ آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے آپ کو خرید کر آزاد کیا تھا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار جلیل القدر صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ (آپ کو علم باطن میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسبت حاصل ہے) آپ فارس کی مشہور نسل ''رام ہرمز'' سے ہیں جو مذہباً مجوسی تھے۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شروع سے ہی دین حق کی جستجو میں لگ گئے تھے۔ اسی سلسلہ میں انہوں نے عیسائیت کو اختیار کرلیا تھا، جس کی بناء پر ان کے والد اور اعزہ واقارب ان کو سزائیں اور اذیتیں دیتے تھے۔ انہوں نے سب تکلیفیں برداشت کیں لیکن عیسائیت کو ترک نہیں کیا، بلکہ وطن چھوڑ کر شام آگئے۔ بعض لوگوں نے ان کو مدینہ لاکر ایک یہودی کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ جس کی وجہ سے وہ غلامی کی زندگی گزارنے لگے، تا آں کہ نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

آنحضرت ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا۔ ''سلمان جنتیوں میں سے ہیں، اور ان لوگوں میں سے ہیں، جن کا جنت کو اشتیاق وانتظار ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایمان ثریا (ستارے) پر بھی ہوتا تو بلاشبہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ان لوگوں میں سے کتنے ہی اس کو پالیتے۔(اس سے مراد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ تھے) (مشائخ نقشبندیہ مجددیہ،ص:۵۴)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے تین چیزیں اس قدر غمگین کرتی ہیں جس کی وجہ سے میں رونے لگتا ہوں۔ایک تو آنحضرتؐ اور آپ کے اصحاب کی جدائی۔ دوسری چیز عذاب قبر کی یاد۔اور تیسری چیز قیامت کے منظر کا خیال ہے۔

ف: یقیناً ان تین چیزوں کو تو یاد کر کے ہم سبھی کو رونا چاہئے۔واللہ الموفق (مرتب)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زرّیں نصیحتیں

آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے نصیحت طلب کی۔آپ نے فرمایا، بولو نہیں! اس نے کہا کہ لوگوں میں رہ کر یہ کیسے ممکن ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر بولو تو صحیح اور مناسب بات کہو۔اس نے کہا، کچھ اور ارشاد فرمائیے، فرمایا کہ غصہ نہ کرو۔اس نے کہا کہ میں غصہ میں قابو سے باہر ہو جاتا ہوں۔فرمایا کہ اپنے ہاتھ اور زبان کو قابو میں رکھو۔اس نے کہا، کچھ اور نصیحت فرمائیے! فرمایا کہ لوگوں سے ملو جلو نہیں۔اس نے کہا، یہ کیسے ممکن ہے کہ لوگوں سے ملا جلا نہ جائے؟ آپ نے فرمایا اگر ملتے جلتے ہو تو پھر تو بات میں سچائی سے کام لو، اور امانت ادا کر دیا کرو۔

فائدہ: سبحان اللہ! کیا خوب نصیحتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین (مرتب)

آپ مدائن کے حاکم تھے۔آپ کا وظیفہ پانچ ہزار تھا۔آپ تقریباً تیس

ہزار مسلمانوں کے امیر تھے مگر آپ ایک ہی عبا میں خطبہ دیتے تھے جس کا کچھ حصہ اپنے بدن پر ڈالے رہتے تھے اور کچھ کو بچھائے رہتے تھے اور جب بھی آپ کو وظیفہ ملتا تھا تو اس کو تقسیم کر دیا کرتے تھے۔

آپ اپنے خورد ونوش کا انتظام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کرتے تھے۔آپ کے پاس رہنے کو کوئی مکان نہ تھا، اس لئے جہاں سایہ ہوتا وہیں قیام فرماتے تھے۔اور خادم کو جب کسی کام سے بھیجتے تو اس کی طرف سے خود آٹا گوندھ لیتے اور فرماتے کہ میں اس پر دو کام جمع نہ کروں گا۔

آپ کھجور کے پتّوں سے چٹائی وغیرہ بناتے تھے۔اور فرماتے تھے کہ ایک درہم سے کھجور کے پتّوں کو خرید کر اس سے چیزیں بناتا ہوں پھر اس کو تین درہم میں فروخت کرتا ہوں۔اس میں سے ایک درہم تو اپنے کام میں لگاتا ہوں اور ایک کو اپنے اہل وعیال پر صرف کرتا ہوں اور ایک درہم کو صدقہ کر دیتا ہوں۔

آپ کی خستہ حالی کو دیکھ کر لوگ سامان لے جانے کے لئے پکڑ لیتے تھے تو بسا اوقات درمیان میں لوگ پہچان لیتے تو چاہتے کہ اپنے سامان کو ان کے سر سے اتار لیں تو فرماتے کہ نہیں، اس کو منزل تک پہنچا کر رہوں گا۔اور یہ سب اس وقت کا حال ہے جب کہ آپ مدائن کے امیر تھے۔

فرماتے تھے کہ اس دنیا میں مومن کی مثال مثل اس مریض کے ہے جس کے ساتھ اس کا معالج رہتا ہو جو اس کے مرض و دَوا سے بخوبی واقف ہو۔چنانچہ مریض کو جب وہ مضر شے کے استعمال کی خواہش کرتا ہے تو اس کو روک

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تم نے اسے کھایا تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کو خواہشات وشہوات سے روکتے ہیں یہاں تک کہ وہ مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

اور فرماتے تھے کہ اس شخص سے تعجب ہے جو دنیا میں بڑی بڑی تمناؤں میں پھنسا ہوا ہے اور موت اس کی تلاش میں لگی ہوئی ہے۔ اور اس شخص سے بھی تعجب ہے جو غفلت کا شکار ہے حالانکہ اس سے غفلت نہیں کی جارہی ہے۔ اور ہنسنے والے سے بھی تعجب ہے کہ جس کو معلوم نہیں کہ اس کا پروردگار اس سے راضی ہے یا ناراض۔

وفات: آپ ڈھائی سو سال زندہ رہے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں وفات[1] پائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] بعض حضرات نے آپ کی عمر کم وبیش بھی بتلائی ہے۔ جیسا کہ عباس بن یزید بحرانی نے کہا ہے کہ اہل علم کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر ساڑھے تین سو سال ہے اور دو سو پچاس سال عمر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

(مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، مؤلفہ مولانا محبوب احمد ندوی)

حضرت سیدنا تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی سنہ ۴۰ھ

نام، نسب اور قبولِ اسلام: تمیم نام، داری نسبت، والد کا نام اوس بن حارجہ سنہ ۹ھ میں اپنے بھائی نعیم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ (سیر صحابہ اہلِ کتاب جلد نمبر ۶ / ص: ۱۴۰)

آپ نماز تہجد بکثرت پڑھتے تھے۔ ایک رات تہجد کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک ہی آیت کو بار بار پڑھتے رہے، یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ رکوع کرتے، کبھی سجدہ کرتے تھے، اور گریہ وزاری فرماتے تھے۔ اور جس آیت کو بار بار پڑھ کر صبح کی، وہ یہ تھی:

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ۔(الجاثية)

یہ لوگ جو برے برے کام کرتے ہیں، کیا خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر رکھیں گے جنہوں نے ایمان اور عمل صالح اختیار کیا کہ ان سب کا جینا اور مرنا یکساں ہو جاوے۔ یہ برا حکم لگاتے ہیں۔

آپ بہت بارُعب، خوبصورت وخوش پوشاک تھے۔ اور آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجازت سے قصے بیان فرمائے۔ آپ کے پاس ایک حُلّہ (جوڑا) تھا جس کو اس شب میں زیب تن فرماتے جس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں لیلۃ القدر کی امید ہوتی۔ واللہ اعلم (طبقات جلد نمبر ۱ ص:۲۱)

وفات: مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد گوشہ نشینی اختیار کرلی اور آخر عمر تک زاہدانہ اور درویشانہ زندگی بسر کی۔ ۴۰ھ میں داعئ اجل کو لبیک کہا اور بیت جبرون میں مدفون ہوئے۔ نوّر اللہ مرقدہٗ (سیر الصحابہ اہل کتاب جلد نمبر ۶ ص:۱۴۱)

حضرت سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفیٰ ۳۲ھ

نام ونسب: عویمر نام، کنیت ابو الدرداء، والد کا نام زید ہے۔ آپ ۲ھ میں مشرف باسلام ہوئے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ کوئی شخص اپنے ایمان کے سلب ہونے سے مامون ہوا ہو اور اس کا ایمان سلب نہ کرلیا گیا ہو۔ اعاذنا اللہ منہ

فرماتے تھے کہ میں تم لوگوں کو ایسے کام کا بھی حکم دیتا ہوں جس پر خود عمل نہیں کرتا۔ تو ایسا اس امید پر کرتا ہوں کہ تم لوگوں کے عمل کرنے سے مجھے بھی اجر وثواب ملے گا۔

آپ ہی کا ارشاد ہے کہ تھوڑی دیر کا تفکر چالیس راتوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور فرماتے تھے کہ معیشت میں نرمی آدمی کے تفقہ کی علامت ہے۔

فرماتے تھے کہ بھائی کا عتاب برداشت کرلینا اس کی علیحدگی سے بہتر ہے۔

فرماتے تھے کہ اگر تم لوگ موت کے بعد آنے والے واقعات کو جان لو تو نہ تم رغبت کے ساتھ کھا سکتے ہو نہ پی سکتے ہو۔ اور میں تو اپنے لئے چاہتا ہوں کہ کاش میں درخت ہوتا اور کاٹ کر کھالیا جاتا۔

فرماتے تھے کہ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو بغیر کانٹوں کے پتے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تھے۔مگر اب تو ایسے لوگ ہو گئے ہیں کہ کُل کے کُل کانٹے ہیں پتّے کا نام ونشان ہی نہیں۔

فرماتے تھے کہ جن لوگوں کی زبانیں اللہ کے ذکر سے تر وتازہ ہیں وہ تو سب کے سب بہشت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

فرماتے تھے کہ ہم بعض لوگوں کے سامنے تو ہنستے ہیں مگر ہمارے دل ان پر لعنت کرتے ہیں۔

نیز آپ ہی کا یہ ارشاد ہے کہ جب تمہارا کوئی بھائی معصیت کرے تو اس معصیت سے تو بغض رکھو، مگر خود عاصی سے بغض نہ رکھو۔اور جب وہ معصیت ترک کردے تو وہ تمہارا بھائی ہے۔

اور فرماتے تھے کہ مسلمان آدمی کی بہترین عبادت گاہ اس کا گھر ہے جو اس کی زبان وشرمگاہ اور آنکھ کی حفاظت کرے۔

ام الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر آپ کے بعد میں محتاج ہوگئی تو کیا صدقہ استعمال کر سکتی ہوں؟ تو فرمایا کہ نہیں! بلکہ اپنے ہاتھ سے کماؤ اور کھاؤ۔اور اگر کام کرنے سے بھی عاجز ومجبور ہو جاؤ تو گیہوں کی بالیاں چُن کر گزر بسر کرو۔

فرماتے تھے کہ آدمی پورا فقیہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے نفس سے سخت ناراض نہ ہو۔

اور فرماتے تھے کہ مومن کے جسم میں کوئی ٹکڑا زبان سے زیادہ اللہ کو محبوب نہیں ہے۔لہٰذا اس کی حفاظت کرنی چاہیئے تا کہ اس کو جہنم میں نہ داخل کردے۔

اور فرماتے تھے کہ جب تمہارے بھائی میں تغیر اور کجی پیدا ہو جائے تو اس کو چھوڑ ومت، اس لئے کہ بھائی کبھی کجی اختیار کرتا ہے تو کبھی راہِ راست پر بھی آجاتا ہے۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام نخعی اور ایک جماعت کا یہی مسلک تھا کہ وہ گناہ کی وجہ سے قطعِ تعلق نہیں کرتے تھے۔اور یہ حضرات فرماتے تھے، کہ عالم کی لغزشوں کو بیان نہ کرتے پھرو، اس لئے کہ وہ لغزش کرتا ہے پھر اسے ترک کردیتا ہے۔

اوران کی اہلیہ اُمّ الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ہر چیز میں عبادت طلب کیا تو میں نے اپنے سینہ کے لئے زیادہ شفا بخش اور افضل ذکر کی مجالس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں پائی۔چنانچہ لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ذکر کرتے اور وہ بھی ذکر کرتیں۔اور انہوں نے نوفِ بکالی کے پاس جو لوگوں کو وعظ کہا کرتے تھے کہلا بھیجا کہ اللہ سے ڈرو، اور تمہارا وعظ اپنے لئے ہونا چاہیئے۔واللہ اعلم

فائدہ: وعظ سے مقصود اپنی اصلاح ہونی چاہیئے تا کہ وہ دوسروں کے لئے بھی مفید ثابت ہو۔ (مرتب)

وفات: آپ کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سیدنا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفیٰ ۳۷ھ

نام ونسب: نام عمار، کنیت ابوالیقظان، والد کا نام یاسر اور والدہ کا نام سمیّہ ہے۔

اخلاق: حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ورع وتقویٰ، جہد وریاضت اور استقامت وحقانیت کے واقعات بہت مشہور ہیں۔

اسلام: حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت صہیب بن سنانؓ ایک ساتھ ایمان لائے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے صہیب کو ارقم بن الارقم کے دروازہ پر دیکھ کر پوچھا، تم کس ارادے سے آئے ہو؟ وہ بولے پہلے تم اپنا ارادہ بیان کرو۔ میں نے کہا: محمد ﷺ سے مل کر ان کی کچھ باتیں سننا چاہتا ہوں بولے، میرا بھی یہی مقصد ہے۔ غرض دونوں ایک ساتھ داخل ہوئے اور ساقی اسلام کے ایک ہی جام نے دونوں کو نشۂ توحید سے مخمور کر دیا۔

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ یا کچھ آگے پیچھے ان کے والدین بھی مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوں کہ ایک بے یارو مددگار غریب الوطن شخص تھے دنیاوی وجاہت وطاقت بھی حاصل نہ تھی، اس کے علاوہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس وقت تک بنی مخزوم کی غلامی سے آزاد نہیں ہوئی تھیں۔ تاہم انہوں نے اپنے ایمان کو ایک دن سے زیادہ مخفی نہ رکھا اس لئے مشرکین نے ان کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ ٹھیک دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر لٹایا، دہکتے ہوئے انگاروں سے جلایا لیکن ان

تمام اذیتوں اور سختیوں کے باوجود مشرکین ان کو اسلام سے ایک لمحہ کے لئے بھی برگشتہ نہ کرسکے۔ (ابن سعد قسم اول، جزء ثالث، ص:۱۷۷)

والدین: حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ابوجہل نے نہایت وحشیانہ طریقہ پر اپنے نیزہ سے شہید کیا چنانچہ تاریخِ اسلام کی یہ پہلی عبرت ناک شہادت تھی۔ اسی طرح ان کے والد حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بھائی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی طرح کی تکلیف واذیت میں جاں بحق ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (اصابہ، تذکرہ سمیہ ام عمارؓ)

اخلاص: ایک روز مشرکین نے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانی میں اس قدر غوطے دئیے کہ بالکل بدحواس ہوگئے۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں ان جفا کاروں نے جو کچھ چاہا ان کی زبان سے اِقرار کرالیا (جیسا کہ آج کل دشمنانِ دین بکثرت ایسا کررہے ہیں) اس کے بعد بے تاب ہوکر وہ دربارِ نبوت میں حاضر ہوئے تو آنکھوں سے آنسو کا دریا جاری تھا۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا، عمار! کیا ہوا؟ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آج مجھے اس وقت تک اذیتوں سے نجات نہ ملی جب تک کہ میں نے آپ کی شان میں برے کلمات نہ کہہ لئے اور ان کے معبودوں کے بارے میں اچھے کلمات استعمال نہ کئے۔ ارشاد ہوا۔ تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟ عرض کیا، میرا دل ایمان سے مطمئن ہے سرورِ کائنات ﷺ نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کی آنکھوں سے آنسو کے قطرے پونچھے، فرمایا، کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر پھر ایسا موقع آئے تو ایسا ہی کرلینا۔ اس کے بعد قرآن پاک میں یہ آیت نازل ہوئی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا انکار اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ کرے، مگر وہ جو مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل بِالْاِيْمَانِ۔ (سورہ نحل:۱۴) ایمان سے مطمئن ہو۔

یہ آیت حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت نازل ہوئی۔

(طبقات ابن سعد)

فائدہ: مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رخصت پر عمل کر کے حضور پاک ﷺ کے ایک اسوہ کو امت کے سامنے پیش کیا تا کہ ضرورت پڑنے پر اس کو اپنایا جا سکے اور ان کی والدہؓ نے عزیمت پر عمل کر کے دوسری سنت کو زندہ کر دیا۔ یہ دونوں طریقے سنت سے ثابت ہیں جو وقت پر اسوہ بنائے جانے کے لائق ہیں۔ (مرتب)

شہادت: ۳۷ھ جنگ صفین میں آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اس وقت عمر شریف اکیانوے برس تھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی سنہ ۳۲ھ

نام و نسب: نام عباس، کنیت ابو الفضل، والد کا نام عبد المطلب ہے۔ آنحضرت ﷺ کے چچا تھے۔ لیکن عمر میں کچھ زیادہ فرق نہ تھا۔ غالباً حضرت عباس رضی اللہ عنہ دو یا تین برس آنحضرت ﷺ سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔

فضل و کمال: زمانۂ جاہلیت میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار قریش کے سربرآوردہ رؤسا میں ہوتا تھا۔ وہ ایک کامیاب تاجر تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ بھی اور بعض دوسرے، علاقوں میں کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خانۂ کعبہ کا انتظام وانصرام اور سقایہ کا عہدہ اپنے والد عبد المطلب سے ورثہ میں ملا تھا۔ لیکن بعض دوسرے مؤرخین نے لکھا ہے کہ حاجیوں کو پانی پلانے (سقایہ) اور کھانا کھلانے کا منصب انہیں ابو طالب نے ایک قرض کی ادائیگی کے سلسلہ میں تفویض کیا تھا۔

(دائرہ معارف اسلامیہ)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ قریش مکہ نے انہیں ''ذوالرائے'' کا خطاب دے رکھا تھا اور تمام اہم معاملات میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ طبعاً بڑے فیاض اور کنبہ پرور تھے، انہوں نے بنو ہاشم کے تمام مسکینوں، محتاجوں اور بے کسوں کے لئے روٹی کپڑا اور دوسری ضروریات کی فراہمی اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ اور ان کے دسترخوان پر بیسیوں نادار

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور محتاج پرورش پاتے تھے۔

آپ کی برکت: سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت ۱۸ھ میں ایک مرتبہ طویل خشک سالی نے اہلِ عرب پر قیامت ڈھادی۔ چنانچہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے لوگوں کے ساتھ نمازِ استسقاء کے لئے مدینہ منورہ سے باہر تشریف لائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہم حضور اقدس ﷺ کے توسل سے بارش کی دعا کرتے تھے اب ہم آپ کے وسیلہ سے بارگاہِ الٰہی میں بارش کی دعا کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے خشوع وخضوع کے ساتھ بارگاہِ ربّ العزت میں بارش کے لئے التجا کی۔ ابھی وہ دعا مانگ کر فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ یکا یک صاف شفاف آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے اور بارانِ رحمت شروع ہوگئی۔ اس لئے لوگ فرطِ مسرت سے بے خود ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگے۔

اسلام: دعوتِ توحید کے آغاز کے بعد مشرکین مکہ نے حق کے داعیٔ اعظم ﷺ اور آپ ﷺ کے ہمنواؤں کو جس طرح ستایا اور حق کے راستے میں جس طرح روڑے اٹکائے وہ تاریخ کا ایک المناک باب ہے۔ اُس پُر آشوب دور میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیشہ حضور اکرم ﷺ کا ساتھ دیا اور آپ ﷺ کو کفار کے دستِ جور وستم سے محفوظ رکھنے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھلم کھلا قبولِ اسلام کا اظہار تو نہ کیا، لیکن مشرکین کے مقابلہ میں انہوں نے حضور ﷺ کی حفاظت اور معاونت میں کوئی دقیقہ

فروگزاشت نہ کیا۔

غزوۂ بدر میں مشرکین کو عبرت ناک شکست ہوئی۔ ان کے تقریباً ستر آدمی میدانِ جنگ میں قتل ہوئے اور اسی قدر مسلمانوں کے ہاتھ قید ہو گئے۔ قیدیوں میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ اتفاق سے ان کی مشکیں اس قدر کس کر باندھی گئیں کہ وہ رات کو تکلیف سے بار بار کراہتے تھے۔ سرورِ عالم ﷺ ان کی کراہیں سن کر بے تاب اور مضطرب ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ آرام نہ فرما سکے اور حالتِ بے خوابی میں کروٹیں بدلنے لگے۔ آخر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ مضطرب اور بے چین کیوں ہیں؟ فرمایا، میرے چچا عباس کی کراہوں نے مجھے بے چین کر دیا ہے۔ صحابہؓ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر کراہنے کی وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ ان کا بند بہت سخت ہے۔ صحابہؓ نے بند ڈھیلا کر دیا اور وہ سو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کو پھر بلایا اور پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ اب عباس خاموش ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ان کا بند بہت کسا تھا، انہیں اسی وجہ سے تکلیف تھی، ہم نے اس کو ڈھیلا کر دیا اور وہ سو گئے ہیں۔ فرمایا، تو دوسرے قیدیوں کے بند بھی ڈھیلے کر دو۔ (ابن سعد)

۸ھ میں فتحِ مکہ سے کچھ عرصہ پہلے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اسلام کا کھلم کھلا اظہار کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے بڑی مسرت سے ان کی پذیرائی فرمائی اور مدینہ منورہ میں ان کے لئے مستقل سکونت کا انتظام فرمادیا۔ فتحِ مکہ کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دس ہزار جاں نثاروں میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شامل تھے جن کو سرورِ دو عالم ﷺ کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔

غزوات: فتح مکہ کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ حنین میں شریک ہوئے جب ہوازن کی بے پناہ تیر باری سے مسلمانوں کی صفیں ابتر ہوگئیں۔ تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان چند سرفروشوں میں تھے جو سرورِ دو عالم ﷺ کے ساتھ میدانِ جنگ میں کوہِ استقامت بن کر کھڑے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی سواری کی باگ تھام رکھی تھی اور آپ ﷺ یہ رجزیہ شعر پڑھ رہے تھے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ   اَنَا ابنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

(میں نبی ہوں اس میں مطلق کوئی جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں)

مسند احمد میں خود حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لڑائی میں جب مشرکوں کا غلبہ ہوا اور مسلمانوں میں انتشار پیدا ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ نیزہ برداروں کو آواز دوں قدرت نے مجھے بلند آواز دی تھی۔ میں نے پوری قوت سے نعرہ مارا "اَیْنَ اَصْحَابُ السَّمرۃ" (اے ببول کے درخت کے نیچے بیعت کرنے والو! کہاں ہو؟ میرا نعرہ سنتے ہی تمام مسلمان پلٹ پڑے اور انہوں نے کفار کو اپنی تلواروں اور نیزوں سے سرکیا۔

محبتِ رسول ﷺ: حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبولِ اسلام سے پہلے بھی حضور ﷺ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کو اپنی عقیدت ومحبت کا مرکز بنالیا رشتہ اور عمر میں بزرگ ہونے کے

باوجود وہ سرورِ عالم ﷺ کا حد سے زیادہ احترام کرتے تھے اور آپ کو اپنا آقا ومولیٰ جانتے تھے۔ حضور ﷺ کی ہر بات کو اپنے لئے حکم جانتے۔ اور آپ کا ذکر نہایت احترام وادب کے ساتھ کرتے۔ سرورِ عالم ﷺ کو بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بہت محبت تھی اور آپ اپنے اعزہ واقارب میں ان سے زیادہ کسی کا احترام نہ فرماتے تھے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن حضور ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے اور آپ کے پہلو میں حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے، اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ آگئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے لئے جگہ خالی کردی اس پر حضور اکرم ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہوکر فرمایا "اہلِ فضل کی فضیلت تو اہلِ فضل ہی جانتے ہیں"۔ (ابن عساکر)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہم معاملات میں اکثر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصائح

فائدہ: حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہترین نصیحتیں فرمائی ہیں۔ ان کو "احیاء العلوم" سے درج کرتا ہوں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم کو شیوخ پر فوقیت دیتے ہیں۔ اس لئے تم پانچ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چیزوں کا خیال رکھنا:

(۱) کبھی بھی تم ان کا راز فاش نہ کرنا۔ (۲) ان سے کسی کی غیبت نہ کرنا۔ (۳) وہ کبھی تم کو جھوٹا نہ پائیں۔ (۴) تم کبھی ان کی حکم عدولی نہ کرنا۔ (۵) وہ کبھی تمہاری خیانت پر آگاہ نہ ہونے پائیں۔

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان پانچ باتوں میں سے ہر ایک بات ہزاروں سے بہتر ہے۔

ف: اللہ تعالیٰ ان نصائح پر عمل کرنے کی ہم سب کو توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین (مرتب)

وفات: حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت ۳۲ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اس وقت آپ کی عمر باختلافِ روایت ۸۶ / ۸۸ سال تھی۔ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور فرزند گرامی حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے لحد میں اتارا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ماخوذ از "یہ تیرے پُر اسرار بندے" ص:۲۹ / مؤلفہ: جناب طالب الہاشمی)

حضرت سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۳۶ھ

آپ حضور اقدس ﷺ کے صاحبِ سِرّ (راز دار) صحابی تھے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے لئے سب سے پیارا دن وہ ہوتا ہے جبکہ میرے گھر کے لوگ آ کر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس تھوڑا یا زیادہ کچھ بھی کھانے کو نہیں ہے۔

ایک دن آپ پر نماز میں گریہ طاری ہوگیا تھا۔ نماز کے بعد پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک شخص موجود تھا۔ تو فرمانے لگے کہ اس کو کسی سے بیان نہ کرنا۔

فائدہ: سبحان اللہ! اس سے کس قدر اخفائے حال کا اہتمام معلوم ہوتا ہے۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں ایسے شخص کی ظرافت و عقل کی تعریف کی جائے گی جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان نہ ہوگا۔

نیز آپ فرماتے تھے کہ تم میں بہتر وہ شخص نہیں ہے جو آخرت کے لئے دنیا کو چھوڑ دے، بلکہ بہترین آدمی وہ ہے جو دنیا و آخرت دونوں سے بہرہ ور ہو۔

فائدہ: سبحان اللہ! اس سے تعلیم میں کس قدر اعتدال کا پتہ چلتا ہے۔ (مرتب)

قبل وفات آپ کا حال: وفات سے پہلے آپ کی عجیب کیفیت تھی، نہایت سراسیمہ، خوف زدہ اور شدید گریہ و بکا میں مصروف تھے۔ لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو بولے کہ دنیا چھوڑنے کا غم نہیں، موت مجھ کو محبوب ہے۔ لیکن اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لئے رو رہا ہوں کہ معلوم نہیں کہ وہاں کیا پیش آئے گا اور میرا حشر کیا ہوگا۔ جس وقت انہوں نے آخری سانس لی تو فرمایا۔ اے اللہ! اپنی ملاقات میرے لئے مبارک کرنا، کیوں کہ تو جانتا ہے کہ تجھے میں نہایت محبوب رکھتا ہوں۔

وفات کے وقت وصیّت: وفات کے وقت اپنے دونوں بیٹوں کو وصیت کی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کرنا۔ چنانچہ ان دونوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی اور صفین میں شہید ہوئے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی تھی۔

وفات: مدائن میں ۳۶ھ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ نوّر اللہ مرقدہٗ (سیر صحابہ جلد نمبر ۳ ص:۲۰۷)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفیٰ ۵۷ھ

نام ونسب: نام عبداللہ یا عبدالرحمن، کنیت ابو ہریرہ، والد کا نام صخر ہے۔ غزوۂ خیبر کے سال اسلام لائے اور طلبِ علم کی غرض سے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ اسی وجہ سے کثیر تعداد میں آپ سے روایات منقول ہیں۔

آپ کے پاس ایک چھوٹی سی بلّی تھی۔ اسی کی وجہ سے آپ کی کنیت ابو ہریرہ رکھی گئی۔

ارشادات: آپ فرماتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی یہ آیت نہ ہوتی تو میں کبھی تم سے حدیثیں بیان نہ کرتا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ۔ (البقرۃ:۱۵۹)

ترجمہ: جو لوگ اخفاء کرتے ہیں (ان مضامین کا) جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ (اپنی ذات میں) واضح ہیں اور (دوسروں کو) ہادی ہیں بعد اس کے کہ ہم ان کتاب الٰہی (تورات وانجیل) میں عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہوں ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں اور (دوسرے بہتیرے) لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔

آپ ہر روز بارہ ہزار تسبیح پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اپنے گناہوں کے بقدر تسبیح پڑھتا ہوں۔

آپ اور آپ کی اہلیہ اور آپ کی لونڈی نے رات کو آپس میں تین حصوں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں بانٹ لیا تھا۔ ان میں ایک جب نماز سے فارغ ہوتا دوسرے کو جگا دیتا۔ پھر جب دوسرا نماز پڑھ لیتا تو تیسرے کو جگا دیتا۔

آپ فرماتے تھے کہ مجھے امراض میں سب سے پیارا مرض بخار ہے۔ اس لئے کہ اس کا درد تمام بدن کو عام ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے ہر ہر جوڑ کو ثواب ملتا ہے۔ اور فرماتے تھے کہ بیماری میں ریاوسمعہ کا دخل نہیں ہوتا۔ بس یہ تو خالص اجر ہی اجر ہے۔ اس کے بعد علامہ شعرانیؒ نے فرمایا:

شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے مرض کی تین قسم فرمائی ہے۔

(۱) عقوبت، (۲) کفّارہ، (۳) رفع درجات۔

۱۔ عقوبت تو یہ ہے کہ جس کے ساتھ ناراضی ہو۔

۲۔ کفارہ وہ ہے جس کے ساتھ خوشنودی وصبر ہو۔

۳۔ رفع درجات تو وہ مرض ہے جس کے ساتھ خوشی اور انشراحِ قلب ہو۔ انتہیٰ

جس زمانہ میں آپ مروان کے نائب تھے اپنے سر پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اپنے امیر کو رستہ دو۔ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو رونے لگے جب اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ سفر کی دوری اور زادِ راہ کی کمی پر روتا ہوں۔ اور یقینا میں ایسی جگہ جا رہا ہوں جہاں جنت وجہنم دونوں ہی موجود ہیں۔ اور خبر نہیں کہ ان میں سے کون اپنی طرف کھینچ لے گی۔

وفات: آپ کی وفات ۵۷ھ میں ہوئی۔ نوّر اللہ مرقدہٗ (طبقات جلد نمبر ۱ ص: ۲۳)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما المتوفیٰ ۶۸ھ

نام ونسب: عبداللہ نام، والد کا نام عباسؓ اور والدہ کا نام اُمّ الفضل لبابہ تھا۔

ولادت: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت سے تین سال قبل مکہ کی اس گھاٹی میں تولّد پذیر ہوئے جہاں مشرکین قریش نے تمام خاندانِ ہاشم کو محصور کر دیا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو بارگاہِ نبوت میں لے کر آئے تو آپ ﷺ نے ان کے منہ میں لعابِ دہن ڈال کر دعا فرمائی۔ اس وقت تک اگرچہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف باسلام نہ ہوئے تھے لیکن ان کی اہلیہ حضرت ام الفضل ایمان لا چکی تھیں۔

ارشادات: فرماتے تھے کہ اے گناہ کرنے والے، اپنے انجام بد سے مطمئن نہ ہو۔ اس لئے کہ اپنے انجام سے بے خبری کے باوجود تیرا اتنا گناہ سے بھی برا ہے اور گناہ کرنے پر قدرت کے حاصل ہونے سے تیرا خوش ہونا گناہ سے بدتر ہے۔ اور کسی گناہ کے نہ کر سکنے پر تجھے غم کا ہونا اس گناہ سے بھی برا ہے۔ اور بحالتِ گناہ تیری طرف اللہ تعالیٰ کی نظر سے تیرے دل کا مضطرب نہ ہونا گناہ سے بھی بڑھ کر ہے۔

فرماتے تھے کہ اگر کوئی پہاڑ کسی پہاڑ کے مقابلہ میں بغاوت کرے تو باغی کو کچل دیا جائے گا۔

آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جس کے پیٹ میں حرام کھانا ہو۔ (طبقات جلد نمبر ۱ ص: ۲۲)

وفات: آپ کی وفات اکہتّر (۷۱) سال کی عمر میں بمقام طائف ۶۸ھ میں ہوئی۔ نور اللہ مرقدہٗ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۷۳ھ

نام ونسب: عبداللہ نام، ابوبکر وحبیب کنیت، والد کا نام حضرت زبیر بن عوام والدہ مکرمہ کا نام حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے۔

حضرت عبداللہ کی ذات گرامی متعدد شرافتوں کی حامل تھی۔آپ کے والد ماجد حواریٔ رسول ﷺ کہلاتے تھے اور عشرۂ مبشرہ میں سے تھے۔ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی پھوپھی تھیں۔آنحضرت ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی دادی تھیں۔ یہ سب دادھیالی افتخار ہیں اور نانہالی رشتوں کے لحاظ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے نانا تھے، آپ کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ’’ذات النطاقین‘‘ کا خطاب نبی اکرم ﷺ سے ملا تھا۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی خالہ تھیں۔

ولادت: ہجرت کے بعد ۱ھ یا ۲ھ میں مدینہ منورہ میں ولادت ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے تحنیک فرمائی۔جب سات آٹھ سال کے ہوئے تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو لے کر خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے ان سے بیعت لی۔اس طرح صغرِ سنی میں ہی بیعتِ نبوی ﷺ کا شرف حاصل ہوا۔

فضل وکمال: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صغرِ سنی کے باعث براہِ راست فیضانِ نبوی ﷺ سے فیضیاب ہونے کا موقع نہیں ملا، تاہم حضرت زبیر بن

عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے باپ اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی عالمہ وفقیہہ خالہ کی آغوشِ تربیت میں پرورش پائی تھی اس لئے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن علم ومعرفت وغیرہ سے کسی طرح خالی نہ تھا۔چنانچہ آپ قرآن مجید کے بہت اچھے قاری تھے، بہت سی احادیثِ مبارکہ کے بھی راوی ہیں۔آپ کی مرویات بخاری ومسلم میں موجود ہیں۔تقریر ووعظ کے ذریعہ آں حضرت ﷺ کے اقوال وافعال کی تعلیم دیتے تھے۔ اس وجہ سے اپنے زمانہ کے ممتاز خطباء میں شمار ہوتے تھے۔مختلف زبانوں سے واقف تھے۔اس فن میں آپ کو امتیازی شان حاصل تھی۔(سیرصحابہ جلد نمبر ۴ ص: ۴: ۲۳۴)

آپ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت میں کثرت سے عبادت کرنے والوں میں سے تھے۔آپ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو غایتِ خشوع کی وجہ سے معلوم ہوتا کہ کوئی ستون ہے۔اور آپ اس قدر طویل سجدہ کرتے کہ گوریا (چڑیا) یہ سمجھ کر کہ کسی باغ کی دیوار ہے آپ کی پیٹھ پر بیٹھ جاتی۔

آپ ہمیشہ شب بیداری فرماتے تھے۔کسی رات میں صبح تک قیام ہی فرماتے اور کسی رات میں رکوع، اور کسی شب میں صبح تک سجدہ ہی میں مشغول رہتے۔آپ کا نام حمامۃ المسجد (مسجد کا کبوتر) تھا۔

ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ کو نہایت سادہ اور مختصر خطبہ دیا جو اس قدر مؤثر تھا کہ سامعین بہت روئے۔اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

’’لوگو! تم لوگ روئے زمین کے مختلف اطراف سے اللہ کے پاس وفد کی صورت میں حاضر ہوئے۔اللہ پر حق ہے کہ اپنے وفد کی عزت کرے۔پس جو اس چیز کی طلب وتلاش میں آیا ہو جو اللہ کے پاس ہے، تو اللہ کا طالب نامراد نہیں ہوسکتا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لٰہذا تم اپنے قول وفعل کے ذریعہ سچ کر دکھاؤ۔اس لئے کہ قول کا ثبات و بقاء فعل ہے۔اور نیت کا خیال رکھو نیت کا،اور دل کو سنبھالو دل کو سنبھالو،اور اللہ سے ڈرو اللہ سے (خاص کر) ان دنوں میں،اس لئے کہ یہ وہ دن ہیں جن میں گناہ بخشے جاتے ہیں۔تم مختلف اطرافِ زمین سے نہ تجارت کے لئے آئے ہو نہ مال کی چاہت میں، نہ دنیا کی چاہت میں،تم تو اس چیز کی امید لے کر آئے ہو جو یہاں ہے"۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طوافِ بیت اللہ سے اتنا شغف تھا کہ ان کے زمانہ میں ایک بار بڑے زور کا سیلاب آیا اور سارے حرم میں پانی بھر گیا اور طواف کرنا ممکن نہ رہا تو انہوں نے تیَر کر طواف کیا۔ (تاریخ الخلفاء،صفۃ الصفوہ)

عمر ابن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حطیم میں نگاہ نیچی کئے اس خشوع کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا کہ ایک پتھر ان کے جسم کے کپڑے کے ایک حصّہ پر گرا اور اُتنا کپڑا اڑ گیا مگر وہ ٹس سے مَس نہ ہوئے۔(صفۃ الصفوہ،اعیان الحجاج جلد نمبر ۱ ص:۶۶)

کارنامہائے زندگی: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قریش کے ان حوصلہ مند بہادروں میں تھے جنہوں نے تنہا اس زمانہ کی سب سے بڑی سلطنت کا برسوں مقابلہ کیا اور آنے والوں کے لئے اپنی شجاعت و بہادری کی داستان چھوڑ گئے۔

انہوں نے سب سے پہلے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد ۶۰ھ میں خلافت کا دعویٰ کیا تھا لیکن یزید کی زندگی میں کوئی خاص کامیابی نہیں ملی۔ یزید بن معاویہ کی خلافت سے دست برداری کے بعد ۶۲ھ میں جب دوبارہ انہوں نے بیعت کی دعوت دی تو عام مسلمانوں نے انہیں خلیفہ

مان لیا اور دولتِ اسلامیہ کے بیشتر حصوں میں ان کی بیعت ہوگئی۔اس وقت سے لے کر ۷۳ھ تک وہ برابر بنو امیہ کا مقابلہ کرتے رہے۔اس لئے شمار کے لحاظ سے ان کی مدتِ خلافت سات سال ہے۔لیکن واقعہ کے اعتبار سے ایک دن بھی اطمینان وسکون کے ساتھ حکومت کا موقع نہ ملا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حجاج سے مقابلہ: ۷۲ھ میں عبدالملک بن مروان نے حجاج کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقابلہ کے لئے مکہ بھیجا۔اس وقت تک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑتے لڑتے چور چور ہو چکے تھے۔آپ کی جمعیت کو زبردست نقصان پہنچ چکا تھا اور آپ کے ہمدرد حضرات جامِ شہادت نوش کر چکے تھے۔اور آپ اس وقت حرم میں پناہ گزیں تھے۔ اس لئے مکہ پہنچ کر حجاج نے حرم کا محاصرہ کرلیا اور مسلسل کئی مہینے تک محاصرہ قائم رہا۔ اس پوری مدت میں ایسی ہولناک آتش زنی اور سنگ باری ہوتی رہی کہ اس کی چمک اور دھماکوں سے لگتا تھا کہ آسمان زمین پر آجائے گا۔لیکن آپ نہایت دلیری اور بہادری سے مقابلہ کرتے رہے۔عین سنگباری کی حالت میں خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے تھے اور بڑے بڑے پتھر آ کر قریب گرتے تھے مگر وہ اپنی جگہ سے ہٹتے نہیں تھے۔

حضرت اسماء سے مشورہ: آپ کے ساتھی محاصرہ کی سختیوں اور بھوک کی تکلیفوں سے عاجز آ کر حجاج کے دامن میں پناہ لینے لگے اور کچھ حضرات لڑ کر شہید ہوگئے اور کچھ کوہِ استقامت کی طرح ڈٹے رہے۔اس وقت آپ اپنی سو برس کی بوڑھی ماں کی خدمت میں حاضر ہو کر مشورہ کرتے ہیں اس وقت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جو جوان بیٹوں اور پوتوں کی داغِ مفارقت اٹھا چکی تھیں،جس سے دل وجگر سوختہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہو چکے تھے، ان دردناک حالات، پیرانہ سالی اور خستہ دلی کی حالت میں ایسا شریفانہ جواب دیتی ہیں جس پر عورتوں کی تاریخ ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔

فرمایا! بیٹا تم کو اپنی حالت کا خود اندازہ ہوگا۔ اگر تم کو اس کا یقین ہے کہ تم حق پر ہو اور حق کی دعوت دیتے ہو، تو جاؤ لڑو، کہ تمہارے بہت سے ساتھی اس پر جان قربان کر چکے ہیں۔ اور اگر تمہارا مقصد دنیا طلبی ہے تو تم سے برا کون بندہ ہوگا جس نے اپنے کو اور اپنے ساتھیوں کو ہلاکت میں ڈال رکھا ہے۔ اگر یہ عذر ہے کہ تم حق پر ہو، اور اپنے انصار و اعوان کی کمزوری کی وجہ سے لاچار ہو گئے ہو، تو یاد رکھو کہ حق پر جان دینا زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ جاؤ! اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر اپنا کام پورا کرو مجھے امید ہے کہ میں ہر حالت میں صبر و شکر سے کام لوں گی۔ اگر تم مجھ سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے تو صبر کروں گی اور اگر تم کامیاب ہو گئے تو خوش ہوں گی اس لئے اب جاؤ، دیکھو اللہ تعالیٰ کیا انجام دکھلاتا ہے۔

ف: سبحان اللہ! آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنے بیٹے کو کیسا ایمان افروز مشورہ دیا جو خود ان کی حق شناسی و حق گوئی پر دال ہے۔ (مرتب)

شہادت: ماں کی دعا اور فرمان کے بعد رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے رزمگاہ پہنچے اور زوردار حملہ کیا لیکن دشمن کے سامنے آپ کے ساتھی جوابی حملہ کی تاب نہ لاسکے، دشمنوں کے حوصلے بڑھ گئے اور خانۂ کعبہ کے تمام پھاٹکوں پر ان کا ہجوم ہوگیا۔ لیکن آپ اس حالت میں بھی شیر کی طرح چاروں طرف سے حملہ آور ہوتے۔ اور جدھر رخ کرتے تھے دشمن کائی کی طرح پھٹ جاتے تھے۔ حجاج نے جب دیکھا کہ کوئی ان کے پاس جانے کی ہمت نہیں کرتا تو خود سواری سے اتر پڑا اور فوج کو للکارا، اس وقت ایک شخص نے

ایسا تھپڑ مارا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر کھل گیا اور چہرہ سے خون کا فوارہ پھوٹ نکلا، ڈاڑھی خون سے تر ہوگئی۔ بالآخر ہر طرف سے یورش کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ جمادی الثانیہ ۷۳ھ میں قریش کا یگانہ بہادر، حواری رسول ﷺ کا لختِ جگر اور ذات النطاقین کا نورِ نظر ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حجاج کی شقاوت اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی بہادری: سنگ دل حجاج کی آتشِ انتقام ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون سے بھی نہ بجھی۔ آپ کا سر کٹوا کر عبدالملک کے پاس بھجوا دیا اور لاش سولی پر لٹکوا دی، حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خبر ہوئی تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ تجھے غارت کرے، تو نے لاش سولی پر کیوں آویزاں کرائی۔ جواب میں حجاج نے ستم رسیدہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلوایا۔ انہوں نے آنے سے انکار کر دیا تو گستاخ نے دوبارہ کہلایا کہ سیدھی چلی آؤ، ورنہ چوٹی پکڑ کر گھسٹوالوں گا۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قسم کھا کر کہا کہ اس وقت نہ آؤں گی جب تک چوٹی پکڑ کر نہ گھسٹوائے گا۔ یہ سن کر حجاج ملعون نے سواری منگائی اور ان کی خدمت میں جا کر ان کو مخاطب کر کے کہا، دیکھا اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن کو کیا ہی برا انجام دکھایا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں، تو نے ان کی دنیا خراب کی، لیکن انہوں نے تیری آخرت برباد کر دی۔

ف: سبحان اللہ! کیا ہی خوب جواب ارشاد فرمایا: كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ - کا یقیناً یہ مصداق ہے۔ (مرتب)

تدفین: غمزدہ ماں نے غسل دلا کر اپنے نورِ نظر کو مقام حجون میں سپردِ خاک کیا۔ اس وقت آپ کی عمر بہتّر (۷۲) سال تھی۔ نوّر اللہ مرقدہٗ، رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سیر صحابہ جلد نمبر ۴، ص: ۲۶۶)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیدنا صہیب ابن سنان رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۳۸ھ

نام ونسب: نام صہیب، والد کا نام سنان ہے، آپ روم کے باشندے تھے۔

ابتدائے اسلام میں جن صحابہؓ نے کفار کے ہاتھوں سخت تکلیفیں اور اذیتیں برداشت کی ہیں ان میں سے ایک آپ بھی ہیں۔ ابن عبدالرب نے ''استیعاب'' میں لکھا ہے کہ ''فضائل صہیب وسلمان وبلال وعمار وخباب والمقداد وابی ذر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین لا یحیط بہا کتابٌ'' یعنی حضرات صہیب وسلمان وبلال وعمار وخباب ومقداد وابوذر رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب کسی کتاب میں نہیں سما سکتے۔

حضرت صہیب کے مزاج میں فضل وتقویٰ اور اخلاق حمیدہ کے ساتھ ظرافت بھی تھی۔ جب وہ خدمت نبوی ﷺ میں پہنچے ہیں تو اس وقت آپ ﷺ قبا میں تشریف فرما تھے اور آپ کے سامنے کھجوروں کا ایک طبق رکھا ہوا تھا حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں آئی ہوئی تھیں، پھر بھی انہوں نے کھجوریں کھانی شروع کر دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ صہیب! آشوبِ چشم میں کھجوریں کھاتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! جدھر کی آنکھ میں آشوب ہے اُدھر سے نہیں کھاتا۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ خوب ہنسے۔

وفات: حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۳۸ھ میں ہوئی، مدینہ میں مدفون ہیں۔ نور اللہ مرقدہٗ (اعیان الحجاج جلد نمبر ۱/ص: ۴۵)

سیدنا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۸ھ

نام ونسب: زید نام، ابواسامہ کنیت، حبّ رسول اللہ ﷺ لقب، والد کا نام حارثہ، والدہ کا نام سُعدیٰ بنت ثعلبہ ہے۔ آپ حضور ﷺ کے متبنیٰ تھے۔

ابتدائی حالات: آپ کی والدہ آپ کو بچپن میں میکہ لے کر گئی تھیں، اسی اثناء میں بنو قین کے سوار جو غارتگری سے واپس آرہے تھے اس نونہال کو خیمہ کے سامنے سے اٹھالائے اور غلام بنا کر عکاظ کے بازار میں فروخت کرنے کے لئے لائے۔ حکیم بن حزام نے چارسو درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں پیش کیا۔ اس طرح آپ کو سرورِ عالم ﷺ کی غلامی کا شرف نصیب ہوا، جس پر ہزاروں آزادیاں اور تمام دنیا کی شہنشاہیاں قربان ہیں۔

ایک سال بعد قبیلہ بنی کلب کے چند آدمی حج کے لئے آئے تو انہوں نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچان لیا اور واپس جا کر ان کے والد کو اطلاع دی۔ ان کے والد اپنے بھائی کے ہمراہ مکہ آئے اور سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، اے ابن عبداللہ! مصیبت زدوں کی دست گیری کرنے والے، قیدیوں کو کھانا کھلانے والے، ہم اس غرض سے آئے ہیں کہ ہمارے لڑکے کو آزاد کر کے ہم کو رہین منت بنادو۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اختیار دے دیا،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں رہنا باعثِ شرف سمجھا اور عرض کیا کہ آپ ہی میرے ماں باپ ہیں۔اس مخلصانہ وفا شعاری نے ان کے باپ کو محوِ حیرت کر دیا۔تعجب سے بولے، زید! افسوس تم آزادی اور اپنے خاندان پر غلامی کو ترجیح دیتے ہو؟ فرمایا: ہاں! مجھے اس ذاتِ پاک میں ایسے محاسن نظر آئے ہیں کہ میں اس پر کسی کو کبھی ترجیح نہیں دے سکتا۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی غیر متزلزل وفا شعاری سے آقائے شفیق ﷺ کے دل میں محبت کی دبی ہوئی چنگاری کو مشتعل کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے خانہ کعبہ میں مقام حجر کے پاس لے جا کر اعلان فرمادیا کہ ’’زید آج سے میرا فرزند ہے۔میں اس کا وارث ہوں گا، وہ میرا وارث ہوگا۔اس اعلان کے بعد زید بن محمد ﷺ کے نام سے زبان زدِ خاص وعام ہوئے۔اسلام لانے کے بعد زید بن حارثہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

اسلام: آنحضرت ﷺ کو خلعتِ نبوت عطا ہوا تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتداء ہی میں شرفِ بیعت حاصل کیا۔گویا غلاموں میں سب سے پہلے مومن ہیں۔

شادی: مکہ میں حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ہوا اور آپ ہی کے بطن سے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں آنحضرت ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کر دیا،لیکن یہ رشتہ قائم نہ رہ سکا نسبی وخاندانی عدمِ توازن نے دونوں کے مزاج میں نشیب وفراز پیدا کر دیا۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربارِ نبوت میں بار بار ناموافقت کی شکایت کی، بالآخر طلاق دینے پر مجبور ہو گئے۔

انقضائے عدّت کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معرفت پیامِ نکاح بھیجا، تو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ حکم نہ آئے، میں کچھ نہیں کرسکتی۔چنانچہ اس کے بعد ہی اس آیت نے ان کو امہات المومنین میں داخل کر دیا۔اسی کو اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

فَلَمَّا قَضٰی زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (الاحزاب)

جب زید تمام کر چکا اس عورت سے اپنی غرض، تو ہم نے اس کو تیرے نکاح میں دے دیا۔

اخلاق: حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحیفۂ اخلاق میں وفا شعاری کا باب سب سے نمایاں ہے۔آقائے نامدار ﷺ کی رضامندی ان کا پُرلطف مقصدِ حیات تھا۔آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے جملہ متعلقین کا بے حد ادب واحترام ملحوظ رکھتے تھے۔

شہادت: جمادی الاولیٰ ۸ھ میں غزوۂ موتہ میں سپہ سالاری کی حالت میں شہید ہوئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔(سیر صحابہ جلد نمبر ۲، ص:۲۳۲)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۵۲ھ

نام ونسب: عبداللہ نام، ابوموسیٰ کنیت، والد کا نام قیس اور والدہ کا نام طیبہ تھا۔

نہایت جلیل القدر صحابی ہیں۔ کتاب اللہ کے نہایت خوش آواز قاری، فقیہ اور بہت بڑے عالم تھے۔ ابوعثمان نہدی کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں قرآن مجید پڑھنا شروع کرتے تو ہماری آرزو یہ ہوتی تھی کہ کاش سورۂ بقرہ یعنی خوب لمبی سورت پڑھتے۔ انکے علم وفضل کا اعتراف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرماتے تھے۔

آپ نہایت عبادت گزار، روزہ دار، کثرت سے نوافل پڑھنے والے تھے۔ روزہ پر مداومت کی وجہ سے تنکے کی طرح ہو گئے تھے، مگر جب کہا جاتا کہ ذرا سستا لیجئے اور کچھ دن تک کھا پی لیجئے پھر روزہ رکھئے۔ تو فرماتے کہ ہیہات! مقابلہ کے دن دبلے پتلے گھوڑے ہی آگے نکلتے ہیں اور وہی سبقت لے جاتے ہیں۔

مؤثر وعظ: ایک بار انہوں نے ان سب لوگوں کو جمع کیا جو قرآن پڑھ چکے تھے تو تین سو آدمی اکٹھا ہوئے، ان کے مجمع میں آپ نے قرآن کی عظمت بیان کی اور فرمایا کہ یہی قرآن تمہارے لئے موجب اجر بھی بن سکتا ہے اور یہی تمہارے اوپر بوجھ بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا تم قرآن کی پیروی کرو اور اس کے پیچھے چلو، ایسا نہ ہو کہ قرآن تمہارا پیچھا کرے۔ جو قرآن کے پیچھے چلے گا قرآن اس کو جنت کے باغوں

میں لے جا کر اتارے گا۔ اور جس کا وہ پیچھا کرے گا اس کو جہنم ہی میں گرا کر چھوڑے گا۔

فائدہ: سبحان اللہ! کتنا مؤثر وعظ فرمایا جو صفحاتِ قلوب پر نقش کئے جانے کے لائق ہے۔ (مرتب)

ایک بار خطبہ دیتے کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ نیک ہم نشیں تنہائی سے بہتر ہے۔ لیکن برے ہم نشیں سے تنہائی بہتر ہے۔ نیک ساتھی کی مثال عطر فروش جیسی ہے کہ اس کے ساتھ رہنے میں عطر نہ ملے لیکن خوشبو سے تو دماغ معطر ہی ہو گا۔ اور برے ساتھی کی مثال بھٹی والے جیسی ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے سے تمہارا کپڑا چاہے نہ جلے لیکن دھواں دھکڑ سے بچ ہی نہیں سکتا۔

وفات: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۵۲ھ یا ۴۲ھ میں ہوئی۔ نوراللہ مرقدہٗ (اعیان الحجاج جلد نمبر ۱ ص:۵۱)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۱۸ھ

نام ونسب: نام معاذ والد کا نام جبل ہے۔ یمن کے گورنر تھے۔

صحابہ میں نہایت زبردست عالم تھے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے۔ کہ خود حضور اقدس ﷺ نے ان کے علم وفضل کو سراہا ہے۔ چنانچہ فرمایا: اَعْلَمُ اُمَّتِیْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ۔ یعنی میری امت میں حرام وحلال کے سب سے زیادہ واقف کار معاذ بن جبل ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے جب ان کو یمن کا حاکم بنا کر روانہ کیا ہے تو ان کو سوار کر کے خود پیدل کچھ دور تک ان کو پہنچانے گئے ہیں۔ جب واپسی کا ارادہ کیا تو فرمایا کہ معاذ! ممکن ہے کہ اس سال کے بعد تم مجھے نہ پاؤ اور اب شاید تمہارا گزر میری مسجد اور میری قبر پر ہو۔ یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جدائی کے تصوّر سے رونے لگے، تو آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ سب سے زیادہ مجھ سے قریب متقی لوگ ہیں چاہے جو ہوں اور جہاں ہوں۔

ارشادات: ایک شخص نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا، مجھ کو کچھ بتائیے! فرمایا: میری بات مانو گے؟ اس نے کہا، میں آپ کی بات ماننے کا بڑا حریص ہوں۔ فرمایا: روزہ رکھو اور افطار کرو، نماز پڑھو اور سوؤ، کماؤ اور گناہ نہ کرو اور مرو تو مسلمان مرو اور مظلوم کی بددعا سے بچو۔

فائدہ: سبحان اللہ کتنی عمدہ نصیحتیں فرمائیں۔ (مرتب)

اپنے بیٹے سے فرماتے تھے کہ بیٹے! نماز پڑھو تو یہ سمجھ کر پڑھو کہ یہ آخری نماز ہے۔ اس کے بعد پھر موقع نہ ملے گا۔

ف: حضور اقدس ﷺ نے بھی ایک صحابی کے طلب نصیحت پر یہ وصیت فرمائی ہے۔ اِذَا قُمْتَ لِلصَّلٰوۃِ فَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ۔ (ابن ماجہ ص:۳۰۷) (مرتب)

ایک آدمی سفر پر جا رہا تھا وہ ان کو سلام کرنے اور رخصت ہونے آیا تو آپ نے فرمایا کہ میں تم کو دو وصیتیں کرتا ہوں ان کو یاد رکھو گے تو تم محفوظ رہو گے سنو! دنیا کے حصہ سے تم کو بے نیازی تو نہیں ہو سکتی، لیکن تم آخرت کے حصہ کے بہت زیادہ محتاج ہو۔ لہٰذا آخرت کے حصہ کو دنیا کے حصہ پر ترجیح دو۔

فرماتے تھے۔ تکلیف، مصیبت کی آزمائش میں تو تم نے صبر کر لیا، لیکن اب خوشی اور آسائش دے کر تمہاری آزمائش ہوگی، اور میرے نزدیک سب سے خوفناک فتنہ عورتوں کا ہے، جب وہ سونے کے کنگن اور شام ویمن کے بہترین کپڑے پہننے لگیں گی اور مالداروں کو بھی مشقت میں ڈال دیں گی، اور ناداروں سے اس چیز کی فرمائش کریں گی جن کو وہ بیچارے پا نہیں سکتے۔

ف: پس جب ایسا ہو تو زن وشو کے تعلقات میں درستگی نہ ہوگی جس سے فساد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے۔ (مرتب)

وفات کے وقت آپ نے یہ کلمات کہے: اے اللہ! اس لمحہ سے پیشتر میں تجھ سے خائف تھا مگر اس وقت پُر امید ہوں۔ الٰہی! تو جانتا ہے کہ میں دنیا میں جینے اور زیادہ رہنے کا اس لئے طلبگار نہیں تھا کہ نہریں کھودوں گا اور پودے لگاؤں گا، بلکہ دنیا میں اس لئے جینا چاہتا تھا کہ دوپہر کی پیاس (جہاد کے میدان یا روزہ کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حالت میں) اور رات کی گھڑیوں میں جاگنے کی مشقت برداشت کروں اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے زانوں سے زانوں ملا کر بیٹھوں۔

فائدہ: سبحان اللہ! جینے کی خواہش ریاضت وعبادات کے لئے تھی نہ کہ شہوات کی بجا آوری کے لئے۔ جیسا کہ آج عموماً اسی کے لئے زندگی کی طلب ہوتی ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے ؎

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است

تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

(یعنی کھانا جینے اور ذکر کرنے کے لئے ہے اور تو سمجھتا ہے کہ جینا صرف کھانے کے لئے ہے۔) (مرتب)

وفات: ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں آپ کی وفات ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۸ر یا ۳۳ر سال کی تھی۔ نور اللہ مرقدہٗ (اعیان الحجاج جلد نمبر ار ص: ۵۴)

حضرت سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۱۵ھ

آپ کی کنیت ابو ثابت ہے۔ آپ سید الانصار تھے، نہایت سخی تھے، چنانچہ حضرت یحییٰ ابن کثیر سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضور اکرم ﷺ کے لئے ہر دن ثرید کا ایک پیالہ مقرر تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ جس زوجۂ مطہرہ کے پاس تشریف لے جاتے وہ پیالہ بھی ساتھ ساتھ جاتا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جب فرض نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا فرماتے: اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ مَالًا اَسْتَعِیْنُ بِہٖ عَلٰی فِعَالِیْ فَاِنَّہٗ لَا یُصْلِحُ الْفِعَالَ اِلَّا الْمَالُ۔

یعنی اے اللہ! مجھے اتنا مال عطا فرمائیے کہ اپنے افعال پر اس کے ذریعہ مدد حاصل کروں، اس لئے کہ مال ہی افعال کی اصلاح کرتا ہے۔

(صفۃ الصفوۃ، جلد نمبر ار ص: ۵۰۳)

فائدہ: اس دعا سے مال کی کیسی کچھ نافعیت ثابت ہوئی۔ ہاں اگر کوئی اس کا غلط استعمال کرے تو یہی مال موجب خسران ووبال ہوسکتا ہے پس یہ قصور صاحب مال کا ہوگا نہ کہ مال کا۔ (مرتب)

آپ کی جاں نثاری: غزوۂ اُحد میں تمام مدینہ خطرہ میں پڑ گیا تھا۔ لوگ شہر میں پہرہ دے رہے تھے۔ اس وقت حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا مکان

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کے مکان کا پہرہ دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کو ان سے جو محبت تھی اس کا یہ اثر تھا کہ آپ ان کے مکان پر تشریف لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے لئے دعا کی تو فرمایا: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتَکَ وَرَحْمَتَکَ عَلٰی اٰلِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ۔

(اے اللہ! سعد بن عبادہ کی آل واولاد پر اپنی رحمت وکرم نازل فرما۔)

وفات: آپ کی وفات ملک شام میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ۱۵ھ میں ہوئی۔ اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ۱۱ھ میں ہوئی۔

(سیر صحابہ جلد نمبر ۳ ص:۳۰۰۔ سیر الانصار)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۶۵ھ

آپ اپنے والد محترم سے پہلے مسلمان ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے حدیثوں کے لکھنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی، تو میں نے ان کو لکھا، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اس صحیفہ کا نام صادقہ رکھا تھا۔

آپ فرماتے تھے کہ اگر تم کو حق علم حاصل ہو جاتا تو اس قدر سجدے کرتے کہ تمہاری پیٹھ جھک جاتی اور اس قدر چیختے کہ تمہاری آواز فنا ہو جاتی، پس تم لوگ روؤ، اگر رو نہ سکو تو رونے کی صورت بناؤ اور بہ تکلف روؤ۔

فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے میں روؤں تو یہ میرے نزدیک اس سے کہیں زیادہ پسندیدہ ہے کہ ایک ہزار دینار صدقہ کروں۔

(صفۃ الصفوۃ جلد نمبر ا ص:۶۵۹)

ف: اس سے آپ کے خوفِ آخرت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے جو ہم سب کے لئے اُسوہ ہے۔ (مرتب)

آپ کے اخلاق: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زہد وتقویٰ اور کثرتِ عبادت کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے تھے۔ دن عموماً روزوں میں بسر ہوتا اور رات عبادت میں گزر جاتی تھی۔ آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے بلا کر فرمایا، عبداللہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے عہد کیا ہے کہ تمام عمر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دن کو روزے رکھو گے اور رات عبادت میں صرف کرو گے؟ بولے، ہاں
یارسول اللہ ﷺ بابی انت وامی! فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ روزہ رکھو
اور افطار کرو۔ نماز پڑھو اور آرام کرو مہینہ میں صرف تین دن روزے رکھا کرو۔
کیوں کہ ہر نیکی کا معاوضہ دس گنا ہوتا ہے لیکن اس کا ثواب تمام عمر روزہ رکھنے کے
برابر ہے۔ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد
ہوا کہ ایک دن روزہ رکھو اور دو دن افطار کرو بولے، میں اس سے بھی زیادہ رکھ سکتا
ہوں۔ حکم ہوا کہ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار، داؤد علیہ السلام کا یہی طریقہ تھا
اور یہ روزوں کی بہترین صورت ہے، عرض کیا، میں اس سے بھی بہتر روزے رکھ
سکتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ اس سے بہتر کوئی روزہ نہیں۔

غرض اس کے بعد انہوں نے تمام عمر روزوں میں حضرت داؤد
علیہ السلام کی پیروی کی اور رات کا اکثر حصہ عبادت میں بسر کیا۔ تلاوت کا اس قدر
شوق تھا کہ ہر تیسرے روز قرآن ختم کر لیتے تھے۔ لیکن آخر عمر میں جب قویٰ کمزور
ہو گئے تو اس وقت سخت ریاضت دشوار گزرنے لگی، تب فرمایا کرتے تھے کہ کاش!
میں رسول اللہ ﷺ کی اجازت قبول کر لیتا۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۲/۳۶۶)

وفات: آپ کی وفات ملک شام میں ۶۵ھ میں ہوئی جب کہ آپ کا سن شریف
۷۲ سال کا تھا۔ نوراللہ مرقدہٗ (صفۃ الصفوۃ جلد نمبر ۱/ص:۶۵۹)

حضرت سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۱۸ھ

نام ونسب: فضل نام، والد کا نام عباس بن عبد المطلب، ابومحمد کنیت والدہ کا نام
لبابہ تھا۔ آنحضرت ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔

اسلام: غزوۂ بدر سے قبل مشرف باسلام ہوئے، اس وقت آپ کا پورا گھر نورِ
اسلام سے منور ہو چکا تھا۔ لیکن مشرکین کے خوف سے اعلان نہیں کیا تھا۔

ہجرت: فتحِ مکہ سے کچھ دنوں پہلے اپنے والد بزرگوار حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کے ساتھ ہجرت فرمائی۔

غزوات: ہجرت کے بعد فتح مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے شریک ہوئے اس کے بعد
حنین کا معرکہ پیش آیا اس میں غیر معمولی شجاعت و بہادری دکھائی اور مسلمانوں کی ابتدائی
شکست میں جب فوج کا بڑا حصہ منتشر ہو گیا تھا مگر ان کے پائے استقلال میں لغزش و جنبش
نہ آئی اور بدستور حضور اقدس ﷺ کے ساتھ جمے رہے۔ پھر حجۃ الوداع میں آں حضرت ﷺ
کے ساتھ اس شان سے نکلے کہ حضور اکرم ﷺ کی سواری پر سوار تھے۔ اسی دن سے آپ کا
لقب ردیفِ رسول ﷺ یعنی ''ہم رکابِ رسول'' ہو گیا۔ اسی اثناء میں قبیلہ خثعم کی ایک نوجوان
اور خوبصورت عورت حج کے متعلق ایک مسئلہ پوچھنے آئی، چوں کہ حج میں منہ چھپانا عورتوں
کے لئے درست نہیں، اس لئے اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا، فضل بھی نہایت خوش رو تھے وہ ان کی
طرف گھورنے لگی اور یہ بھی اس کو دیکھنے لگے۔ آنحضرت ﷺ بار بار ان کا چہرہ دوسری طرف
پھیر دیتے تھے مگر یہ پھر اس کی طرف رخ کر لیتے، آخر کار حضور اقدس ﷺ نے فرمایا، برادر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عزیز! آج کے دن جو شخص اپنی آنکھ، کان اور زبان پر قابو رکھے گا اس کے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے آپ کو ماشاء اللہ یہ شرف حاصل ہوا کہ رمی جمار کے وقت آنحضرت ﷺ کی پشت پر سایہ کرنے کے لئے چادر لئے کھڑے تھے۔

ف: ظاہر ہے کہ اس سے بدنظری کے مرض کی (جس میں عام ابتلاء ہے) کیسی کچھ قباحت معلوم ہوئی اور اس کے ترک پر حضور ﷺ نے کتنی بڑی بشارت سنائی جو پیشِ نظر رکھنے کے لائق ہے۔ اس لئے تمام مسلمان مرد وعورت کو اس کا پاس ولحاظ رکھنا چاہئے تاکہ سعادت مغفرت سے مشرف ہوں اور یہ شعر تو صوفیہ صافیہ کے زبان زد ہے ؎

لب بہ بند و گوش بند و چشم بند　　گر نہ بینی نور حق بر من بخند

یعنی زبان، آنکھ اور کان کو بند کرو، اس پر بھی اگر نور حق نہ دیکھو تو مجھ پر ہنسو۔

آخری سعادت: حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آں حضرت ﷺ کی آخری خدمت کی سعادت بھی حاصل کی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مرض الموت میں جو آخری خطبہ دیا تھا اس کے لئے جن دو سعادتمندوں کے سہارے زنان خانہ سے باہر تشریف لائے تھے ان میں سے ایک حضرت فضل تھے اور انہی کے ذریعہ سے مسلمانوں میں خطبہ دینے کا اعلان کرایا تھا۔ سب سے آخری سعادت جسدِ اطہر ﷺ کے غسل دینے کی حاصل ہوئی چنانچہ جن لوگوں نے آپ ﷺ کو غسل دیا تھا ان میں سے ایک فضل بھی تھے، وہ پانی ڈالتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہلاتے تھے۔

وفات: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۱۸ھ میں ہوئی۔ طاعونِ عمواس میں جن حضرات صحابہؓ کی وفات ہوئی ان میں آپ بھی ہیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اعیان الحجاج ص:۳۷۔ سیر السلف)

حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما المتوفیٰ ۵۰ھ

نام ونسب: حسن نام، والد کا نام حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ والدہ کا نام حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ آپ نواسۂ رسول اللہ ﷺ ہیں۔

فضل وکمال: آپ جگر گوشۂ بتول تھے۔ نصف رمضان ۳ھ میں پیدا ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے آپ کے کان میں اذان دی اور آپ کا نام حسن رکھا۔ آپ حلیم، کریم، پرہیزگار تھے۔ آپ کا حلم وورع ہی باعث ہوا کہ دنیا اور خلافت کو اللہ تعالیٰ کے لئے ترک فرمادیا۔ آپ حضور اقدس ﷺ سے بہت زیادہ مشابہ تھے۔ اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصرت میں پہل کی۔

آپ نے ایک شخص کو سنا کہ بارہ ہزار درہم ملنے کے لئے دعا کررہا ہے تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر واپس ہوئے اور اس کے پاس اتنی رقم بھیج دی۔ اور فرماتے تھے کہ میں شرم محسوس کرتا ہوں کہ اپنے رب عزوجل سے بغیر ان کے گھر کی طرف چلے ملاقات کروں۔ اس لئے آپ بیس مرتبہ پیدل مدینہ سے مکہ تشریف لے گئے۔ (طبقات)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے پندرہ حج اس طرح کئے کہ آپ پیادہ پا تھے اور آپ کی بہترین اصیل اونٹنیاں خالی پیٹھ ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔

(اعیان الحجاج جلد نمبر ۱ ص:۶۷)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اقوالِ حکمت

آپ اپنے بیٹوں اور بھتیجوں سے فرمایا کرتے تھے کہ علم حاصل کرو اور اگر اس کو زبانی یاد نہ رکھ سکو تو اس کو لکھ کر اپنے گھر میں رکھ لیا کرو۔

ف: اس سے کتابت کی کس قدر منفعت معلوم ہوئی۔ (مرتب)

اور جب آپ کو زہر پلایا گیا تو آپ کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا، اس لئے آپ نے فرمایا کہ زہر تو کئی مرتبہ پلایا جا چکا ہوں مگر اس مرتبہ کی طرح نہ تھا۔ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے دریافت کیا کہ بھائی جان! آخر کس کے متعلق ہم گمان کریں کہ اس نے یہ حرکت کی ہے؟ تو فرمایا کہ یہ کیوں پوچھ رہے ہو، تو کہا، اس لئے کہ ہم اس کو قتل کر دیں۔ تو فرمایا کہ اگر وہ شخص وہی ہے جس کے متعلق ہم کو خیال ہے تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت سخت ہے اور وہ نہایت دردناک عذاب دینے والا ہے۔ اور اگر وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ آدمی قتل کیا جائے۔ (طبقات جلد نمبر ۱ ص: ۲۳)

ف: سبحان اللہ! یہ تھا آپ کا حلم و تقویٰ، جو ہم سب کے لئے قابل اتباع و اطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ ضرورت کا پورا نہ ہونا اس سے کہیں بہتر ہے کہ اس کے لئے کسی نااہل کی طرف رجوع کیا جائے۔

ف: سبحان اللہ! اس میں کیسی غیرت کی تعلیم ہے۔ (مرتب)

ایک شخص نے آپ سے کہا، مجھ کو موت سے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا یہ اس لئے کہ تم نے اپنا مال پیچھے چھوڑ دیا۔ اگر اس کو آگے بھیج دیا ہوتا تو اس

تک پہنچنے کے لئے خوفزدہ ہونے کے بجائے امیدوار ہوتے۔

ف: سبحان اللہ! کیسی حکمت و موعظت کی بات ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ مکارمِ اخلاق دس ہیں:

(۱) زبان کی سچائی۔ (۲) جنگ کے وقت حملہ کی شدت۔ (۳) سائل کو دینا۔ (۴) حسنِ خُلق۔ (۵) احسان کا بدلہ دینا۔ (۶) صلہ رحمی کرنا۔ (۷) پڑوسی کی حفاظت و حمایت کرنا۔ (۸) حق دار کی حق شناسی کرنا۔ (۹) مہمان نوازی کرنا۔ (۱۰) اور ان میں سب سے بڑھ کر ہے شرم و حیا کرنا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ سے مشورہ کرنا:

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر آپ سے اخلاقی اصطلاحوں کی تشریح کراتے تھے اور حکومت کے بارے میں مشورہ لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان سے کہا، ابو محمد! آج تک مجھ سے تین باتوں کے معنی کسی نے نہیں بتائے۔ آپ نے فرمایا، کونسی باتیں؟ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:: مروّت، کرم اور بہادری۔ آپ نے جواب دیا، مروت کہتے ہیں، انسان کو اپنے مذہب کی اصلاح کرنا اور اسے بَرمحل صرف کرنا۔ سلام زیادہ کرنا، لوگوں میں محبوبیت حاصل کرنا۔ اور کرم کہتے ہیں مانگنے سے پہلے دینا احسان وسلوک کرنا، برمحل کھلانا پلانا۔ بہادری کہتے ہیں پڑوسی کی طرف سے مدافعت کرنا، آڑے وقتوں میں اس کی حمایت و امداد کرنا اور مصیبت کے وقت صبر کرنا۔

ف: سبحان اللہ! کیسی عمدہ تشریح فرمائی جو نواسۂ نبی ﷺ کے حکمت و رحمت کا حصہ و کرشمہ ہے۔ (مرتب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ حکومت میں ہم پر کیا فرائض ہیں؟ فرمایا، جو سیدنا حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے بتائے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا، کیا بتائے ہیں؟ فرمایا: انہوں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ بادشاہ پر ملک داری کے کیا فرائض ہیں، جس سے اس کو نقصان نہ پہنچے۔ وہ یہ ہیں: ظاہر و باطن میں اللہ کا خوف کرے، غصہ اور خوشی دونوں میں عدل وانصاف کرے، فقر اور دولت مندی دونوں حالتوں میں میانہ روی قائم رکھے، زبردستی نہ کسی کا مال غصب کرے اور نہ اس کو بے جا صرف کرے، جب تک وہ ان چیزوں پر عمل کرتا رہے گا اس وقت تک اس کو دنیا میں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

(سیر صحابہ جلد نمبر ۴، ص:۳۱)

امر بالمعروف میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی حکمت: بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحرا کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں ایک بوڑھے کو وضو کرتے دیکھا، مگر وہ بوڑھا وضو اچھی طرح نہیں کر رہا تھا۔ ان دونوں حضرات نے باہم مشورہ کیا کہ یہ شخص بوڑھا ہے، ہم لوگ کیسے اس سے کہیں کہ تم وضو ٹھیک نہیں کر رہے ہو، شاید اس کی وجہ سے ناراض ہو جائے۔ پس حضرات حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہم لوگ اس کے پاس چلیں تاکہ اس سے وضو کرنے کا طریقہ سیکھیں۔ چنانچہ دونوں اس بوڑھے کے پاس گئے اور کہا اے شیخ! ہماری طرف نظر کیجئے کہ ہم میں سے کون اچھا وضو کرتا ہے۔ اس کے بعد دونوں نے اس کے سامنے وضو کیا اور وہ شیخ دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا جب

وضو کر چکے تو شیخ نے کہا کہ تم دونوں اچھی طرح وضو کرتے ہو، میں ہی اچھی طرح وضو نہیں کرتا، اب میں نے تم دونوں سے وضو کرنا سیکھ لیا۔

ف: سبحان اللہ! (اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ) کے مطابق امر بالمعروف کا کیا ہی عمدہ طریق اختیار فرمایا۔ (رسالہ معرفتِ حق۔ محرم، صفر ۱۴۳۵ھ)

خواب میں حضور اکرم ﷺ کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خاص دعا کی تلقین: بیہقی اور ابن عساکر نے ابو منذر کے طریق سے تخریج کیا ہے کہ ہشام بن محمد نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مرتبہ سخت تنگی میں مبتلاء ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کو ایک لاکھ (درہم) سالانہ (حکومت کی طرف سے) عطیہ ملتا تھا۔ ایک سال (کسی وجہ سے) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روک دیا، جس کی وجہ سے حضرت حسن کو سخت ضیق و عسرت پیش آگئی۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ (قلم) دوات منگایا کہ ان کو خط لکھوں اور ان کو یاد دلاؤں، لیکن میں رک گیا، تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ اے حسن! تمہارا کیا حال ہے؟ تو میں نے عرض کیا اے میرے باپ! بخیریت ہوں اور مال کے نہ آنے کی آپ سے شکایت کی۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے دوات اس لئے منگائی تھی کہ اپنے جیسے مخلوق کو اس بات کی یاد دہانی کراؤ؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ! پھر آخر میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: کہو

اللّٰھمّ ماضعفت عنه قوّتی — اے اللہ! جن باتوں میں میری قوت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وقصر عنه عملي ولم تنته اليه رغبتي ولم تبلغه مسألتي ولم يجر على لساني ممّا اعطيت احدا من الاوّلين والاٰخرين من اليقين فخصني به يارب العالمين۔

کمزور ثابت ہوئی اور جن کوششوں میں میرا عمل کوتاہ رہا اور جہاں تک نہ میری رغبت پہنچ سکی اور نہ میری درخواست جا سکی اور جو خواہش میری زبان پر جاری نہیں ہو سکی اس دولتِ یقین میں سے جسے اے رب العالمین آپ اولین وآخرین میں سے کسی کو دے چکے ہوں تو مجھے بھی اس کے ساتھ خاص کر لیجئے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قسم اللہ کی! مجھ کو اس دعا کے پڑھتے ابھی ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرا مقررہ وظیفہ بھیجا۔ تو میں نے کہا:

الحمد لله الذي لا ينسىٰ من ذكره ولا يخيب من دعاه۔ فرأيت النّبي ﷺ في المنام فقال يا حسن كيف انت؟ فقلت بخير يا رسول الله ﷺ وحدّثته بحديثي فقال يا بنيّ هٰكذا من رجى الخالق ولم يرج

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے کہ جو شخص اس کو یاد کرتا ہے اس کو وہ (اپنی رحمت سے) محروم نہیں کرتا اور جو اس سے مانگتا ہے وہ خائب نہیں ہوتا۔ تو میں نے خواب میں پھر حضور ﷺ کو دیکھا، تو ارشاد فرمایا کہ اے حسن! کیسے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ بخیر ہوں اور اپنا واقعہ بیان کیا، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے ہی ہر اس شخص کا

الى المخلوق۔

(تاريخ الخلفاء: ص ۱۳۴)

حال ہے جو اللہ تعالیٰ سے اپنی امید کو وابستہ کرتا ہے اور مخلوق سے اپنی امید ورجا کو منقطع کرتا ہے۔

وفات کا واقعہ: جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ میرا بستر گھر کے صحن میں لے چلو، اس کی تعمیل کی گئی۔ تو فرمایا کہ اے اللہ! اپنے نفس کو آپ کی جناب میں پیش کر رہا ہوں، آپ اس کے حالِ زار کے مطابق میرے ساتھ معاملہ نہ فرمائیے، بلکہ اپنی رحمتِ واسعہ کے مطابق معاملہ فرمائیے۔

(طبقات)

ف: سبحان اللہ! کس قدر خوفِ آخرت تھا۔ یہ سبط سید المرسلین کا حال تھا، تو ہم گناہگاروں کا خوفِ آخرت کیسا ہونا چاہئے۔ (مرتب)

آپ کی وفات ۵۰ھ میں ہوئی اور بقیع میں دفن کئے گئے۔ نوراللہ مرقدہٗ

(طبقات جلد نمبر ۱ ص: ۲۳)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیّدنا حُسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما المتوفی ۶۱ھ

نام ونسب: حسین نام، والد کا نام حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ والدہ کا نام سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ آپ کی ولادت شعبان ۴ھ میں ہوئی۔ آپ جوانانِ اہلِ جنت کے دو سرداروں میں سے ایک اور گلزارِ نبوت کے پھولوں میں سے ایک پھول ہیں۔

اخلاق وعادات: آپ کی ذاتِ گرامی فضائل اخلاق کا مجموعہ تھی۔ اربابِ سیر لکھتے ہیں کہ: كَانَ الْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَثِيْرَ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالْحَجِّ وَالصَّدَقَةِ وَاَفْعَالِ الْخَيْرِ جَمِيْعاً۔

یعنی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے نمازی، بڑے روزہ دار، بہت حج کرنے والے بڑے صدقہ دینے والے اور تمام اعمال حسنہ کو کثرت سے کرنے والے تھے۔

عبادت: بچپن میں آپ کی تعلیم وتربیت خود صاحبِ شریعت نبیٔ رحمت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی تھی اس لئے اس کا یہ اثر تھا کہ آپ بکثرت نمازیں پڑھتے تھے، روزہ بھی کثرت کے ساتھ رکھتے تھے۔ تمام اربابِ سیر آپ کے کثرتِ صیام پر متفق ہیں۔ حج بھی بکثرت کرتے تھے اور اکثر پاپیادہ حج کو گئے۔

صدقات وخیرات: مالی اعتبار سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے جیسی فارغ البالی عطا فرمائی تھی اسی فیاضی سے آپ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔ اور انفاق فی

سبیل اللہ پر بھرپور عمل کرتے تھے، جس کی تعلیم قرآن وحدیث میں ہے۔

وقار وسکینہ: سکینت اور وقار آپ کا خاص وصف تھا۔ آپ کی مجلس وقار اور متانت کا مرقع ہوتی تھی۔ لیکن اس وقار وسکینہ کے باوجود تمکنت وخود پسندی مطلق نہ تھی اور آپ حد درجہ خاکسار ومتواضع تھے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ شخص سے بے تکلف ملتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی طرف جارہے تھے راستہ میں کچھ فقراء کھانا کھارہے تھے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر انہیں بھی مدعو کیا۔ ان کی درخواست پر آپ فوراً سواری سے اتر پڑے اور کھانے میں شرکت کرکے فرمایا کہ تکبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا۔ اور ان فقراء سے فرمایا کہ میں نے تمہاری دعوت قبول کی ہے اس لئے تم بھی میری دعوت قبول کرو۔ اور ان کو گھر لے جاکر کھانا کھلایا۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۴ ص: ۲۳۲)

ف: سبحان اللہ! کیا ہی عمدہ اخلاق تھے جو آپ نے اپنے نانا جان سے سیکھے تھے۔ (مرتب)

ارشادات: آپ فرماتے تھے کہ لوگو، سنو! لوگوں کی حاجات کا تم سے متعلق ہونا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، اس لئے نعمتوں سے ملول نہ ہو۔ ورنہ یہ نعمت نقمت سے بدل جائے گی۔

فرماتے تھے کہ جو جود وبخشش کرتا ہے وہ سردار ہوجاتا ہے اور جو بخل کرتا ہے وہ ذلیل ہوجاتا ہے۔ اور جو شخص اپنے بھائی کے ساتھ بھلائی کرنے میں جلدی کرے گا تو کل کے دن اپنی اس بھلائی کا اجر پائے گا۔ (طبقات)

سیدنا حضرت حسین ایک روز حرم مکہ میں حجر اسود کو پکڑے ہوئے یہ دعا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کررہے تھے۔ یااللہ! آپ نے مجھ پر انعام فرمایا مگر مجھے شکر گزار نہ پایا۔ میری آزمائش کی تو مجھے صابر نہ پایا۔ مگر اس پر بھی آپ نے نہ اپنی نعمت مجھ سے سلب کی اور نہ مصیبت کو مجھ پر قائم رہنے دیا۔ یااللہ! کریم سے تو کرم ہی ہوا کرتا ہے۔

(دینی دسترخوان جلد نمبر ۱/ص:۸۳۰)

کربلا میں آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''المرتضیٰ'' میں شہادت سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے پہلے کچھ واقعات نقل کرنے کے بعد یوں تحریر فرمارہے ہیں:

جمعہ کے دن صبح کی نماز حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادا کی۔ (بعض روایتوں میں ہے کہ سنیچر کا دن تھا) اور یہ عاشورہ کا دن تھا۔ آپ کے ساتھیوں میں بتیس سوار اور چالیس پیادہ تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور قرآن کریم اپنے سامنے رکھا اور آپ کے صاحبزادے علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (زین العابدین) جو بیمار اور کمزور تھے، وہ بھی جنگ لڑنے کے لئے تیار تھے، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو یاد دلانے لگے کہ وہ کون ہیں، کس کے نواسے اور کس کے بیٹے ہیں، اور ان کی کیا حیثیت اور مقام ہے؟ وہ فرماتے تھے کہ لوگو! اپنے دلوں کو ٹٹولو، اور اپنے ضمیر سے پوچھو، کیا مجھ جیسے شخص سے جنگ کرنا جب کہ میں تمہارے نبی ﷺ کا نواسہ ہوں درست ہے؟ حُر بن یزید الریاحی آپ سے آکر مل گئے اور اپنے گھوڑے پر یزیدی فوج کے سامنے آگئے اور جنگ کرتے رہے، یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

اس اثناء میں شمر کھڑا ہوا اور آگے بڑھا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے رفقاء پر حملے کرنا شروع کیا۔ اور آپ کے ساتھی تنہا یا دو دو آپ کے سامنے جنگ کرتے رہے اور آپ ان کے لئے دعا کرتے رہے، آپ فرماتے (جزاکم اللہ احسن جزاء المتقین) وہ لوگ آپ کے سامنے جنگ کرکے ختم ہوگئے، اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزندوں اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائیوں میں بہت سے لوگ شہید ہوگئے۔

شمر ذی الجوشن نے آواز دی کہ اب (حضرت) حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کام تمام کرنے میں کیا انتظار ہے؟ چنانچہ آپ کی طرف زرعہ بن شریک التمیمی بڑھا اور آپ کے شانۂ مبارک پر وار کیا، پھر سنان بن انس بن عمرو النخعی نے نیزہ چلایا اور گھوڑے سے اتر کر سر مبارک تن سے جدا کردیا اور اس کو خولی کی طرف پھینکا ابو مخنف کا بیان ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے جسم اطہر کو دیکھا تو اس پر ۳۳/نشان نیزوں کے اور ۳۴/نشانات دوسری ضربوں کے آئے۔[۱]

حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ۷۲/آدمی شہید ہوئے۔

۱؎ البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۸/ص:۱۸۸۔ عبرت کا مقام یہ ہے کہ جس جس شخص کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے صف آرا ہونے اور ان کو شہید کرنے میں حصہ تھا وہ سب ان کے بعد کیفر کردار کو پہنچے۔ مختار نے (باوجود اپنی مشہور گمراہیوں اور بے راہ رویوں کے) قاتلانِ حسین کا پیچھا کیا اور ان لوگوں کو جن کا اس سلسلہ میں ہاتھ رنگین تھا سب کو موت کے گھاٹ اتارا۔ (وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ)

''شمر بن ذی الجوشن اپنے باپ ذی الجوشن کی طرح (میکافیلی) قسم کی فطرت رکھتا تھا جو اپنی مطلب براری کے لئے جو بھی وسیلہ ہوا اس کو اختیار کرسکتا تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ سخت دلی اور کینہ پروری میں وہ مشہور تھا۔ (اثر اہل الکتاب فی الفتن والحرب الاہلیہ فی القرن الاول الہجری۔ ص:۴۹۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور محمد بن حنفیہ کا بیان ہے کہ آپ کے ساتھ سترہ افراد شہید ہوئے وہ سب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد سے تھے۔[1] اناللہ وانا الیہ راجعون

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس روز شہید ہوئے وہ یومِ عاشورہ جمعہ کا دن محرم کا مہینہ ۶۱ھ تھا۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَنَوَّرَ اللّٰہُ مَرَاقِدَھُمْ۔

آپ کی شہادت پر کبار امت کے تاثرات: آپ کی مظلومانہ شہادت پر اکابر امت نے انتہائی قلق واضطراب کا اظہار فرمایا ہے۔ مثلاً امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ربانی شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، محدثِ جلیل عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے "المرتضیٰ" میں ان حضرات کی عبارتیں بھی نقل فرمائی ہیں۔ مگر ہم ان میں سے علامہ ابن تیمیہؒ اور عالم ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو نقل کرتے ہیں:

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"جس نے بھی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا، ان کے قتل میں مدد کی یا ان سے راضی ہوا اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت، اللہ تعالیٰ نہ ان کے عذاب کو دور کرے گا اور نہ اس کا عوض قبول کرے گا۔"

(فتاویٰ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جلد نمبر ۴ ص: ۴۸۷)

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کے ذریعہ عزت بخشی اور ان کو جن لوگوں نے شہید کیا اور اس میں مدد کی یا اس عمل پر راضی ہوئے ان کو رُسوا کیا

[1] البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۸ ص: ۱۸۹ (مختصراً)

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پیش رو شہدائے اسلام کا نمونہ تھے۔ کیوں کہ وہ اور ان کے بھائی دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور ان دونوں کی تربیت اسلام کے عین عروج کے زمانہ میں ہوئی، ان دونوں کو ہجرت، اللہ کے دین کی راہ میں اذیت اور اس پر صبر کا وہ حصہ نہیں ملا تھا جو ان کے خانوادۂ عالی کے دوسرے افراد کو مل چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے شہادت سے سرفراز کر کے ان دونوں کی عزت وتوقیر کو یہاں تک پہنچا دیا، ان کے درجات بلند کئے۔ ان کی شہادت ایک انتہائی دردناک حادثہ ہے اللہ تعالیٰ نے مصیبت کے موقع پر (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) پڑھنے کی تعلیم فرمائی ہے۔

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ۔ اَلَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ۔ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

(سورۃ البقرۃ ۱۵۵۔۱۵۷)

اور صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی بشارت سنادو۔ ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور اسی کی طرف لَوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی مہربانی اور رحمت ہے اور یہی لوگ سیدھے رستے پر ہیں۔ (المرتضیٰ ص: ۳۷۷)

لعن یزید کے جواز وعدم جواز کے سلسلہ میں دونوں مسالک پر بحث کرنے کے بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔

"پس جوازِ لعن وعدمِ جواز کا مدار تاریخ پر ہے۔ اور ہم مقلدین کو احتیاط سکوت میں ہے۔ کیوں کہ اگر لعن جائز ہے تو لعن نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لعن نہ فرض ہے، نہ واجب، نہ سنت نہ مستحب۔ محض مباح ہے۔ اور جو وہ محل نہیں ہے تو خود مبتلا ہونا معصیت کا اچھا نہیں" (المرتضیٰ ص:۳۷۸)

اب ہم علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری عبارت "واقعہ کربلا" مولفہ مولانا عتیق الرحمن صاحب سنبھلی سے نقل کرتے ہیں:

نوشتۂ تقدیر کا راز: اس تقدیر کا راز اور اس کی حکمت کیا ہو سکتی ہے جو ایک الم انگیز واقعہ کے لئے راہ بناتی آرہی ہے؟ سوال کافی سخت ہے مگر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس کا ایک جواب ملتا ہے جو ہے تو قیاس وگمان ہی کی بات مگر امام موصوف نے بڑے اعتماد کے ساتھ پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتل بلا شبہ مظلومانہ قتل ہے جو ان کے حق میں شہادت، علوِّ منزلت اور رفعِ درجات ہے اور (راز اس کا یہ ہے کہ) ان کے اور ان کے بھائی کے لئے اللہ کے یہاں سعادت اور نیک بختی کا وہ بلند مرتبہ طے ہو چکا تھا جس کے لئے کسی نہ کسی طرح بلا اور مصیبت سے گزرنا لازم ہے۔ مگر ان دونوں کو اپنے دوسرے اہل بیت کی طرح سے اس کے مواقع اس لئے حاصل نہ ہو سکے تھے کہ ان کی زندگی اسلام اور عزت وعافیت کی گود ہی میں بسر ہوئی تھی۔ پس ایک بھائی کی وفات زہر خورانی سے ہوئی اور دوسرے کی قتل سے تاکہ مصیبت کے صلہ میں شہداء کا عیش اور سعداء کی منزلت پا سکیں۔" (منہاج السنۃ جلد نمبر ۲، ص:۳۲۱)

گویا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کچھ نہ سمجھ میں آنے والا سفر ہو یا ابن زیاد کا اس سے بھی زیادہ ناقابل فہم رویہ۔ دونوں تقدیرِ الٰہی کے ایک منصوبے کا کرشمہ تھے جو پہلے سے طے ہو چکا تھا۔ (واقعہ کربلا، ص:۲۲۸، مولفہ مولانا عتیق الرحمن صاحب سنبھلی)

حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفیٰ ۴۵ھ

نام ونسب: زید نام، ابوسعید، ابوخارجہ، ابوعبدالرحمن کنیت، مقری، کاتب الوحی حبر الامت القاب، والد کا نام ثابت بن ضحاک ہے۔

ولادت: یوم بعاث میں آپ چھ سال کے تھے۔ یہ ہجرت سے پانچ سال پہلے کی جنگ ہے۔

فضل وکمال: قرآن مجید جو اسلام کا اصل ورکن ہے اس کے جمع کرنے کا فخر جس مقدس انسان کو حاصل ہوا وہ کاتبِ وحی حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک قرآن مجید ہڈی، کھال، کھجور کی شاخ اور مسلمانوں کے دلوں میں محفوظ تھا۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں بہت سے بزرگ تھے جن کو حفظِ قرآن کا شوق پیدا ہو گیا تھا، وہ قرآن کے حافظ ہو چکے تھے، حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انہی حُفّاظ میں تھے۔

اخلاق وعادات: بعثتِ نبوی ﷺ کی غرض اصلی مکارمِ اخلاق کی تتمیم وتکمیل ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اخلاق جن محاسن وفضائل کا مجموعہ تھا اس کے نمایاں اجزاء، حبِّ رسول ﷺ، اتباعِ سنت، امر بالمعروف، نصحِ امراء اور حمیتِ ملّی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت کی بناء پر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارِ نبوت میں اکثر حاضر رہتے تھے۔ صبح کو بسترِ خواب سے اٹھ کر سیدھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آجاتے، بعض وقت اتنا سویرا ہوتا کہ سحری

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آنحضرت ﷺ کے ساتھ کھاتے۔آپ ﷺ ان کو اپنے حجرہ شریفہ میں بلا لیتے تھے۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں بیٹھ جاتے تھے، آپ ﷺ غایتِ بے تکلفی کی بناء پر ان کی ران پر اپنا زانوئے مبارک رکھ دیتے۔

امراء کو بھی حضور اکرم ﷺ کے سنت کی تبلیغ سے غافل نہ رہتے تھے۔مروان بن حکم اموی مدینہ منورہ کے امیر تھے، وہ مغرب میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے تھے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ایسا کیوں کرتے ہو؟ آنحضرت ﷺ تو طویل سورتیں پڑھا کرتے تھے۔بلکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے بھی اگر ناواقفیت کی بناء پر خلافِ سنت کوئی فعل سرزد ہو جاتا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ ان کو تنبیہ فرماتے تھے۔ (سیر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلد نمبر ۳/ ۳۵۷)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رکاب کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک موقع پر پکڑ لیا تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمِّ رسول کے صاحبزادے آپ اس کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیے۔تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم اپنے علماء و کبراء کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔ (طبقات)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ''احیاء العلوم'' میں قدرے زیادتی کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے اس کا ترجمہ ہم درج کرتے ہیں وہ یہ ہے:

حضرت شعبیؒ نے بیان فرمایا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ جنازہ کی نماز پڑھی۔اس کے بعد ان کو خچر پیش کیا گیا کہ وہ سوار

ہو جائیں، اتنے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لے آئے اور آپ کی رکاب کو پکڑ لیا تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے عمِّ رسول ﷺ کے صاحبزادے آپ اس کو چھوڑ دیجئے (اس لئے کہ یہ مجھے بے ادبی معلوم ہوتی ہے) تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم کو اپنے علماء و کبراء کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔اس کے بعد حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دست مبارک کو چوم لیا اور فرمایا کہ ہم اپنے نبی ﷺ کے اہلِ بیت کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرنے کے مامور ہیں۔(احیاء العلوم جلد نمبر ۱/ ص: ۵۴)

ف: خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ کی ذرا عالی ظرفی ملاحظہ فرمائیں، کہ عالم دین، صحابئ رسول ﷺ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سواری کے رکاب کو غایتِ ادب و احترام کی بناء پر پکڑ لیا اور ارشاد فرمایا کہ ہم اپنے علماء کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔پھر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حق شناسی بھی قابل دید ہے کہ ان کے دست مبارک کو چوم لیا اور ارشاد فرمایا کہ ہم اہل بیتِ نبی ﷺ کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرنے کے مامور ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر صحابی کو دوسرے کے کمالات مستحضر تھے جس کی وجہ سے ان کو ہر ایک کے ساتھ ادب اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا پاس و لحاظ رہتا تھا۔پس جس طرح ان حضرات کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرمانبرداری کا خیال رہتا تھا جس کی وجہ سے ذکر و تلاوت، نماز و روزہ کا شیوع و چرچا تھا ویسے ہی باہم محبت و مودت کا چمن بھی سرسبز و شاداب تھا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مگر افسوس کہ اب نہ حقوق اللہ والرسول کی ادائیگی کی فکر ہے اور نہ حقوق الاصدقاء والاحباب کا پاس ولحاظ ہے۔غیروں کے ساتھ تو کیا اپنے بھائیوں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک ناپید ہوتا جارہا ہے۔بلکہ اکثر یہ دیکھا جارہا ہے کہ اپنے موہوم تقدس وشرف کی بناء پر اپنے بھائیوں سے اپنے حقوق کو سوفیصد منوانے کی فکر دامن گیر ہے مگر دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کا ذرا پاس ولحاظ باقی نہیں۔اس لئے ہمارے مراکزِ دینیہ میں بھی سکون واطمینان کی فضا باقی نہ رہی۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

اگر آج ہم صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اسوہ کو لائحہ عمل بنالیں اور ہر شعبۂ حیات میں ان کی اقتداء کریں تو آج کشت زارِ الفت ومحبت میں بہار آجائے اور یہ جلتا ہوا عالم بردوسلام کا مصداق ہوجائے اور طمانینت کی لہر دوڑ جائے۔

موقع کے مناسب جی چاہتا ہے کہ مرشد الامت حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتابگڈھی نوراللہ مرقدہٗ کے اشعار درج کروں ۔

رحمت کا ابر بن کے جہاں بھر میں چھائیے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھائیے
خُلق نبیؐ کا اب تو نمونہ دکھائیے
اغیار کو بھی اپنے گلے سے لگائیے

(مرتب)

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتب وحی تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو جمعِ قرآن کا اَمر فرمایا تھا۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

ارحم اُمّتی ابوبکر رضی اللہ عنہ و اشدھا فی دین اللہ عزوجل عمر رضی اللہ عنہ واصدقھا حیاء عثمان رضی اللہ عنہ واعلمھا بالفرائض زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔	میری امت میں سب سے رحیم ابوبکر ہیں اور اللہ عزوجل کے دین کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں اور ازروئے حیاء کے سب سے زیادہ سچے عثمان ہیں اور فرائض کے سب سے بڑے عالم زید بن ثابت ہیں۔

حضرت عمار ابن ابی عمار فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد ہم لوگ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس قصر کے سایہ میں بیٹھے تھے تو فرمایا کہ ایسے ہی علم رخصت ہوگا۔آج کے دن علم کثیر رخصت ہوگیا۔

محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے لئے نکلے۔پھر لوگوں نے دیکھا کہ نماز پڑھ کر واپس آرہے ہیں، پھر گھر میں داخل ہوگئے تو ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ مخلوق سے شرم وحیا کرتے ہیں؟ تو فرمایا کہ جو مخلوق سے شرم نہیں کرتا تو وہ اللہ تعالیٰ سے بھی شرم نہیں کرتا۔

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ایسا ہی واقعہ ہے کہ مسجد سے کچھ لوگوں کو آتے دیکھا تو چھپنے لگے، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ منافق تھے جن کو حضور اقدس ﷺ نے نام لے لے کر مسجد سے نکالا ہے۔(مرتب)

وفات: آپ کی وفات مدینہ میں واقدی کے قول کے مطابق ۴۵ھ میں ہوئی۔ (صفۃ الصفوۃ جلد نمبر ۱ ص:۷۰۵)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیدنا شدّاد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۵۸ھ

آپ کی کنیت ابویعلٰی ہے۔آپ کثیر العبادت والریاضت تھے۔آپ کا یہ حال تھا کہ بستر پر لیٹتے تو کروٹ بدلتے رہتے اور نیند نہ آتی تھی،تو فرماتے کہ یا اللہ! نارِ جہنم نے میری نیند اڑادی۔پھر کھڑے ہوجاتے اور صبح تک نماز پڑھتے رہتے۔

فضلاء صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے تھے۔صحابۂ کرامؓ کے عہد میں علوم وفنون کے مرجع تھے۔فرمایا کرتے تھے کہ لوگ دوطرح کے ہوتے ہیں، بعض لوگ عالم ہوتے ہیں لیکن غیظ وغضب سے مغلوب ہوتے ہیں اور بعض لوگ حلیم وبردبار ہوتے ہیں لیکن علوم وفنون سے عاری ہوتے ہیں۔

ف: بہت ہی تجربہ بلکہ مشاہدہ کی بات ارشاد فرمائی۔چنانچہ ہم خود ہی دیکھ لیں کہ بہت سے ایسے عالم ہیں جو مغلوب الغضب ہیں۔حالاں کہ یہ تزکیۂ نفس کے بالکل خلاف ہے۔اس لئے کہ تزکیۂ نفس کے معنی یہ ہیں کہ قوت غضبیہ وقوتِ شہویہ کو شریعت کا تابع بنایا جائے۔مگر افسوس کہ بہت سے عالم جو درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے ہیں اور بکثرت حج وعمرہ کی سعادت حاصل کررہے ہیں، ذکر وتلاوت وغیرہ کے بھی پابند ہیں،مگر پھر بھی ان میں جذبۂ غضب وکبر میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی۔اس کے برعکس بہت سے عامی ایسے ہیں جو علوم وفنون سے بہرہ ور نہیں،مگر کبر وغرور اور غیظ وغضب سے نکل کر عاجزی وفروتنی اور حلم وبردباری

اختیار کئے ہوئے ہیں، وہ درحقیقت عامی نہیں بلکہ عالم ہیں۔اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ”علم کے لئے یہ کافی ہے کہ اللہ سے ڈرے اور جہل کی خاص علامت یہ ہے کہ اپنے علم پر نازاں ہو۔“ (مرتب)

حضرت شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان چند لوگوں میں سے تھے جو علم وحلم کے مجمع البحرین تھے۔آپ نہایت حلیم اور کم سخن تھے،تاہم جب گفتگو کرتے تو دل آویز اور شیریں ہوتی،حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں خصلتوں کی وجہ سے ہم سے بڑھ گئے۔

ف: سبحان اللہ! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جن دو خصلتوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے وہ یقیناً حق وصواب ہے۔پہلی فضیلت ان کے وفورِ علم اور دوسری فضیلت ان کے کمالِ خلق (یعنی حلم) پر دال ہے جو ایک قلب مومن کے لئے زینت اور اس کے سینہ کے لئے شرح کا نشان ہے، چنانچہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے (اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ) کا ترجمہ یہ فرمایا ہے کیا ہم نے آپ کے سینہ کو علم وحلم سے کھول نہیں دیا۔تو معلوم ہوا کہ علم وحلم کی صفت بڑی نعمت ہے،اللہ تعالیٰ جسے یہ عنایت فرماتے ہیں اسے شرح صدر کی دولت سے نوازتے ہیں۔ (مرتب)

ارشادات: ایک مرتبہ آپ رونے لگے لوگوں نے وجہ دریافت کی ارشاد فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے اپنی امت کے خواہش نفس اور شرک میں مبتلا ہونے کا خوف ہے۔میں نے عرض کیا،کیا آپ کی امت مشرک ہوجائے گی؟ فرمایا،ہاں! لیکن اس طرح کہ سورج،چاند،بت اور پتھر کو نہیں پوجے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

گی، البتہ رِیا اور مخفی خواہشوں کا غلبہ ہوگا، صبح کو آدمی روزہ دار اٹھے گا لیکن جب خواہش تقاضا کرے گی تو روزہ کو بے خوف وخطر توڑ دے گا۔

جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو ارشاد فرمایا کہ اس امت کے لئے سب سے زیادہ خوفناک چیز رِیا اور پوشیدہ شہوت ہے۔

فائدہ: افسوس صد افسوس کہ ہمارا یہ دور اس کا مصداق ہے، اللہ تعالیٰ ہی ہم سب کی حفاظت فرمائے اور اپنی مرضی پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

(مرتب)

وفات: آپ کی وفات فلسطین ۵۸ھ میں ہوئی جب کہ آپ کی عمر ۷۵ رسال کی تھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صفۃ الصفوۃ جلد نمبر ا رص:۷۰۹)

حضرت سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۴۳ھ

نام ونسب: آپ کی کنیت ابو یوسف ہے۔ آپ کا نام حصین تھا۔ جب اسلام قبول کیا تو حضور اقدس ﷺ نے عبداللہ نام رکھا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ مدینہ تشریف لائے تو خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے والوں میں مَیں بھی تھا۔ جب آپ کے چہرۂ انور کو دیکھا تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔ اور آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَ صَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔ اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، صلہ رحمی کرو، لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور رات میں نماز پڑھو جب کہ لوگ سو رہے ہوں، جب یہ سب کروگے تو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

فضل وکمال: تورات، انجیل، قرآن مجید اور احادیثِ نبوی ﷺ سے آپ کا سینہ منور تھا۔ تورات پر جو عبور تھا اس کے متعلق علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ''تذکرۃ الحفاظ'' میں لکھتے ہیں: كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ عَالِمَ اَهْلِ الْكِتَابِ وَفَاضِلَهُمْ فِيْ زَمَانِهٖ بِالْمَدِيْنَةِ۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ میں اہلِ کتاب کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (سیر الصحابہ جلد نمبر ۳ رص:۲۳۴)

صحیح ترمذی میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قریب ہوئی تو شاگردوں سے فرمایا کہ میں تو دنیا سے جا رہا ہوں لیکن میرے ساتھ علم نہیں جا رہا ہے۔ جو شخص اس کی جستجو کرے گا اسے پالے گا۔ اس کے بعد چار شخصوں کے نام گنائے کہ ان سے علم حاصل کر سکتے ہو، جن میں ایک حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

آپ بڑے منکسر المزاج تھے۔ مسجد نبوی میں ایک دن نماز کے لئے آئے، لوگوں نے کہا یہ جنتی شخص ہیں۔ فرمایا کہ جس بات کو آدمی جانتا نہ ہو اس کو زبان سے نکالنا نہ چاہئے۔ اس کے بعد اپنے اس خواب کا ذکر کیا جس کی آنحضرت ﷺ نے تعبیر دی تھی کہ اسلام پر تمام عمر قائم رہو گے۔

اس واقعہ کے ساتھ ایک اور واقعہ بھی ملایا جائے تو انکسار کا نہایت مکمل اور دیدہ زیب مرقع پیش نظر ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لا رہے تھے لوگوں نے کہا کہ آپ کو اس سے اللہ تعالیٰ نے مستغنی کر دیا ہے۔ فرمایا، یہ ٹھیک ہے لیکن میں اس سے کبر وغرور کا قلع قمع کرنا چاہتا ہوں۔

(سیر الصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلد نمبر ۳ ص:۲۳۵)

ف: سبحان اللہ کبر وغرور دور کرنے کی کتنی فکر تھی جواب نایاب ہے اسی بناء پر فساد ہی فساد عیاں ہے، خواص میں بھی عوام میں بھی، گھروں میں بھی بازاروں میں بھی۔ بلکہ مدرسوں اور خانقاہوں میں بھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو اس خصلتِ بد سے محفوظ فرمائے۔ آمین (مرتب)

وفات: آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۴۳ھ میں ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(صفۃ الصفوۃ جلد نمبر ۱ ص:۱۸)

حضرت سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۷۴ھ

نام ونسب: سعد نام، ابوسعید کنیت، خاندان خُدرہ سے ہیں۔ والد کا نام مالک، والدہ کا نام انیسہ تھا۔

اخلاق وعادات: نہایت حق گو تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حق گوئی کی تاکید کرتے ہوئے سنا تھا لیکن کاش نہ سنا ہوتا۔ ایک مرتبہ اس حدیث کا جس میں حق گوئی کی تاکید تھی ذکر چھیڑا تو رو کر کہا کہ حدیث تو ضرور سنی تھی لیکن عمل بالکل نہ ہو سکا۔

فائدہ: یہ تھا عمل نہ کرنے کا احساس ایک صحابیٔ رسول ﷺ کا، جس کا احساس ہم کو سب سے زیادہ ہی ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ اپنے اندر تو کوتاہی ہی کوتاہی نظر آتی ہے۔ (مرتب)

مزاج میں بردباری اور تحمل تھا۔ ایک مرتبہ پاؤں میں درد ہوا، پَیر پر پَیر رکھے لیٹے تھے کہ آپ کے بھائی نے آکر اسی پاؤں پر ہاتھ مارا، جس سے درد بڑھ گیا۔ انہوں نے نہایت نرم لہجہ میں کہا، تم نے مجھے تکلیف پہنچائی، جانتے تھے کہ درد ہے۔ جواب ملا ہاں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس طرح لیٹنے سے ممانعت فرمائی ہے۔ (سیر صحابہؓ جلد نمبر ۳ ص:۱۹۲)

آپ نے اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ میں نے صبح اس حال میں کی کہ میرے پاس کچھ کھانے کو نہ تھا، یہاں تک کہ بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

باندھ رکھا تھا۔میری بیوی نے کہا کہ حضور اقدس ﷺ کے پاس جاؤ اور سوال کرو،تو آپ ﷺ کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرمائیں گے،اس لئے کہ فلاں فلاں آدمی گئے تھے، حضور اکرم ﷺ نے ان کو محروم واپس نہ فرمایا۔تو میں نے کہا کہ جب تک میرے پاس کچھ بھی موجود رہے گا میں آپ سے کبھی سوال نہ کروں گا۔ چنانچہ میں نے کسبِ مال کے لئے جدوجہد کی، مگر کچھ بھی وصول نہ ہوا۔تو خدمتِ اقدس میں سوال کی نیت سے حاضر ہوا، اس وقت آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔تو میں نے آپ ﷺ کا یہ ارشاد عالی سنا: مَنۡ یَّسۡتَغۡنِ یُغۡنِهِ اللّٰهُ وَمَنۡ یَّسۡتَعۡفِفۡ یُعِفَّهُ اللّٰهُ۔ یعنی جو استغناء اختیار کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ غنی کر دیں گے اور جو عفّت کا طالب ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو عفیف بنا دیں گے۔

اس ارشاد کے سننے کے بعد میں نے کسی سے بھی سوال نہ کیا۔

پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا دیا کہ مجھے علم نہیں ہے کہ انصار کا کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ مالدار ہو۔ (صفۃ الصفوۃ جلد نمبر ۱ ص: ۷۱۵)

فائدہ: یہ تھا داعیہ و جذبۂ عمل جس کی وجہ سے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دینی و دنیوی کامرانیوں سے ہمکنار ہوئے۔غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہمارے اندر جذبۂ عمل مفقود ہے جس کی بناء پر (خَسِرَ الدُّنیا والآخرۃ) کے مصداق ہیں۔(مرتب)

وفات: ۷۴ھ میں جمعہ کے دن وفات پائی۔بقیع میں دفن کئے گئے۔عمر کا تخمینہ ۷۴ رسال کیا ہے۔لیکن علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وفات کے وقت آپ کی عمر ۸۶ ربرس تھی اور یہی صحیح ہے۔ (سیر صحابہؓ جلد نمبر ۳ ص: ۱۸۹)

حضرت سیدنا عِکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ المتوفی ۱۳ھ

نام ونسب و اسلام: عکرمہ نام، باپ کا نام ابوجہل بن ہشام ہے۔

حضرت عِکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور دشمن اسلام ابوجہل کے ساتھ اسلام کے خلاف تمام تحریکوں میں شریک رہا کرتے تھے۔

فتح مکہ کے بعد جب دشمنانِ اسلام کی قوتیں ٹوٹ گئیں تو اس وقت حضرت عِکرمہ مکہ چھوڑ کر یمن کی جانب چل پڑے۔ان کی بیوی دولتِ اسلام سے مشرف ہو چکی تھیں، آنحضرت ﷺ سے شوہر کے جان کی امان لے کر ان کی تلاش میں نکلیں۔اِدھر راستہ میں جب عِکرمہ نے کشتی پار کرانے کے لئے لات وعزیٰ کو پکارا، تو ان کے ساتھیوں نے کہا کہ یہاں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارنا چاہئے۔یہ بات عِکرمہ کے دل پر اثر کرگئی جس کی وجہ سے وہ راستہ سے لَوٹ آئے اور راستہ ہی میں ان کی ملاقات بیوی سے ہوئی۔انہوں نے امان کی خبر سنائی۔اسی وقت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کلمۂ شہادت پڑھ کر اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا اور دعاءِ مغفرت کی درخواست کی۔رحمتِ عالم ﷺ نے ان کے لئے دعاءِ مغفرت فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت وغیرہ کی تعلیم فرمائی۔(سیر صحابہ جلد نمبر ۴ ص: ۱۶۷)

ف: یہ حقیر کہتا ہے کہ ہم میں سے ہر فرد کو اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اس ذاتِ پاک نے اتنے معاصی وخطاؤں کے بعد اتنی مہلت و حیات عطا فرمائی کہ توبہ واستغفار کر کے طاعات پر عمل پیرا ہو کر مافات کی تلافی اور قلب کی پاکی حاصل کر سکتے ہیں۔و باللہ التوفیق (مرتب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قبولِ اسلام کے بعد: قبولِ اسلام کے بعد آپ نے حضور اکرم ﷺ سے عہد کیا تھا کہ جتنی قوت میں اللہ کی مخالفت میں صَرف کر چکا ہوں اس سے دوگنی اللہ کی راہ میں صَرف کروں گا۔ اور اس عہد کو انہوں نے فتنۂ ارتداد اور شام کی معرکہ آرائیوں میں پورا کیا۔ اور ان کے مصارف کے لئے ایک حبّہ بھی بیت المال سے نہ لیا۔ جب شام پر فوج کشی کے انتظامات ہونے لگے اور سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ معائنہ کرنے کے لئے تشریف لائے، تو معائنہ کرتے ہوئے ایک خیمہ کے پاس پہنچے۔ اس کے چاروں طرف گھوڑے، نیزے اور سامانِ جنگ نظر آئے۔ قریب جا کر دیکھا تو خیمہ میں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دکھائی دیئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام کیا اور اخراجاتِ جنگ کے لئے کچھ رقم دینی چاہی۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ مجھ کو اس کی کوئی حاجت نہیں، میرے پاس دو ہزار دینار موجود ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ (سیر صحابہؓ جلد نمبر ۴/ص: ۱۷۲)

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنی قسم کو مؤکد کرنا چاہتے تو اس طرح فرماتے "قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے معرکۂ بدر کے دن قتل ہونے سے محفوظ رکھا"، یعنی اگر میں بدر میں قتل ہو جاتا تو پھر اسلام کی دولت کیسے نصیب ہوتی۔

آپ کا یہ حال تھا کہ قرآن پاک کو اپنے چہرہ پر رکھ کر فرماتے (کِتَابُ رَبِّیْ کِتَابُ رَبِّیْ) یہ میرے رب کی کتاب ہے یہ میرے رب کی کتاب ہے۔

وفات: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت ۱۳ھ میں شہید ہوئے۔ جب کہ آپ کے جسم مبارک پر تیر و نیزہ وغیرہ کے ستّر سے زیادہ زخم لگے تھے۔ (صفۃ الصفوۃ: ج/۱ ص/۷۳۰)

حضرت سیدنا ابو امامہ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۸۶ھ

نام ونسب: عدی نام، ابو امامہ کنیت، والد کا نام عجلان تھا۔

(سیر صحابہ جلد نمبر ۴/ص: ۲۵۳)

فضل وکمال: فضل وکمال میں امتیازی پایہ رکھتے تھے۔ حدیث کی تبلیغ واشاعت آپ کا خاص مشغلہ تھا۔ جہاں دو چار آدمی ایک جگہ مل جاتے ان کے کانوں تک احادیثِ نبوی ﷺ پہنچا دیتے۔ لوگوں سے کہتے کہ ہماری یہ مجلسیں تم لوگوں کے لئے خدائی تبلیغ گاہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے جو احکام ہمارے لئے بھیجے گئے ان کو آپ ﷺ نے ہم تک پہنچایا۔ اب تم لوگ ہم سے جو اچھی باتیں سنو ان کی تبلیغ کرو اور دوسروں تک پہنچاؤ۔

اس مشغلہ کی وجہ سے تشنگانِ علم اکثر اس سر چشمۂ فیض کے گرد جمع رہتے اور شائقین حدیث ان سے حدیثیں سنتے۔ حمص کی مسجد میں داخل ہوئے تو وہاں مکحول اور ابن ابی زکریا بیٹھے ہوئے تھے۔ مکحول نے کہا، کیا اچھا ہوتا اگر ہم لوگ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں چلتے اور ان کا حق ادا کرتے اور ان سے حدیثیں سنتے۔ اس تجویز پر ہم لوگ اٹھ کر حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے۔ سلام وجواب کے بعد انہوں نے کہا، تمہارا آنا تمہارے لئے رحمت اور تم پر حجت ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس امت کے لئے جھوٹ اور عصبیت سے زیادہ کسی چیز کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لئے خوف کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس لئے خبردار! جھوٹ اور عصبیت سے ہمیشہ بچتے رہنا۔ آپ ﷺ نے ہم کو یہ حکم دیا تھا کہ آپ ﷺ کا یہ فرمان تم لوگوں کے کانوں تک پہنچا دیا جائے۔ ہم اپنا فرض ادا کر چکے۔ اب اسے دوسروں کے کانوں تک پہنچانا تمہارا فرض ہے۔ (سیر الصحابہ جلد نمبر ۴ ص:۲۵۵)

ف: سبحان اللہ! کتنا اہم حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد ہے صحیح بات یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو جس بات کا خوف تھا وہ آج عام ہے۔ عصبیت جاہل ہی نہیں، بلکہ مشائخ کے سلسلوں اور جماعتوں میں بھی شائع ہو رہی ہے۔ ایک دوسرے کی حق بات کو تسلیم کرنے میں بھی عار و استکبار برتا جاتا ہے، اور یہ ظاہر ہے۔ اس لئے عیاں راچہ بیاں۔ (مرتب)

آپ کی ایک باندی بیان کرتی ہیں کہ ابو امامہ صدقہ کرنے کو بہت پسند فرماتے تھے اور اس کے لئے دینار، درہم اور پیسے جمع رکھتے تھے۔ پیاز وغیرہ تک خود استعمال نہ فرماتے تھے، کوئی سائل آتا تو جو کچھ تیار رہتا اس کو دے دیتے، یہاں تک کہ جب کچھ نہ ہوتا تو اس کے ہاتھ پر پیاز ہی رکھ دیتے تھے (مگر خالی ہاتھ واپس نہ فرماتے تھے)

چنانچہ ایک مرتبہ کا قصہ خود بیان کرتی ہیں کہ ایک دن ہم لوگوں نے اس حال میں صبح کی کہ ہمارے پاس کھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔ اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے پاس سوائے تین دینار کے کچھ نہ تھا۔ اتنے میں ایک سائل آیا تو اس کو ایک دینار دے دیا، پھر دوسرا آیا اس کو بھی ایک دینار عطا فرمایا۔ پھر ایک اور سائل آ گیا تو بقیہ ایک دینار بھی اس کو نذر فرما دیا۔ باندی کہتی ہیں کہ یہ دیکھ کر مجھے غصہ آیا

اور کہا کہ ہمارے لئے اب کچھ باقی نہ رہا۔ تو وہ اپنے بستر پر چت لیٹ گئے اور میں نے دروازہ بند کر دیا، یہاں تک کہ مؤذن نے ظہر کی اذان کہی۔ میں آئی اور ان کو جگایا تو روزے کی حالت میں مسجد گئے۔ مجھ کو ان پر رحم آیا۔ لہٰذا میں نے قرض لے کر چراغ بتّی درست کی اور رات کے کھانے کا انتظام کیا پھر دسترخوان ٹھیک کر کے ان کی خدمت میں گئی تا کہ ان کو لے آؤں۔ پس جب میں نے ان کا تکیہ اٹھایا تو دیکھا کہ سونا رکھا ہوا ہے۔ تو میں نے اپنے جی میں کہا کہ اچھا اسی سونے پر اعتماد کر کے یہ جود وسخا کیا ہے۔ باندی بیان کرتی ہیں کہ میں نے اس کو گنا تو تین سو دینار تھے۔ پھر میں نے اس کو وہیں رہنے دیا کہ واپسی پر دیکھا جائے گا۔

چنانچہ اس باندی کا بیان ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب گھر میں داخل ہوئے تو تیار کردہ چیزوں کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور میرے سامنے تبسم فرمایا اور کہا کہ یہ اس کے علاوہ سے بہتر ہے۔ پھر بیٹھ گئے اور کھانا تناول فرمایا، تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے، جو کچھ آپ نے کمایا تھا، پھر اس کو ایسی جگہ کیوں رکھ دیا جہاں سے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ کس چیز کے متعلق آخر تم کہہ رہی ہو؟ تو کہا کہ وہی دنیار (اشرفی) جن کو آپ نے (تکیہ کے نیچے) جمع کر رکھا ہے۔ یہ کہہ کر تکیہ اٹھا دیا۔ تو اس کو دیکھ کر گھبرا گئے اور فرمایا کہ تجھے ہلاکت ہو، یہ کیا چیز ہے میں نے کہا کہ مجھے اس کا بالکل علم نہیں ہے، مگر میں نے اس کو ایسا ہی رکھا ہوا پایا جس کو آپ دیکھ رہے ہیں۔ باندی کا بیان ہے کہ اس سے ان کی گھبراہٹ مزید ہوگئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صفۃ الصفوۃ جلد نمبر ۱ ص:۷۳۵)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ف: صاحب معجزات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی صحابی سے اس قسم کی کرامت کا ظہور بھلا کیا محل تعجب ہے، جب کہ ان کے بعد حضرات وارثین اولیاء اللہ سے ایسی کرامات کا بکثرت ظہور ہو چکا ہے۔ (مرتب)

وفات: جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی تھے پھر شام میں اقامت اختیار کرلی اور یہیں عبدالملک اموی کے عہد ۸۶ھ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ایک سو چھ (۱۰۶) برس تھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(سیر صحابہ جلد نمبر ۴ ص:۲۵۵)

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۶۰ھ

نام ونسب: معاویہ نام، والد کا نام ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھا۔ والدہ کا نام ہندہ تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شجرۂ نسب پانچویں پشت پر آں حضرت ﷺ سے مل جاتا ہے۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۴ ص:۴۵)

فضل وکمال: آپ کاتب وحی تھے اور حضور اقدس ﷺ کے مقربین میں سے تھے حضرت عرباض رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو ماہِ رمضان میں سحری کے وقت یہ کہتے سنا کہ غذائے مبارک کی طرف آتے جاؤ۔ پھر میں نے سنا کہ آپ ﷺ فرمارہے تھے: اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔ یعنی اے اللہ! معاویہ کو کتاب وحساب سکھلائیے اور انہیں عذاب سے محفوظ رکھئے۔ (سیر اعلام النبلاء جلد نمبر ۳ ص:۱۲۴)

عبدالرحمٰن ابن ابی عمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ ﷺ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا فرمارہے تھے کہ (اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا وَّاهْدِ بِهٖ) یعنی اے اللہ! معاویہ کو ہادی مہدی بنا دیجئے اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دیجئے۔

(سیر اعلام النبلاء جلد نمبر ۳ ص:۱۲۶)

یونس بن میسرہ نے کہا کہ میں نے دمشق کے منبر پر حضرت معاویہ ؓ کو یہ کہتے سنا کہ لوگو! صدقہ کرو، اور کوئی آدمی یہ نہ کہے کہ میں بہت کم آمدنی والا ہوں اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لئے کہ غریب آدمی کا صدقہ غنی کے صدقہ سے افضل ہے۔ (سیر اعلام النبلاء،ص۱۵۱)

یوسف بن عبدہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن سیرین سے سنا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لرزہ میں مبتلا ہو گئے تو ان پر ہلکے ہلکے لحاف ڈالے گئے۔تھوڑی دیر کے بعد ان لحافوں سے آپ کو تکلیف ہونے لگی،تو جب وہ اٹھا لئے گئے تو فرمایا کہ ان کو پھر اڑھاؤ۔پھر فرمایا کہ اس دار (دنیا) کا اللہ برا کرے کہ اس میں بیس سال امیر ہو کر رہا اور بیس سال خلیفہ بن کر رہا۔اور میں اس حال تک پہنچ گیا ہوں جس کا میں مشاہدہ کر رہا ہوں۔ (سیر اعلاء النبلاء،ص:۱۵۷)

ف: سبحان اللہ! اپنے عجز کا کیسا استحضار تھا۔ (مرتب)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ (**اَنَا اَوَّلُ الْمُلُوْكِ**) یعنی میں پہلا بادشاہ ہوں۔مَیں (علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ ہاں یہ بات صحیح ہے۔اس لئے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی، پھر اس کے بعد بادشاہت ہو جائے گی،پس خلافتِ نبوت تو تیس سال کے بعد ختم ہو گئی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی ہو گئے۔پس آپؓ نے تجمل اور شان و شوکت میں مبالغہ فرمایا،اور کم بادشاہ ایسے ہوئے ہیں جو ان کے رتبہ تک پہنچے ہوں۔

حضرت طاؤس حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کا وقت قریب ہوا تو فرمایا کہ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ کوہِ صفا پر تھا کہ میں نے کنگھا منگایا اور آپ ﷺ کے موئے مبارک کو لیا اور وہ اس اس جگہ کا تھا۔پس جب میں مرجاؤں تو اس بال کو

میرے منہ اور ناک میں رکھ دینا۔ (ص:۱۵۸)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت میں فرمایا کہ میں حضور اکرم ﷺ کو وضو کراتا تھا۔تو آپ ﷺ نے اپنی قمیص اتار کر مجھے پہنادی۔میں نے اس کو رکھ چھوڑا ہے۔اور آپ ﷺ کے ناخن کے تراشے کو جمع کر رکھا ہے۔لہٰذا جب مَیں مرجاؤں تو مجھے وہ قمیص پہنا دینا اور ناخن کے تراشے کو میری آنکھ میں ڈال دینا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے مجھ پر رحم فرمائے گا۔ (ص:۱۶۰)

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابو مریم ازدی رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو مسلمانوں کا والی بنائے، اگر وہ اُن کی حاجتوں سے آنکھ بند کر کے پردہ میں بیٹھ جائے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاجتوں کے سامنے پردہ ڈال دے گا۔

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے عام لوگوں کی حاجت روائی کے لئے ایک مستقل آدمی مقرر کر دیا۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۴،ص:۱۴۰)

ضبط و تحمل: ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے بڑی بدکلامی کی۔کسی نے کہا، آپ اس کو سزا کیوں نہیں دیتے۔جواب دیا، مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ میرے حِلم کا دامن میری رعایا کے قصور کے مقابلہ میں تنگ ہو جائے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خاندان والوں کو نصیحت کی تھی کہ قریش کے ساتھ ہمیشہ حِلم کے ساتھ پیش آیا کرو، میرا حال یہ تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی شخص مجھ کو بُرا بھلا کہتا تھا تو میں حِلم سے اس کا جواب دیتا تھا۔اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ وہ میرا دوست بن جاتا تھا اور ہر وقت میری امداد و حمایت کے لئے تیار

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رہتا تھا۔ حلم سے کسی شریف کی شرافت میں فرق نہیں آتا، بلکہ اس کی عزت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ انسان اس وقت تک صائب الرائے نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی جہالت پر اس کا حلم اور اس کی خواہشات پر ضبطِ نفس غالب نہ آجائے۔

فیاضی: تمام گزشتہ خلفاء، امہات المومنین کی خدمت کو اپنے لئے باعثِ سعادت و افتخار سمجھتے تھے۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس سعادت سے محروم نہ تھے۔ اور رتبہ کے لحاظ سے خصوصیت کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بڑی خدمت کرتے تھے۔ ان کی خدمت میں ایک ایک مشت ایک ایک لاکھ کی نذر پیش کرتے تھے۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً دس دس، پانچ پانچ ہزار کی رقمیں بھیجا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے منکدر بن عبداللہ کو دس ہزار کی رقم دینی چاہی، لیکن اس وقت اتفاق سے ہاتھ میں روپیہ نہ تھا، اس دن شام کو حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھیجی ہوئی رقم آگئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے منکدر کو بلوا کر اس میں سے دس ہزار کی رقم دے دی۔

وفات: رجب ۶۰ھ میں ستہتر (۷۷) سال کی عمر میں وفات پائی اور دمشق میں مدفون ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سیر صحابہ جلد نمبر ۴/۱۷۱)

حضرت سیدنا جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۸ھ

آپ امیر المومنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے بھائی اور قبولِ اسلام کے لحاظ سے سابقین اوّلین میں سے تھے۔ آپ نے بھی قریش کی ایذاء اور تکلیف سے تنگ آ کر حضور اقدس ﷺ کی ہدایت و ایماء سے ۵ نبوی میں ملک حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اور وہاں باطمینان زندگی بسر کرنے لگے مگر قریشِ عرب کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو نہایت برہم ہوئے اور ان حضراتِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے معاملہ کو درہم برہم کرنے کے لئے اپنے دو آدمیوں کو نجاشی کے پاس ہدایا و تحائف دے کر بھیجا، تاکہ ان لوگوں کی خوب خوب شکایت کریں اور ان کی واپسی کا مطالبہ کریں۔ چنانچہ ان لوگوں نے جا کر یہ خدمت انتہائی مکر و سیاست کے ساتھ انجام دی۔ مگر نجاشی نہایت عادل و کرم گستر بادشاہ تھا، اس لئے اس نے صحابۂ مہاجرین کو اپنے دربار میں بلا کر دین اسلام کے متعلق دریافت کیا، تو حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت مؤثر و بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ جس کا ترجمہ "نبیِ رحمت" (مؤلفہ، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ) سے نقل کرتا ہوں۔

جاہلیت کی تصویر کشی اور اسلام کا تعارف جعفر ابن ابی طالبؓ کی زبان سے:

اس وقت رسول اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے حسبِ ذیل تقریر کی:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

"اے بادشاہ! ہم ایک جاہلیت والی قوم تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، ہر قسم کی بے حیائیوں اور گناہوں میں آلودہ تھے۔ ہم میں سے جو طاقت ور ہوتا وہ کمزور کو پھاڑ کھاتا۔ ہم اس حال میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا، جس کے خاندان، حسب ونسب اور جس کی سچائی، امانت داری اور عفّت و پاکبازی سے ہم پہلے سے واقف تھے، انہوں نے ہم کو یہ دعوت دی کہ ہم صرف ایک اللہ پر ایمان لائیں اور اسی کی عبادت کریں۔ اور ہم اور ہمارے باپ دادا جن بتوں اور پتھروں کو پوجتے تھے اس کو بالکل چھوڑ دیں اور ان سے قطعِ تعلق کرلیں۔ انہوں نے ہم کو سچ بولنے، امانت ادا کرنے، رشتہ داری کا خیال کرنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے، ناجائز وحرام باتوں اور ناحق خون سے پرہیز کرنے کا حکم دیا، بے حیائی کے کاموں، جھوٹ فریب، یتیم کا مال کھانے، پاکدامن و پاکباز عورتوں پر الزام لگانے سے منع فرمایا۔ انہوں نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

انہوں نے ہمیں نماز کا، زکوٰۃ کا، روزہ کا حکم دیا۔ انہوں نے اس طرح کے اور ارکانِ اسلام بیان کئے۔ ہم نے ان کی تصدیق کی، ان پر ایمان لائے۔ اور جو طریقہ اور تعلیم وہ اللہ کی طرف سے لائے ہیں اس کی پیروی کی۔ صرف اللہ کی عبادت اختیار کی، اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کیا، جو انہوں نے حرام کیا اس کو حرام مانا، جو انہوں نے حلال کی اس کو حلال تسلیم کیا اس پر ہماری قوم ہماری دشمنی پر کمربستہ ہوگئی۔ انہوں نے ہم کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں اور ہم کو اس دین سے

پھیرنے کے لئے مختلف آزمائشوں میں ڈالا اور اس کی کوشش کی کہ اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر ہم پھر بتوں کی عبادت کو اختیار کرلیں اور جن گناہوں اور جن جرائم کو پہلے جائز سمجھتے تھے پھر جائز اور حلال سمجھنے لگیں۔

جب انہوں نے ہمارے ساتھ بہت زور زبردستی کی، ہم پر ظلم کیا، ہمارا جینا دوبھر کردیا اور ہمارے دین کے راستے میں دیوار بن کر کھڑے ہوگئے، تو ہم آپ کے ملک میں پناہ لینے کے لئے آئے۔ اور اس کے لئے آپ ہی کا انتخاب کیا آپ کے جوار اور پناہ کی خواہش کی۔ اے بادشاہ! ہم یہاں یہ امید لے کر آئے ہیں کہ ہم پر کوئی ظلم نہ کیا جاسکے گا۔"

نجاشی نے یہ پوری تقریر سکون ووقار سے سنی اور کہا کہ تمہارے نبی اللہ کے پاس سے جو کچھ لائے ہیں اس کی کوئی چیز تمہارے پاس ہے؟

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہے!

نجاشی نے کہا کہ مجھے وہ پڑھ کر سناؤ۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ مریم کی ابتدائی آیتیں تلاوت کیں تو نجاشی رو پڑا اور اس کے آنسوؤں سے اس کی ڈاڑھی تر ہوگئی۔ اس کے دربار کے پادریوں پر بھی گریہ طاری ہوگیا یہاں تک کہ ان کے (مذہبی) صحیفے آنسوؤں سے بھیگ گئے۔

وفد قریش کی ناکامی: نجاشی نے کہا کہ بلا شبہ یہ اور جو کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لائے تھے ایک ہی نور کی کرنیں ہیں پھر وہ قریش کے دونوں قاصدوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ خدا کی قسم، میں ان کو تمہارے حوالہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کرنے والا نہیں۔

اس موقع پر عمرو بن العاص نے اپنے ترکش کا آخری تیر چلایا۔ یہ ایک زہر میں بجھا ہوا تیر تھا۔

انہوں نے کہا کہ:

بادشاہ سلامت! یہ لوگ حضرت مسیح کے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہیں جن کا زبان سے نکالنا بھی مشکل ہے۔

نجاشی نے پوچھا کہ تم لوگ حضرت مسیح کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا، ہم ان کے بارے میں وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں تعلیم دی ہے۔ وہ اللہ کے بندے ہیں اس کے رسول ہیں اور اس کی روح اور کلمہ ہیں جو اس نے کنواری پاکباز مریم پر القاء کیا۔ یہ سن کر نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور ایک تنکا اٹھا کر کہا کہ خدا کی قسم، جو کچھ تم نے بیان کیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں ہیں۔

اس نے مسلمانوں کو بہت اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔ ان کو امان دی۔ قریش کے وہ دونوں قاصد ذلیل وخوار ہو کر وہاں سے نکلے۔ اور مسلمانوں نے بہت اچھے گھر اور اچھے پڑوس میں عزت کی جگہ پائی۔ (سیرت ابن ہشام جلد نمبر ا ص: ۳۳۴)

ف: سبحان اللہ! کیا عالم تھا رسول اللہ ﷺ کی تعلیم وتربیت اور فیضِ صحبت کا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کو تھوڑی سی مدت میں کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ چنانچہ اعدائے اسلام کے بھرے مجمع میں تختِ شاہی پر بیٹھے ہوئے بادشاہ کے

سامنے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کے محاسن و اوصاف کو اس طرح بیان فرمایا کہ نجاشی بادشاہ اس قدر متأثر ہوا کہ زاروقطار رونے لگا۔ اور کفار کا دامِ تزویر کبیت العنکبوت (مکڑی کا جالا) ثابت ہوا اور ان کا سب کیا دھرا منصوبہ خاک میں مل گیا۔

مگر افسوس ہمارے حال پر کہ سالہا سال سے اسلام کے حلقہ بگوش ہونے کے باوجود ارکانِ اسلام تک سے ہمیں واقفیت نہیں، بلکہ عقائد حقہ تک سے جہالت ہے۔ تو پھر دوسروں پر اپنا اثر بھلا کیا خاک ڈال سکیں گے۔

آں خویشتن گم است کرا رہبری کند

(مرتب)

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکمت و بلاغت: شاہ حبشہ کے سامنے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر اور اسلام کی دعوت ان کی حکمت، موقع ومحل کی رعایت اور نفسیاتِ انسانی کی واقفیت کا دلآویز نمونہ ہے۔ اس سے لفظی بلاغت سے کہیں زیادہ عقلی بلاغت کا اظہار ہوتا ہے، جس کی ہدایتِ ربانی اور غیبی تائید کے سوا کوئی توجیہ نہیں کی جاسکتی۔ اسی کے ساتھ اس سے حضرت جعفرؓ کی سلامتی طبع اور دوراندیشی کا بھی پتہ چلتا ہے، جس میں بنو ہاشم قریش پر اور قریش تمام عرب پر فائق تھے۔ اس موقع پر حضرت جعفرؓ نے اپنی تقریر کو عرب جاہلیت کی صورتِ حال پیش کرنے اور یہ بتانے تک محدود رکھا کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور دینِ حق کی دعوت، مکارمِ اخلاق کی تعلیم دی، جولوگ اس پر ایمان لائے ان کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

زندگیوں میں انقلابِ عظیم رونما ہوا۔ یہ صورتِ حال کی ایسی وضاحت ومصوری ہے جو ایک ''آپ بیتی'' کی حیثیت رکھتی ہے اور جس کے بیان کرنے والے کی صداقت میں شبہ کی گنجائش نہیں۔ حکیمانہ دعوت وبیانِ حقیقت کا ایک ایسا اسلوب ہے جو پیش کرنے والے کے لئے نہ تو مشکلات وشبہات پیدا کرنے والا ہے، نہ مخالفین ومعترضین کو جرح کرنے اور سامعین کو مخالفت پر آمادہ کرنے کا موقع دینے والا ہے، ایک امر واقعہ اور ایک معاشرہ کی سچی سرگذشت ہے جس میں ایک نبی ﷺ کی دعوت وتعلیم نے قبول کرنے والوں کو انسانیت کی پست ترین سطح سے اٹھا کر بلند ترین سطح پر پہنچا دیا۔ جس کا جی چاہے اس کو جانچ لے اور اس انقلابِ حال کو آنکھوں سے دیکھ لے۔

وفات: غزوہ موتہ سنہ ۸ھ میں شہادت پائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(سیر صحابہ جلد نمبر ۲/ص:۲۱۹)

حضرت سیدنا ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی سنہ ۵۳ھ

نام ونسب: آپ کا نام ارقم، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام عبد مناف والدہ کا نام امیمہ تھا۔

قبولِ اسلام: حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ گیارہ یا بارہ اصحاب کے بعد ایمان لائے۔ اس وقت آں حضرت ﷺ اور تمام کلمہ گو حضرات کی زندگی نہایت خطرہ میں تھی۔ مشرکین قریش چاہتے تھے کہ اس تحریک کو بااثر ہونے سے پہلے معدوم کر دیں، لیکن اسلام فنا ہونے کے لئے نہیں آیا تھا۔ حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہبطِ وحی والہام ﷺ اور تمام مسلمانوں کو اپنے مکان میں چھپایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی گھر میں اسلام لائے۔ ان کے اسلام لانے کے وقت کم وبیش چالیس آدمی شرفِ اسلام سے مشرف ہو چکے تھے۔

اخلاق: تقویٰ، تدیّن، زہد وراست بازی حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نمایاں اوصاف تھے عبادت اور شب بیداری کا بے حد شوق تھا۔ ایک دفعہ انہوں نے بیت المقدس کا قصد کیا اور سامانِ سفر درست کرکے رسول اللہ ﷺ سے رُخصت ہونے آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ تجارت کے خیال سے جاتے ہو، یا کوئی خاص ضرورت ہے؟ بولے، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ ﷺ! کوئی ضرورت نہیں ہے، صرف بیت المقدس میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ میری اس مسجد[1]

---

[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ صلوٰۃ فی مسجدی ھٰذا خیر من الف صلوٰۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام۔ (بخاری شریف: حدیث ۱۱۹۵)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(مسجد نبوی ﷺ) کی ایک نماز مسجد حرام کے سوا تمام مساجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔ حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سنتے ہی بیٹھ گئے اور اپنے ارادہ کو فسخ فرمادیا۔ (سیر الصحابہ جلد نمبر ۲ ص: ۳۹۳)

ف: سبحان اللہ! صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اندر کس قدر انقیاد واطاعت کا مادہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے صریح ارشاد نہیں بلکہ محض اشارہ کی تعمیل فرماتے ہوئے اپنے عزم وارادہ کو فسخ فرمادیا۔ فَلَکُمْ لنا قدوۃ (مرتب)

وفات: تراسی (۸۳) برس کی عمر پاکر ۵۳ھ میں عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ نور اللہ مرقدہٗ (سیر الصحابہ جلد نمبر ۲ ص: ۳۹۳)

حضرت سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۳ھ

نام ونسب: عثمان نام ابوالسّائب کنیت، والد کا نام مظعون اور والدہ کا نام سخیلہ تھا۔

قبل اسلام: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فطرۃً سلیم الطبع، نیک نفس و پاکباز تھے۔ ایامِ جاہلیت میں جب کہ شراب نوشی عام تھی، لیکن ان کی زبان اس وقت بھی شراب کے ذائقہ سے ناآشنا تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ ایسی چیز پینے سے کیا فائدہ جس سے انسان کی عقل میں فتور آجائے۔ ذلیل وکم رتبہ آدمی اس کو مضحکہ بنائیں۔ اور نشہ کی حالت میں ماں بہن کی تمیز بھی جاتی رہے۔

ف: غور کیجئے کہ کیسی بے حیائی و بے غیرتی کی بات ہے کہ شرابی کو ماں بہن میں تمیز باقی نہیں رہتی۔ مگر افسوس کہ شرابیوں کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ چنانچہ دیکھ لیجئے کہ تباہی و بربادی بھی ساری دنیا میں عام ہو رہی ہے۔ اس وبا میں مسلمان بھی مبتلا ہیں بعض مسلم ممالک میں علانیہ اس کا رواج ہے جس کو حضورِ اقدس ﷺ نے اُمّ الخبائث فرمایا ہے۔ اس میں خیر کی صورت کیا ہو سکتی ہے۔ اولاد پر بھی اس کا اثرِ بد پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین (مرتب)

قبولِ اسلام: اسی فطری پاکبازی کے باعث ان کا لوحِ دل بالکل صاف تھا اس پر رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ و تلقین نے بہت جلد توحید کا نقش ثبت کردیا۔ اربابِ سیر کا بیان ہے کہ اس وقت تک صرف تیرہ صحابہ ایمان لائے تھے۔

سنہ ۵ نبوی میں مسلمانوں کی ایک جماعت نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے ملک حبشہ ہجرت کی تھی۔حضرت عثمان بن مظعون اس بے خانماں گروہ کے امیر تھے۔ایک عرصہ تک وہاں مقیم رہنے کے بعد اس غلط افواہ پر کہ تمام قریش نے اسلام قبول کرلیا ہے مکہ واپس تشریف لائے۔لیکن جب مکہ کے قریب پہنچ کر خبر بے بنیاد نکلی تو سخت پریشان ہوئے۔کیوں کہ دوبارہ اتنی دور لَوٹ کر جانا بھی دشوار تھا۔اور دوسری طرف مکہ میں داخل ہونے سے مشرکین کا خوف دامن گیر تھا۔

غرض اسی تردد وتذبذب میں جہاں تھے وہیں رک گئے۔اور جب ان کے تمام ساتھی ایک ایک کرکے اپنے مشرک اعزہ واحباب کی پناہ میں مکہ پہنچ گئے تو یہ بھی ولید بن مغیرہ کی حمایت حاصل کرکے مکہ میں داخل ہوئے۔

ولید بن مغیرہ کے اثر نے گو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذیتوں سے محفوظ کردیا تھا، تاہم وہ خود رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مبتلائے مصیبت دیکھ کر اس ذاتی راحت واطمینان کو گوارہ نہ کر سکے اور ایک روز خود بخود اپنے نفس کو ان الفاظ میں ملامت فرمائی۔افسوس! میرے احباب اور خاندان والے اللہ کی راہ میں طرح طرح کے مصائب برداشت کررہے ہیں میں ایک مشرک کی حمایت میں اس اطمینان اور چین کے ساتھ زندگی بسر کررہا ہوں۔خدا کی قسم! یہ میرے نفس کی بہت بڑی کمزوری ہے اس خیال نے بے تاب کردیا۔اسی وقت ولید بن مغیرہ کے پاس پہنچے اور فرمایا اے ابوعبد شمس! تمہاری ذمہ داری پوری ہوچکی۔اس وقت تک میں تمہاری پناہ میں تھا،لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حمایت میں رہنا پسند کرتا ہوں۔میرے لئے رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کا نمونہ کافی ہے۔

ولید نے کہا، شاید تم کو کسی نے اذیت پہنچائی۔بولے نہیں! اصل یہ ہے کہ اب مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی حمایت درکار نہیں۔تم ابھی میرے ساتھ خانہ کعبہ چلو۔اور جس طرح تم نے میری حمایت کا اعلان کیا تھا اسی طرح اس کو واپس لینے کا اعلان کردو۔غرض ولید نے اصرار سے مجبور ہوکر ان کی خواہش کو مجمعِ عام میں بیان کیا۔حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہوکر اس کی تصدیق کی اور فرمایا۔صاحبو! میں نے ولید کو نہایت ہی باوفا اور مہربان پایا۔لیکن چوں کہ اب مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی حمایت پسند نہیں، اس لئے میں خود ہی اس بارِ احسان سے سبکدوش ہوتا ہوں۔

ف: حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے کیسی سچی محبت تھی کہ ان حضرات کے لئے اپنی راحت کو قربان کرکے مصیبت وتکلیف والی صورت کو گوارا فرمایا۔اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں جو اجر وثواب ملے گا اس کا کیا ٹھکانہ، حضور اقدس ﷺ کے دل میں آپ کی اس درجہ للّٰہیت کی کس قدر قدر ومنزلت آئی ہوگی۔جو یقیناً ان کی سعادت تھی۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین (مرتب)

عبادت: عبادت وشب بیداری حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہایت ہی پُرلطف مشغلہ تھا۔رات رات بھر نمازیں پڑھتے، دن کو عموماً روزے رکھتے، انہوں نے اپنے گھر میں ایک حجرہ مخصوص کرلیا تھا جس میں رات دن معتکف رہتے تھے۔

شوقِ عبادت نے بیوی بچوں سے بالکل بے نیاز کردیا تھا۔ایک روز ان کی زوجہ محترمہ حرم نبوی ﷺ میں آئیں، امہات المومنین نے ان کو خراب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حالت میں دیکھ کر پوچھا کہ تم نے ایسی ہیئت کیوں بنا رکھی ہے؟ تمہارے شوہر سے زیادہ تو قریش میں کوئی دولت مند نہیں۔ بولیں مجھے ان سے کیا سروکار؟ وہ رات رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں، دن کو روزے رکھتے ہیں۔ امہات المومنین نے آنحضرت ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ اسی وقت حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا، اے عثمان! کیا میری ذات تمہارے لئے نمونہ نہیں ہے؟ بولے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا بات ہوئی؟ ارشاد ہوا، تم رات بھر عبادت کرتے ہو، دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہو؟ عرض کیا، ہاں یارسول اللہ ﷺ! میں ایسا کرتا ہوں۔ حکم ہوا ایسا نہ کرو، تمہاری آنکھ کا، تمہارے جسم کا اور تمہارے اہل وعیال کا تم پر حق ہے۔ نمازیں بھی پڑھو، آرام بھی کرو۔ روزے بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ غرض اس فہمائش کے بعد ان کی بیوی پھر امہات المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو دلہن کی طرح معطّر تھیں۔

ف: سبحان اللہ! کیسی اطاعت وفرمانبرداری تھی کہ اپنے عبادت کے معمول کو حضور اکرم ﷺ کے حکم کے بعد ترک فرمایا اور اس میں اعتدال اختیار فرمایا جو ہمارے دین کی امتیازی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (مرتب)

وفات: ہجرت کے تیس ماہ بعد یعنی ۳ھ کے آخر میں وفات پائی۔ آنحضرت ﷺ کو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مفارقت کا شدید غم تھا۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ جھک کر ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اس قدر چشم پُرنم ہوئے کہ اشکِ مبارک سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رخسار تر ہو گئے۔

پھر سر مبارک اٹھا کر غمگین آواز میں فرمایا کہ ابوالسّائب! میں تم سے جدا ہوتا ہوں، تم دنیا سے اس طرح نکل گئے کہ تمہارا دامن ذرا بھی اس سے ملوّث نہ ہوا۔

قبرِ مبارک: اس وقت تک مدینہ میں مسلمانوں کا کوئی خاص قبرستان نہ تھا۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد آں حضرت ﷺ نے مقامِ بقیع کو اس کے لئے منتخب فرمایا۔ چنانچہ وہ پہلے صحابی تھے جو اس قبرستان میں دفن ہوئے۔ آپ ﷺ نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی۔ قبر کے کنارے کھڑے ہو کر اپنے اہتمام سے دفن کرایا۔ اور قبر کے سرہانے کوئی چیز بطورِ علامت کے نصب فرمایا۔ پھر فرمایا، اب جس کی وفات ہوگی وہ اسی کے آس پاس مدفون ہوگا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونور اللہ مرقدہٗ (سیرِ صحابہ جلد نمبر ۲ ص:۳۸۵)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۱۷ھ

نام، نسب اور اسلام: عتبہ نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام غزوان بن جابر تھا۔ حضرت عتبہ ان بزرگوں میں ہیں جنہوں نے ابتداء ہی میں داعیٔ توحید کو لبیک کہا تھا اور مسلمان ہو گئے تھے۔

غزوات و دیگر خدمات: تیراندازی کے لحاظ سے آپ کا شمار کاملین فن میں تھا۔ ۱۴ھ میں خلیفہ دوم نے آپ کو بندرگاہ ابلہ بلسان اور اس کے ملحقہ مقامات کی فتح پر مامور فرمایا۔ حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مہم کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہی حکم سے حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ سو آدمیوں کے ساتھ شہر بصرہ کی داغ بیل ڈالی، ہر قبیلہ کے لئے ایک ایک محلہ مخصوص کر دیا۔ اس نئے شہر کے سب سے پہلے والی بھی حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی مقرر ہوئے۔

اخلاق: تقویٰ، زہد، جفاکشی اور خاکساری آپ کے خصوصی اوصاف ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصرہ کی جامع مسجد میں ایک خطبہ دیا تھا یہاں اس کے چند فقرے نقل کئے جاتے ہیں۔ ان سے آپ کے خوفِ قیامت زہد اور خاکساری کا اندازہ ہوگا۔

"صاحبو! دنیا گزر جانے والی، آنے جانے والی ہے۔ اس کا بڑا حصہ گزر چکا ہے اور اب اس کا تھوڑا سا حصہ باقی ہے

جس طرح کہ برتن کا پانی پھینک دینے کے بعد آخر میں کچھ دیر تک قطرات کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ ہاں تم اس دنیا سے ایک دوسری جگہ منتقل ہونے والے ہو جس کو کبھی زوال نہیں، تو پھر کیوں نہیں اپنے ساتھ بہتر سے بہتر تحائف لے جاتے ہو؟ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ اگر پتھر کا کوئی ٹکڑا جہنم کے کنارے سے لُڑھکایا جائے تو ستر برس میں بھی وہ اس کی گہرائی کو طے نہیں کر سکتا۔ لیکن اللہ کی قسم! تم اس جہنم کو بھر دو گے۔ کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو؟

اللہ کی قسم مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ جنت کے دروازے اس قدر وسیع ہوں گے کہ چالیس سال میں اس کی مسافت طے ہو سکتی ہے۔ لیکن ایک دن ایسا بھی آئے گا جب کہ ان پر سخت ازدحام ہوگا۔

میں جب ایمان لایا تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف چھ آدمی تھے۔ عسرت و ناداری کی یہ حالت تھی کہ درخت کے پتوں پر گزارہ تھا جس سے آنتوں میں زخم پڑ جاتے تھے، مجھے ایک دفعہ ایک چادر مل گئی جس کو چاک کر کے میں نے اور سعد نے تہبند بنایا۔ لیکن ایک دن یہ بھی آیا کہ جب ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ اس کے
نزدیک حقیر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو بڑا سمجھوں۔
نبوت ختم ہو چکی ہے، انجام کار بادشاہت قائم ہوگی۔ اور تم
عنقریب ہمارے بعد امیروں کو آزماؤ گے۔"

(سیر الصحابہؓ جلد نمبر ۲/مہاجرین حصہ اوّل، ص: ۴۱۷)

ف: سبحان اللہ! کیا ہی عمدہ خطبہ ہے جس کے ہر فقرہ میں نصیحت وعبرت کا سامان موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیحت وعبرت حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین (مرتب)

وفات: سنہ ۱۷ھ میں وفات ہوئی۔ نور اللہ مرقدہٗ

حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی سنہ ۳ھ

نام، نسب وحالات: مصعب نام، ابو محمد کنیت، والد کا نام عمیر اور والدہ کا نام حناس بنت مالک تھا۔ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ کے ایک نہایت حسین وخوش رو نوجوان تھے۔ گھر کے بہت مال دار تھے، نہایت ناز ونعمت میں پلے تھے، عمدہ سے عمدہ پوشاک اور لطیف سے لطیف خوشبو جو اس زمانہ میں میسر آسکتی تھی استعمال فرماتے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ان کا تذکرہ کرتے تو فرماتے کہ مکہ میں مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ حسین، خوش پوشاک اور پروردۂ نعمت کوئی نہیں ہے۔

اسلام: اللہ تعالیٰ نے حُسنِ ظاہری، سلامتِ ذوق اور طبعِ لطیف کے ساتھ آئینۂ دل کو بھی نہایت شفاف بنایا تھا۔ صرف ایک عکس کی دیر تھی کہ توحید کے دل رُبا خط وخال نے شرک سے متنفّر کر دیا اور آستانۂ نبوت پر حاضر ہو کر اس کے شیدائیوں میں داخل ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں پناہ گزیں تھے اور مسلمانوں پر مکہ کی سرزمین تنگ ہو رہی تھی۔ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھپ چھپ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ لیکن ان کا راز کھل گیا اور ان کی ماں اور خاندان والوں نے سختی شروع کر دی اور مجرمِ توحید کے لئے شرک کی عدالت نے قیدِ تنہائی کا فیصلہ سنایا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عرصہ تک قید کے مصائب برداشت کرتے رہے لیکن قید خانہ کی تلخ زندگی نے بالآخر ترکِ وطن پر مجبور کیا اور امن وسکون کے طالبین کے ساتھ سرزمین حبشہ کی راہ لی۔ اس ناز پروردہٴ نوجوان کو اب نہ تو نرم ونازک کپڑوں کی حاجت تھی نہ نشاط افزا عطریات کا شوق اور نہ دنیاوی عیش وتنعم کی فکر تھی۔ صرف جلوہٴ توحید کے ایک نظارہ نے تمام فانی ساز وسامان سے بے نیاز کردیا تھا۔ غرض ایک مدت کے بعد حبشہ سے پھر مکہ واپس آئے۔ ہجرت کے مصائب سے وہ رنگ وروپ باقی نہ رہا تھا۔ خود ان کی ماں کو اپنے نورِ نظر کی پریشاں حالی پر رحم آگیا اور مظالم کے اعادہ سے باز آگئی۔

اس عرصہ میں اسلام مدینہ منورہ تک پہنچ چکا تھا اور مدینہ کے ایک معزز طبقہ نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ انہوں نے دربارِ نبوت ﷺ میں درخواست بھیجی کہ ہماری تعلیم وتلقین پر کسی کو مامور فرمایا جائے۔ چنانچہ حضرت سرورِ کائنات ﷺ کی نگاہِ جوہر شناس نے اس خدمت کے لئے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتخب کیا، اور چند زرّیں نصائح کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ فرمایا۔

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ پہنچ کر حضرت اسعد بن زرارہ کے مکان پر فروکش ہوئے اور گھر گھر پھر کر قرآن واشاعتِ اسلام کی خدمت انجام دینے لگے۔ ان کی تعلیم وتلقین سے کلمہ گو حضرات کی ایک بڑی جماعت پیدا ہوگئی۔

فضل وکمال: حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت ذہین اور خوش بیان تھے۔ مدینہ منورہ میں جس سُرعت کے ساتھ اسلام پھیلا اس سے ان کے اِن

اوصاف کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ قرآن مجید اس وقت تک جس قدر نازل ہو چکا تھا۔ اس کے حافظ تھے۔ مدینہ میں نمازِ جمعہ کی ابتداء آپ ہی کی تحریک سے ہوئی اور آپ ہی سب سے پہلے امام مقرر ہوئے۔

اخلاق: آپ کے اخلاق نہایت بلند تھے، جوروستم نے مصائب کے برداشت کرنے کا خوگر بنادیا تھا۔ خصوصاً ملک حبشہ کی صحرا نوردیوں نے جفاکشی، استقلال اور استقامت کے نہایت زرّیں اسباق دیئے تھے اور اچھی طرح سکھادیا تھا کہ دشمنوں میں رہ کر کس طرح اپنا مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نومسلموں کی تعلیم وتربیت اور اشاعتِ اسلام جیسی اہم خدمات پر آپ کو مامور فرمایا تھا۔

مزاج قدرتاً نہات لطافت پسند تھا۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے عمدہ سے عمدہ پوشاک اور بہتر سے بہتر عطریات استعمال فرماتے تھے، حضرمی جوتا جو اس زمانہ میں صرف اُمراء کے لئے مخصوص تھا وہ ان کے روز مرّہ کے استعمال میں آتا تھا۔ لیکن جب دولتِ اسلام سے مالا مال ہوئے تو شرابِ توحید نے کچھ ایسا مست کردیا کہ تمام تکلفات بھول گئے۔ ایک روز دربارِ نبوت میں اس شان سے حاضر ہوئے کہ جسم پر ستر پوشی کے لئے صرف ایک کھال کا ٹکڑا تھا جس میں جا بجا پیوند لگے ہوئے تھے۔ صحابہٴ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دیکھا تو سب نے عبرت سے گردنیں جھکالیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، الحمدللہ، اب دنیا اور تمام اہلِ دنیا کی حالت بدل جانا چاہیئے۔ یہ وہ نوجوان ہے جس سے زیادہ مکہ میں کوئی ناز پروردہ نہ تھا۔ لیکن نیکوکاری کی رغبت اور اللہ اور رسول ﷺ کی محبت نے اس کو تمام چیزوں سے بے نیاز کردیا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ف: سبحان اللہ یہ مرشدِ اعظم ﷺ نے اپنے مسترشد اور تلمیذ رشید کے کمالِ محبت وصلاح کی کتنی بلند کلمات میں شہادت دی جو یقینا حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے لئے اس سے بڑھ کر کونسی کرامت وسعادت ہوسکتی ہے۔ (ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء) (مرتب)

وفات: ۳ھ میں غزوۂ احد میں مرتبۂ شہادت سے فائز المرام ہوئے۔ اس زمانہ میں غربت و اِفلاس کے باعث شہیدانِ ملت کو کفن تک نصیب نہ ہوا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش پر صرف ایک چادر تھی کہ جس سے سر چھپایا جاتا تو پاؤں برہنہ ہوجاتے اور پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا، بالآخر چادر سے چہرہ چھپایا گیا اور پاؤں پر اذِخر گھاس ڈالی گئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نور اللہ مرقدہٗ (سیر صحابہ جلد نمبر ۲، ص: ۳۷۵)

حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی سنہ ۵۱ھ

نام ونسب: خالد نام، ابوایوب کنیت، والد کا نام زید، قبیلۂ خزرج کے خاندانِ نجار سے تھے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خاندان کے رئیس تھے۔

اسلام: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان منتخب بزرگانِ مدینہ میں سے ہیں جنہوں نے عقبہ کی گھاٹی میں جا کر آنحضرت ﷺ کے دستِ مبارک پر اسلام کی بیعت کی تھی۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ سے دولتِ ایمان لے کر لَوٹے تو ان کی فیاضیٔ طبع نے گوارا نہ کیا کہ اس نعمت کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھیں، چنانچہ اہلِ خانہ، اعزہ واقرباء اور دوست واحباب کو ایمان کی تلقین کی اور اپنی بیوی کو حلقۂ توحید میں داخل کیا۔

حامل نبوت ﷺ کی میزبانی: مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی میزبانی کا شرف حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہوا۔ آنحضرت ﷺ حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تقریباً چھ مہینہ تک قیام پذیر رہے۔

غزوات اور عام حالات: حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح برابر کے شریک رہے اور اس التزام سے کہ کسی ایک غزوہ میں بھی شرکت سے محروم نہیں رہے۔

اخلاق: حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجموعۂ اخلاق میں تین چیزیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سب سے زیادہ نمایاں تھیں۔ (۱)حُبِّ رسول ﷺ۔ (۲)جوشِ ایمان۔ (۳)حق گوئی۔حُبِّ رسول ﷺ کا مظاہرہ رسول اللہ ﷺ کی میزبانی کے دوران بار بار ہوا۔جوشِ ایمان کا یہ عالم تھا کہ غزواتِ نبوی ﷺ میں سے کسی غزوہ کی شرکت سے محروم نہ تھے اَسّی برس کی عمر میں وہ مصر کی راہ میں بحرِ روم کو عبور کر کے قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے اعلاءِ کلمۃ اللہ میں مصروف تھے۔

حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ حکومت وامارت کا دبدبہ وشان بھی ان کو حق گوئی سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔ایک دفعہ مصر کے گورنر عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو خود صحابی تھے،کسی سبب سے مغرب کی نماز میں دیر کر دی۔حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھ کر پوچھا (ماھٰذہ الصّلٰوۃ یا عقبۃ؟) عقبہ! یہ کیسی نماز ہے؟ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا،کہ ایک کام کی وجہ سے دیر ہوگئی۔آپ نے فرمایا آپ صحابیِٔ رسول ﷺ ہیں آپ کے اس فعل سے لوگوں کو گمان ہوگا کہ شاید آنحضرت ﷺ اسی وقت نماز پڑھتے تھے،حالانکہ آں حضرت ﷺ نے نمازِ مغرب کے وقت تعجیل (جلدی کرنے) کی تاکید فرمائی ہے۔

وفات: ۵۱ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جنگ قسطنطنیہ میں شریک تھے،وہیں بیمار ہوئے اور وہیں انتقال فرمایا۔اسی جگہ مدفون بھی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سیر صحابہ جلد نمبر ۳،ص: ۱۰۴)

حضرت سیدنا سعید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۱۹ھ

نام،نسب واسلام: سعید نام،والد کا نام عامر بن خدیم،والدہ کا نام اروی تھا۔ غزوۂ خیبر سے قبل مشرف باسلام ہوئے۔اسلام لانے کے بعد ہجرت کر کے مدینہ آگئے اور سب سے پہلے غزوۂ خیبر میں شریک ہوئے۔ پھر تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ہمرکاب رہے۔

حمصؔ کی گورنری: عباس بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی جگہ سعید بن عامر کو حمصؔ کی گورنری پر مامور کیا۔

فقر ودرویشی: ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زہد وتقویٰ درجۂ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔حمص کی گورنری کے زمانہ میں اس فقیرانہ شان سے رہتے تھے کہ ان میں اور عام مساکین میں کوئی امتیاز باقی نہ رہا تھا۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حمص گئے تو وہاں کے فقراء کے معاش کا انتظام کرنے کے لئے ان کی فہرست طلب کی۔فہرست تیار کرائی تو منجملہ اور ناموں کے ایک نام سعید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی تھا۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یہ سعید بن عامر کون ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا،امیر المومنین! ہمارے اور آپ کے امیر۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حیرت سے پوچھا،تمہارا امیر اور فقیر؟ آخر وظیفہ جو ملتا ہے وہ کیا کرتے ہیں؟ لوگوں نے کہا،اس کو وہ ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ زہد وورع سن کر رونے لگے اور فوراً ایک ہزار دینار کی تھیلی سعید بن عامر رضی اللہ عنہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے پاس بھیجی کہ اس کو اپنی ضروریات میں صَرف کریں۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھتے ہی (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) پڑھا۔ بیوی نے پوچھا ''خیریت ہے؟ کیا امیر المومنین کو خدانخواستہ کوئی گزند پہنچا؟'' فرمایا، اس سے زیادہ اہم حادثہ ہے۔ بیوی نے کہا، کیا قیامت آ گئی ہے؟ فرمایا، قیامت سے بھی زیادہ خطرناک۔ انہوں نے کہا، آخر معاملہ کیا ہے؟ فرمایا، دنیا فتنوں کو لے کر میرے پاس آئی ہے۔ وہ بولیں، پھر کوئی تدارک کرو۔ انہوں نے یہ تدارک کیا کہ پوری رقم ایک بڑے توبڑے میں ڈال دی اور ساری رات نماز پڑھتے رہے۔ صبح کو جب اسلامی لشکر ادھر سے گزرا تو ساری رقم اٹھا کر اس کی ضروریات کے لئے دے دیا۔

محکوموں کی ہمدردی: محکوموں کی ہمدردی اور غمخواری آپ کا نمایاں وصف تھا۔ جہاں حاکم رہے وہاں کی رعایا آپ کی ہمدردی کی گرویدہ رہی۔ شام کی رعایا آپ سے بہت خوش رہتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے دریافت کیا، شام والے آپ سے اس قدر محبت کیوں کرتے ہیں؟ کہا، میں ان کی نگہبانی کے ساتھ ان کی غمخواری بھی کرتا ہوں۔ آپ نے خوش ہو کر دس ہزار کی گراں قدر رقم ان کو دینا چاہی، انہوں نے یہ کہہ کر رقم لینے سے انکار کر دیا کہ میرے گھوڑوں اور غلاموں کی آمدنی میرے لئے کافی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا کام فی سبیل اللہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصرار کیا کہ اس کو لے لو، واپس نہ کرو، ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو کچھ مال دیا تھا، میں نے بھی تمہاری طرح یہی جواب دے کر واپس کرنا چاہا، تو آپ نے فرمایا۔ اگر بغیر سوال کے اللہ دے تو اس کو لے لیا کرو، وہ اس کا عطیہ

ہے۔ (سیر الصحابہ جلد نمبر ۲/مہاجرین حصہ دوم، ص:۲۲۶)

ف: اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بغیر طلب وسوال کے کوئی عطیہ آئے تو اس کا قبول کرنا مذموم نہیں ہے اور نہ یہ اشراف نفس (جو ممنوع ہے اس) میں داخل ہے۔ یہ بات مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم دیوبند کے علماء کے درمیان فرمائی جو پسند کی گئی۔ بلکہ اس مسئلہ میں کسی قدر جو اشکال واشتباہ تھا وہ بھی زائل ہو گیا۔ کما افادہ حضرت مصلح الامت مولانا وصی اللہ صاحبؒ۔

وفات: سنہ وفات میں اختلاف ہے بعض ۱۹ھ اور بعض ۲۱ھ بتاتے ہیں۔ وفات کے وقت عمر چالیس سال تھی۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۲، ص:۲۲۸)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی سنہ ۵۱ھ

نام،نسب واسلام: زید نام، ابوطلحہ کنیت، خاندان نجار کی شاخ عمرو بن مالک سے ہیں۔مدینہ کا جومختصر قافلہ بیعت کے لئے مکہ روانہ ہوا تھا اس میں ابوطلحہ بھی شامل تھے۔اس بیعت میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرفِ مزید ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو انصار کا نقیب (محافظ) تجویز فرمایا۔

دینی واخلاقی حالات: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک لڑکے کی وفات کا واقعہ نہایت پُر اثر ہے۔ایک دن اس کی بیماری کے زمانہ میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی ﷺ آ گئے اور اُدھر وہ لڑ کا فوت ہوگیا۔ان کی بیوی اُمّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کو دفن کر دیا۔اور گھر والوں سے تاکید کر دی کہ ابوطلحہ سے اس واقعہ کا ذکر نہ کرنا۔حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد سے آئے تو کچھ صحابہ ساتھ تھے، پوچھا لڑ کا کیسا ہے؟ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا پہلے سے اچھا ہے۔ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے باتیں کرتے رہے، کھانا آیا، سب نے کھایا، جب صحابہؓ چلے گئے تو ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر آئے اور رات کو میاں بیوی نے ایک بستر پر آرام کیا۔اخیر رات میں اُمّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لڑکے کی وفات کا ذکر کیا اور کہا کہ اللہ کی امانت تھی اس نے لے لی، اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے۔ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) پڑھا اور صبر کیا۔(یہ واقعہ بخاری اور مسلم میں مؤثر اور مختلف طور پر مذکور ہے)

رسول اللہ ﷺ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دینی جذبہ اور محبت کی بے حد قدر کرتے تھے۔چنانچہ جب آپ ﷺ حج کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور مِنیٰ میں حلق کرایا تو سر مبارک کے داہنے طرف کے بال تو اور لوگوں میں تقسیم ہو گئے اور بائیں طرف کے کُل موئے مبارک حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرحمت فرمائے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر خوش ہوئے کہ گویا دونوں جہان کا خزانہ ہاتھ آ گیا۔

بَرحاء کا صدقہ فرمانا: جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ۔ — جب تک تم اس میں سے نہ خرچ کرو جو تم کو محبوب ہے، نیکی نہیں پا سکتے۔

(سورۂ آل عمران:۹۲)

تو اُمراء انصار نے کیسوں (تھیلوں) کی مُہریں توڑ دیں اور جس کے پاس جو قیمتی چیزیں تھیں آنحضرت ﷺ کے حضور میں پیش کیں۔حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور بَرحاء کو اللہ کی راہ میں وقف کیا۔ بَرحاء[1] ان کی نہایت قیمتی جائداد تھی اس میں ایک کنواں تھا اس کا پانی نہایت شریں اور خوشگوار تھا اور آنحضرت ﷺ اس کو بہت شوق سے پیتے تھے۔یہ اراضی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محلہ میں اور مسجد نبوی کے سامنے واقع تھی۔

---

[1] یہ حقیر جب سنہ ۱۳۹۹ھ مطابق سنہ ۱۹۷۸ء میں حج کے لئے گیا تھا تو مدینہ منورہ میں مولوی امجد اللہ صاحب، گورکھپوری کے مکان میں مہینوں قیام رہا تو وہ کنواں مکان کے سامنے ہی معمولی احاطہ کے اندر موجود تھا اس لئے اس کی زیارت ہوئی۔مگر اب وہ مسجدِ نبوی میں شامل کرلیا گیا ہے۔(مرتب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایک مرتبہ ایک شخص آیا، اس کے قیام کا کوئی سامان نہ تھا۔ آں حضرت ﷺ نے فرمایا، اس کو جو اپنے یہاں مہمان رکھے اس پر اللہ رحم کرے گا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھ کر کہا، میں لئے جاتا ہوں۔ گھر میں صرف بچوں کے لئے کھانا پکا تھا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیوی سے کہا، بچوں کو سلادو اور چراغ درست کرنے کے بہانے بجھادو، اس طور پر وہ مہمان کھانا کھالے گا اور ہم بھی فرضی طور پر منہ چلاتے رہیں گے۔ غرض اس طرح مہمان کو کھانا کھلا کر تمام گھر فاقہ میں پڑا رہا۔ صبح کے وقت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے ان کی شان میں یہ آیت پڑھی جو اسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔

يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔

اور (اطعام وغیرہ میں ان کو) اپنے سے مقدم رکھتے ہیں، اگر چہ ان پر فاقہ ہی ہو۔

اور آپ ﷺ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تمہارے رات کے عمل سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا۔

فائدہ: ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی سے بڑھ کر دینی ودنیوی اور کونسی نعمت ہوسکتی ہے۔ جو حضرت ابوطلحہ کو ان کے جود وسخا کے صلہ میں نصیب ہوئی۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ (مرتب)

وفات: ۵۱ھ میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی۔ نور اللہ مرقدہٗ

(سیر صحابہ جلد نمبر ۳/ص: ۱۶۰)

حضرت سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۵۴ھ

نام ونسب: حارث نام، ابوقتادہ کنیت، فارسِ رسول اللہ ﷺ لقب، قبیلۂ خزرج کے خاندان مسلم سے ہیں۔ ہجرت سے تقریباً دس سال پیشتر مدینہ میں پیدا ہوئے۔ عقبہ ثانیہ کے بعد اسلام قبول کیا۔

اخلاق وعادات: اُخوتِ اسلامی کا یہ حال تھا کہ ایک انصاری کا جنازہ آنحضرت ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا، اس پر قرض تو نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا، دو دینار ہیں، فرمایا، کچھ چھوڑا بھی ہے؟ جواب ملا کچھ نہیں، ارشاد ہوا تم لوگ نماز پڑھ لو۔ حضرت ابوقتادہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں قرض ادا کردوں تو آپ نماز پڑھائیں گے؟ فرمایا، ہاں! چنانچہ انہوں نے قرض ادا کرکے آں حضرت ﷺ کو خبر کی اس وقت آپ نے جنازہ منگا کر نماز پڑھائی۔

ایک مسلمان پر ان کا کچھ قرض تھا۔ جب یہ تقاضا کرنے جاتے تو وہ چھپ جاتا۔ ایک روز گئے تو اس شخص کے لڑکے سے معلوم ہوا کہ گھر میں بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ پکار کر کہا، نکلو! مجھے معلوم ہوگیا ہے، اب چھپنا بے کار ہے جب وہ آیا تو چھپنے کی وجہ پوچھی۔ اس نے کہا، بات یہ ہے کہ میں تنگ دست ہوں میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس کے ساتھ عیال دار بھی ہوں۔ پوچھا، واقعی تمہارا حال اللہ کی قسم ایسا ہی ہے؟ وہ بولا ہاں! حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آبدیدہ ہوگئے اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کا قرض معاف کر دیا۔

فطرتاً نہایت نرم دل تھے۔ جانوروں تک پر رحم کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے بیٹے کے گھر گئے۔ بہو نے وضو کے لئے پانی رکھا۔ بلّی آئی اور منہ ڈال کر پینے لگی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھگانے کے بجائے برتن اس کی طرف جھکا دیا کہ خوب اچھی طرح پی لے۔ بہو کھڑی ہوئی یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ کہا، بیٹی! اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے، وہ نجس نہیں، وہ تو گھروں کی آنے جانے والی ہے۔ (سیر الصحابہ جلد نمبر ۳/سیر انصار اول ص:۱۹۶)

وفات: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ستّر سال کی عمر میں مدینہ منورہ کے اندر ۵۴ھ میں وفات پائی۔ نور اللہ مرقدہٗ

حضرت سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۵ھ

نام و نسب: سعد نام، ابو عمرو کنیت، سید الاوس لقب، حضور پاک ﷺ "سید الانصار" کہتے تھے۔

اسلام: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوششوں سے یہ بھی اسلام لائے تھے۔ غزوۂ بدر میں قبیلہ اوس کا جھنڈا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے ہاتھ میں تھا۔

انہوں نے اسلام کی جو خدمات انجام دی تھیں اور جو مذہبی جوش ان میں موجود تھا اس کی بدولت وہ انصار میں صدیق اکبر سمجھے جاتے تھے۔ ان کی کوششوں سے ان کا قبیلہ عبد الاشہل ایک مرتبہ سارا کا سارا اسلام لے آیا۔

مناقب و اخلاق: اخلاقی حیثیت سے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے درجہ کے انسان تھے۔ لیکن اپنے بارے میں وہ خود یوں کہتے ہیں کہ "میں تو ایک معمولی آدمی ہوں، لیکن تین چیزوں میں جس رُتبہ تک پہنچنا چاہئے، پہنچ چکا ہوں۔ پہلی بات یہ کہ رسول اللہ ﷺ سے جو حدیث سنتا ہوں اس کے منجانب اللہ ہونے کا یقین رکھتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ نماز میں کسی طرف خیال نہیں کرتا۔ تیسرے یہ کہ جنازہ کے ساتھ رہتا ہوں تو منکر نکیر کے سوال کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔

(سیر الصحابہ جلد نمبر ۳/سیر انصار دوم، ص:۱۳)

ف: سبحان اللہ کتنی بہترین خصلتیں ہیں جو ہر مومن مرد و عورت میں ہونی چاہئے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور اس کا سینہ ان خصائل حسنہ سے آراستہ رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان خصلتوں سے نوازے۔آمین (مرتب)

وفات: سینتیس (۳۷) سال کی عمر میں ۵ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

ف: سبحان اللہ! اس کم عمری میں شرفِ صحابیت کے علاوہ کتنے فضائل ومآثر سے مشرف تھے کہ ان کے جنازہ میں رسول اللہ ﷺ بھی شریک تھے نیز آپ ﷺ نے فرمایا ان کے جنازہ میں ستّر ہزار فرشتے شریک ہیں۔ نعش بالکل ہلکی ہوگئی تھی، آں حضرت ﷺ نے فرمایا، ان کا جنازہ فرشتے اٹھائے ہوئے تھے۔ (ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ)

دفن کرکے واپس ہوئے تو سرورِ کائنات ﷺ نہایت مغموم تھے ریش مبارک ہاتھ میں تھی اور اس پر مسلسل آنسو گر رہے تھے۔ آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ان کی موت سے عرشِ مجید جنبش میں آگیا۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۳ ص: ۱۳)

فائدہ: حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتنی بڑی سعادت ہے جو ہفت اقلیم کے بادشاہوں کے لئے قابل رشک ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست (مرتب)

حضرت سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۸ھ

نام ونسب: عبداللہ نام، ابومحمد کنیت، شاعرِ رسول ﷺ لقب ان کے تذکرہ میں آتا ہے کہ:

كَانَ عَظِيْمَ الْقَدْرِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالْإِسْلَامِ۔ جاہلیت اور اسلام دونوں میں کبیر المنزلت تھے۔

حضرت عبداللہ رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے اور دربارِ رسالت کے شاعر تھے۔ کفر پر مشرکین کو عار دلانا ان کا موضوع تھا۔

اخلاق وعادات: نہایت زاہد، عابد، ریاضت کرنے والے تھے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عبداللہ بن رواحہ پر رحم کرے، وہ انہی مجلسوں کو پسند کرتے تھے جن پر فرشتے فخر کرتے ہیں۔

فائدہ: یقیناً وہی مجلسیں لائق مبارک باد ہیں۔ جن میں اللہ ورسول ﷺ کی محبت واطاعت کا ذکر ہوتا ہے۔ اور یہ مجلسیں قابل فخر ہوسکتی ہیں فرشتوں کے لئے بھی اور انسانوں کے لئے بھی۔ (مرتب)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جس میں میں ابن رواحہ کو یاد نہ کرتا ہوں، وہ مجھ سے ملتے تو کہتے کہ آؤ تھوڑی دیر بیٹھ کر ایمان تازہ کرلیں۔ پھر بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتے اور کہتے یہ ایمان کی مجلس تھی۔

ان کی بیوی کا بیان ہے کہ جب گھر سے نکلتے تو دو رکعت نماز پڑھتے اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جب گھر واپس آتے تب بھی دو رکعت نماز پڑھتے ۔اس میں کبھی کوتاہی نہ کرتے ۔

جہاد کا نہایت شوق تھا۔ چنانچہ غزوۂ بدر سے لے کر غزوۂ موتہ تک ان سے ایک غزوہ بھی ترک نہ ہوا۔

اسماء الرجال کے مصنفین ان کے اس ذوق وشوق کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں:

''عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ میں سب سے پیشتر جاتے اور سب سے پیچھے واپس ہوتے ۔'' (سیر الصحابہ جلد نمبر ۳ ر سیر انصار دوم ص:۵۶)

وفات: غزوۂ موتہ ۸ھ میں حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا اٹھایا اور بہادرانہ لڑتے ہوئے شہید ہوگئے ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سیر الصحابہ جلد نمبر ۳ ر سیر انصار دوم ص:۵۶)

حضرت سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۶۷ھ

نام ونسب: عدی نام،ابوطریف کنیت ہے۔مشہور زمانہ سخی حاتم طائی کے بیٹے ہیں۔

قبول اسلام: اسلام قبول کرنے سے پہلے عیسائیوں کے ایک فرقہ سے تعلق رکھتے تھے ۔عدی کا خاندان مدت سے قبیلہ طے پر حکمراں چلا آتا تھا اور ظہورِ اسلام کے وقت وہ خود حکمراں تھے ۔لیکن مسلمانوں کے خوف سے اپنے اہل وعیال کو لے کر ملک شام چلے گئے تھے ۔پھر اپنی ایک عزیزہ کے کہنے سے جو مسلمانوں کی قید سے رہائی پا کر عدی کے پاس پہنچی تھیں،آنحضرت ﷺ سے ملاقات کے لئے آئے ۔آپ ﷺ نے ان پر اسلام پیش کیا۔انہوں نے عذر کیا۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، میں سمجھتا ہوں کہ کیا چیز تمہارے اسلام قبول کرنے میں مانع ہوتی ہے،اسلام کے متعلق تمہارا خیال ہوگا کہ اس کے پیکر کمزور اور ناتواں لوگ ہیں،جن کے پاس نہ کوئی طاقت ہے اور نہ ان کا کوئی پُرسانِ حال۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا،تم حیرہ کو جانتے ہو؟ عدی نے کہا،دیکھا تو نہیں ہے لیکن نام سنا ہے ۔آپ ﷺ نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے،ایک دن اللہ تعالیٰ اسلام کو تکمیل کے درجہ تک پہنچائے گا اور اس کی برکت سے ایک تنہا عورت بلاکسی حفاظت کے حیرَہ سے آکر کعبہ کا طواف کرے گی ۔اور کسریٰ بن ہرمز کا خزانہ فتح ہوگا۔عدی نے استعجاباً پوچھا،کسریٰ بن ہرمز؟ فرمایا،ہاں کسریٰ بن ہرمز۔اور مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ لوگوں کو دیا جائے گا اور وہ لینے سے انکار کریں گے ۔اس گفتگو کے بعد عدی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آنحضرت ﷺ کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہو گئے۔

امارت: آنحضرت ﷺ ہر نئے مسلمان سے اس کے رُتبہ کے مطابق معاملہ فرماتے تھے اور اسلام سے پہلے جس کا جو رُتبہ ہوتا تھا اس کو اسلام کے بعد برقرار رکھتے تھے۔ عدی قبیلہ طے کے حکمراں تھے اس لئے اسلام لانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کو طے کی امارت پر سرفراز فرمایا۔

دیگر حالات: یوں تو حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوری زندگی خالص مذہبی زندگی تھی، لیکن نماز اور روزوں کے ساتھ خاص شغف تھا۔ نماز کے لئے یہ اہتمام تھا کہ ہر وقت باوضو رہتے تھے، نہایت اشتیاق سے نماز کے وقت کا انتظار کرتے تھے۔

فیاضی: سخاوت وفیاضی ورثۃً ملی تھی، ان کا دروازہ ہر وقت ہر شخص کے لئے کھلا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اشعث بن قیس نے دیگیں مانگیں، حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بھروا کر بھیجا۔ اشعث نے کہا میں نے تو خالی مانگی تھیں، جواب دیا کہ میں عاریۃً بھی خالی دیگ نہیں دیتا۔

ان کی فیاضی سے انسان تو انسان حیوان تک مستفید ہوتے تھے۔ چیونٹیوں کی غذا مقرر تھی، ان کے لئے روٹیاں توڑ کر ڈالتے تھے۔ کہتے تھے یہ بھی حق دار ہیں۔ (سیر الصحابہ جلد نمبر ۶ ص:۲۱۸)

ف: سبحان اللہ! کیسی عام سخاوت تھی جو ان کے والد سے وراثت میں ملی تھی۔ پھر اسلام نے اس صفت میں چار چاند لگا دیئے اور سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ (مرتب)

وفات: عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سو بیس سال کی عمر میں ۶۷ھ میں کوفہ کے اندر وفات پائی۔ نور اللہ مرقدہٗ (سیر الصحابہ جلد نمبر ۶ ص:۲۱۸)

اقوالِ سلفؒ حصہ اول

حضرت سیدنا قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۶۰ھ

نام ونسب، اسلام: قیس نام، ابو الفضل کنیت، قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ ہجرت نبوی ﷺ سے قبل مذہبِ اسلام سے مشرف ہوئے۔

فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ ان کے والد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھنڈا لے کر آپ ﷺ نے انہیں کو دیا تھا۔

غزوات کی علمبرداری کے علاوہ امورِ خلافت کے ایک اہم رکن تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ "قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دربارِ رسالت میں وہ درجہ تھا جو کسی بادشاہ کے یہاں پولیس کے افسرِ اعلیٰ کا ہوتا ہے۔

اخلاق: جودوسخا، فیاضی وکرم ان کی زندگی کا روشن ترین وصف ہے۔ اسماء الرجال کے مصنفین لکھتے ہیں کہ "حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں نہایت کریم اور سخی تھے۔

سخاوت ایک حد تک تو فطری تھی، یعنی طبعاً فیاض پیدا ہوئے تھے لیکن اس میں ملک کی آب وہوا، والدین کے طرزِ بود وباش اور خاندان کی قدیم خصوصیات کو بھی بڑی حد تک دخل تھا۔ "اسد الغابہ" میں ہے کہ قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت کے قصے کثرت سے مشہور ہیں۔"

کثیر بن صلت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صاحب کے قرض دار تھے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ادائیگئ قرض کا کوئی انتظام نہیں تھا اور قرض خواہ کی طرف سے زبردست دباؤ تھا کہ یا تو قرض ادا کرو، یا اپنا مکان قرض کے بدلے دو۔ حضرت کثیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکان دینا نہیں چاہتے تھے، روپیوں کی فکر تھی لیکن تیس ہزار کی کمی تھی، سخت پریشان تھے کہ کہاں سے پورا ہو۔ اتنے میں قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال آیا۔ ان کے مکان پر پہنچے اور تیس ہزار قرض مانگا۔ انہوں نے فوراً دے دیا۔ وہ روپئے لے کر قرض خواہ کے پاس آئے۔ اس کو رحم آگیا اور مکان اور روپئے دونوں ان کے حوالے کر دیئے۔ وہاں سے اٹھ کر قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور تیس ہزار کی رقم واپس کی۔ قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ جو چیز ہم دے دیتے ہیں اس کو پھر واپس نہیں لیتے۔

(استیعاب جلد نمبر ۲ رص:۵۳۹)

ایک ضعیفہ اپنی مفلوک الحالی اور فقر کی شکایت لے کر آئی اور کہا کہ میرے گھر میں چوہے نہیں ہیں (یعنی اناج نہیں ہے جس کی وجہ سے ہوں) فرمایا سوال نہایت عمدہ ہے، اچھا جاؤ، اب تمہارے گھر میں چوہے ہی چوہے نظر آئیں گے چنانچہ اس کا گھر غلّہ، روغن اور دوسری کھانے کی چیزوں سے بھروا دیا۔

آبائی جائداد میں نہایت استغنا اور سیر چشمی ظاہر کی۔ آپ کے والد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام روانہ ہوتے وقت اپنی تمام جائداد اولاد پر تقسیم کر گئے تھے۔ ایک لڑکا ان کی وفات کے بعد پیدا ہوا، اس کا حصہ انہوں نے نہیں لگایا تھا۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ اس تقسیم کو فسخ کر کے از سرِ نو حصّہ لگائیں۔ انہوں نے کہا، میرے

والد جس طرح حصہ لگا گئے ہیں بدستور باقی رہیں گے۔ البتہ میرا حصہ موجود ہے وہ میں اس کو دے دیتا ہوں۔ (استیعاب جلد نمبر ۲ رص:۵۳۹)

فائدہ: اس سے اپنے والد محترم کے وصیت کی کس قدر تعظیم و انقیاد کا جذبہ معلوم ہوا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اپنے والد کی وفات کے بعد بھائی کی کس قدر رعایت فرمائی کہ اس کو اپنا حصہ دینے پر آمادہ ہو گئے جو یقیناً آخرت میں والد صاحب کی رضا و خوشنودی کا موجب ہوگا۔ (مرتب)

وفات: ۶۰ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیدنا عمران بن حُصَین رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۵۲ھ

نام ونسب: عمران نام ابونجید کنیت، ہجرت کے ابتداء میں مشرف باسلام ہوئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے والد اور آپ کی بہن بھی اس شرف سے مشرف ہوئیں۔

فضل وکمال: حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ فضل وکمال کے لحاظ سے ممتاز ترین صحابہ میں تھے۔ علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

كَانَ مِنْ فُضَلَاءِ الصَّحَابَةِ وَفُقَهَائِهِمْ۔ — حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ فضلاء وفقہاءِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تھے۔

مرنے کے وقت وصیت: آخر عمر میں جب زندگی سے مایوس ہو گئے تو تجہیز وتکفین کے متعلق یہ ہدایات دیں:

"جنازہ جلدی جلدی لے کر چلنا، یہود کی طرح آہستہ نہ لے چلنا، جنازہ کے پیچھے آگ نہ جلانا، نالہ ونوحہ نہ کرنا، دفن کر کے واپس ہو کر کھانا کھانا"

نالہ ونوحہ کے روکنے میں اتنی سختی برتی کہ اپنے متروکہ مال میں بعض اعزہ کو وصیت کی تھی مگر اس وصیت میں یہ شرط رکھ دی تھی کہ جو عورت نالہ وشیون کرے گی اس کے متعلق وصیت منسوخ ہو جائے گی۔

ف: سبحان اللہ! سنتوں پر عمل کرنے کا آپ کو کس قدر اہتمام تھا جو ہم سب کے لئے اُسوۂ حسنہ ہے۔ واللہ الموفّق (مرتب)

وفات: ۵۲ھ میں بصرہ میں انتقال ہوا۔ نوّر اللہ مرقدہٗ (سیر صحابہ جلد نمبر ۴/ ۱۷۵)

حضرت سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۵۹ھ

نام ونسب: ۱ھ میں پیدا ہوئے۔ سعید نام رکھا گیا۔ نسب نامہ یہ ہے: سعید بن العاص بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی اموی۔

فضل وکمال: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصاحف کی کتابت کے لئے جو جماعت منتخب کی تھی، ان میں ایک سعید بھی تھے اور قرآن مجید کی کتابت میں صرف ونحو اور زبان کی صحت کی نگرانی ان ہی کے متعلق تھی۔ کوفہ اور مدینہ کے گورنر بھی ہوئے۔

حکیمانہ اقوال: حضرت سعید نہایت عاقل وزیرک تھے۔ ان کے بہت سے حکیمانہ مقولے ضرب المثل ہو گئے تھے۔ کہا کرتے تھے:

شریف سے مذاق نہ کرو، اس لئے کہ اس سے اس کو تکدر وانقباض ہوگا، تو وہ تم سے جلنے لگے گا۔ اور کمینہ آدمی سے اس لئے مذاق نہ کرو کہ وہ تم پر جری وبے باک ہو جائے گا۔

کسی معاملہ میں اپنی رائے ظاہر کرنے میں بہت محتاط تھے، کسی چیز کے متعلق پسندیدگی وناپسندیدگی کا اظہار نہ ہونے دیتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ دل بدلتا رہتا ہے، اس لئے انسان کو اظہارِ رائے میں احتیاط کرنی چاہئے اور ایسا نہ کرنا چاہئے کہ آج ایک چیز کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہو، اور کل اس کی مذمت شروع کر دے۔ (سیر الصحابہ جلد نمبر ۷/ص: ۷۶)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فائدہ: سبحان اللہ! کیسی حکیمانہ بات ہے جو آبِ زر سے لکھے جانے کے لائق ہے۔آج کل عموماً جلد باز لوگ کسی شخص یا کسی مسئلہ میں سخت رائے قائم کر لیتے ہیں بلکہ اس کے مطابق سخت رویہ اختیار کر لیتے ہیں، مگر بعد میں اکثر ان حضرات کو غلطی کا احساس ہوتا ہے تو پچھتاتے ہیں۔مگر اب پچھتانے سے کیا فائدہ۔

وفات: حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا ۵۹ھ میں انتقال ہوا۔نور اللہ مرقدہٗ (حوالہ بالا)

حضرت سیدنا ہشام بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی قبل ۵۴ سنہ ھ

نام ونسب: ہشام نام، والد کا نام حکیم تھا۔فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔قبولِ اسلام کے بعد آنحضرت ﷺ سے قرآن مجید کی بعض سورتوں کی تعلیم حاصل کی۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر: ہشام کے صحیفۂ اخلاق میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عنوان بہت نمایاں ہے انہوں نے اس کو اپنا مقصدِ حیات قرار دے لیا تھا۔تمام اربابِ سیر اس بات پر متفق ہیں کہ: "**كَانَ مِمَّنْ يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ**" یعنی ہشام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں میں تھے۔اس فریضہ کی خاطر انہوں نے کسی سے دوستانہ تعلقات نہیں پیدا کئے۔اور اہلِ وعیال کے جھگڑوں سے بھی آزاد رہے۔ایک سیّاح کی طرح چکر لگا کر ہر جگہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے رہے۔

ان کی تبلیغ کا دائرہ غرباء کے جھونپڑوں سے لے کر اُمراء وعمال کے محلات اور ایوانِ حکومت تک یکساں وسیع تھا۔عہد فاروقیؓ کے مشہور فوجی افسر اور والیٔ حکومت حضرت عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحات کے سلسلہ میں کسی کو کوڑے لگائے، ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں سخت تنبیہ کی۔عیاض ایک ممتاز افسر تھے ان کو ہشام کی یہ علانیہ تنبیہ بہت ناگوار ہوئی اور اس سے ان کو بڑی تکلیف پہنچی چوں کہ ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس میں کوئی ذاتی غرض شامل نہ تھی اس لئے دو تین دن کے بعد انہوں نے عیاض سے معذرت کی اور آنحضرت ﷺ کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہ ارشاد سنایا کہ آخرت میں زیادہ عذاب اس شخص پر ہوگا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دے گا۔عیاض نے کہا،تم نے رسول اللہ ﷺ کے جو افعال دیکھے اور جو اقوال سنے وہ میں نے بھی دیکھے اور سنے۔لیکن تم رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھول گئے کہ ’’جو شخص کسی حاکم کو نصیحت کرنا چاہے تو اس کو علانیہ نہ کرنا چاہئے،بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر الگ لے جا کر سمجھا دینا چاہئے۔اگر وہ قبول کرلے تو فبہا،ورنہ کہنے والا فرض سے سبکدوش ہوگیا۔

ف: سبحان اللہ! حضرت عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کیا ہی خوب تنبیہ فرمائی۔اس لئے ہر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والے کے لئے اس کی رعایت ضروری ہے۔ (مرتب)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے اس احتساب پر اتنا اعتماد تھا کہ جب کوئی ایسا واقعہ پیش آتا جسے وہ ناپسند کرتے،تو فرماتے کہ جب تک ہم اور ہشام زندہ ہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔

فضل وکمال: قرآن کریم کی بعض سورتوں کی تعلیم براہِ راست زبانِ وحی والہام سے حاصل کی تھی۔اس لئے بعض مرتبہ قرأت میں ان کا علم کبارِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقابلہ میں زیادہ صحیح نکلتا تھا۔ایک مرتبہ ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں سورۂ فرقان پڑھ رہے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو انہیں عام قرأت سے ان کی قرأت میں اختلاف معلوم ہوا۔ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام پھیرا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو چادر سے کس لیا اور پوچھا،اس طریقہ سے تم کو کس نے پڑھایا؟انہوں نے کہا،رسول اللہ ﷺ نے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا،تم جھوٹ کہتے ہو،مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے ہی یہ آیتیں تعلیم دی ہیں،مگر اس میں اور تمہاری قرأت میں اختلاف ہے۔اور انہیں کشاں کشاں (کھینچ کر) آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لا کر عرض کیا،یا رسول اللہ ﷺ! قرآن کی قرأت یہ ایسے حروف میں کرتے ہیں،جس کے خلاف آپ نے مجھے تعلیم دی ہے۔آنحضرت ﷺ نے دونوں کو پڑھوا کر سنا اور فرمایا، ان دونوں قرأتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے،جو ان میں آسان معلوم ہو،اسے اختیار کرو۔

وفات: حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ان کے والد سے پہلے ہوا۔اور ان کے والد کا انتقال ۵۴ھ میں ہوا۔نور اللہ مرقدہٗ

(سیر صحابہ جلد نمبر ۴ ص:۱۴۲)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیدنا حنظلہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی حضرت علیؓ کے بعد

نام ونسب: حنظلہ نام، ابو ربعی کنیت ہے۔ اسلام لانے کے بعد مراسلاتِ نبوی ﷺ کی کتابت کا عہدہ سپرد ہوا۔ اس لئے کاتب ان کے نام کا جزو ہوگیا۔

صفائے قلب اور قوتِ ایمانی: حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قوتِ ایمانی اور صفائے قلب کا اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے خطبہ دیا اور اس طرح جنت و دوزخ کا ذکر فرمایا کہ اس کے مناظر آنکھوں کے سامنے پھر گئے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس خطبہ میں تھے۔ یہاں سے اٹھ کر گئے تو فطرت انسانی کے مطابق تھوڑی دیر میں سب مناظر بھول گئے اور بال بچوں میں پڑ کر ہنسنے بولنے لگے۔ لیکن پھر تنبّہ ہوا، عبرت پذیر دل نے ٹوکا کہ اتنی جلدی یہ سبق فراموش ہوگیا۔ اسی وقت روتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا، خیر تو ہے؟ کہا، ابوبکرؓ! حنظلہ منافق ہوگیا۔ ابھی ابھی رسول اللہ ﷺ کے خطبہ میں جنت و دوزخ کا منظر دیکھ کر گھر آیا اور آتے ہی سب کو بھلا کر بیوی بچوں اور مال و دولت کی دلچسپیوں میں مشغول ہوگیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میرا بھی یہی حال ہے۔ چلو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلیں۔ چنانچہ دونوں حضرات خدمتِ نبوی ﷺ میں پہنچے۔ آپ ﷺ نے دیکھ کر پوچھا، حنظلہ! کیا بات ہے؟ عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! حنظلہ منافق ہوگیا،

آپ نے جس وقت جنت و دوزخ کا ذکر فرمایا اس وقت معلوم ہوتا تھا کہ دونوں نگاہوں کے سامنے ہیں۔ خطبہ سن کر گھر گیا تو سب بھلا کر بیوی بچوں اور مال و جائداد میں مصروف ہوگیا۔

یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا، حنظلہ! اگر تم لوگ اسی حالت پر ہمیشہ قائم رہتے جس حالت میں میرے پاس سے اٹھ کر گئے تھے تو ملائکہ آسمانی تمہارے جلسہ گاہوں، تمہارے راستوں اور تمہارے بستروں پر تم سے مصافحہ کرتے۔ لیکن حنظلہ! ان چیزوں کا اثر گھڑی دو گھڑی ہی رہتا ہے۔

(سیر صحابہ جلد نمبر ۴ ص: ۵۰)

ف: سبحان اللہ! ہم سب کے لئے کتنی تسلی کی بات ہے۔ بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ اس میں ساری امت کے لئے تعلیم ہے کہ اپنی اصلاح کی فکر کریں اور قلب پر نگاہ رکھیں اور اگر کمی کوتاہی محسوس ہو تو نا امید بھی نہ ہوں بلکہ اللہ کے فضل کے امیدوار رہیں، کہ ان شاء اللہ ایک نہ ایک دن ضرور اصلاح ہو جائے گی۔ (مرتب)

وفات: حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے بعد ہوا۔ نور اللہ مرقدہٗ (تقریب التہذیب، ص: ۱۸۲)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیدنا سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۱۸ھ

نام، نسب اور اسلام: سہیل نام، ابویزید کنیت ہے۔ رؤساء قریش میں سے تھے صلح حدیبیہ میں قریش کی طرف سے معاہدہ لکھانے کی خدمت ان ہی کو سپرد ہوئی تھی۔ فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین سے واپسی کے وقت اسلام لائے۔

فتنۂ ارتداد کے وقت آپ کی مساعی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جب ارتداد کا فتنہ اٹھا تو بہت سے نئے نئے مسلمان ڈگمگا گئے تھے۔ لیکن سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان میں ذرہ برابر بھی تذبذب نہ پیدا ہوا۔ اور انہوں نے قبائل مکہ کو اسلام پر قائم رکھنے کی بڑی کوششیں کیں۔ چنانچہ جب انہوں نے قبائل مکہ میں اسلام سے برگشتگی کے آثار دیکھے تو تمام قبیلہ والوں کو جمع کر کے تقریر کی کہ:

برادرانِ اسلام! اگر تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرستش کرتے تھے تو وہ دوسرے عالم کو سدھار گئے، اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معبود برحق (اللہ) کی پرستش کرتے تھے، تو وہ حی و قیوم اور موت کی گرفت سے بالاتر ہے۔

برادرانِ قریش! تم سب سے آخر میں اسلام لائے ہو، اس لئے سب سے پہلے چھوڑنے والے نہ بنو۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت سے اسلام کو کوئی صدمہ نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ وہ اور زیادہ قوی ہوگا۔ مجھ کو یقینِ کامل ہے کہ آفتاب و ماہتاب کی طرح اسلام ساری دنیا میں پھیلے گا اور سارے عالم کو منور کرے گا۔ یاد رکھو! جس شخص نے دائرۂ اسلام

سے باہر قدم رکھنے کا ارادہ کیا، میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔

حضرت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس موثر، دلپذیر اور پُر جوش تقریر نے مذبذبین کے دلوں کو پھر سے اسلام پر ثابت کر دیا۔ اور مرکزِ اسلام (مکہ) فتنۂ ارتداد کی وبا سے بچ گیا۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی کی تصدیق ہوگئی کہ ممکن ہے سہیل سے کبھی پسندیدہ فعل کا ظہور ہو۔

فتنۂ ارتداد کے فرو کرنے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر بھر نے بلیغ کوشش کی۔ چنانچہ یمامہ کی مشہور جنگ میں سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے صاجزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے۔

قبولِ اسلام کے بعد کثرتِ عبادت: قبولِ اسلام کے بعد وہ ہمہ تن عبادت و ریاضت کی طرف متوجہ ہوگئے۔ علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کے بعد بکثرت نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، صدقات دیتے تھے۔ صاحب "اسد الغابہ" کا بیان ہے کہ: اُن رؤسائے قریش میں جو بالکل آخر یعنی فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ نمازیں پڑھنے والا، روزہ رکھنے والا، صدقہ دینے اور آخرت کے دوسرے اعمال میں تندہی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ شدتِ ریاضت سے سوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے، رنگ و روپ بدل گیا تھا، اکثر رویا کرتے تھے، بالخصوص قرآن کی تلاوت کے وقت بہت گریہ طاری رہتا تھا۔ مشہور فاضل صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرآن کی تعلیم حاصل کرنے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہتا رہتا تھا۔ (سیر الصحابہؓ)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وفات: سعد بن فضالہ جوکہ شام کے جہاد میں سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ کی راہ میں ایک گھڑی صرف کرنا گھر کے تمام عمر کے اعمال سے بہتر ہے۔ اس لئے اب میں شام کا جہاد چھوڑ کر گھر نہ جاؤں گا اور یہیں جان دوں گا۔ اس عہد پر اس سختی سے قائم رہے کہ طاعون عمواس میں بھی نہ ہٹے اور ۱۸ سنہ ھ میں اسی وباء میں شام کے غربت کدہ میں جان دی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(اصابہ جلد نمبر ۳، ص: ۱۴۷۔ سیر صحابہ جلد نمبر ۴، ص: ۸۵)

حضرت سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۸۳ سنہ ھ

نام، نسب اور اسلام: واثلہ نام، ابو قرضافہ کنیت ہے ۹ سنہ ھ میں غزوۂ تبوک سے چند دن پہلے قبولِ اسلام کے ارادہ سے مدینہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جاؤ، پانی اور بیر کی پتیوں سے غسل کرو۔ اور زمانۂ کفر کے بالوں کو صاف کراؤ۔ یہ کہہ کر ان کے سر پر دستِ شفقت پھیرا۔

غزوۂ تبوک: ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد ہی غزوۂ تبوک کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ تمام مجاہدین اپنا اپنا سامان درست کر رہے تھے، واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تیاری کرنے کے لئے گھر گئے وہاں کچھ نہ تھا۔ اس لئے واپس آئے۔ ان کی واپسی تک مجاہدین کا قافلہ روانہ ہو چکا تھا اور ان کی شرکت کی بظاہر کوئی صورت نہ تھی، لیکن ذوقِ جہاد بے تاب کئے ہوئے تھا۔ چنانچہ انہوں نے مدینہ کی گلیوں میں پھر پھر کر صدا لگانا شروع کی کہ کون مجھ کو میرے مالِ غنیمت کے بدلہ میں تبوک لے چلتا ہے؟ اتفاق سے ایک انصاری بزرگ بھی باقی رہ گئے تھے، انہوں نے کہا، میں لے چلوں گا، کھانا میں دوں گا اور اپنی سواری پر بٹھاؤں گا، اللہ تعالیٰ کی برکت پر بھروسہ کر کے تیار ہو جاؤ۔ واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیاری ہی کیا کرنی تھی، فوراً ساتھ ہو گئے۔ انصاری بزرگ نے نہایت حسنِ سلوک اور شریفانہ طریقہ سے انہیں رکھا، اور وہ غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد اس کے مالِ غنیمت میں چھ اونٹنیاں واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں بھی آئیں، شرط کے مطابق وہ ان اونٹنیوں کو انصاری بزرگ کے پاس لائے۔ انہوں نے ان اونٹنیوں کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چال ڈھال وغیرہ کے دیکھنے کے بعد کہا، تمہاری یہ سب اونٹنیاں نہایت اچھی ہیں۔ واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا شرط کے مطابق سب حاضر ہیں، انصاری بزرگ نے کہا، بھتیجے! تمہاری اونٹنیاں تمہیں مبارک ہوں تم انہیں لے جاؤ۔ میرا مقصد صرف ثوابِ آخرت تھا۔

فضل وکمال: واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحابِ صفّہ میں سے تھے۔ اصحابہ صفّہ کا مشغلہ تعلیم وتعلّم تھا، اس لئے واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی شغل تھا۔ اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گزاری کی بھی سعادت حاصل کرتے تھے۔ گو اس سعادت کی مدت سال سوا سال سے زیادہ نہ تھی، تاہم اس تقریب سے انہیں خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضر باشی اور استفادہ کا موقع مل جاتا تھا۔ اس لئے بہت سی احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے حافظہ میں تھیں۔

روایتِ حدیث میں واثلہ رضی اللہ عنہ کا اصول: روایتِ حدیث میں واثلہ رضی اللہ عنہ الفاظ کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے تھے، بلکہ روایت بالمعنی یعنی صرف حدیث کا صحیح مفہوم اور منشاء بیان کر دینا کافی سمجھتے تھے۔ ان کی حدیث دانی کی وجہ سے شائقین حدیث ان کے پاس سماع کے لئے آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مکحول نے آ کر کہا، ابوالاسقع! کوئی ایسی حدیث سنائیے جس میں آپ کو کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہو، نہ اس میں کوئی زیادتی ہو اور نہ کچھ بھولے ہوں۔ یہ شرائط سن کر واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضرین سے سوال کیا۔ تم میں سے کسی نے گزشتہ شب کو قرآن پڑھا ہے؟ لوگوں نے کہا، ہاں، لیکن ہم حافظ نہیں ہیں۔ بولے، جب قرآن کو جو تمہارے پاس لکھا ہوا موجود ہے صحیح طور پر حافظہ میں محفوظ نہیں رکھ سکتے اور اس میں تم کو کمی بیشی ہو جانے کا خوف رہتا ہے، تو حدیثیں جن کو بیشتر حالتوں میں ہم نے صرف ایک ہی مرتبہ سنا

ہے۔ بعینہٖ کیوں کر یاد رہ سکتی ہیں، روایتِ حدیث میں تمہارے لئے اتنا کافی ہے کہ حدیث کا مفہوم اور اس کے صحیح معنی بیان کر دو۔

عبادت: حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوراد ووظائف ماثورہ نہایت پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ان کی صاحب زادی اسماء کا بیان ہے کہ میرے والد نمازِ فجر کے بعد سے طلوعِ آفتاب تک قبلہ رخ بیٹھ کر وظیفہ پڑھتے تھے۔ اور اس وقت جب کبھی میں ان سے کسی ضرورت سے بات کرنا چاہتی تو بولتے نہ تھے۔ ایک دن میں نے پوچھا، آپ بولتے کیوں نہیں؟ فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص نماز کے بعد بغیر کسی سے بات کئے ہوئے سو مرتبہ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد) تلاوت کرے تو اس کے اس سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ف: سبحان اللہ! اس وقت کے وظیفہ کی کیسی فضیلت ثابت ہوئی، مگر افسوس کہ اس سے عموماً بے التفاتی برتی جا رہی ہے۔ (مرتب)

فیاضی: ابتداء میں نہایت نادار تھے اسی لئے اصحاب صفّہ میں شامل ہو گئے تھے، بعد میں اللہ نے فارغ البال کیا۔ فارغ البالی کے زمانہ میں نہایت فیاض اور سیر چشم تھے۔ صبح وشام دونوں وقت برابر لوگوں کو بلا کر کھانے میں شریک کرتے تھے۔

ف: تمام فارغ البال لوگوں کو ایسی ہی فیاضی کا ثبوت دینا چاہئے مگر افسوس کہ بہت سے اصحابِ ثروت بخل کا شکار ہو جاتے ہیں اور ضروری مواقع پر بھی خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو خیر کے مواقع پر خرچ کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین (مرتب)

وفات: ۸۳ھ میں ایک سو پانچ سال کی عمر میں وفات پائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(سیر الصحابہ جلد نمبر ۴، ص: ۲۳۴)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سیدالشہداء حضرت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ المتوفی ۳ھ

نام ونسب: حمزہ نام، ابویعلیٰ اور ابوعمارہ کنیت، اسداللہ لقب، والد کا نام عبدالمطلب۔ آنحضرت ﷺ کے حقیقی چچا تھے۔ ماں کی طرف سے یہ تعلق تھا کہ ان کی والدہ ہالہ بنت وہیب سرورِ کائنات ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ کی چچازاد بہن تھیں۔

اس نسبی تعلق کے علاوہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ یعنی ابولہب کی لونڈی حضرت ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ عمر میں حضور اقدس ﷺ سے دو برس بڑے تھے۔

اسلام: ایک روز حسبِ معمول شکار سے واپس آرہے تھے۔ کوہِ صفا کے پاس پہنچے تو ایک لونڈی نے کہا، ابوعمارہ! کاش تھوڑی دیر پہلے تم اپنے بھتیجے حضرت محمد ﷺ کا حال دیکھتے۔ وہ خانۂ کعبہ میں اپنے مذہب کا وعظ کہہ رہے تھے کہ ابوجہل نے نہایت سخت گالیاں دیں، اور بہت بری طرح ستایا، لیکن محمد ﷺ نے کچھ جواب نہ دیا اور بے بسی کے ساتھ لَوٹ گئے۔ یہ سننا تھا کہ رگِ حمیّت میں جوش آگیا۔ تیزی کے ساتھ خانۂ کعبہ کی طرف بڑھے۔ ان کا قاعدہ تھا کہ شکار سے واپس آتے ہوئے کوئی راہ میں مل جاتا تو کھڑے ہو کر اس سے ضرور دو باتیں کر لیتے تھے۔ لیکن اس وقت جوشِ انتقام نے مغلوب الغضب کر دیا تھا، کسی طرف متوجہ نہ ہوئے اور سیدھے خانۂ کعبہ پہنچ کر ابوجہل کے سر پر زور سے اپنی کمان دے ماری جس سے وہ زخمی ہوگیا۔ یہ دیکھ کر بنی مخزوم کے چند آدمی ابوجہل کی مدد کے لئے دوڑے

اور بولے، حمزہ! شاید تم بھی بد دین ہو گئے۔ فرمایا اس کی حقانیت مجھ پر ظاہر ہوگئی تو کون سی چیز مجھے اس سے باز رکھ سکتی ہے ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں سب حق ہے۔ اللہ کی قسم! اب میں اس سے پھر نہیں سکتا، اگر تم سچے ہو تو مجھے روک کر دیکھ لو۔ ابوجہل نے کہا، ابوعمارہ کو چھوڑ دو۔ اللہ کی قسم میں نے ابھی اس کے بھتیجے کو سخت گالیاں دی ہیں۔

یہ اسلام کا وہ زمانہ تھا جب کہ آں حضرت ﷺ ارقم بن ابی ارقم کے مکان میں پناہ گزیں تھے اور مومنین کا حلقہ صرف چند کمزور و ناتواں ہستیوں پر محدود تھا، لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اضافہ سے دفعۃً حالت بدل گئی اور کفار کی مطلق العنان دست درازیوں اور ایذاء رسانیوں کا سدّ باب ہوگیا۔ کیوں کہ ان کی شجاعت وجانبازی کا تمام اہل مکہ لوہا مانتا تھا۔

مواخات: مکہ کی مواخات میں حضرت خیر الانام ﷺ کے محبوب غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلامی بھائی قرار پائے۔ ان کو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس قدر محبت ہوگئی تھی کہ جب غزوات میں تشریف لے جاتے تو ان ہی کو ہر قسم کی وصیت کر جاتے تھے۔

شہادت: حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چوں کہ جنگِ بدر میں چن چن کر اکثر صنادیدِ (سرداروں) قریش کو تہِ تیغ کیا تھا، اس لئے تمام مشرکین قریش سب سے زیادہ ان کے خون کے پیاسے تھے۔ چنانچہ جبیر بن مطعم نے ایک غلام کو جس کا نام وحشی تھا اپنے چچا طعیمہ بن عدی کے انتقام پر خاص طور سے تیار کیا تھا۔ اور اس کے صلہ میں آزادی کا لالچ دلایا تھا۔ غرض وہ جنگ احد کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

موقع پر ایک چٹان کے پیچھے گھات میں بیٹھا ہوا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتظار کر رہا تھا۔ اتفاقاً وہ ایک دفعہ قریب سے گذرے تو اس نے اچانک اپنا حربہ اس زور سے پھینک کر مارا کہ دو ٹکڑے ہو کر گر پڑے۔ اس اللہ کے شیر کی شہادت پر کفار کی عورتوں نے خوشی و مسرت کے ترانے گائے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ نے ناک کان کاٹ کر زیور بنائے۔ نیز شکم چاک کر کے جگر نکالا اور چبا چبا کر تھوک دیا۔ حضرت سرورِ کائنات ﷺ نے سنا تو پوچھا ''کیا اس نے کچھ کھایا بھی ہے''؟ لوگوں نے عرض کیا، نہیں! فرمایا اے اللہ! حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کسی جزو کو جہنم میں داخل ہونے نہ دینا۔

تجہیز و تکفین: حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیقی بہن تھیں، بھائی کی شہادت کی خبر سنی تو روتے ہوئے جنازہ کے پاس آئیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے دیکھنے نہ دیا اور تسلی و تشفی دے کر واپس فرمادیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! اپنے صاحبزادے حضرت زبیر کو دو چادریں دے گئی تھیں کہ ان سے کفن کا کام لیا جائے۔ لیکن پہلو میں ایک انصاری کی لاش بھی بے گور و کفن تھی۔ اس لئے انہوں نے دونوں شہیدانِ ملت میں ایک ایک چادر تقسیم کر دی۔ اس ایک چادر سے سر چھپایا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں چھپائے جاتے تو سر برہنہ ہو جاتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ چادر سے چہرہ چھپاؤ اور پاؤں پر گھاس اور پتے ڈال دو۔ غرض اس حیرت انگیز طریقہ سے سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ تیار ہوا۔ سرورِ کائنات ﷺ نے خود نماز پڑھائی۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے شہدائے اُحد کے جنازے ان کے پہلو میں رکھے گئے اور

آپ ﷺ نے علیحدہ علیحدہ ہر ایک پر نماز پڑھائی۔ اس طرح تقریباً ستر نمازوں کے بعد غازیانِ دین نے بصد اندوہ والم اس اللہ کے شیر کو اسی میدان میں سپرد خاک کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بعد ایک عرصہ کے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل وحشی جب اسلام قبول کر کے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے انہیں دیکھ کر پوچھا، کیا تم ہی وحشی ہو؟ انہوں نے عرض کیا، ہاں! آپ ﷺ نے پوچھا، تم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا؟ بولے، حضور کو جو کچھ معلوم ہوا وہ صحیح ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کیا تم اپنا چہرہ مجھ سے چھپا سکتے ہو؟ اگر ہو سکے تو ایسا کرو۔ چنانچہ اس کے بعد وہ تمام عمر حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے نہ گئے اور آپ ﷺ کو اپنا چہرہ نہ دکھلایا۔

ف: اس واقعہ سے دو اہم باتیں مفہوم ہوئیں جو قابل اتباع ہیں۔

پہلی بات یہ کہ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری خطائیں خود بخود عند اللہ معاف ہو گئیں۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ کے قلب اطہر سے بھی ان کی جملہ لغزشیں محو ہو گئی تھی۔ تاہم حضورِ اکرم ﷺ نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فطری اور طبعی محبت کی بناء پر غیر اختیاری طور سے حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سامنے آنے سے روک دیا، تا کہ ان کے دیکھنے سے قلب پر حزن و غم کا شدید اثر نہ ہو۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر کوئی مربی، شیخ، استاذ اور مقتدا و امام کسی ایسے کام کے کرنے کا امر فرمائے جو بظاہر طالب کے مزاج کے خلاف ہو، تب بھی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کو بے چون و چرا مان لینا عین سعادت اور دین وشریعت کی اتباع ہے چنانچہ یقین ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فیضِ صحبت سے خواہ ایک لمحہ ہی کی ہو، اس سے صحابیت کا شرف تو حاصل ہو ہی گیا تھا جو ہزاروں قطبیت سے بالا تر ہے۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منشاء ومرضی اور آپ کے صریح امر کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی غایتِ عقیدت ومحبت کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے صبر کرنا ان شاء اللہ مزید موجبِ شرف وکرامت عند اللہ ہوگا۔ (مرتب)

حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کارنامہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جب مسیلمہ کذّاب پر فوج کشی ہوئی تو حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس میں شریک ہوئے اس امید پر کہ شاید میں اس کو قتل کر کے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقصان کی تلافی کرسکوں۔ چنانچہ وہ اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہوئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات سے اسلام کو جس قدر نقصان پہنچایا تھا اس سے زیادہ فائدہ پہنچایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سیر صحابہ جلد نمبر ۲/ص:۱۸۸)

حضرت سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما المتوفی ۵۴ھ

نام ونسب: اُسامہ نام، ابومحمد کنیت، محبوبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لقب، والد کا نام زید تھا۔

پیدائش، اسلام اور ہجرت: ہجرت سے چھ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے ان کے والد حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب غلام اور منہ بولے بیٹے تھے۔ اور ان کی ماں برکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھلائی ہوئی تھیں۔ اس لئے ان کو ماں اور باپ دونوں طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبیت کا شرف ورثہ میں ملا تھا۔ انہوں نے آنکھ کھولتے ہی اسلام کے گہوارہ میں پرورش پائی تھی، اس لئے ان کی زندگی کا کوئی حصہ کفر وشرک کی آلودگیوں سے ملوث نہ ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آپ سے خاص محبت: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا اپنی زبان مبارک سے اس کا اظہار فرمایا ہے اور اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرزِ عمل بھی اس کا شاہد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے متعلقین میں حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زیادہ کسی سے محبت نہ تھی لیکن حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ شخص ہیں جو اس محبت میں بھی شریک تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک زانو پر حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بٹھاتے اور دوسرے پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور دونوں کو ملا کر فرماتے کہ اے اللہ! میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں، اس لئے تو بھی رحم فرما۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اس لئے تو بھی محبت فرما۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ کو سب لوگوں سے محبوب تر ہے۔

ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا باپ مجھ کو سب سے زیادہ محبوب تھا، اب یہ سب سے زیادہ عزیز ہے۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتان کا کپڑا آنحضرت ﷺ کو ہدیہ دیا تھا۔ آپ ﷺ نے وہ کپڑا حضرت اُسامہ کو پہنادیا اور انہوں نے اپنی بیوی کو دے دیا۔ ایک دن آپ ﷺ نے پوچھا، کتان کیوں نہیں پہنتے؟ عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ میں نے اسے بیوی کو دے دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا اس سے کہہ دو کہ نیچے سینہ بند پہن لے ورنہ بدن دکھائی دے گا۔

ف: حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان سے سترِ عورت کا کس قدر اہتمام معلوم ہوتا ہے۔ مگر آج مسلمان عورتوں کا اس پر عمل تو کیا اس سے بیزاری معلوم ہوتی ہے جس کی وجہ سے بے حیائی اور بے پردگی عام ہوتی جارہی ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ (مرتب)

خدمتِ رسول ﷺ: حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاشانۂ نبوی ﷺ میں کثرت سے آتے جاتے تھے اور اکثر سفر میں بھی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ اس لئے خدمتِ نبوی ﷺ کا زیادہ موقع ملتا تھا۔ اکثر وضو وغیرہ کے وقت پانی ڈالنے کی خدمت انجام دیتے تھے۔

اطاعتِ والدین: والدین کی خوشنودی کا بہت زیادہ لحاظ رکھتے تھے اور اس میں بڑی مالی قربانی سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ محمد بن سیرینؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں کھجور کے درختوں کی

قیمت ایک ہزار تک پہنچ گئی تھی، اس زمانہ میں حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک درخت کی پیڑی کھوکھلی کر کے اس کا مغز نکالا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہو؟ آج کل درختوں کی قیمت اس قدر بڑھی ہوئی ہے اور تم اس کو ضائع کر رہے ہو۔ کہا، میری ماں نے فرمائش کی تھی اور وہ جس چیز کی فرمائش کرتی ہیں اگر اس کا حصول میرے امکان میں ہوتا ہے تو میں اس کو ضرور پوری کرتا ہوں۔

اخلاق وعادات: چوں کہ حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے دامن تربیت میں پرورش پائی تھی اس لئے ان پر قدرۃً تعلیماتِ نبوی ﷺ کا خاصا اثر تھا۔

پابندیٔ سُنّت: سنت کی پابندی شدت سے کرتے تھے۔ آخر عمر میں جب کہ قویٰ ریاضتِ جسمانی کے متحمل نہ تھے اس وقت بھی مسنون روزے التزام کے ساتھ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک غلام نے کہا، اب آپ کی عمر ضعف وناتوانی کی ہے، آپ کیوں دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزوں کا التزام کرتے ہیں؟ فرمایا آنحضرت ﷺ ان دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی احادیث کا کافی ذخیرہ آپ کے سینہ میں موجود تھا۔ جس کی وجہ سے کبارِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ چنانچہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب طاعون کے متعلق کوئی حکم نہ ملا تو اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا، تو فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ طاعون ایک قسم کا عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک خاص طبقہ پر بھیجا گیا۔ اس لئے جب سنو کہ فلاں جگہ طاعون پھیلا ہے تو وہاں نہ جاؤ۔ اور جہاں یہ وبا پھیلے وہاں سے نہ نکلو۔

وفات: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخر زمانۂ امارت ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر ساٹھ سال تھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سیر صحابہ: ج۲ ص۱۰۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۲۳ھ

نام ونسب: خالد نام، ابوسلیمان کنیت، سیف اللہ لقب، والدہ کا نام لبابہ تھا۔ یہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قریبی عزیزہ تھیں۔

اسلام: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کا زمانہ ۶ھ اور ۸ھ کے درمیان ہے۔

احترام نبوی ﷺ: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں آنحضرت ﷺ کا اتنا احترام تھا کہ کسی کی زبان سے آپ ﷺ کی شان میں کوئی ناروا کلمہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

آثارِ نبوی ﷺ سے عقیدت: آپؓ ہر اس چیز کے ساتھ جس کو آنحضرت ﷺ سے شرفِ انتساب حاصل ہوتا والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے موئے مبارک ایک ٹوپی میں سِلوا لئے تھے جس کو پہن کر میدانِ جنگ میں جاتے تھے۔

جہاد فی سبیل اللہ: حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابِ زندگی کا سب سے روشن باب جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ اسی میں گزرا۔ آپ کے اسی ذوقِ جہاد اور شجاعت سے پُر کارناموں کے صلہ میں آپ کو دربارِ نبوی ﷺ سے سیف اللہ کا لقب ملا۔ تقریباً سوا سو لڑائیوں میں آپ نے اپنی تلوار کے جوہر دکھائے۔ جسم میں ایک بالشت حصہ بھی ایسا نہ تھا جو زخموں سے خالی ہو۔

اشاعتِ اسلام: اشاعتِ اسلام ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں اور آپ ﷺ کے بعد بھی برابر اس فریضہ کو ادا کرتے رہے۔ فتحِ مکہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے اشاعتِ اسلام کی غرض سے جو سرایا[۱] بھیجے ان میں سے متعدد سریے آپ کی سرکردگی میں کئے گئے۔

وفات: آخر عمر میں مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے تھے اور کچھ دن بیمار رہ کر ۲۳ھ میں وفات پائی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے جنازہ میں شریک تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سیر صحابہ جلد نمبر ۲/ص:۱۵۰)

۱؎ جمع ہے سریہ کی جس جہاد میں حضور ﷺ شریک نہیں ہوئے اس کو سریہ کہتے ہیں۔ (مرتب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیدنا حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۵۴ھ

نام ونسب: حسان نام، ابوالولید کنیت، شاعرِ رسول ﷺ لقب، والد کا نام ثابت، والدہ کا نام فریعہ تھا۔حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجداد اپنے قبیلہ کے رئیس تھے۔

اسلام: حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حالتِ ضعیفی میں اسلام لائے۔ہجرت کے وقت ساٹھ برس کا سن تھا۔

دفاعی نظمیں: حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسلامی شاعری کا موضوع مدافعت عن الدین یا ہجو کفار ہے۔انہوں نے بہت سے کفار کی ہجو لکھی ہے۔لیکن اس کے باوجود ان کا کلام فحاشی سے بالکل پاک ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مدافعت سے نہایت خوش ہوتے تھے۔ایک مرتبہ فرمایا:

حسّان! اَجِبْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ — اے حسان! میری طرف سے جواب دو، اے اللہ! روح القدس کے ذریعہ اس کی تائید کر۔

ایک مرتبہ ارشاد ہوا:

اُھْجُھُمْ وَ جِبْرِیْلُ مَعَکَ۔ — یعنی تم مشرکین کی ہجو کرو اور جبرئیل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں۔

مشرکین پر ان شعروں کا جو اثر پڑتا تھا اس کو آنحضرت ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا۔

انّ قولہ فیھم اشدّ من وقع النبل۔ — حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر ان پر تیر ونشتر سے زیادہ کا کام کرتا ہے۔

آنحضرت ﷺ مسجد نبوی میں منبر رکھوا دیتے تھے۔حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی مدح کرتے تھے اور آپ ﷺ نہایت مسرور ہوتے تھے۔جب بنوتمیم کا وفد آیا اور حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریش کی مدح میں شعر پڑھے تو سب کے سب بول اٹھے کہ محمد ﷺ کا خطیب ہمارے خطیب سے اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے۔

اب ''شعراء رسول ﷺ'' سے کچھ منتخب اشعار لکھے جارہے ہیں:

وَ ضَمَّ الْاِلٰہُ اِسْمَ النَّبِیِّ اِلٰی اِسْمِہٖ
اِذَا قَالَ فِی الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْھَدُ

جس وقت پانچوں نمازوں میں مؤذن کہتا ہے (اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) اس وقت اللہ تعالیٰ حضور اقدس ﷺ کے نام کو اپنے اسم مبارک کے ساتھ (اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ) کے کلمہ سے ملا لیتے ہیں۔

نَبِیٌّ اَتَانَا بَعْدَ یَأْسٍ وَفَتْرَۃٍ
مِنَ الرُّسُلِ وَالْاَوْثَانُ فِی الْاَرْضِ تُعْبَدُ

حضور اقدس ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے مایوسی کے بعد اور رسولوں سے کافی وقفہ کے بعد، جب کہ روئے زمین پر بتوں کی عبادت کی جاتی تھی۔

فَاَمْسٰی سِرَاجًا مُّسْتَنِیْرًا وَّ ھَادِیًا
یَلُوْحُ کَمَا لَاحَ الصَّیْقَلُ الْمُھَنَّدُ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پس ہو گئے آپ ﷺ ایسے چراغ جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور ہو گئے رہنما۔ اور آپ ﷺ کا چہرہ چمکتا تھا جیسے ہندوستانی تیز چمکدار تلوار۔

وَ اَنْذَرَنَا نَاراً وَبَشَّرَ جَنَّةً
وَ عَلَّمَنَا الْاِسْلَامَ فَاللّٰهَ نَحْمَدُ

اور آپ ﷺ نے ہم کو دوزخ سے ڈرایا اور جنت کی خوشخبری سنائی۔ اور ہم کو اسلام کی تعلیم دی۔ لہٰذا ہم اللہ کی تعریف کرتے ہیں۔ (شعراء الرسول، ص: ۳۵۱)

حضور اکرم ﷺ کی شان اقدس میں کیا ہی خوب فرمایا ؎

وَ اَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِيْ
وَ اَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

آپ سے بہتر ذات کبھی میری آنکھ نے نہیں دیکھی اور آپ سے زیادہ حسین و جمیل کبھی کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔

خُلِقْتَ مُبَرَّءًا مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

آپ ﷺ کو تمام عیوب سے پاک وصاف پیدا کیا گیا۔ لگتا ہے آپ ﷺ کو ویسا ہی بنایا گیا جیسا کہ آپ خود چاہتے تھے۔

اخلاقی نظمیں: ایک تجربہ کار شاعر، ایک سن رسیدہ بزرگ اور سب سے بڑھ کر ایک مقدس صحابی ہونے کی حیثیت سے حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موضوع شاعری وعظ و نصیحت اور اعلیٰ اخلاق کی طرف قوم کو رغبت دلانا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

غدر اور خیانت کی برائی:

يَا جَارُ! مَنْ يَّغْدِرُ بِذِمَّةِ جَارِهٖ
مِنْكُمْ فَاِنَّ مُحَمَّداً لَمْ يَغْدِرِ

اے پڑوسی! تم میں جو ہمسایہ سے دھوکہ کرتا ہے۔ سن لے کہ محمد ﷺ نے کبھی کسی کو دھوکہ نہیں دیا۔

اخلاق و عادات: آپ کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ آپ دربارِ نبوی ﷺ کے شاعر تھے اور آنحضرت ﷺ کی مدافعت میں اشعار کہتے تھے۔ اور آنحضرت ﷺ نے آپ کے لئے دعا فرمائی کہ یا اللہ! روح القدس سے ان کی مدد فرما۔ اس بناء پر بارگاہِ رسالت میں آپ کو خاص تقرب حاصل تھا۔ ایک مرتبہ مسجد نبوی ﷺ میں شعر پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کیا تو جواب دیا کہ میں تم سے بہتر شخص یعنی حضور اقدس ﷺ کے سامنے پڑھا کرتا تھا۔

وفات: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ ۵۴ھ میں وفات پائی اس وقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۳، ص: ۲۸۱)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سیدنا حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۴ھ

نام ونسب: نام عامر، کنیت ابوعمرو، والد کا نام فہیرہ تھا۔

اسلام: آپ ابتداء ہی میں حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ اس لئے آپ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ لیکن آخر وقت تک استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ کرم نے قیدِ غلامی سے نجات دلائی۔ (اسد الغابۃ جلد نمبر ۳/ص: ۹۱)

ہجرت: ہجرت کے موقع پر جب حضور اقدس ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غارِ ثور میں پوشیدہ ہوئے تو حضرت عامر بن فَہیرہ سے متعلق یہ خدمت تھی کہ وہ دن میں مکہ کی چراگاہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بکریاں چراتے، پھر شام کو غار کے پاس لے آتے، یہاں ان بکریوں کا دودھ دوہ کر استعمال کیا جاتا۔ صبح کے وقت حضرت عبداللہ بن ابی بکر جو عموماً شب کے وقت حاضر ہو کر مکہ کی سرگزشت سنایا کرتے، واپس جاتے تو بکریوں کو ان کے نشانِ قدم پر لے چلتے، تاکہ مشرکین کو کچھ شبہ نہ ہو۔ غرض جب حضور اقدس ﷺ غارِ ثور سے آگے بڑھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عامر بن فہیرہ کو اپنے پیچھے بٹھالیا، مدینہ پہنچ کر وہ حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ عنہ کے مہمان ہوئے۔ اور حضرت حارث بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے اسلامی بھائی بنائے گئے۔ مدینہ کی آب وہوا جن لوگوں کو راس نہ آئی ان میں سے ایک حضرت عامر بن فہیرہ بھی تھے۔ یہ اس قدر سخت بیمار ہوئے کہ زندگی سے مایوسی ہوگئی۔

آنحضرت ﷺ کو جب مہاجرین کی علالت کی خبر ملی تو آپ نے دعا فرمائی۔

''اے اللہ! تو مدینہ کو مکہ کی طرح یا اس سے بھی زیادہ ہمارے لئے پسندیدہ بنا اور اس کو بیماریوں سے پاک کر۔'' دعا مقبول ہوئی اور حضرت عامر بن فہیرہ بسترِ علالت سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

بئر معونہ: ۴ھ میں رسول اللہ ﷺ نے سترّ قاریوں کی ایک جماعت کو مشرکین بئر معونہ کی تبلیغ وتلقین پر مامور فرمایا۔ مشرکین نے ان تمام حضرات کو شہید کر دیا۔ حضرت عامر بن فہیرہ بھی ان میں شامل تھے۔

صرف عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ گرفتار ہوئے۔ عامر بن طفیل نے ان سے ایک لاش کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ عامر بن فہیرہ ہیں۔ اس نے کہا، میں نے ان کو مقتول ہونے کے بعد دیکھا کہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ یہاں تک وہ آسمان اور زمین کے درمیان معلّق نظر آئے۔ پھر زمین پر رکھ دیئے گئے۔ (بخاری، کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع)

تعجب انگیز شہادت: حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ سے جس وقت جبار بن سلمی کا نیزہ پار ہوا تو بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا ''فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ'' کعبہ کے رب کی قسم! میں کامیاب ہوگیا۔

لاش تڑپ کر آسمان کی طرف بلند ہوئی، ملائکہ نے تجہیز وتکفین کی اور روحِ اقدس کے لئے اعلیٰ علیین کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اور یہ ۴ھ کا واقعہ ہے۔ جبار بن سلمی کو اس کرشمۂ قدرت نے سخت متعجب کیا اور متأثر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ (طبقات ابن سعد حصہ مغازی، ص: ۷۳۔ سیر الصحابہ جلد نمبر ۲/ص: ۴۲۲)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما المتوفی ۷۳ھ

فضل وکمال: طبقۂ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم میں علم وعمل کے مقتدا وامام اور بقول ابن الحنفیہ حبر الامۃ تھے۔ افعال وآثار نبوی ﷺ کے اتباع و پیروئ سُنّت کا ان کو بہت اہتمام تھا۔ مسلمانوں میں جو جھگڑے ہوئے ان سے بالکل کنارہ کش رہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان کا یہ مقام تھا کہ تحکیم کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہما کے ہوتے ہوئے خلافت کے لئے یہی سزاوار مانے گئے تھے۔ اورلوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی درخواست کی مگر انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں مسلمانوں میں ذرا سی خوں ریزی کا بھی سبب نہیں بن سکتا۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نہایت پسند کیا گیا ہے کہ جب مسلمان متفق ہوں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنّت وروش قابل اقتداء ہے۔ اور جب آپس میں اختلاف ہو جائے تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روش اختیار کرنی چاہئے۔

ایک دفعہ کسی نے مسئلہ پوچھا، انہوں نے سر جھکا لیا اور جواب نہ دیا۔ اس نے سمجھا، سنا نہیں۔ تو بولا شاید آپ نے میرا سوال نہیں سنا؟ آپ نے فرمایا سنا کیوں نہیں۔ لیکن تم لوگ شاید یہ سمجھتے ہو کہ تم جو ہم سے پوچھتے ہو اس کی بابت خدا کے یہاں ہم سے باز پُرس نہ ہوگی۔ ہم کو مہلت دو، ہم تمہارے سوال پر غور کریں، کوئی جواب

ہمارے پاس ہوگا تو بتائیں گے، ورنہ صاف کہہ دیں گے کہ ہم کو اس کا علم نہیں ہے۔

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر سوالوں کے جواب میں بے جھجک یہ کہہ دیتے تھے کہ میں نہیں جانتا۔

ف: سبحان اللہ! اس میں مفتی ومستفتی دونوں کے لئے کیسی ہدایت ونصیحت ہے۔ (مرتب)

آنحضرت ﷺ کی محبت سے سرشار تھے۔ ممکن نہیں تھا کہ آپ ﷺ کا ذکر آئے اور ان کی آنکھیں نم نہ ہو جائیں۔ حضرت ﷺ کی اقامت گاہ کی طرف سے گزرتے تھے تو دل بے چین ہو جاتا تھا، آنکھیں بند کر لیتے تھے۔

جود وسخا کا یہ عالم تھا کہ کتنی دفعہ ایک ایک مجلس میں انہوں نے تیس تیس ہزار درہم اللہ کی راہ میں دے ڈالے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سال ایک لاکھ درہم آپ کی خدمت میں بھیجے۔ سال پورا ہونے سے پہلے ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کل خرچ کر دیا۔

آپ کا معمول تھا کہ جب تک آپ کے دسترخوان پر کوئی یتیم موجود نہ ہوتا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ (اعیان الحجاج ص: ۶۳)

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اے اولادِ آدم! اپنے جسم سے تو دنیا کے ساتھ رہو مگر قلب وہمت کے اعتبار سے اس سے علیٰحدہ رہو۔ (طبقات)

وفات: آپ نے ۷۳ھ یا ۷۴ھ میں مکہ میں وفات پائی اور مقامِ فخ میں ذی طویٰ کے پاس مدفون ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر چوراسی سال تھی۔ (اعیان الحجاج جلد نمبر ۱/ ص: ۶۴)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۳۲ھ

نام ونسب: جندب نام، والد جنادہ بن قیس، ماں کا نام رملہ تھا۔ قبیلہ غِفَار سے تعلق تھا اسی لئے غفاری کہلائے۔ اور کنیت ابو ذر ہے۔

آپ دن کا دن آخرت کے معاملہ میں غور و فکر کرتے رہتے تھے۔ آپ ایک دن سے زیادہ کے نفقہ کے جمع کرنے کو حرام قرار دیتے تھے۔ آپ کے پاس جب کوئی حاضر ہوتا اور آپ کے گھر میں نظر دوڑاتا تو دنیا کے سامانوں سے کچھ نہ پاتا۔ (طبقات)

آپ کو مسیح الاسلام کہا جاتا ہے جو سرکار رسالت مآب ﷺ کی شہادت کے بموجب اس زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے بڑے سچے آدمی تھے۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر ایک مرتبہ فرمایا کہ لوگو! میں جندب غفاری ہوں ایک مہربان خیر خواہ بھائی کے پاس آؤ۔ یہ سنتے ہی لوگوں نے آپ کو گھیر لیا۔ جب مجمع اکٹھا ہو گیا تو آپ نے فرمایا:

اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَرَادَ سَفَرًا اَلَيْسَ يَتَّخِذُ مِنَ الزَّادِ مَا يُصْلِحُهٗ وَيُبَلِّغُهٗ۔ الخ

ترجمہ:۔ لوگو! یہ بتاؤ کہ اگر کوئی سفر کا ارادہ کرتا ہے تو کیا وہ زادِ راہ کا سامان نہیں کرتا، جس سے اس کا کام چلے اور منزل تک پہنچ جائے، لوگوں نے کہا، ضرور

کرتا ہے۔ فرمایا کہ تو پھر قیامت کے سفر کا راستہ بڑی دور کا ہے۔ لہٰذا کارآمد سامان لے لو۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا، بڑی باتوں کے لئے ایک حج کر لو، اور روزِ قیامت کے لئے کسی سخت گرم دن میں روزہ رکھ لو، اور وحشتِ قبر کے لئے رات کی تاریکی میں دو رکعتیں پڑھ لو، پھر بھلی بات کہو یا بری بات سے خاموش رہو۔ اس بڑے دن کے وقوف کے لئے مال خیرات کرو، شاید اس کی سختی سے نجات مل جائے۔ دنیا کی زندگی کو دو مجلسوں میں تقسیم کرو، ایک مجلس حلال روزی حاصل کرنے کی، دوسری طلبِ آخرت کی، تیسری مجلس مضر ہوگی اور نفع نہ دے گی۔ اس کا ارادہ نہ کرو۔ اپنے مال کے دو حصے کرو، ایک حصہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو اور دوسرے کو زادِ آخرت بناؤ، تیسرا مضر ہوگا نفع نہ دے گا، لہٰذا ارادہ نہ کرو۔ پھر پوری آواز سے چلّا کر فرمایا کہ تم کو ایسی حرص نے مار ڈالا جس کو تم کبھی نہ پاؤ گے۔ (اعیان الحجاج ص:۷۰)

آپ کی وفات کا واقعہ: آپ کی حرم محترم نے وفات کے حالات بیان کئے کہ جب حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت زیادہ خراب ہو گئی تو میں رونے لگی، پوچھا کیوں روتی ہو؟ میں نے کہا، تم ایک صحراء میں سفرِ آخرت کر رہے ہو، یہاں تمہارے اور میرے استعمالی کپڑوں کے علاوہ کوئی ایسا کپڑا نہیں جو تمہارے کفن کے کام آئے۔ فرمایا، رونا موقوف کرو، میں تم کو ایک خوشخبری سناتا ہوں۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ جس مسلمان کے دو یا تین لڑکے مر چکے ہوں وہ آگ سے بچانے کے لئے کافی ہیں۔

آپ ﷺ نے چند آدمیوں کے سامنے جن میں ایک میں بھی تھا۔ یہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص صحراء میں مرے گا اور اس کی موت کے وقت وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت پہنچ جائے گی۔ میرے علاوہ ان میں سے سب آبادی میں مر چکے ہیں۔ اب صرف میں باقی رہ گیا ہوں۔ اس لئے وہ شخص یقینا میں ہی ہوں۔ اور میں بحلف کہتا ہوں کہ نہ میں نے تم سے جھوٹ بیان کیا ہے اور نہ کہنے والے نے جھوٹ کہا ہے۔ اس لئے گزرگاہ پر جا کر دیکھو، یہ غیبی امداد ضرور آتی ہوگی۔ میں نے کہا، اب تو حُجّاج بھی واپس جا چکے اور راستہ بند ہو چکا۔ فرمایا نہیں، جا کر دیکھو۔ چنانچہ میں ایک طرف دوڑ کر ٹیلے پر چڑھ کر دیکھنے جاتی تھی اور دوسری طرف بھاگ کر ان کی تیمارداری کرتی تھی۔ یہی دوڑ دھوپ اور تلاش وانتظار کا سلسلہ جاری تھا کہ دور سے کچھ سوار آتے دکھائی دیئے۔ میں نے اشارہ کیا، وہ لوگ نہایت تیزی سے آ کر میرے پاس ٹھہر گئے اور ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے؟ میں نے کہا: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تو پوچھا، آنحضرت ﷺ کے صحابی؟ میں نے کہا، ہاں! وہ لوگ (فداہ ابی وامی) کہہ کر ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے۔ پہلے حضرت ابوذرؓ نے آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی سنائی پھر وصیت کی کہ اگر میری بیوی یا میرے پاس کفن بھر کا کپڑا نکلے تو اسی کپڑے میں مجھ کو کفنانا۔ اور قسم دلائی کہ تم میں سے جو شخص حکومت کا ادنیٰ عہدہ دار بھی ہو، وہ مجھ کو نہ کفنائے۔ اتفاق سے ایک انصاری جوان کے علاوہ ان میں سے ہر شخص کسی نہ کسی خدمت پر مامور رہ چکا تھا، چنانچہ انصاری نے کہا کہ چچا! میرے پاس ایک چادر ہے، اس کے علاوہ دو کپڑے اور ہیں جو خاص میری والدہ کے ہاتھ کے کتے ہوئے ہیں ان ہی میں

آپ کو کفناؤں گا۔ فرمایا، ہاں تم ہی کفنانا۔ اس وصیت کے بعد وفات پائی۔

متعدد روایتوں کے باہم ملانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ یمنی تھے اور کوفہ سے آرہے تھے۔ انہی کے ساتھ مشہور صحابی عبداللہ بن مسعود بھی تھے جو عراق جارہے تھے۔ بہرحال اس انصاری جوان نے آپ کو کفنایا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور پھر سبھوں نے مل کر اسی صحراء کے ایک گوشہ میں ان کو سپردِ خاک کر دیا۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت ۳۲ھ کا واقعہ ہے۔ نور اللہ مرقدہٗ

(سیر صحابہؓ جلد نمبر ۲، ص: ۷۴)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سیدنا حضرت مِقداد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۲۳ھ

نام ونسب: نام مقداد، کنیت ابوالاسود، والد کا نام عمرو کندی ہے۔

اخلاق: حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ گوناگوں محاسن اخلاق کے مظہرِ اتم تھے۔نہایت صاف گو اور سادہ مزاج تھے۔آغازِ اسلام کی عسرت وناداری نے ان کو حد درجہ جفاکش اور قناعت پسند بنادیا تھا۔انہوں نے غزوۂ بدر کے موقع پر جس جوش وشجاعت کا اظہار کیا وہ تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے قابل رشک تھا۔

اسلام: حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ دراصل بہرآ کے رہنے والے تھے۔وہ مکہ میں اچھی طرح توطن گزیں نہ ہونے پائے تھے کہ صدائے توحید کانوں میں پڑی اور رسالت مآب ﷺ کی دعوت وتبلیغ نے ان کو اسلام کا شیدائی بنادیا۔ یہ وہ پُرآشوب زمانہ تھا جب اسلام قبول کرنے کو شدید ترین جرم خیال کیا جاتا تھا۔لیکن حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بے بسی وغریب الوطنی کے باوجود اِخفائے حق کو گوارا نہ کیا۔ اور ان کا ان صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صف میں شمار ہوتا ہے جنہوں نے ابتداء ہی میں اپنے حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔(اسد الغابہ،تذکرہ مقدادؓ)

ہجرت: حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کے بعد طرح طرح کے مصائب اور گوناگوں مظالم کا نشانہ بنالئے گئے، یہاں تک کہ پیمانۂ صبروتحمل لبریز ہوگیا اور مکہ چھوڑ کر عازمِ حبشہ ہوئے۔کچھ دنوں کے بعد سرزمین حبشہ سے واپس آئے تو مدینہ کی طرف ہجرت کی تیاریاں ہورہی تھیں۔لیکن وہ ایک عرصہ تک اپنی بعض دُشواریوں کے باعث مدینہ

جانے سے مجبور رہے۔ یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے گئے اور کفر واسلام میں فوجی چھیڑ چھاڑ کا آغاز ہوا تو یہ اور حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک قریش متجسس دستۂ فوج کے ہمراہ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔عکرمہ ابن ابی جہل اس کا امیر عسکر تھا۔راہ میں مجاہدین اسلام کی ایک جماعت سے مڈبھیڑ ہوئی حضرت عبیدا بن الحارث اس کے افسر تھے، یہ دونوں موقع پا کر مسلمانوں سے مل گئے اور مدینہ پہنچ کر حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مہمان ہوئے۔رسول اللہ ﷺ نے ان کو بنی عدیلہ کے محلہ میں مستقل سکونت کے لئے زمین مرحمت فرمائی۔کیوں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت پر انہوں نے اسی حصہ میں رہنا پسند کیا تھا۔

غزوات: حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیز اندازی، نیزہ بازی اور شہسواری میں کمال رکھتے تھے۔غزوۂ بدر میں تنہا آپ ہی شہسوار تھے۔اصحابِ سیر کا اتفاق ہے کہ ان کے علاوہ کسی کے پاس گھوڑا نہ تھا۔

فتحِ مصر کے وقت جب عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربارِ خلافت سے مزید فوج کا مطالبہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس ہزار فوج اور چار افسر بھیجے تھے۔ ان میں سے ایک افسر حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ان چار افسروں میں سے ہر ایک دشمن کے لئے ایک ہزار سپاہیوں کے برابر ہے۔چنانچہ ان حضرات کے پہنچتے ہی جنگ کا نقشہ بدل گیا اور الحمدللہ فتح نصیب ہوئی۔

وفات: حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۲۳ھ میں ہوئی جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔اور آپ ہی نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور مدینہ کے بقیع میں مدفون ہوئے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سیر صحابہ جلد نمبر ۲/ص:۳۹۸)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سیدنا حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۲۰ھ

نام ونسب: بلال نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام رباح، والدہ کا نام حمامہ تھا۔ یہ حبشی زادغلام تھے۔لیکن مکہ ہی میں پیدا ہوئے۔بنی جمح ان کے آقا تھے۔

(اسدالغابہ جلدنمبر ا/ص:۲۰۶)

اسلام: حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صورتِ ظاہری کے لحاظ سے گو سیہ فام حبشی تھے، مگر جن سات بزرگوں نے سیدنا محمد ﷺ کی دعوت کو قبول فرمایا ان میں سے ایک حضرت بلال حبشی بھی تھے۔

ابتلاء واستقامت: حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گوناگوں مصائب اورطرح طرح کے مظالم سے آزمائش ہوئی۔تپتی ہوئی ریت، جلتے ہوئے سنگریزوں اور دہکتے ہوئے انگاروں پرلٹائے گئے۔مشرکین کے لڑکوں نے آپ کی گردن مبارک میں رسیاں ڈال کر بازیچۂ اطفال (کھلونا) بنایا لیکن آپ نے ان تمام آزمائشوں کے باوجود توحید کی رسّی کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

ابوجہل ان کے منہ کے بل سنگریزوں پر لٹا کر انکے اوپر پتھر کی چکی رکھ دیتا اور جب آفتاب کی حرارت وسوزش ان کو بےقرار کر دیتی تو ابوجہل ملعون کہتا کہ بلال! اب بھی محمد ﷺ کے معبود سے باز آجاؤ۔لیکن اس وقت بھی دہن مبارک سے یہی (احد، احد) نکلتا۔ (اسدالغابہ جلدنمبر ا/ص:۲۰۶)

آزادی: حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز حسبِ معمول ظلم وستم سے

دو چار تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرف سے گزرے تو یہ روح فرسا منظر دیکھ کر ان کا دل بھر آیا۔اور ایک گراں قدر رقم معاوضہ دے کر انہیں آزاد کرالیا۔آنحضرت ﷺ نے سنا تو فرمایا کہ اے ابوبکر! مجھے بھی اس میں شریک کرلو۔حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں تو آزاد کراچکا ہوں۔ (بخاری، باب الاذان)

تواضع وخاکساری: تواضع وخاکساری ان کی فطرت میں داخل تھی، لوگ ان کے فضائل ومحاسن کا تذکرہ کرتے تو فرماتے کہ میں تو صرف ایک حبشی ہوں جو کل تک معمولی غلام تھا۔ (طبقات ابن سعد جلدنمبر ۳/ص:۶۹)

غزوات: حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام مشہور غزوات میں شریک تھے۔ غزوۂ بدر میں انہوں نے اُمیہ بن خلف کو تہِ تیغ کیا جو اسلام کا بڑا دشمن تھا اور خود ان کی ایذارسانی میں بھی اس کا ہاتھ سب سے پیش پیش تھا۔ (بخاری باب الاذان)

فتح مکہ میں بھی آپ ﷺ کے ہمرکاب تھے۔آپ ﷺ خانۂ کعبہ میں داخل ہوئے تو اس مؤذنِ خاص کو حضور ﷺ کی معیت کا شرف حاصل تھا۔

ذَالِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ (اسدالغابہ ج:ا/ص:۲۷)

انہیں حکم ہوا کہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر توحید کی پُرعظمت صدائے تکبیر بلند کریں۔اللہ کی قدرت کہ وہ حریمِ قدس جس کو ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدائے واحد کی پرستش کے لئے تعمیر کیا تھا۔مدتوں صنم خانہ رہنے کے بعد پھر ایک حبشی زاد کے نغمۂ توحید سے گونجا۔ (طبقات ابن سعد جلدنمبر ۳/ص:۱۶۷)

شام میں توطن: حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شام کی سرسبز وشاداب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

زمین پسند آ گئی تھی۔اس لئے انہوں نے وہاں مستقل اقامت اختیار کرلی تھی۔ایک عرصہ تک شام میں متوطن رہنے کے بعد ایک روز رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں، بلال! یہ خشک زندگی کب تک؟ کیا تمہارے لئے وہ وقت نہیں آیا۔کہ ہماری زیارت کرو۔اس خواب نے گزشتہ زندگی کے پُرلطف واقعات یاد دلائے اور اسی وقت مدینہ منورہ کی راہ لی اور روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگے۔آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں تھا اور جوشِ محبت کے ساتھ جگر گوشہائے رسول ﷺ یعنی حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو چمٹا چمٹا کر پیار کر رہے تھے۔ان دونوں نواسوں نے خواہش ظاہر کی کہ آج صبح کے وقت اذان دیجئے۔گو ارادہ کر چکے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد وہ اذان نہ دیں گے۔مگر ان کی فرمائش کو ٹال نہ سکے۔اور صبح کے وقت مسجد کی چھت پر کھڑے ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کیا تو تمام مدینہ گونج اٹھا۔اس کے بعد نعرۂ توحید نے اس کو اور بھی پُرعظمت بنا دیا۔لیکن جب (اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ) کا نعرہ بلند کیا تو عورتیں بے قرار ہو کر پردوں سے نکل پڑیں۔اور تمام عاشقانِ رسول ﷺ کے رخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے۔بیان کیا جاتا ہے کہ مدینہ میں ایسا پُراثر منظر کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔(اسد الغابہ جلد نمبر ۱ رص:۲۰۸)

ارشادات: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم کو کس عمل خیر پر سب سے زیادہ ثواب کی امید ہے؟ تو عرض کیا کہ میں نے تو ایسا کوئی کام نہیں کیا ہے (جس پر ثواب کی امید کروں) ہاں! ایک خاص عمل یہ ہے کہ ہر وضو کے بعد نماز ادا کی ہے۔(بخاری)

آپ ایمان کو تمام اعمالِ حسنہ کی بنیاد سمجھتے تھے۔ایک مرتبہ کسی نے پوچھا سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ بولے۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ۔اس کے بعد جہاد، پھر حج مبرور کرنا یہ بہتر عمل ہے۔

(بخاری جلد نمبر ۲ رص: ۱۱۲۴، سیر الصحابہ حصہ اول، دوم۔ص: ۳۰۷ رتا ۲۱۳)

وفات: ۲۰ھ میں اس مخلص باوفا نے اپنے محبوب آقا کی دائمی رفاقت کے لئے دنیائے فانی کو خیر باد کہا۔کم وبیش ساٹھ برس کی عمر پائی۔دمشق میں باب الصغیر کے قریب مدفون ہوئے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسد الغابہ جلد نمبر ۱ رص:۲۰۹)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آخری صحابی

حضرت سیدنا ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۱۱۰ھ

نام، نسب، ولادت: عامر نام، ابوالطفیل کنیت، والد کا نام واثلہ بن عبداللہ۔ آپ کی ولادت ہجرت کے بعد ہوئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے دیدار کا شرف حجۃ الوداع میں اس وقت حاصل ہوا جب آپ ﷺ رکن یمانی کا اپنے عصا سے استیلام کر رہے تھے۔

چنانچہ حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ وَیَسْتَلِمُ الرُّکْنَ بِمِحْجَنٍ مَعَہٗ وَیُقَبِّلُ الْمِحْجَنَ۔
(رواہ مسلم مشکوۃ ص:۲۲۶)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ (سوار ہو کر) خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے اور ایک خمدار سرے والی لکڑی سے جو آپ کے ساتھ تھی، حجر اسود کی طرف اشارہ کرتے اور اس لکڑی کو چوم لیتے تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ آپ کی ولادت غزوۂ احد کے سال ہوئی اور آپ نے زیارتِ نبوی ﷺ کا شرف حاصل کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایت کی ہے۔ اور آپ نے طویل عمر پائی اور صحابہ کرامؓ میں سب سے آخر میں ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔ (وھو اٰخر من مات من الصحابۃ)(تقریب التھذیب، ص:۲۸۸)

مختلف مقامات پر آخر میں وفات پانے والے صحابہ کرامؓ

مکۃ المکرمہ میں حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مدینہ منورہ میں حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، شام میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کوفہ میں حضرت علقمہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خراسان میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال سب سے آخر میں ہوا۔ (دلیل الفالحین)

وفات: خلیفہ راوی نے کہا کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں اقامت اختیار کی اور ۱۰۰ھ یا اس کے قریب انتقال ہوا۔ انہوں نے ہی دوسرا قول ۱۰۷ھ کو نقل کیا ہے۔

نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دوسرے قول کی تائید کی ہے۔ وہب بن جریر (راوی) نے کہا کہ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا کہ میں مکہ مکرمہ میں ۱۱۰ھ میں تھا تو میں نے ان کا جنازہ دیکھا تھا، تو میں نے اپنے والد جریر سے دریافت کیا کہ کس کا جنازہ ہے؟ تو انہوں نے کہا، ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔

(سیر اعلام النبلاء جلد نمبر ۳، ص:۲۶۷)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صحابہ کرامؓ کے اجمالی فضائل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ برتاؤ اور ان کے اجمالی فضائل کے عنوان کے تحت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''حکایتِ صحابہ رضی اللہ عنہم'' کے آخر میں بہترین کلام فرمایا ہے۔ ہم اس کے آخری حصہ کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں:

صحابی اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی ہو اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہوا ہو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے کہ کھانا بغیر نمک کے اچھا نہیں ہوسکتا۔

حضور اقدس ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ سے میرے صحابہؓ کے بارے میں ڈرو، ان کو ملامت کا نشانہ نہ بناؤ۔ جو شخص ان سے محبت رکھتا ہے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے بُغض رکھتا ہے وہ میرے ساتھ بُغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے جو شخص ان کو اذیت دے اس نے مجھ کو اذیت دی، اور جس نے مجھ کو اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی۔ اور جو شخص اللہ کو اذیت دیتا ہے قریب ہے کہ پکڑ میں آجائے۔

حضور اکرم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ میرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گالیاں نہ دیا کرو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرلے تو وہ ثواب کے اعتبار سے صحابہؓ کے ایک مد یا آدھے مُد کے برابر نہیں ہوسکتا۔

اور حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص میرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

کو گالیاں دے اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت، نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے علاوہ تمام مخلوق میں سے میرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو چھانٹا ہے اور ان میں سے چار کو ممتاز کیا ہے۔ ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان کو میرے سب صحابہؓ سے افضل قرار دیا۔ ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کی اس نے دین کو سیدھا کیا اور جس نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کی اس نے دین کے واضح راستے کو پالیا اور جس نے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کی وہ اللہ کے نور کے ساتھ منور ہوا اور جس نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کی اس نے دین کی مضبوط رسّی کو پکڑ لیا۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعریف کرتا ہے نفاق سے بَری ہے اور جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بے ادبی کرتا وہ بدعتی، منافق، سنت کا مخالف ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس کا کوئی عمل قبول نہ ہو یہاں تک کہ ان سب کو محبوب رکھے اور ان کی طرف سے دل صاف ہو۔

ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ اے لوگو! میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خوش ہوں تم لوگ ان کا مرتبہ پہچانو۔ میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طلحہ سے، زبیر سے، سعد سے، سعید سے، عبدالرحمن بن عوف سے، ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے خوش ہوں تم لوگ ان کا مرتبہ پہچانو۔ اے لوگو! اللہ جل شانہ نے بدر کی لڑائی میں شریک ہونے والوں کی اور حدیبیہ کی لڑائی میں شریک ہونے والوں کی مغفرت فرمادی۔ تم میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں میری رعایت کیا کرو اور ان لوگوں کے بارے میں جن کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بیٹیاں میرے نکاح میں ہیں یا میری بیٹیاں ان کے نکاح میں ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ قیامت میں تم سے کسی قسم کے ظلم کا مطالبہ کریں کہ وہ معاف نہیں کیا جائے گا۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ میرے صحابہ اور میرے دامادوں میں میری رعایت کیا کرو۔ جو شخص ان کے بارے میں میری رعایت کرے گا اللہ تعالیٰ شانہٗ دنیا اور آخرت میں اس کی حفاظت فرمائیں گے۔ اور جو ان کے بارے میں میری رعایت نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے بَری ہیں۔ اور جس سے اللہ تعالیٰ بری ہیں کیا بعید ہے کہ گرفت میں آجائے۔

حضور اکرم ﷺ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں میری رعایت کرے گا وہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ سکے گا اور جو ان کے بارے میں میری رعایت نہ کرے گا وہ میرے پاس حوض کوثر تک نہیں پہنچ سکے گا اور مجھے صرف دور ہی سے دیکھے گا۔

سہل بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جو شخص حضور اقدس ﷺ کے صحابہ کی تعظیم نہ کرے وہ حضور ہی پر ایمان نہیں لایا۔ اللہ جل شانہٗ اپنے لطف وفضل سے اپنی گرفت سے اور اپنے محبوب کے عتاب سے مجھ کو اور میرے دوستوں کو اور میرے محسنوں کو اور ملنے والوں کو، میرے مشائخ کو، تلامذہ کو اور سب مومنین کو محفوظ رکھے اور ان حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت سے ہمارے دلوں کو بھر دے۔ آمین، برحمتک یا ارحم الراحمین

زکریا عفی عنہ کاندھلوی
مقیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
۱۲؍شوال ۱۳۷۵ھ دوشنبہ

اِنْتِبَاہ

اب ہم ان آخری ذوالمجد صحابی حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد چند صحابیات مقدسات کے مختصر احوال واقوال کو نقل کرنے کے سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ وباللہ التوفیق

تذکرہ

حضرات صحابیات

رِضوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیہِنَّ اَجمَعِین

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۱۰ نبوی

نام ونسب وولادت: نام خدیجہ بنت خویلد، لقب طاہرہ اور کنیت ام ہند تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی ولادت مکہ معظمہ میں عام الفیل سے پندرہ سال قبل ۵۵۶ء کو ہوئی۔

حضرت ابن عباسؓ آپ کے نسب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر۔ اس طرح قصی پر جا کر آپؓ کا اور سرکار دوعالم ﷺ کا نسب مل جاتا ہے۔

والدہ کی طرف سے نسب یہ ہے: خدیجہ بنت فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم بن الہرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوی بن غالب۔

طاہرہ لقب پڑنے کی وجہ: حضرت خدیجہؓ کے ناصیۂ اقبال پر عہد طفولیت ہی سے بلندی کے آثار ہویدا تھے، حسنِ صورت کے ساتھ حسنِ سیرت کے زیور سے بھی وہ پورے طور پر آراستہ تھیں۔ معاملات میں بڑی صاف ستھری، اور اخلاق پاکیزگی کا اعلیٰ نمونہ تھیں۔ والد کے ضعیف ہوجانے کے بعد جب کاروبار انہوں نے اپنے ہاتھ میں لیا تو جوہر کھلے۔ پورے قبیلۂ قریش نے ان کی صفائی معاملات اور داد ودہش کی گواہی دی، اور ''طاہرہ'' کے معزز لقب سے یاد کرکے ان کی شرافت وعظمت کا اقرار کیا۔ گویا جسے اس دنیا کے سب سے طاہر و پاکباز گھر کی رونق بننا تھا مبدأ فیاض کی

جانب سے اسے پہلے ہی سے ''طاہرہ'' کا لقب عطا کر دیا گیا۔ (امہات المؤمنین ص:۵۸)

آپ کا بچپن: حضرت خدیجہؓ بچپن ہی سے نہایت حلیم، بردبار اور باوفا تھیں۔ متانت وسنجیدگی اور ذہانت وفطانت کے ساتھ معاملہ فہمی اور غمخواری وغمگساری کی دولت سے بھی مالا مال تھیں۔ دنیاوی اعتبار سے ان کا مستقبل نہایت تابناک تھا، اور والد کے تمول کی وجہ سے راحت وآسایش کا ہر سامان ان کے پاس موجود تھا۔

حضور ﷺ اور آپ کے درمیان تعلق کا آغاز: ایک مرتبہ جب قریش کے تجارتی قافلہ کی روانگی کا وقت آیا تو حضور ﷺ کے شفیق چچا خواجہ ابوطالب نے جو آپ ﷺ کے حالات اور ضروریات وغیرہ سے خوب واقف تھے، آپ ﷺ سے کہا: خدیجہ کے پاس جا کر ان سے ملاقات کریں، ان کا مالِ تجارت ملکِ شام کی طرف جانے والا ہے، میرے نزدیک یہ نہایت اچھی اور خوشی کی بات ہوگی کہ تم بھی اس تجارتی قافلہ کے ساتھ جاؤ۔ خود میرے پاس اگر کچھ سرمایہ ہوتا تو اسے تمہارے حوالے کر دیتا اور تم اس کے ذریعہ تجارت کرتے۔

اس وقت آپ ﷺ کی عمر کا پچیسواں سال شروع ہو چکا تھا، آپ ﷺ کی صداقت وراست بازی، امانت ودیانت، اخلاق پاکیزگی اور حسنِ معاملگی کی شہرت ہر طرف ہو چکی تھی۔ امانت وصداقت کا چرچا زبان زد تھا، وادیٔ مکہ کا بچہ بچہ آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق اور دیانت وصداقت سے نہ صرف یہ کہ واقف بلکہ اس کا والہ وشیدا بن چکا تھا، اور آپ ﷺ ''صادق وامین'' کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ بہرحال خواجہ ابوطالب نے ادھر آپ ﷺ سے حضرت خدیجہؓ کے پاس جا کر تجارتی قافلہ میں شریک ہونے کا مشورہ دیا، اور اُدھر پردۂ غیب سے خدائی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

انتظام یہ ہوا کہ حضرت خدیجہؓ تک خواجہ ابوطالب کی بات پہنچ گئی۔ان کے دل میں خود داعیہ پیدا ہوا اور کیوں نہ ہوتا کہ صادق وامین سے بہتر اور کون ہوسکتا ہے، جسے مالِ تجارت سپرد کیا جائے۔چنانچہ انہوں نے خود ہی پہل کی اور پیغام بھیجا کہ آپ میرا مالِ تجارت لیکر ملکِ شام جائیں۔اب تک دوسروں کو جتنا معاوضہ دیکر بھیجا کرتی تھی ان کی بنسبت آپ کو دوگنا معاوضہ دیا کروں گی۔حضرت خدیجہؓ کی اس فراخ دلانہ پیش کش کو آپ ﷺ نے کسی لیت ولعل کے بغیر قبول فرمالیا۔اور جب یہ خبر ابوطالب نے سنی تو بے ساختہ بول اٹھے کہ یہ ایسا رزق ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے قدموں میں نچھاور کردیا ہے۔ (نساء مبشرات بالجنہ ص:۲۹)

واپسی میں مکہ پہنچ کر سارا مال آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کے حوالے کردیا جب سیدنا خدیجہؓ نے دیکھا کہ ان کے کاروبار میں بہت زیادہ نفع ہوا ہے تو بہت مسرور ہوئیں اور بطورِ معاوضہ جو کچھ طے پایا تھا اس سے کافی زیادہ رقم آپ ﷺ کو پیش کی۔اِدھر میسرہ نے راستہ میں پیش آنے والے محیر العقول واقعات، بادل کے سایہ کرنے سے لے کر نسطورا راہب کی پیشین گوئی تک سب حرف بہ حرف سنادیئے جس سے حضرت خدیجہؓ حد درجہ متأثر ہوئیں۔(ازواجِ مطہرات ص:۱ج:۹۶)

پاکیزہ رشتے کا نقطۂ آغاز: حضرت خدیجہؓ حضور ﷺ کی شرافت ونجابت اور کردار کی بلندی سے خوب واقف تھیں، مگر اب معاملۂ تجارت میں آپ ﷺ کی امانت ودیانت، فلاح وکامرانی، حکمت وحسنِ تدبیر اور ان سب سے بڑھ کر میسرہ کی زبانی سنے ہوئے حیرت انگیز واقعات نے حضرت خدیجہؓ کے نہاں خانۂ قلب میں یہ بات مستحکم کردی کہ نبیٔ آخر الزماں کے معزز شرف سے مشرف ہونے والی

شخصیت آپ ﷺ ہی کی ذاتِ اقدس ہے۔اس لئے وہ پوری گرویدگی کے ساتھ اس تمنا میں اپنے شب وروز بسر کرنے لگیں کہ انہیں آپ ﷺ کی زوجیت کا شرف حاصل ہوجائے اور وہ اس سعادت سے شادکام ہوجائیں۔

روسائے قریش اور حضرت خدیجہؓ: یعلیٰ بن امیہ کی بہن نفیسہ بنت منیبہ نہایت عقل مند اور ہوشیار خاتون تھیں، ان کا بیان ہے: حضرت خدیجہؓ کے دوسرے شوہر عتیق کا جب انتقال ہوگیا اور وہ دوبارہ بیوہ ہوگئیں تو چونکہ وہ انتہائی ذہین وفطین، اخلاقِ کریمانہ سے مزین، حسنِ ظاہری ومعنوی دونوں سے آراستہ اور کافی دولت مند تھیں، اس لئے قبیلۂ قریش کے بڑے بڑے روٴسا اور سرداران ان کو اپنی زوجیت میں لینے کیلئے دل وجان سے خواہاں تھے، اور اپنا اپنا پیغام ان کے پاس بھیج کر منظوری کی راہ تک رہے تھے۔مگر حضرت خدیجہؓ کسی کی طرف ملتفت نہ ہوئیں اور ہر ایک کے پیغام کو معذرت کے ساتھ رد کردیا۔کیونکہ بارگاہِ ذوالجلال سے یہ فیصلہ صادر ہوچکا تھا کہ قبیلۂ قریش کی ''طاہرہ'' اب صرف ''صادق وامین'' ہی کی زوجہ بن سکتی ہے۔ویسے بھی میسرہ کی ساری دل پذیر داستان سن کر وہ دلی طور پر بہت زیادہ متأثر ہوئی تھیں، وہ اس نہج پر سوچنے لگیں کہ کیوں نہ آپ کو اپنا سرتاج اور دل کا محرم بنانے کیلئے التماس کی جائے، اگر منظور ہوجائے تو زہے نصیب، لیکن اس کا اظہار کیسے ہو؟ کیوں کہ میں نے کسی کو بھی پرکاہ کی حیثیت نہیں دی۔سرداران قریش کیا کہیں گے؟ معلوم نہیں، خاندان کے افراد کا کیا ردِ عمل ہوگا؟ یہ بھی پتہ نہیں کہ میری یہ پیش کش شرفِ قبولیت حاصل کرتی ہے یا نہیں؟۔(امہات المؤمنین ص:۶۸)

بہرحال پیغام رسانی کا کام نفیسہ بنت منیبہ کے ذریعہ انجام دیا گیا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت خدیجہؓ سرور کائنات کے نکاح میں: آپ ﷺ کے چچا ابوطالب اور امیر حمزہؓ سیدہ خدیجہؓ کے چچا عمر بن اسد کے پاس شادی کا پیغام لیکر گئے، شادی کی تاریخ مقرر ہوئی۔ طرفین سے عزیز و اقارب اکٹھا ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ کے والد خویلد کا تو انتقال ہو چکا تھا، اسلئے حضرت خدیجہؓ کے چچا عمر بن اسد مجلس نکاح میں بطور سرپرست اور ولی موجود تھے، جب سب لوگ جمع ہوئے تو آپ ﷺ کے چچا خواجہ ابوطالب نے خطبۂ نکاح پڑھا۔ ہم اس کے کچھ اقتباسات محمد رضا مصری کی کتاب ''محمدؐ'' سے یہاں پیش کرتے ہیں:

الحمدلله الذی جعلنا من ذرية ابراهيم وزرع اسماعيل، وضئضئ معد وعنصر مضر، وجعلنا خضنة بيته، وسواس حرمه، وجعل لنا بيتا محجوجا، وحرما أمنا، وجعلنا الحكام على الناس، ثم ان ابن اخی محمد بن عبدالله، لايوزن برجل الارجح به، فان كان فی المال قل، فان المال ظل زائل، وامر حائل، ومحمد ممن عرفتم قرابته، وقد خطب خديجة بنت خويلد وبذل لها من الصداق ما آجله وعاجله من مالی كذا، والله بعدهٰذا له نبا عظيم وخطر جليل۔

ترجمہ: حمد و تعریف اسی اللہ کیلئے ہے جس نے ہم کو حضرت ابراہیمؑ کی ذریت اور حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں پیدا کیا۔ ہمارے خانوادے کو قبیلۂ معد و مضر سے جوڑا، اپنے گھر کا پاسبان اور اپنے حرم کا والی بنایا، ہمارے لئے ایک ایسا گھر بنایا جو سب کا مقصود ہے اور اسے حرم آمن بنایا اور تمام لوگوں پر ہم کو حکمرانی عطا کی پھر ہمارے برادر زادے محمد بن عبداللہ کو ہر ایک کے مقابلے میں فضیلت بخشی۔ مالی

اعتبار سے اگر چہ وہ کمتر ہیں مگر مال کی حیثیت ہی کیا وہ تو ڈھلی چھاؤں ہے، جس میں کوئی ثبات نہیں اور محمد ان لوگوں میں سے ہیں جن کی قرابت سے تم بخوبی واقف ہو۔ انہوں نے حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کو نکاح کا پیغام دیا ہے اور مہر کی رقم بھی عطا کر دی ہے، اور قسم بہ خدا! آئندہ ان کی بڑی شان ہوگی۔

خواجہ ابوطالب جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو ورقہ بن نوفل کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا:

الحمدلله الذی جعلنا كماذكرت، وفضلنا علىٰ ما عددت، فنحن سادة العرب وقادتها، وانتم اهل ذٰلک كله، لا تنكر العشيرة فضلكم، ولايرد احد من الناس فخركم ولا شرفكم، وقد رغبنا فی الاتصال بحبلكم وشرفكم، فاشهدوا يا معشر قريش! بانی قدزوجت خديجة بنت خويلد من محمد بن عبدالله۔

ترجمہ: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو ویسا ہی بنایا جیسا آپ نے بیان کیا اور ان پر فضیلت عطا فرمائی جن کا آپ نے شمار کیا، ہم عربوں کے سردار اور ان کے رہنما ہیں، اور تم لوگ بھی اس کے سزاوار ہو، کوئی خاندان وقبیلہ تمہارے فضل وکمال کا انکار نہیں کر سکتا، اور نہ ہی کوئی تمہارے شرف وافتخار کو ختم کر سکتا ہے، اور ہماری بھی تمنا ہے کہ تمہارے فضل وشرف میں شریک ہو جائیں، اے جماعتِ قریش! تم گواہ رہو کہ میں نے خدیجہ بنت خویلدؓ کی شادی محمد بن عبداللہ سے کر دی۔

ورقہ بن نوفل کے خطبہ سے فارغ ہو جانے کے بعد خواجہ ابوطالب نے خواہش ظاہر کی کہ اس عقد پر حضرت خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد کی بھی مہر تصدیق

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ثبت ہو جائے، چنانچہ وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور مذکورہ عقد پر اپنی مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے گویا ہوئے: اے جماعتِ قریش! تم اس پر گواہ رہو کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کو محمد بن عبداللہ کے عقد میں دے دیا ہے۔ اس موقع پر سیدہ خدیجہؓ کے چچا عمرو بن اسد نے یہ بھی کہا تھا: ''ھٰذا البضع لا یقرع انفہ'' اس شادی کی عظمت کو پہنچا نہیں جاسکتا۔ (حیاۃ الصحابہ ۱۲۔ ۱۳، امہات المؤمنین ص: ۷۰)

عمرو بن اسد کے مشورہ سے راجح قول کے مطابق پانچ سو درہم طلائی مہر مقرر ہوئی۔ یہ شادی سفر سے واپسی کے دو ماہ پچیس دن بعد ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت پچیس برس تھی، اور سیدہ خدیجہؓ کی عمر چالیس برس۔ اس طرح حضرت خدیجہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت سے مشرف ہوئیں، اور بعثتِ نبوی کے بعد ہمیشہ ہمیش کیلئے ''ام المؤمنین'' کے معز زلقب سے شرف یاب ہوئیں۔

حلیمہ سعدیہ کا اعزاز و اکرام: اس موقع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ کو بھی اس خوشی کی تقریب میں بہ طورِ خاص بلایا گیا، جب وہ فارغ ہو کر جانے لگیں تو سیدہ خدیجہؓ نے چالیس بکریاں، ایک اونٹ اور بہت سارا گھریلو سامان دے کر رخصت کیا، کیونکہ انہوں نے ان کے سرتاج کو بچپن میں دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی تھی۔

شادی کی خوشی اور ولیمہ: شادی کی خوشی کا اظہار سیدہ خدیجہؓ کی سہیلیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان پر دف بجا کر کیا۔ اس مسرت و شادمانی کے موقع پر ولیمہ کا بھی انتظام ہوا جس کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو اونٹ ذبح فرمائے۔ حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ نے بعض روایات کے حوالہ سے لکھا ہے کہ: ایجاب و قبول کے بعد حضرت خدیجہؓ نے ایک

گائے ذبح کرائی اور کھانا پکوا کر مہمانوں کو کھلایا۔ (سیرت المصطفیٰ ج: ۳، ص: ۲۰۰)

مناقب: ''وَكَانَتْ لَهٗ وَزِيْرُ صِدْقٍ عَلَى الْإِسْلَامِ'' وہ اسلام کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی مشیر کار تھیں۔ آنحضرت کی خدمت خود کرتی تھیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا برتن میں کچھ لارہی ہیں، آپ ان کو میرا اور اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچا دیجئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں بہت سی حدیثیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ہیں۔ چنانچہ مروی ہے:

''خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ خَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيْجَةُ رضی اللہ عنہا بِنْتُ خُوَيْلِدٍ'' عالم میں افضل ترین عورتیں حضرت مریم رحمہا اللہ اور حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آئیں تو فرمایا ''بشرھا ببیت فی الجنۃ من قصب لا صخب فیہ ولا نصب'' ان کو جنت میں ایک ایسا گھر ملنے کی بشارت سنا دیجئے جو موتیوں کا ہوگا اور جس میں شور و غل اور محنت و مشقت نہ ہوگی۔ (سیر صحابہ)

حضرت خدیجہؓ متلاشیانِ راہِ حق کی خدمت میں: حضرت خدیجہؓ نکاح کے بعد برابر اس زمانہ کے متلاشیان راہ حق اور موحدین خصوصاً اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل اور زید بن عمرو بن نفیل کے پاس جاتی رہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمدہ عادات و اطوار اور اخلاق کریمانہ کا تذکرہ کر کے یہ جاننے کی کوشش کرتی رہیں کہ کیا نبیٔ آخر الزماں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آپ ﷺ ہیں؟ اس سلسلے میں آپ نہایت بیچین اور بےقرار رہا کرتی تھیں۔ ورقہ نے ایک مرتبہ جواب دیا ''اراہ ھٰذا النبی الامۃ بشربہ موسیٰ وعیسیٰ'' یعنی میرا گمان یہ ہے کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ نے بشارت دی ہے۔

بعثت سے پہلے حضرت خدیجہؓ کی خدمات: حضرت خدیجہؓ نے جس شوق وذوق اور فدایت کے ساتھ حضور ﷺ سے نکاح کیا تھا اسے بعثت سے پہلے بھی پوری طرح نبھایا۔ چنانچہ نکاح کے معاً بعد ہی انہوں نے اپنے پورے ''اثاثۃ البیت اور تجارتی سرمایہ'' کا آپ کو مالک ومختار بنادیا۔ ہمہ وقت آپ پر نثار رہتیں، اور آپ ﷺ خوش وخرم رہیں اس کا پورا پورا خیال رکھتیں۔ بعثت ونبوت کا زمانہ جب قریب آگیا اور طبعاً آپ ﷺ کو خلوت وتنہائی محبوب ہوگئی تو آپ کا معمول بن گیا کہ مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع جبل نور کے غارِ حراء میں چلے جاتے، اور عبادت میں مشغول رہتے۔ کبھی آپ توشہ بذات خود لیجاتے، اور جب وہ ختم ہوجاتا تو مکہ مکرمہ واپس آتے اور پھر غارِ حراء جاتے وقت نیا توشہ ساتھ لیجاتے، تو کبھی حضرت خدیجہؓ خود پہنچا آتیں، یا کسی صاجزادی کے ہاتھوں بھیج دیتیں۔

سیدہ خدیجہؓ بے مثل رفیقۂ حیات: رسول اللہ ﷺ کو جب حرا کے مقدس غار میں رسالت سے سرفراز فرمایا گیا، اور جبریل امین نے آپ ﷺ کو پہلی وحیٔ الٰہی پہنچائی تو اس حیرت انگیز واقعے سے آپ ﷺ کی طبیعت پر شدید اثر ہوا۔ آپ ﷺ غارِ حراء سے گھر کیلئے روانہ ہوئے، جلال الٰہی سے لبریز، ہانپتے کانپتے گھر میں داخل ہوئے اور سیدہ خدیجہؓ سے فرمایا کہ ''زملونی زملونی'' مجھے چادر اڑھاؤ، مجھے چادر اڑھاؤ۔ سیدہ خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو چادر اڑھادی۔

کچھ دیر کے بعد جب طبیعت ذرا سی سنبھلی تو حضور ﷺ نے سارا ماجرہ سنایا، اور اپنی بے چینی کا ان الفاظ میں اظہار فرمایا کہ مجھے ڈر ہے، میں جان کا خوف محسوس کررہا ہوں۔ تب حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے گویا ہوئیں۔ ''کلا واللہ مایخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق'' (بخاری شریف) ہرگز نہیں! قسم اللہ کی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کبھی ذلیل ورسوانہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، رشتہ داری کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں، دوسروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، محتاجوں کے کام آتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت وخاطرمدارات کرتے ہیں، راہِ حق کی تکالیف ومصائب میں مدد کرتے ہیں۔

بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے فرمایا آپ سچی بات کرتے ہیں، اور امانت ادا کرتے ہیں۔ جب نبی نے حضرت خدیجہؓ سے کہا کہ میں اپنی جان کا خوف محسوس کررہاہوں تب خدیجہؓ نے تڑپ کرکہا ہرگز نہیں، قسم بخدا! اللہ آپ کو کبھی رسوانہیں کرے گا۔

تسلی کا عاقلانہ ومدبرانہ انداز اور قبول اسلام: ایک مرتبہ حضرت خدیجہؓ نے آپ کی تسلی وتشفی کا ایک ایسا عجیب وغریب انداز اختیار کیا کہ عقل وخرد کی رسائی سے بھی بالاتر تھا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ آپ ﷺ سے عرض کیا: کیا یہ بات ممکن ہے کہ آپ کے پاس جو فرشتہ آتا ہے اس کے آنے پر آپ مجھے مطلع کریں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں ممکن ہے۔ اسکے بعد جب جبریلؑ تشریف لےآئے تو آپ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ حضرت جبریل یہاں حاضر ہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے پوچھا کیا وہ آپ کو نظر آرہے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہاں! تو عرض کیا کہ آپ میرے بائیں پہلو میں بیٹھ جائیں۔آپ ﷺ ان کے بائیں پہلو میں بیٹھ گئے۔پھر پوچھا اب وہ آپ کو نظر آرہے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں! توانہوں نے عرض کیا کہ آپ میرے دائیں پہلو میں بیٹھ جائیں۔آپ ﷺ وہاں بیٹھ گئے، پھر پوچھا کہ کیا اب دکھ رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تو عرض کیا کہ آپ میری گود میں آجائیں،تو آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کے آغوش میں بیٹھ گئے، پھر پوچھا کہ کیا اب بھی نظر آرہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! تب حضرت خدیجہؓ نے اپنے سر سے دوپٹہ ہٹا کر سر کھول دیا پھر پوچھا بتائیے اب بھی نظر آرہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔اس پر حضرت خدیجہؓ نے کہا آپ کے پاس حاضر ہونے والی وہ ذات فرشتہ ہی ہے نہ کہ شیطان، آپ ثابت قدم رہئے اور نبوت کی بشارت قبول کریئے۔میں آپ پر ایمان لائی اور بشارت دیتی ہوں کہ آپ جو کچھ لیکر آئے ہیں وہ برحق ہے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج:۲،ص:۱۵۲)

امتیازات وخصوصیات: ازواج مطہرات کے جھرمٹ میں حضرت خدیجہؓ کو چند امتیازات وخصوصیات حاصل رہیں۔جو دوسری ازواج مطہرات کو حاصل نہیں وہ یہ ہیں:

(۱) آپ حضور ﷺ کی پہلی زوجہ محترمہ ہیں۔

(۲) بوقت نکاح حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال اور حضور ﷺ کی عمر پچیس سال تھی۔بقیہ تمام ازواج مطہرات باعتبار عمر آپ ﷺ سے چھوٹی تھیں۔

(۳) عمر میں کافی تفاوت کے باوجود آپ ﷺ نے ان کی جیتے جی کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔

(۴) حضرت ابراہیم کے سوا تمام اولاد انہیں کے بطن سے پیدا ہوئیں۔

(۵) بعثت ورسالت کے بعد سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئیں۔

(۶) سب سے پہلے نماز پڑھنے کی سعادت میسر آئی۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے ہدیۂ سلام سے اعزاز بخشا۔اور جنت میں موتی کے ایک محل کی خوش خبری سے نوازا۔

(۸) منصب رسالت پر فائز ہونے کے بعد سب سے پہلے چہرۂ انور کا انہوں نے ہی دیدار کیا۔اور نظر نبوت بھی سب سے پہلے انہیں کے روئے زیبا پر پڑی۔

(۹) آپ ﷺ رب کائنات کے فرستادہ، آخری نبی و رسول ہیں اس سلسلے میں آپ ﷺ کی تسلی و تشفی کے واسطے حضرت خدیجہؓ نے جس اخلاص وللہیت کے ساتھ خدمات انجام دیں، اور جن اعلیٰ صفات محمودہ کا تذکرہ کرکے آپ ﷺ کو سکون بخشا وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔آپ ﷺ فرماتے تھے: میں جب کفار سے کوئی بات سنتا اور وہ مجھے ناگوار معلوم ہوتی تو میں خدیجہ سے کہتا، وہ میری ڈھارس اس طرح بندھاتیں کہ میرے دل کو تسکین ہوجاتی اور کوئی رنج ایسا نہ تھا جو خدیجہ کی باتوں سے آسان اور ہلکا نہ ہوجاتا۔(ازواج مطہرات ج:۱،ص:۱۲۴)

(۱۰) اپنا پورا سرمایہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرکے آپ کو فکر معاش سے سبکدوش کردیا۔(ازواج مطہرات ص:۸۰)

تین کامل عورتیں: ایک موقع پہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مردوں میں بہت کامل لوگ پیدا ہوئے، مگر عورتوں میں صرف تین۔ایک مریم بنت عمران، دوسری زوجۂ فرعون آسیہ، تیسری خدیجہ بنت خویلد۔

(جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین ص:۳۴، ازواج مطہرات وصحابیات کا انسائیکلوپیڈیا ص:۳۶)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بعض مفکرین نے اس حدیث پر ایک لطیف نکتہ درج کیا ہے کہ وہ تین انوکھی چیزیں جو ان تین عورتوں میں جمع ہوئی ہیں وہ یہ ہے کہ ان میں ہر ایک نے نبیٔ مرسل کی کفالت کی اور ان کی اچھی صحبت پائی، اور ان پر ایمان لائیں۔ مثلاً حضرت آسیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تربیت کی، اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا، اور ان کی بعثت و رسالت کی تربیت کی۔ مریمؑ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کفالت و تربیت کی اور ان کی تصدیق کی جب ان کو رسول بنا کر بھیجا گیا۔ حضرت خدیجہؓ نبی کریم ﷺ کی عاشق زار تھیں، اپنے نفس اور مال کے ذریعہ سے آپ کی غم خواری کی، اور آپ کے ساتھ حسن سلوک کیا، اور وہ پہلی خاتون بنیں جو سب سے پہلے نبی پر ایمان لائیں جب ان پر وحی نازل کی گئی۔ (نسائے مبشرات بالجنہ ص:۲۹)

ف: ہماری ماؤں اور بہنوں کیلئے اس میں بہت ہی عبرت و نصیحت کی بات ہے، لہٰذا انہیں بھی اپنی اولاد کی اصلاح و تربیت اللہ کی رضا و خوشنودی کیلئے کرنا چاہئے تاکہ صحیح مقام و مرتبہ حاصل ہو۔ (مرتب)

وفات: امت مسلمہ کی اس شفیق و رحیم اور عظیم ماں نے نکاح کے تقریباً پچیس سال بعد پیسٹھ سال کی عمر پا کر نبوت کے دسویں سال رمضان کی دس یا گیارہ تاریخ کو الوداع کہا۔ اور ہمیشہ ہمیش کیلئے داستان عشق و وفا کے ماتھے کا جھومر بن گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ (تذکار صحابیات ص:۲۹، نسائے مبشرات بالجنہ ص:۲۶)

نماز جنازہ اس وقت مشروع نہ ہوئی تھی اسلئے غسل دیکر کفن پہنا دیا گیا، اور جنۃ المعلیٰ مکہ مکرمہ میں دفن کر دی گئیں۔ نور اللہ مرقدھا۔

(ازواج مطہرات ص:۴۰ تا ۹۰ از: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک گجرات)

اولاد: ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بہت سی اولاد ہوئیں۔ ابو ہالہ سے جو ان کے پہلے شوہر تھے دو لڑکے پیدا ہوئے، جن کے نام ہالہ اور ہند تھے۔ دوسرے شوہر یعنی عتیق سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام بھی ہند تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ اولاد ہوئیں، دو صاحبزادے جو بچپن میں انتقال کر گئے۔ اور چار صاحبزادیاں۔ ان سب کے نام بالترتیب حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت سیدنا قاسمؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔ انہی کے نام پر آپ ﷺ نے ابوالقاسم کنیت فرمائی۔ صغر سنی میں مکہ میں انتقال کیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

(۲) حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔

(۳) حضرت عبداللہؓ انھوں نے بھی بہت کم عمر پائی۔ چونکہ یہ دونوں صاحبزادے زمانۂ نبوت میں پیدا ہوئے تھے اس لئے طیب وطاہر کے لقب سے مشہور ہوئے۔

(۴) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا۔

(۵) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔

(۶) حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا۔

ماشاء اللہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی سے آپ ﷺ کی نسل دنیا میں پھیلی۔ (سیر صحابہ: ج/۶ ص/۲۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفاۃ ۵۸ھ

نام ونسب: عائشہ نام، صدیقہ لقب، اُمّ المومنین خطاب، اُم عبداللہ کنیت، حضور اقدس ﷺ نے بنت الصدیق سے خطاب فرمایا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لڑکپن میں کھیل کود کی بہت شوقین تھیں، محلہ کی لڑکیاں ان کے پاس جمع رہتیں اور وہ اکثر ان کے ساتھ کھیلا کرتیں لیکن اس لڑکپن اور کھیل کود میں بھی رسول اللہ ﷺ کا ادب ملحوظ رکھتیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین سال بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تھا۔ اور بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ جس سال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اسی سال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔

حضرت عائشہؓ کو آپ ﷺ کی نصیحت: ایک موقع پر آپ ﷺ نے دعا مانگی۔ یا اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں موت دے اور مسکینوں ہی کے ساتھ قیامت میں اٹھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! یہ کیوں؟ فرمایا، مسکین دولت مندوں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ اے عائشہ! کسی مسکین کو بغیر کچھ دیئے ہوئے واپس نہ کرنا، گو چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ مسکینوں سے محبت رکھو اور ان کو اپنے پاس جگہ دیا کرو۔

ان مختلف اخلاقی نصائح کے علاوہ نماز، دعا اور دینیات کی اکثر باتیں آنحضرت ﷺ ان کو سکھایا کرتے تھے۔ وہ نہایت شوق سے ان کو سیکھا کرتی تھیں اور ہر ایک کی شدت کے ساتھ پابندی کرتی تھیں۔

مدینہ میں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو پہلے تبرکاً وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں لایا جاتا۔ وہ اس کو دعائیں دیتیں، ایک مرتبہ ایک بچہ لایا گیا تو اس کے سر تلے ایک لوہے کا استرا نظر آیا۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا اس سے بھوت بھاگتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے استرا اٹھا کر پھینک دیا اور بولیں کہ حضور انور ﷺ نے شگون سے منع کیا ہے، ایسا نہ کرو۔

ف: آج بھی اس قسم کی خرافات و بدعات معاشرہ میں موجود ہیں اس لئے ان کو ترک کرنا لازمی ہے۔ واللہ الموفق (مرتّب)

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر ان کے پاس آئے اور معمولی طرح سے جھٹ پٹ وضو کرکے چلے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فوراً ٹوکا کہ عبدالرحمن! وضو اچھی طرح کیا کرو۔ آنحضرت ﷺ کو کہتے ہوئے میں نے سنا ہے کہ وضو میں جو اعضاء نہ بھیگیں گے اس پر جہنم کی پھٹکار ہوگی۔

ف: اس سے وضو میں احتیاط کا کس قدر اہتمام معلوم ہوتا ہے۔ اسی بناء پر حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس درجہ کا وضو ہوگا اسی درجہ کی نماز ہوگی۔ چنانچہ آپ اسباغِ وضو یعنی مکمل طور پر اعضاء وضو کے دھونے کا التزام فرماتے تھے اور نماز بھی اسی اہتمام سے ادا فرماتے تھے حضور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اقدس ﷺ وضو اور نماز کی تمامیت کے باوجود یہ دعا فرماتے تھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تَمَامَ الْوُضُوْءِ وَتَمَامَ الصَّلٰوۃِ وَتَمَامَ رِضْوَانِکَ وَتَمَامَ مَغْفِرَتِکَ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں وضو کامل اور نماز مکمل کا اور پوری آپ کی رضا اور بھرپور مغفرت کا۔(مرتّب) (مطالب عالیہ،ص:۲۵)

فیّاضی: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اخلاق کا سب سے ممتاز جوہر ان کی طبعی فیاضی اور کشادہ دستی تھی۔ دونوں بہنیں حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما نہایت کریم النفس اور فیاض تھیں۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ان دونوں سے زیادہ سخی اور صاحبِ کرم میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ فرق یہ تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذرا ذرا جوڑ کر جمع کرتی تھیں، جب کچھ رقم اکٹھی ہو جاتی تو تقسیم کر دیتی تھیں۔ اور حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ حال تھا کہ جو کچھ پاتی تھیں اٹھا نہیں رکھتی تھیں، فوراً تقسیم کر دیتی تھیں اس لئے اکثر مقروض رہتی تھیں۔

روایت ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دو بڑے تھیلوں میں ایک لاکھ درہم کی رقم بھیجی۔ انہوں نے ایک طبق میں یہ رقم رکھ دی اور اس کو بانٹنا شروع کیا اور سب ختم کر دیا۔ اتفاق ایسا کہ وہ اس دن بھی روزہ سے تھیں۔ شام ہوئی تو لونڈی سے افطار لانے کو کہا، اس نے عرض کیا، اے اُمّ المؤمنین! کیا اس رقم سے ذرا سا گوشت افطار کے لئے نہیں منگوا سکتی تھیں؟ تو فرمایا۔ اب مجھے ملامت نہ کرو، تم نے اس وقت کیوں یاد نہیں دلایا۔

ف: سبحان اللہ! کیسا زہد وتقویٰ تھا۔ (مرتّب)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجا۔ اللہ کی قسم! شام ہونے تک اس کو تقسیم کر دیا۔ اس پر ان کی باندی نے کہا کہ اے کاش کہ اتنی بڑی رقم میں سے ایک درہم کا ہمارے لئے گوشت ہی خرید دیا ہوتا۔ تو فرمانے لگیں کہ تم نے مجھ سے پہلے کیوں نہ کہا۔

عطار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لاکھ درہم کی مالیت کا ایک ہار حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو امہات المومنین کے درمیان تقسیم فرما دیا۔

عروہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ستّر ہزار صدقہ کیا، حالانکہ ان کی کُرتی میں پیوند لگا ہوا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ف: کاش کہ ہم مردوں اور عورتوں کو ایسی سنتوں پر بھی عمل کی توفیق ہوتی تو کیا خوب ہوتا۔ چاہے اس کا عشر عشیر یعنی سواں، ہزارواں حصہ ہی کیوں نہ ہو، جب بھی غنیمت ہے۔ (مرتّب)

علم: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اصحابِ محمد ﷺ کو جب بھی کوئی اشکال پیش آتا تو ہم اس کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھتے، اور ان کے پاس اس کے متعلق کوئی نہ کوئی علم ہمیں ضرور حاصل ہو جاتا۔

ارشادات: فرمایا کرتیں: کاش میں درخت کا ایک پتّہ ہوتی۔

(سیر اعلام النبلاء،۲)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فائدہ: یہ ارشاد آپ کی غایت تواضع وفنائیت پر دال ہے۔ (مرتّب)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا تھا کہ امابعد! بندہ جب اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کی تعریف کرنے والا اس کی مذمت کرنے لگتا ہے۔

فرماتیں: تم اللہ کی بارگاہ میں قلتِ ذنوب سے بہتر کوئی اور چیز لے کر حاضر نہ ہوگے۔

آپ فرماتی تھیں کہ جو شخص اس سے خوش ہو کہ وہ (عبادات میں) مشقت اٹھانے والوں اور محنت وسعی کرنے والوں پر سبقت لے جائے تو اس کو چاہئے کہ گناہوں سے اپنے نفس کو روکے۔ (صفۃ الصفوۃ)

آپ کے علم وعمل اور سیرتِ پاک پر مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے مفصل تصنیف ''سیرتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' کے نام سے فرمائی ہے جو قابل دید ہے۔ اس میں ارقام فرماتے ہیں کہ:

گھر میں اگرچہ خادمہ موجود تھی، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کا کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں، آٹا خود پیستی تھیں، خود گوندھتی تھیں کھانا خود پکاتی تھیں، بستر اپنے ہاتھ سے بچھاتی تھیں، وضو کا پانی خود لا کر رکھتی تھیں۔ (سیرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ص:۲۸)

رسول اللہ ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھ کر وہ بھی برابر چاشت کی نماز پڑھا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اگر میرے باپ بھی قبر سے اٹھ کر آئیں اور منع کریں تو میں نہ مانوں۔ (سیرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ص:۵۰)

نصائح: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خط لکھا کہ مجھ کو مختصر سی نصیحت کیجئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب میں لکھا۔ ''سلام علیکم، امابعد، میں نے آنحضرت ﷺ کو کہتے سنا ہے کہ جو شخص انسانوں کی ناراضگی کی پروانہ کرکے خدا کی رضا جوئی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کی ناراضگی کے نتائج سے اس کو محفوظ رکھیں گے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرکے انسانوں کی رضامندی کا طلب گار ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کو انسانوں کے ہاتھ میں سونپ دیں گے۔'' والسلام علیک (سیرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ص:۱۴۱)

ف: آبِ زر سے لکھے جانے کے لائق نصیحت ہے۔ مگر افسوس، آج عمل اس کے خلاف ہے۔ اعاذنا اللہ منہ (مرتّب)

ابن ابی السائب تابعی مدینہ کے واعظ تھے۔ واعظین گرمیٔ مجلس کیلئے نہایت مسجع دعائیں بنا بنا کر پڑھا کرتے اور اپنے تقدس کے اظہار کے لئے موقع بے موقع ہر وقت وعظ کے لئے آمادہ رہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے خطاب کرکے کہا کہ تم مجھ سے تین باتوں کا عہد کرو۔ ورنہ میں بزورتم سے بازپُرس کروں گی۔ عرض کیا، یا اُمّ المومنین! وہ کیا باتیں ہیں؟ فرمایا:

۱۔ دعاؤں میں عبارتیں مسجع نہ کرو۔ کیوں کہ آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب ایسا نہیں کرتے تھے۔

۲۔ ہفتہ میں صرف ایک دن وعظ کہا کرو۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو دو دن اور اس سے بھی زیادہ چاہو تو تین دن۔

۳۔ لوگوں کو اللہ کی کتاب سے اُکتا نہ دو۔ ایسا نہ کیا کرو کہ لوگ جہاں بیٹھے ہوں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آ کر بیٹھ جاؤ اور قطع کلام کر کے اپنا وعظ شروع کر دو۔ بلکہ جب ان کی خواہش ہو اور وہ درخواست کریں تب کہو۔ (سیرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ص:۱۷۷)

وفات: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا آخری حصہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی کا اخیر زمانہ ہے۔ اس وقت آپ کی عمر سرسٹھ (۶۷) برس کی تھی۔ ۵۸ھ رمضان کے مہینہ میں بیمار ہوئیں، چند روز تک علیل رہیں، کوئی خیریت پوچھتا تو فرماتیں، اچھی ہوں۔ جو لوگ عیادت کو آتے بشارت دیتے، فرماتیں اے کاش! میں پتھر ہوتی، اے کاش! میں کسی جنگل کی جڑی بوٹی ہوتی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اجازت چاہی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تامل ہوا کہ وہ آ کر تعریف نہ کرنے لگیں۔ بھانجوں نے سفارش کی تو اجازت دی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آ کر کہا، آپ کا نام ازل سے اُمّ المؤمنین تھا۔ آپ آنحضرت ﷺ کی سب سے محبوب بیوی تھیں، رفقاء سے ملنے میں اب آپ کو اتنا ہی وقفہ باقی ہے کہ روح بدن سے پرواز کر جائے۔ اللہ نے آپ ہی کے ذریعہ تیمم کی اجازت عطا فرمائی آپ کی شان میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں جو اب ہر محراب و مسجد میں شب و روز پڑھی جاتی ہیں۔ فرمایا، ابن عباس! مجھے اپنی اس تعریف سے معاف رکھو، مجھے یہ پسند تھا کہ میں معدوم محض ہوتی۔ (سیرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ص:۱۴۴)

ف: سبحان اللہ! حضور اقدس ﷺ کی توجہ و برکت اور فیضِ صحبت سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فنا و نیستی کے اِس مقام بلند پر فائز تھیں کہ اپنے قطعی و یقینی کمالات و خصوصیات پر بھی نظر نہ تھی، بلکہ تحسینی کلمات کو سننا تک گوارا نہ تھا۔ اور آپ تو

ازواج مطہرات میں سے تھیں۔ حضور اقدس ﷺ کی صحبت بابرکت میں ایک مدت تک شب و روز رہی تھیں۔ تو ان کو اس قسم کے مقامات کیوں کر نہ حاصل ہوتے۔ یہاں تو یہ حال ہے کہ ہر وہ صحابی جس نے ایک مرتبہ بھی ایمان و اعتقاد سے حضور اکرم ﷺ کو دیکھ لیا تو وہ بعد والے اولیاء، و اقطاب سے احوالِ رفیعہ و مقامات عالیہ کے اعتبار سے بھی بدرجہا بالا و برتر ہے۔ بلکہ بعد کے صوفیاء و اولیاء کو جو بھی حال یا مقام ملا ہے وہ سب اُنہی حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طفیل میں ملا ہے۔ ؎

نیاوردم از خانہ چیزے نخست

۵۸ھ تھا اور رمضان کی سترہ تاریخ مطابق جون ۶۷۸ء تھی کہ نماز وتر کے بعد شب کے وقت وفات پائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(سیرتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ص:۱۴۴)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفاۃ ۶۱ھ

نام ونسب: ہند نام، اُمّ سلمہ کنیت، قریش کے خاندان مخزوم سے تھیں۔ والد کا نام ابوامیہ، والدہ بنو فراس سے تھیں۔

نکاح: عبداللہ ابن عبدالاسد سے جو زیادہ تر ابوسلمہؓ کے نام سے مشہور ہیں اور جو اُمّ سلمہؓ کے چچازاد اور آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی تھے نکاح ہوا۔ آپ کی کئی اولاد شرفِ صحابیت سے مشرف ہوئیں، جن کے نام یہ ہیں: عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

اسلام: آغازِ نبوت میں اپنے شوہر کے ساتھ مشرف باسلام ہوئیں۔

ہجرت حبشہ: اور انہی کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ میں کچھ زمانہ تک قیام کر کے مکہ واپس آئیں پھر یہاں سے مدینہ ہجرت کی۔ اہل سیر کے نزدیک یہ پہلی عورت ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ آئیں۔

ابوسلمہؓ کی وفات کے بعد نکاحِ ثانی: کچھ زمانہ تک شوہر کا ساتھ رہا۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے شہسوار تھے۔ بدر اور اُحد میں شریک ہوئے۔ غزوۂ اُحد میں چند زخم کھائے، جن کے صدمہ سے وفات پائی۔ وفات کے وقت حضرت سیدنا ابوسلمہؓ کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں، آں حضرت ﷺ نے خود دستِ مبارک سے آنکھیں بند کیں اور ان کی مغفرت کی دعا مانگی۔

حضرت ابوسلمہؓ کی وفات کے وقت حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاملہ

تھیں۔ وضعِ حمل کے بعد عدّت گذر گئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا، لیکن حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قبول نہ کیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کا پیغام لے کر پہنچے۔ انہوں نے کہا مجھے چند عذر ہیں۔ اوّل یہ کہ میں سخت غیور عورت ہوں۔ دوم صاحبِ عیال ہوں، سوم میری عمر زیادہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سب زحمتوں کو گوارہ فرمایا۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اب کیا عذر ہوسکتا تھا۔ اپنے لڑکے سے (جن کا نام عمرو تھا) کہا، اٹھو اور رسول اللہ ﷺ سے میرا نکاح کرو۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۶/ص:۵۸)

شوال ۴ھ کی اخیر تاریخوں میں یہ تقریب انجام پائی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ابوسلمہؓ کی موت سے جو شدید صدمہ ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو ابدی مسرت سے تبدیل کر دیا۔

سنن ابن ماجہ میں ہے:

فلما توفي ابو سلمة ذكرت الذي كان حدثني فقلت فلما اردت ان اقول اللّٰهُمَّ عضني خيرا منه قلت في نفسي اعاض خيرا من ابي سلمة ثم قلتها فعاضني الله محمدا ﷺ

(ابن ماجه)

جب ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی تو میں نے وہ حدیث یاد کی جس کو وہ مجھ سے بیان کیا کرتے تھے اور میں نے دعا شروع کی۔ تو جب میں یہ کہنا چاہتی کہ اے اللہ! مجھے ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر شوہر دے۔ تو دل کہتا کہ ابوسلمہؓ سے بہتر کون مل سکتا ہے۔ لیکن میں نے دعا کو پڑھنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے آنحضرت ﷺ کو عطا فرمایا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آنحضرت ﷺ نے ان کو دو چکیاں، گھڑا اور چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری تھی عنایت فرمایا۔ یہی سامان اور ازواجِ مطہرات کو بھی عنایت ہوا تھا۔

حضرت ابن ام مکتومؓ سے پردہ کا حکم: حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ قبیلۂ قریش کے ایک معزز صحابی اور بارگاہِ نبوی کے مؤذن تھے، اور چوں کہ نابینا تھے اس لئے ازواجِ مطہرات کے حجروں میں آیا کرتے تھے۔ ایک دن آئے تو آنحضرت ﷺ نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو، وہ بولیں کہ یارسول اللہ ﷺ! وہ تو نابینا ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو، تم لوگ تو ان کو دیکھتی ہو۔

فضل و کمال: علمی حیثیت میں اگرچہ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن بلند رتبہ تھیں تاہم حضرت عائشہ رضی صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ان میں کوئی جواب نہ تھا۔ چنانچہ محمود بن لبید کہتے ہیں:

كان ازواج النبی ﷺ يحفظن من حديث النبی ﷺ كثيرا ولا مثلا لعائشة رضی الله عنها و ام سلمة رضی الله عنها۔	آنحضرت ﷺ کی ازواج احادیث کا مخزن تھیں، تاہم عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ان میں کوئی حریف ومقابل نہ تھا۔

مروان بن حکم ان سے مسائل دریافت کرتا اور علانیہ کہتا تھا:

كيف نسال احدا وفينا ازواج النبی ﷺ۔	آنحضرت ﷺ کی ازواج کے ہوتے ہوئے ہم دوسروں سے کیوں پوچھیں۔

حضرات ابوہریرہ وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے دریائے علم ہونے

کے باوجود ان کے دریائے فیض سے مستغنی نہ تھے۔ تابعین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا گروہ ان کے آستانۂ فضل پر پڑا رہتا تھا۔ قرآن اچھا پڑھتیں، آنحضرت ﷺ کے طرز پر پڑھتی تھیں۔ ایک مرتبہ کسی نے پوچھا، آنحضرت ﷺ کیسے قرأت کرتے تھے؟ بولیں، ایک ایک آیت الگ الگ کرکے پڑھتے تھے اس کے بعد خود پڑھ کر بتلایا۔ حدیث سننے کا بڑا اشوق تھا۔ ایک دن بال گوندھا رہی تھیں کہ آنحضرت ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے زبان مبارک سے یاایھا النّاس (اے لوگو) کا لفظ نکلا تو فوراً بال باندھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور کھڑے ہو کر پورا خطبہ سنا۔

فائدہ: یہ اہتمام تھا نبی اکرم ﷺ کی نصیحتوں اور ہدایتوں کے سننے کا۔ اور جب سنا تو اس کو سیکھا بھی اور ذہن میں محفوظ رکھا اور دوسروں کو سنایا بھی، سکھایا بھی، جیسا کہ ان کی روایات شاہد ہیں۔ (مرتّب)

عادات: ہفتہ میں تین دن (دوشنبہ، جمعرات اور جمعہ) روزہ رکھتی تھیں۔ ثواب کی متلاشی رہتیں۔ ان کے پہلے شوہر کی اولاد ان کے ساتھ تھی اور وہ نہایت عمدگی سے ان کی پرورش کرتی تھیں۔ اس بناء پر آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ مجھ کو اس کا کچھ ثواب بھی ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں!" اچھے کاموں میں شریک ہوتی تھیں۔ آیتِ تطہیر آپ ہی کے گھر میں نازل ہوئی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلا کر کمبل اڑھایا اور کہا۔ "اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں، ان سے ناپاکی کو دور کر، اور ان کو پاک کر۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ دعا سنی تو بولیں یارسول اللہ میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بھی ان کے ساتھ شریک ہوں۔ارشاد ہوا،تم اپنی جگہ پر اور اچھی ہو۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پابند تھیں۔نماز کے اوقات میں بعض اُمراء نے تغیر وتبدل کیا۔یعنی مستحب اوقات چھوڑ دیئے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو تنبیہ کی۔ایک دن ان کے بھتیجے نے دو رکعت نماز پڑھی،چوں کہ سجدہ گاہ غبار آلود تھی وہ سجدہ کرتے وقت مٹی جھاڑتے تھے۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روکا کہ یہ فعل آنحضرت ﷺ کی روش کے خلاف ہے۔آنحضرت ﷺ کے ایک غلام نے ایک دفعہ ایسا کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا:(ترب وجهك لله) تیرا چہرہ اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو۔آپ نہایت فیاض تھیں اور دوسروں کو بھی فیاضی کی طرف مائل کرتی تھیں۔

امہات المومنین میں سب سے آخر میں ان ہی کا انتقال ہوا ہے۔سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت باحیات تھیں۔خبرِ شہادت سے بے ہوش ہوگئیں اور بے حد غمگین ہوگئیں۔اس کے بعد زیادہ دنوں زندہ نہ رہیں۔یہ مہاجرین اوّلین میں سے تھیں اور ان کا شمار فقہاء صحابیات میں تھا۔

وفات: آپ کی وفات ۶۱ھ میں ہوئی۔اس وقت ولید بن عتبہ (حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پوتا) مدینہ کا گورنر تھا۔چوں کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ وہ میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھائے۔اس لئے وہ جنگل کی طرف نکل گیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیج دیا۔لہٰذا انہوں نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔نور اللہ مرقدہا

(سیر صحابہ جلد نمبر ۶،ص:۶۵)

اُمّ المومنین حضرت اُمّ حَبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفاۃ ۴۴ھ

نام،نسب،اسلام: رملہ نام،اُمّ حبیبہ کنیت،والد کا نام ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ والدہ کا نام صفیہ بنت ابوالعاص تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کی بعثت سے ۱۷ سال پہلے پیدا ہوئیں۔اور عبیداللہ بن جحش سے نکاح ہوا۔اور ان ہی کے ساتھ مسلمان ہوئیں اور حبشہ کو ہجرت کی۔حبشہ میں جا کر عبیداللہ نے عیسائی مذہب اختیار کیا۔اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بھی کہا لیکن یہ اسلام پر قائم رہیں۔آخر ان کا انتقال ہوگیا۔

حضور اکرم ﷺ سے نکاح: عدت کے دن ختم ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کی خدمت میں بغرض نکاح بھیجا۔جب وہ نجاشی کے پاس پہنچے تو نجاشی نے اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی لونڈی ابرہہ کے ذریعہ سے پیغام دیا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ کو تمہارے نکاح کے لئے لکھا ہے۔انہوں نے خالد بن سعید اموی کو وکیل مقرر کیا۔اور اس مژدہ کے صلہ میں ابرہہ کو چاندی کے دو کنگن اور انگوٹھیاں دیں۔جب شام ہوئی تو نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہاں کے مسلمانوں کو جمع کرکے خود نکاح پڑھایا اور آں حضرت ﷺ کی طرف سے چارسو دینار مہر ادا کیا۔نکاح کے بعد حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہاں سے روانہ ہوئیں اور مدینہ کے بندرگاہ پر اتریں۔آنحضرت ﷺ اس وقت خیبر میں تشریف رکھتے تھے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اولاد: پہلے شوہر سے ایک لڑکے حضرت عبداللہ اور ایک لڑکی حضرت حبیبہ تھیں۔حضرت حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آغوشِ نبوت میں تربیت پائی اور داؤد بن عروہ بن مسعود سے منسوب ہوئیں جو قبیلہ ثقیف کے رئیس اعظم تھے۔(سیر صحابہ)

نبی ﷺ کا ادب: ایک مرتبہ جب ابوسفیان مدینہ آئے تا کہ صلح حدیبیہ کی مدت میں اضافہ ہو جائے لیکن رسول اللہ ﷺ نے قبول نہیں فرمایا تو وہ اپنی صاحب زادی حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے۔پس جب وہ رسول اللہ ﷺ کے بستر مبارک پر بیٹھنے چلے تو حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بستر لپیٹ دیا۔ابوسفیان نے کہا، بیٹی! اس بستر کو مجھ سے ہٹایا ہے یا مجھ کو بستر سے ہٹایا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں! وہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے اور تم ناپاک مشرک ہو۔انہوں نے کہا بیٹی! مجھ سے علیحدہ ہونے کے بعد تمہیں کچھ ہو گیا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء)

حدیث پر عمل: حدیث پر بہت شدت سے عمل کرتی تھیں اور دوسروں کو بھی تاکید کرتی تھیں۔

آنحضرت ﷺ سے ایک مرتبہ سنا تھا کہ جو شخص بارہ (۱۲) رکعت روزانہ نفل پڑھے گا اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔فرماتی ہیں کہ (فَمَا بَرِحْتُ أُصَلِّيْهِنَّ بَعْدُ) یعنی میں ان کو ہمیشہ پڑھتی ہوں۔

وفات کے قریب حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ سوکنوں میں باہم جو کچھ ہوتا ہے وہ ہم لوگوں میں بھی کبھی ہو جایا کرتا تھا۔اس لئے

مجھ کو معاف کردو۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے معاف کر دیا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی، تو بولیں، تم نے مجھے خوش کیا۔اللہ تعالیٰ تم کو خوش کرے۔

ف: سبحان اللہ! اس سے معافی مانگنے کی اہمیت اور خوش دلی سے معاف کرنے کی کیسی کچھ فضیلت ثابت ہوئی۔اس قسم کی بہت سی حکایات ''اعتراف ذنوب وقصور'' میں اس حقیر نے نقل کر دیا ہے۔ (مرتّب)

وفات: ۴۴ھ میں بعہدِ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پائی۔

(سیر اعلام النبلاء، صفۃ الصفوۃ)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اُمّ المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۲۰ھ

نام ونسب: زینب نام، اُمّ الحکیم کنیت، والد کا نام جحش اور والدہ کا نام امیمہ تھا جو عبدالمطلب جدِّ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی تھیں۔ اس بناء پر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں۔

اسلام: نبوت کے ابتدائی دور میں اسلام لائیں۔ ''اسد الغابہ'' میں ہے (كَانَتْ قَدِيْمَةَ الْاِسْلَامِ) قدیم الاسلام تھیں۔

نکاح: آنحضرت ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جو آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور متبنیٰ تھے ان کا نکاح کر دیا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ نبوت میں شکایت کی اور طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔

جَاءَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ زَيْنَبَ اشْتَدَّتْ عَلَيَّ لِسَانَهَا وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اُطَلِّقَهَا۔	حضرت زید آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! زینب مجھ سے زبان درازی کرتی ہیں اور میں ان کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔

لیکن آنحضرت ﷺ بار بار ان کو سمجھاتے تھے کہ طلاق نہ دیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ	اور جب کہ تم اس شخص سے جس پر اللہ نے اور تم نے احسان کیا تھا یہ کہتے تھے

عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ۔ (سورۃ احزاب:۵)	کہ اپنی بیوی کو نکاح میں روکے رکھو اور اللہ سے خوف کرو۔

لیکن کسی طرح ان دونوں کے مابین نباہ نہ ہو سکا اور آخر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کو طلاق دے دی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کی دلجوئی کی خاطر خود ان سے نکاح کر لینا چاہا لیکن عرب میں اس وقت تک متبنیٰ اصلی بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا، اس لئے عام لوگوں کے خیال سے آپ تامل فرماتے تھے۔ لیکن چوں کہ یہ محض جاہلیت کی رسم تھی اور اس کا مٹانا مقصود تھا اس لئے یہ آیت نازل ہوئی:

وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ۔ (سورۃ احزاب)	اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپاتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کر دینے والا ہے اور آپ لوگوں سے ڈرتے ہیں حالانکہ ڈرنا اللہ سے چاہئے۔

آں حضرت ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس میرا پیغام لے کر جاؤ۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے گھر گئے تو وہ آٹا گوندھنے میں مصروف تھیں، چاہا کہ ان کی طرف دیکھیں، لیکن پھر کچھ سوچ کر منہ پھیر لیا اور کہا، زینب! میں رسول اللہ ﷺ کا پیغام لایا ہوں۔ جواب ملا میں بغیر استخارہ کے کوئی رائے قائم نہیں کرتی۔ یہ کہا اور مصلّٰی پر کھڑی ہو گئیں۔

اِدھر رسول اللہ ﷺ پر وحی آئی۔ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

زَوَّجۡنٰکَھَا لہٰذا نکاح ہوگیا۔ آنحضرت ﷺ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تشریف لائے اور بلا استیذان اندر چلے گئے۔ دن چڑھے دعوتِ ولیمہ ہوئی، جو اسلام کی سادگی کی اصل تصویر تھی، اس میں روٹی اور سالن کا انتظام تھا۔ انصار میں حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو آنحضرت ﷺ کی خالہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ تھیں انہوں نے مالیدہ بھیجا۔

غرض سب چیزیں جمع ہوگئیں تو آں حضرت ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں کے بلانے کے لئے بھیجا۔ تین سو آدمی شریکِ دعوت ہوئے، کھانے کے وقت آنحضرت ﷺ نے دس دس آدمیوں کی ٹولیاں کردی تھیں، لوگ باری باری آتے اور کھانا کھا کر واپس جاتے۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۶ ص: ۴۷)

ف: یہ تھا ولیمہ سرتاجِ دوعالم ﷺ کا کہ بلا تکلف جو میسر ہوا اس کو کر ڈالا۔ کاش کہ ہم امتی اس کی اتباع کرتے تو بہت سی الجھنوں اور پریشانیوں سے نجات پاجاتے۔ (مرتب)

اللہ تعالیٰ نے خود بغیر ولی اور بغیر شاہد کے ان کا نکاح نبی کریم ﷺ کے ساتھ کردیا۔ اسی وجہ سے وہ دوسری امہات المومنین پر ناز کرتی تھیں اور کہتیں کہ تمہارا نکاح تمہارے گھر کے لوگوں نے کیا اور میرا نکاح اللہ نے عرش کے اوپر کیا۔

انہی کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ اَسۡرَعُکُنَّ لُحُوۡقًا بِیۡ اَطۡوَلُکُنَّ یَدًا یعنی تم میں جو سب سے زیادہ لمبے ہاتھ والی یعنی زیادہ صدقات کرنے والی ہوگی وہ مجھ سے سب سے پہلے ملے گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ اپنے ہاتھ سے کام کرتیں اور جو کچھ حاصل ہوتا خیرات کردیتیں۔ (سیر اعلام النبلاء)

اخلاق: حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ کَانَتۡ زَیۡنَبُ صَالِحَۃً صَوَّامَۃً قَوَّامَۃً یعنی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نیک خو، بہت روزہ دار ونماز گزار تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

میں نے کوئی عورت نہیں دیکھی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ دیندار، اور اللہ تعالیٰ سے خوب ڈرنے والی اور زیادہ سچ بولنے والی اور بہت زیادہ صلہ رحمی کرنے والی اور بکثرت صدقہ کرنے والی، اور کثرت سے ایسے کام کرنے والی جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا زہد وورع میں یہ حال تھا کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اتہام لگایا گیا اور اس اتہام میں خود حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن حمنہ شریک تھیں، تو آنحضرت ﷺ نے ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اخلاقی حالت دریافت کی، تو انہوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا۔ مَا عَلِمۡتُ اِلَّا خَیۡرًا یعنی مجھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھلائی کے سوا کسی چیز کا علم نہیں۔ جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے صدق وخلوص کا اعتراف کرتی تھیں۔

عبادت میں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ مصروف رہتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہاجرین میں کچھ مال تقسیم کر رہے تھے،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس معاملہ میں کچھ بول اٹھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا تو آپ ﷺ نے فرمایا، ان سے درگزر کرو یہ اَوَّاہ ہیں (یعنی خاشع اور متضرع ہیں)

نہایت قانع اور فیاض طبع تھیں۔ خود اپنے دست و بازو سے معاش پیدا کرتی تھیں اور اس کو اللہ کی راہ میں لُٹا دیتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا تو مدینہ کے فقراء و مساکین میں سخت کھلبلی پیدا ہوگئی اور وہ گھبرا گئے۔

(سیر صحابہ جلد نمبر ۶ ص: ۷۸)

وفات: ۲۰ھ میں وفات پائی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس وقت آپ کی عمر ترپن (۵۳) برس کی تھی۔ (صفۃ الصفوۃ)

اُمّ المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفاۃ ۵۰ھ یا ۵۶ھ

نام و نسب: جویریہ نام، قبیلہ خزاعہ کے خاندان مصطلق سے ہیں۔ والد کا نام حارث ہے جو خاندان مصطلق کے سردار تھے۔

نکاح: حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح اپنے قبیلہ میں مسافع بن صفوان سے ہوا تھا۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۶ ص: ۷۸)

حضرت جویریہ کا باپ (حارث) رئیس عرب تھا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا جب گرفتار ہوئیں تو حارث آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میری بیٹی کنیز نہیں بن سکتی۔ میری شان اس سے بالاتر ہے۔ میں اپنے قبیلہ کا سردار اور رئیس عرب ہوں۔ آپ اس کو آزاد کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ خود جویریہ کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ حارث نے جا کر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ محمد ﷺ نے تیری مرضی پر رکھا ہے۔ دیکھنا مجھ کو رُسوا نہ کرنا۔ انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہنا پسند کرتی ہوں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔

حضور ﷺ کا تعلیم فرمودہ مختصر وظیفہ: فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ صبح کو میرے پاس تشریف لائے اور میں تسبیح پڑھ رہی تھی، اس لئے اپنی ضروریات کے لئے چلے گئے۔ پھر قریب دوپہر کے واپس آئے، تو فرمایا، کیا تم مسلسل بیٹھی رہی ہو؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں! فرمایا۔ کیا میں تم کو ایسے چند کلمات

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نہ سکھا دوں کہ اگر وہ ان سے وزن کئے جائیں تو ان کے برابر اُتریں۔ (سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ) تین مرتبہ (سُبْحَانَ اللّٰہِ زِنَۃَ عَرْشِہٖ) تین مرتبہ (سُبْحَانَ اللّٰہِ رِضَا نَفْسِہٖ) تین مرتبہ (سُبْحَانَ اللّٰہِ مِدَادَ کَلِمَاتِہٖ) تین مرتبہ۔

ف: اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اس مختصر وظیفہ پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، خاص طور سے عورتوں کو، اور قبول فرمائے۔ آمین (مرتّب)

وفات: ۵۰ھ یا ۵۶ھ میں پینسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(سیر اعلام النبلاء، صفۃ الصفوۃ)

اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفاۃ ۴۵ھ

نام ونسب: حفصہ نام، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحب زادی تھیں، والدہ کا نام زینب بنت مظعون تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔ اس وقت قریش خانۂ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔ پہلا نکاح خنیس بن حذافہ سے ہوا جو خاندان بنوسہم سے تھے۔

اسلام: ماں باپ اور شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔

ہجرت اور نکاحِ ثانی: شوہر کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کی۔ غزوۂ بدر میں خنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زخم کھائے اور واپس آ کر انہی زخموں کی وجہ سے شہادت پائی۔ عدت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاحِ ثانی کی فکر ہوئی، تو خود رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کی خواہش کی اور نکاح ہوگیا۔

اخلاق: طبقات ابن سعد میں ان کے اخلاق کے متعلق ہے: اِنَّہَا صَوَّامَۃٌ قَوَّامَۃٌ یعنی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صائم النہار اور قائم اللیل تھیں۔ دوسری روایت میں ہے: مَاتَتْ حَفْصَۃُ حَتّٰی مَا تُفْطِرُ یعنی انتقال کے وقت تک صائمہ رہیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزاج میں ذرا تیزی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کبھی کبھی دوبدو گفتگو کرتیں اور برابر کا جواب دیتی تھیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چنانچہ صحیح بخاری میں خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ہم لوگ جاہلیت میں عورتوں کو ذرہ برابر بھی وقعت نہ دیتے تھے۔ اسلام نے ان کو درجہ دیا اور قرآن میں ان کے متعلق آیتیں اُتریں تو ان کی قدر و منزلت معلوم ہوئی۔ ایک دن میری بیوی نے کسی معاملہ میں مجھ کو رائے دی۔ میں نے کہا، تم کو رائے و مشورہ سے کیا واسطہ؟ بولیں: ابن خطاب! تم کو ذرا سی بات بھی برداشت نہیں حالاں کہ تمہاری بیٹی رسول اللہ ﷺ کو برابر کا جواب دیتی ہے، یہاں تک کہ آپؐ دن دن بھر رنجیدہ رہتے ہیں۔

میں اُٹھا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آیا۔ میں نے کہا: بیٹی! میں نے سنا ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کو برابر کا جواب دیتی ہو؟ بولیں، ہاں! ہم ایسا کرتے ہیں۔ میں نے کہا، خبردار! میں تمہیں عذابِ الٰہی سے ڈراتا ہوں۔ تم اس عورت (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی ریس نہ کرو جس کو رسول اللہ ﷺ کی محبت کی وجہ سے اپنے حسن پر ناز ہے۔

ترمذی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رو رہی تھیں۔ آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور رونے کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ مجھ کو حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہے کہ تم یہودی کی بیٹی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حفصہ! اللہ سے ڈرو۔ پھر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ تم حضرت ہارون علیہ السلام جو نبی تھے ان کے خاندان کی بیٹی ہو۔ تمہارے چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی پیغمبر تھے اور پیغمبر کے (یعنی میرے) نکاح میں ہو۔ اب اس کے بعد حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تم پر کس بات میں فخر کر سکتی ہے۔ (سیر صحابہ: ج ۶ ص ۵۳)

ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نے آپ کو طلاقِ رجعی دے دیا تھا۔ اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ ان سے رجوع کر لیجئے۔ یہ بہت روزہ دار عبادت گزار ہیں اور یہ جنت میں آپ کی بیوی ہوں گی۔

(البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۸ ص: ۳۰)

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی ایک جماعت نے آپ سے حدیث روایت کی ہے۔ (اکمال)

وفات: حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شعبان ۴۵ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ مروان نے جو اس وقت مدینہ کا گورنر تھا نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک جنازہ کو کاندھا دیا۔ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنازہ کو قبر تک لے گئے۔ ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے لڑکوں عاصم، سالم، عبداللہ، حمزہ نے قبر میں اُتارا۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۶ ص: ۵۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اُمّ المومنین حضرت سیّدہ سَودَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفاۃ سنہ ۲۲ھ

نام، نسب ونکاح: سودہ نام، والد کا نام زمعہ، قبیلہ عامر بن لوی سے تھیں۔ جو قریش کا ایک نامور قبیلہ تھا۔ آپ کا نکاح حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا جو آپ کے والد کے چچازاد بھائی تھے۔

قبولِ اسلام: ابتدائے نبوت میں مشرف باسلام ہوئیں۔ ان کے ساتھ ان کے شوہر بھی اسلام لائے۔ اس بناء پر ان کو قدیم الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حبشہ کی پہلی ہجرت کے وقت تک حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے شوہر مکہ ہی میں مقیم رہے لیکن جب مشرکین کے ظلم وستم کی کوئی انتہا نہ رہی اور مہاجرین کی ایک بڑی جماعت ہجرت کے لئے آمادہ ہوئی تو اس میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر بھی شامل ہو گئے۔ کئی برس حبشہ میں رہ کر مکہ کو واپس آئیں۔ کچھ دنوں کے بعد ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت: ازواجِ مطہرات میں یہ فضیلت صرف حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حاصل ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد سب سے پہلے آپ ہی آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال سے آنحضرت ﷺ نہایت پریشان وغمگین تھے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ آپ کو ایک مونس ورفیق کی ضرورت

ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں! گھر بار، بال بچوں کا انتظام سب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعلق تھا۔ آپ کے ایماء سے وہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد کے پاس گئیں اور جاہلیت کے طریقہ پر سلام کیا (انعم صباحاً) صبح اچھی ہو۔ پھر نکاح کا پیغام سنایا۔ انہوں نے کہا، ہاں! محمد ﷺ شریف کفو ہیں۔ غرض سب مراتب طے ہو گئے۔ تو آنحضرت ﷺ خود تشریف لے گئے اور حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد نے نکاح پڑھایا۔ چار سو درہم مہر قرار پایا۔

حضر سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح رمضان سنہ ۱۰ نبوی میں ہوا۔ ان کے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا زمانہ قریب قریب ہے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے پہلے شوہر کی زندگی میں ایک خواب دیکھا تھا۔ ان سے بیان کیا تو بولے کہ شاید میری موت کا زمانہ قریب ہے اور تمہارا نکاح رسول اللہ ﷺ سے ہوگا۔ چنانچہ یہ خواب حرف بحرف پورا ہوا۔

عام حالات: نبوت کے تیرہویں سال جب آپ ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کی تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مکہ بھیجا کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہ کو لے کر آئیں۔ چنانچہ وہ اور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ مدینہ آئیں۔

سنہ ۱۰ھ میں جب آں حضرت ﷺ نے حج کیا تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں۔ چوں کہ وہ بلند وبالا اور فربہ اندام تھیں اور اسی وجہ سے تیزی کے ساتھ چل پھر نہیں سکتی تھیں، اس لئے آنحضرت ﷺ نے اجازت دی کہ اور لوگوں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے مزدلفہ روانہ ہونے سے قبل ان کو چلی جانا چاہئے کیوں کہ ان کو بھیڑ بھاڑ میں چلنے سے تکلیف ہوگی۔

اخلاق: حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

ما من الناس امراۃ احبّ الیّ ان اکون فی مسلاخھا عن سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

یعنی حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ اس کے قالب میں میری روح ہوتی۔

اطاعت اور فرماں برداری میں وہ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ممتاز تھیں آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ازواج مطہرات ؓ کو مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ میرے بعد گھر میں بیٹھنا۔ چنانچہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس حکم پر اس شدت سے عمل کیا کہ پھر کبھی حج کے لئے نہ نکلیں۔ فرماتی تھیں کہ میں حج اور عمرہ دونوں کر چکی ہوں اور اب رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق گھر میں بیٹھوں گی۔

سخاوت اور فیاضی بھی ان کا ایک نمایاں وصف تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا وہ اس وصف میں بھی سب سے ممتاز تھیں۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی خدمت میں ایک تھیلی بھیجی۔ لانے والے سے پوچھا، اس میں کیا ہے؟ وہ بولا درہم، بولیں کھجور کی طرح تھیلی میں درہم بھیجے جاتے ہیں؟ یہ کہہ کر اسی وقت سب کو تقسیم کر دیا۔

ایثار میں بھی وہ ممتاز حیثیت رکھتی تھیں۔ وہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آگے پیچھے نکاح میں آئی تھیں، لیکن چوں کہ ان کی عمر بہت زیادہ تھی، اس لئے

جب بوڑھی ہوگئیں تو ان کو خیال گزرا کہ شاید آں حضرت ﷺ انہیں طلاق دے دیں اور وہ شرفِ صحبت سے محروم ہوجائیں، اس بناء پر انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دی اور انہوں نے خوشی سے قبول کرلی۔

بایں ہمہ ظرافت اس قدر تھی کہ کبھی کبھی اس انداز سے چلتی تھیں کہ آپ ہنس پڑتے تھے۔ ایک مرتبہ کہنے لگیں کہ کل رات کو میں نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ آپ ﷺ نے (اس قدر دیر تک) رکوع کیا کہ مجھ کو نکسیر پھوٹنے کا شبہ ہوگیا اس لئے میں دیر تک ناک پکڑے رہی۔ آپ ﷺ اس جملہ کو سن کر مسکرا اٹھے۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۶ ص: ۳۱)

وفات: ایک مرتبہ ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن اجمعین آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں۔ انہوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سب سے پہلے کون مرے گا؟ فرمایا کہ جس کا ہاتھ سب سے بڑا ہے۔ لوگوں نے ظاہری معنی سمجھے، ہاتھ ناپے گئے، تو سب سے بڑا ہاتھ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا۔ لیکن جب سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی تو معلوم ہوا کہ ہاتھ کی بڑائی سے آپ ﷺ کا مقصود سخاوت اور فیاضی تھی۔ بہرحال ''واقدی'' نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سال وفات ۵۴ھ بتایا ہے۔ لیکن ثقات کی روایت یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخیر زمانۂ خلافت میں انتقال کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲۳ھ میں وفات پائی ہے، اس لئے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کا سال ۲۲ھ ہوگا۔ خمیس میں یہی روایت ہے اور سب سے زیادہ صحیح ہے۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۶ ص: ۳۱)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اُمّ المومنین حضرت زینب اُمّ المساکین رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفاۃ ۴ھ

نام ونسب: زینب نام، والد کا نام خزیمہ تھا۔ چوں کہ فقراء ومساکین کو نہایت فیاضی کے ساتھ کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ اس لئے اُمّ المساکین کنیت کے ساتھ مشہور ہوگئیں۔

آنحضرت ﷺ سے پہلے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگِ اُحد میں شہادت پائی اور آنحضرت ﷺ نے اُسی سال ان سے نکاح کرلیا۔

وفات: نکاح کے بعد آنحضرت ﷺ کے پاس صرف دو تین مہینہ ہی رہنے پائی تھیں کہ ۴ھ میں ان کا انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلیہ راجعون

آنحضرت ﷺ کی زندگی میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد صرف یہی ایک بی بی تھیں جنہوں نے وفات پائی۔ آنحضرت ﷺ نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔ نوراللہ مرقدہا

وفات کے وقت ان کی عمر تیس سال تھی۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۶ ص:۵۵)

اُمّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفاۃ ۵۱ھ

نام ونسب: میمونہ نام، قبیلہ قریش سے ہیں۔ والد کا نام حارث ہے۔ والدہ قبیلہ حمیر سے تھیں ان کا نام ہند بنت عوف تھا۔

نکاح: پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے نکاح ہوا۔ لیکن کسی وجہ سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ پھر ابورہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں آئیں۔ ابورہم نے ۷ھ میں وفات پائی تو لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے انتساب کی کوشش کی۔ آنحضرت ﷺ ذوالقعدہ ۷ھ میں عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے تھے۔ اسی احرام کی حالت میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ہوا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکاح کے متولی ہوئے تھے۔

ابورافع (آنحضرت ﷺ کے غلام) حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر مقام سرف پہنچے اور یہیں رسم عروسی ادا ہوئی۔ یہ آنحضرت ﷺ کا آخری نکاح تھا اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے آخری بیوی تھیں۔

اخلاق: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

انها كانت اتقانا الله و اوصلنا للرحم۔	حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتی اور صلہ رحمی کرتی تھیں۔

احکامِ نبوی ﷺ کی تعمیل ہر وقت پیش نظر رہتی تھیں۔ ایک دفعہ ان کی کنیز بدیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گھر گئی۔ تو دیکھا کہ میاں بیوی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے بچھونے دور دور بچھے ہوئے ہیں۔ خیال ہوا کہ شاید کچھ رنجش ہوگئی ہے، لیکن دریافت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (بیوی کے ایام کے زمانہ میں) اپنا بستر ان سے الگ کرلیتے ہیں۔ آکر حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کیا۔ تو بولیں، ان سے جاکر کہو کہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ سے اس قدر کیوں اِعراض ہے آپ ﷺ برابر ہم لوگوں کے بچھونوں پر آرام فرماتے تھے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کبھی کبھی قرض لیتی تھیں۔ ایک بار زیادہ رقم قرض لی۔ کسی نے کہا کہ آپ اس کو کس طرح ادا کریں گی؟ فرمایا: آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ خود اس کا قرض ادا کردیتا ہے۔

ف: سبحان اللہ! حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور اکرم ﷺ کے ارشاد پر کس قدر یقین تھا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اس قسم کی صفات حسنہ سے جملہ صحابہ وصحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنہن موصوف تھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی ان صفات حسنہ سے متصف فرمائے۔ آمین (مرتّب)

وفات: یہ عجیب اتفاق ہے کہ مقام سرف میں ان کا نکاح ہوا تھا اور سرف ہی میں انہوں نے وفات بھی پائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قبر میں اُتارا۔ صحاح میں ہے کہ جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا، یہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہیں، جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو۔ آہستہ آہستہ لے چلو۔ سالِ وفات کے متعلق اگرچہ اختلاف ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ انہوں نے ۵۱ھ میں وفات پائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(سیر صحابہ جلد نمبر ۶، ص: ۸۷)

اُمّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفاة ۵۰ سنہ ھ

نام ونسب: اصلی نام زینب تھا۔ لیکن چوں کہ وہ جنگِ خیبر میں خاص آنحضرت ﷺ کے حصہ میں آئی تھیں، اور عرب میں غنیمت کے ایسے حصّہ کو جو امام یا بادشاہ کے لئے مخصوص ہوتا تھا صفی کہتے تھے، اس لئے وہ صفیہ کے نام سے مشہور ہوگئیں۔

حضرت صفیہ کو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے سیادت حاصل ہے۔ باپ کا نام حیی بن اخطب تھا جو قبیلہ بنونضیر کا سردار تھا اور حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل میں شمار ہوتا تھا۔ ماں جس کا نام ضرد تھا سموال رئیس قریظہ کی بیٹی تھیں اور یہ دونوں خاندان (قریظہ اور نضیر) بنی اسرائیل کے ان تمام قبائل سے ممتاز سمجھے جاتے تھے جنہوں نے زمانہ دراز سے عرب کے شمالی حصوں میں سکونت اختیار کررکھی تھی۔

نکاح: حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی پہلے سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی تھی۔ سلام نے طلاق دی تو کنانہ ابن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں جو ابورافع تاجر حجاز اور رئیس خیبر کا بھتیجا تھا۔ کنانہ جنگ خیبر میں مقتول ہوا۔ جب خیبر کے تمام قیدی جمع کئے گئے تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے ایک لونڈی کی درخواست کی۔ آنحضرت ﷺ نے انتخاب کرنے کی اجازت دی۔ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو منتخب کیا لیکن ایک صحابی نے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آپ کی خدمت میں آ کرعرض کیا کہ آپ نے رئیسہ بنونضیر وقریظہ کو دحیہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا، وہ تو صرف آپ کے لئے سزاوار ہے۔ مقصود یہ تھا کہ رئیسہ عرب کے ساتھ عام عورتوں کا سابرتاؤ مناسب نہیں۔ چنانچہ حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ نے دوسری لونڈی عنایت فرمائی اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد کر کے نکاح کرلیا۔ خیبر سے روانہ ہوئے تو مقام صہبا میں رسم عروسی ادا کی۔ اور جو کچھ سامان لوگوں کے پاس تھا اس کو جمع کر کے دعوتِ ولیمہ فرمائی۔ وہاں سے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو خود اپنے اونٹ پر سوار کرلیا اور اپنی عبا سے ان پر پردہ کیا۔ یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ وہ ازواجِ مطہرات میں داخل ہوگئیں۔

حلیہ و اخلاق: کوتاہ قامت اور حسین تھیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں بہت سے محاسن اخلاق تھے۔ ''اسد الغابہ'' میں ہے:

كانت عاقلة من عقلاء النّساء۔ كانت صفية عاقلة حليمة فاضلة۔	عقلمند عورتوں میں سے نہایت عاقلہ عورت تھیں۔ اس کے ساتھ ہی نہایت صاحبِ عقل اور صاحبِ علم وحلم تھیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آنحضرت ﷺ سے نہایت محبت تھی۔ چنانچہ جب آپ ﷺ علیل ہوئے تو نہایت حسرت سے بولیں، کاش! آپ ﷺ کی بیماری مجھ کو ہوجاتی۔ ازواجِ مطہرات نے ان کی طرف دیکھنا شروع کیا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ سچ کہہ رہی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کو بھی ان کے ساتھ نہایت محبت تھی اور ہر موقع پر ان کی دل جوئی فرماتے تھے۔

ایک بار آپ ﷺ سفر میں تھے۔ ازواجِ مطہرات بھی تھیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ اتفاق سے بیمار ہوگیا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ضرورت سے زیادہ اونٹ تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ایک اونٹ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دو، انہوں نے کہا، کیا میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دے دوں؟ اس پر آنحضرت ﷺ ان سے اس قدر ناراض ہوئے کہ دو مہینہ تک ان کے پاس نہ گئے۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے قد وقامت کی نسبت بطورِ طعن کے کچھ کہہ دیا۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ! تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر سمندر میں چھوڑ دی جائے تو وہ اس کو گدلا کر دے۔

سفرِ حج میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ بیٹھ گیا تھا اور وہ سب سے پیچھے رہ گئی تھیں۔ آنحضرت ﷺ اُدھر سے گزرے تو دیکھا کہ زار وقطار رو رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے رداء اور دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے آپ ﷺ آنسو پونچھتے جاتے تھے اور وہ بے اختیار روتی جاتی تھیں۔ (سیر صحابہ جلد ۶ رص: ۹۰)

وفات: حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رمضان ۵۰ھ میں وفات پائی اور جنۃ البقیع میں دفن ہوئیں۔ اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال تھی۔ ایک لاکھ (درہم یا دینار) ترکہ چھوڑا۔ اور ایک ثلث اپنے یہودی بھانجے کے لئے وصیت کرگئیں۔

ف: سبحان اللہ! اس سے معلوم ہوا کہ ترکہ میں مال چھوڑنا دنیاداری نہیں ہے۔

(مرتّب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سیّدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفاۃ ۸ھ

ولادت: آنحضرت ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ بعثت سے دس برس پہلے آپ کی ولادت ہوئی جب آنحضرت ﷺ کی عمر تیس سال تھی۔

نکاح: حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح مکہ میں حضرت ابوالعاص ابن الربیع سے ہوگیا تھا۔ حضرت ابوالعاص ابتداء میں اسلام سے مشرف نہ ہوئے تھے، مگر مشرکین کے کہنے پر حضرت زینب کو طلاق نہیں دی جس پر خوش ہو کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابوالعاص نے بہترین دامادی کا ثبوت دیا ہے۔

اولاد: حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دو اولاد چھوڑی۔ علی اور امامہ رضی اللہ عنہما۔ علی کی نسبت ایک روایت ہے کہ بچپن میں وفات پائی۔ لیکن عام روایت یہ ہے کہ سن رشد کو پہنچے۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ یرموک کے معرکہ میں شہادت پائی۔ فتح مکہ میں آنحضرت ﷺ کے ردیف تھے۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۶ / ص:۹۵)

اور امامہ رضی اللہ عنہا بڑی ہوئیں اور سن رشد کو پہنچیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی تو حضرت مغیرہ بن نوفل کو وصیت کی کہ تم امامہ سے نکاح کر لینا۔ بعض کہتے ہیں کہ مغیرہ کے حضرت امامہ سے ایک لڑکا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ امامہ کے کوئی اولاد نہیں

ہوئی، اور حضرت امامہ نے مغیرہ کے یہاں وفات پائی۔

(سیرۃ المصطفیٰ مؤلفہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی ؒ: ج / ۳ ص / ۳۶۶)

ہجرت: حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۲ھ میں غزوۂ بدر کے بعد مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ پھر چند سالوں کے بعد حضرت ابوالعاص بن الربیع بھی مدینہ تشریف لائے اور حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ اور حضور اقدس ﷺ نے ان کا دوبارہ نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کردیا۔ اور تادمِ آخر اُنہی کے نکاح میں رہیں۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں، ص: ۱۶/ مؤلفہ مولانا عاشق الٰہی بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ)

وفات: ۸ھ میں انہوں نے انتقال کیا۔ حضرت اُمِ ایمن، حضرت سودہ، حضرت اُمِ سلمہ اور حضرت اُمِ عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے غسل دیا جس کا طریقہ خود آنحضرت ﷺ نے بتایا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ پھر خود آنحضرت ﷺ قبر میں اُترے اور اپنی لختِ جگر کو سپردِ خاک کیا۔ اس وقت چہرۂ مبارک پر حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے۔ نور اللہ مرقدہا۔

(سیر صحابہ جلد نمبر ۶ / ص:۹۵)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سیّدہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفاۃ ۲ سنہ ھ

ولادت: یہ رسول اکرم ﷺ کی دوسری صاحب زادی ہیں جو نبوت سے سات سال قبل (جب کہ آپ ﷺ کی عمر شریف ۳۳ رسال تھی) پیدا ہوئیں۔

نکاح: پہلے ابولہب کے بیٹے عتبہ سے شادی ہوئی۔ یہ قبل نبوت کا واقعہ ہے آنحضرت ﷺ کی تیسری صاحبزادی حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوئی تھی۔ جب آنحضرت ﷺ کی بعثت ہوئی اور آپ ﷺ نے دعوتِ اسلام کا اظہار فرمایا تو ابولہب نے بیٹوں کو جمع کرکے کہا کہ اگر تم محمد ﷺ کی بیٹیوں سے علیحدگی اختیار نہیں کرتے تو تمہارے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔ دونوں بیٹوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کردیا۔

عام حالات: نبوت کے پانچویں سال حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ساتھ گئیں، جب واپس آئیں تو مکہ کی سرزمین پہلے سے زیادہ خونخوار تھی۔ چنانچہ دوبارہ ہجرت کی مدت تک آنحضرت ﷺ کو ان کا کچھ حال معلوم نہ ہوا۔ ایک عورت نے آکر خبر دی کہ میں نے ان دونوں کو دیکھا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے دعا دی اور فرمایا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے شخص

ہیں جنہوں نے بیوی کو لے کر ہجرت کی ہے۔

اس مرتبہ حبشہ میں زیادہ عرصہ تک مقیم رہیں۔ جب یہ خبر پہنچی کہ آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں، تو چند بزرگ جن میں حضرت عثمان وحضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھیں مکہ آئے اور آنحضرت ﷺ کی اجازت سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی، جہاں انہوں نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی اوس بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں قیام کیا۔

اولاد: حبشہ کے زمانۂ قیام میں ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام عبداللہ تھا۔ چھ سال تک زندہ رہا۔ ایک مرتبہ ایک مرغ نے اس کے چہرے پر چونچ ماری وہ جاں بحق ہوگیا۔ عبداللہ کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حلیہ: حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خوب رو اور موزوں اندام تھیں، زرقانی میں ہے: کانت بارعة الجمال۔ یعنی وہ نہایت حسین وجمیل اور خوبصورت تھیں۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ٦ رص:۹۹)

وفات: ۲ ھ میں غزوہ بدر کا سال تھا، حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دانے نکلے اور نہایت سخت تکلیف ہوئی۔ آنحضرت ﷺ اُس زمانہ میں بدر کی تیاریاں کررہے تھے۔ غزوہ کو روانہ ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیمارداری کے لئے چھوڑ دیا۔ عین اسی دن جس دن زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ میں آکر فتح کا مژدہ سنایا، حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آنحضرت ﷺ غزوہ کی وجہ سے ان کے جنازہ میں شریک نہ ہوسکے۔لیکن جب واپس آئے اور اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو نہایت رنجیدہ ہوکر قبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔"عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے جاچکے، اب تم بھی ان کے پاس چلی جاؤ۔" اس فقرہ نے عورتوں میں کہرام برپا کردیا۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوڑا لے کر مارنے کے لئے اٹھے۔آپ ﷺ نے ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا رونے میں کچھ حرج نہیں، لیکن نوحہ شیطانی حرکت ہے اس سے قطعاً بچنا چاہئے۔

سیدۂ عالم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئیں۔وہ قبر کے پاس بیٹھ کر روتی جاتی تھیں اور آنحضرت ﷺ کپڑے سے ان کے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہن اجمعین

سیّدہ حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفاۃ ۹ھ

نام ونسب: یہ حضور اکرم ﷺ کی تیسری صاحبزادی ہیں اور کنیت ہی کے ساتھ مشہور ہیں۔

نکاح: حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا۔ابھی رُخصتی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اس نے ماں باپ کے کہنے سے طلاق دے دی ۳ھ میں جب حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا، تو ربیع الاول میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ مدینہ میں نکاح کرلیا۔حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف امتیازی حاصل ہے۔اسی وجہ سے وہ ذوالنورین کہلاتے ہیں۔حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چھ برس تک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں رہ کر ملکِ بقا کا سفر کیا اور ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

وفات: شعبان ۹ھ میں وفات پائی۔آنحضرت ﷺ کو سخت صدمہ ہوا۔قبر پر بیٹھے تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔آپ ﷺ نے نمازِ جنازہ پڑھائی، اور حضرت ابوطلحہ، حضرت علی، فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے قبر میں اُتارا۔نور اللہ مرقدہا (سیر صحابہ جلد نمبر ۶/ص:۱۰۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سیّدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفاۃ ۱۱ھ

نام، نسب، ولادت: فاطمہ نام، آپ حضور اکرم ﷺ کی چوتھی اور سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔

الاصابہ میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت حضور اقدس ﷺ کی عمر شریف کے اکتالیسویں سال ہوئی۔

مدائنی فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت اس وقت ہوئی جب کہ آنحضرت ﷺ کی عمر شریف پینتیس (۳۵) سال تھی اور اس وقت قریش کعبۃ اللہ کی تعمیر میں لگے ہوئے تھے اور سید الکونین حضور اکرم ﷺ بھی ان کے ساتھ مشغول تھے۔

جرأت و بہادری: جب نبی کریم ﷺ کو ربّ العزّت کی جانب سے تبلیغ کا حکم ہوا اور آپ ﷺ نے بامر الٰہی توحید کی دعوت دینا شروع کی تو قریش مکہ آپ ﷺ کے دشمن ہوگئے اور طرح طرح سے آپ ﷺ کو ستانے لگے۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے کعبہ شریف کے قریب نماز کی نیت باندھی۔ وہیں قریش مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان میں سے ایک بدبخت نے حاضرین مجلس سے کہا کہ بولو، تم میں سے کون اس کام کو کرسکتا ہے کہ فلاں خاندان نے جو اونٹ ذبح کیا ہے اس کی اوجھڑی اور خون اور لید لے آئے اور پھر جب یہ سجدہ میں جائیں تو ان کے کندھوں کے درمیان رکھ دے۔

یہ سن کر ایک بدبخت اُٹھا جو اس وقت حاضرین میں سب سے زیادہ بدبخت تھا۔ اس نے یہ سب گندی چیزیں لاکر حضور اکرم ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیں اور آپ ﷺ سجدہ میں رہ گئے۔ آپ ﷺ کا یہ حال دیکھ کر ان لوگوں نے بے خود ہوکر ہنسنا شروع کیا اور اس قدر ہنسے کہ ہنسی کی وجہ سے ایک دوسرے پر گرنے لگے۔

کسی نے یہ ماجرا دیکھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جاکر خبر دی (اس وقت وہ نوعمر تھیں) وہ خبر پاکر دوڑی چلی آئیں اور نبی اکرم ﷺ کے مبارک کندھوں سے وہ غلاظت اٹھا کر پھینکی اور ان لوگوں کو بُرا کہنے لگیں۔ پھر جب سید الکونین ﷺ نماز سے فارغ ہوگئے تو آپ نے تین مرتبہ بددعا فرمائی۔ آپ ﷺ کی عادت تھی کہ جب کوئی دعا فرماتے تو تین مرتبہ فرماتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے تو تین مرتبہ سوال کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اول تو قریش کے لئے عام بددعا[1] کی۔ (اَللّٰھُمَّ عَلَیْكَ بِقُرَیْش) اے اللہ! تو قریش کو سزا دے۔ اور اس کے بعد قریش کے سرغنوں کے نام لے کر ہر ایک کے لئے علیٰحدہ علیٰحدہ بددعا فرمائی۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے قریش کی ایذاؤں سے بچنے کے لئے مدینہ منورہ کی ہجرت فرمائی۔

نکاح: ۲ھ میں سرورِ دوعالم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح چارسو مثقال چاندی پر کردیا۔ اس وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ تھی۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] چنانچہ ان سب کے متعلق آپ کی دعاء قبول ہوئی۔ (مرتّب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کی عمر اکیس سال پانچ ماہ تھی۔ (الاستعیاب)

رخصتی کے روز عشاء کی نماز سے قبل سرورِ دوعالم ﷺ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر بھیج دیا۔ پھر نماز کے بعد خود ان کے یہاں تشریف لے گئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ پانی لاؤ۔ وہ ایک پیالہ میں پانی لائیں، آپ ﷺ نے منہ میں پانی لیا اور پھر اس پانی سے ان کے سینہ اور سر پر چھینٹے دیئے اور بارگاہِ خداوندی میں دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُھَابِکَ وَ ذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔	اے اللہ! میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

اس کے بعد ان کے دونوں کندھوں کے درمیان اس پانی کے چھینٹے دیئے، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پانی منگایا اور اس میں کلّی کرکے ان کے سر اور سینہ اور دونوں کندھوں کے درمیان چھینٹے دیئے اور وہی دعا دی جو لختِ جگر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دی تھی۔ اس کے بعد واپس تشریف لے آئے۔

حضور اقدس ﷺ کے مشہور خادم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت سدنا علی اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نکاح کی تفصیل نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ ابوبکر وعمر وعثمان اور عبدالرحمن اور چند انصاری صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بلالاؤ۔ چنانچہ میں بلالایا۔ جب یہ حضرات حاضر ہوگئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو آنحضرت ﷺ

نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کردوں۔ تم لوگ گواہ ہوجاؤ کہ میں نے چار مثقال چاندی مہر مقرر کرکے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کردیا۔ اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر راضی ہوں۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود نہ تھے۔ بعض روایتوں میں پانچ سو درہم بھی آیا ہے۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ایک طبق میں خشک کھجوریں یعنی چھوہارے منگائے اور حاضرین سے فرمایا کہ جس کے ہاتھ چھوہارے پڑیں لے لے۔ چنانچہ حاضرین نے ایسا ہی کیا۔ پھر اسی وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچ گئے۔ ان کو آنحضرت ﷺ دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں تمہارے ساتھ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح چار سو مثقال چاندی مہر مقرر کرکے کردوں۔ کیا تم اس پر راضی ہو؟ انہوں نے عرض کیا، میں راضی ہوں یارسول اللہ ﷺ! جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رضامندی ظاہر کردی تو آنحضرت ﷺ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا: جَمَعَ اللّٰہُ بَیْنَکُمَا وَاَعَزَّ جَدَّکُمَا وَبَارَکَ عَلَیْکُمَا وَاَخْرَجَ مِنْکُمَا کَثِیْرًا طَیِّبًا۔ اللہ تمہیں جوڑے رکھے اور تمہارا نصیب اچھا کرے اور تم پر برکت نازل فرمائے اور تم سے بہت سی پاکیزہ اولاد ظاہر فرمائے۔

جہیز: ”الاصابہ“ میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جہیز میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک بچھونا، ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور دو چکیاں اور دو مشکیزے عنایت فرمائے اور ایک روایت میں چار تکیے آئے ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ولیمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے روز ولیمہ کیا، جس میں سادگی کے ساتھ جومیسر آیا کھلا دیا۔ ولیمہ میں جَو کی روٹی، کھجوریں، حریرہ پنیر، مینڈھے کا گوشت تھا۔

ولیمہ کے بعد کام کی تقسیم: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کوئی خادم نہیں تھا۔ گھر کا کام دونوں میاں بیوی مل کر کرلیتے تھے۔ حضورا کرم ﷺ نے ان کا کام اس طرح تقسیم فرمادیا تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر کے اندر کے کام کیا کریں۔ مثلاً آٹا گوندھنا، کھانا پکانا، بستر بچھانا، جھاڑو دینا وغیرہ۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر کے باہر کے کام انجام دیا کریں۔

اولاد: جب تک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زندہ رہیں حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ آنحضرت ﷺ کی نسل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے چلی۔ آپ ﷺ کی اولاد میں جو صاحبزادے تھے وہ قبل از بلوغ ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے تھے۔ اور آپ ﷺ کی صاحبزادی اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ نیز حضرت زینب وحضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو اولاد ہوئی تھی ان سے بھی نسل نہیں چلی۔ جس قدر بھی سادات ہیں جن کے فیوض سے شرق وغرب مستفید ہیں، سب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد ہیں۔

سب سے پہلے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔ سرور دوعالم ﷺ نے ان کا نام حسن تجویز فرمایا۔ خود ہی ان کے کان میں اذان دی اور عقیقہ کے روز حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کردو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وزن کیا تو ایک درہم (چونی بھر) یا اس سے کم وزن اُترا۔

پھر اس کے بعد جب دوسرے صاحبزادے پیدا ہوئے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ان کا نام حسین رکھا۔ ابوداؤد اور نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کا عقیقہ فرمایا۔

پھر جب تیسرے صاحبزادے پیدا ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے ان کا نام محسن رکھا۔ اور یہ تینوں نام حضرت ہارون پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے تینوں بچوں کے نام ہیں۔ ان کے ایک بچہ کا نام شبّر، دوسرے کا شبیر اور تیسرے کا نام مشبّر تھا۔ (حسن، حسین اور محسّن ان کا ترجمہ ہے)

فائدہ: اس سے حضور اقدس ﷺ کی یہ سنت معلوم ہوئی کہ صالحین کے نام پر اپنے بچوں کے نام رکھے جائیں تو مستحسن ہے۔ (مرتّب)

حضرت فاطمہؓ کے گھر آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری:

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح جب آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کردیا تو آپ ﷺ اس روز رات کو ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اور آپ ﷺ اکثر ان کے گھر جاتے رہتے تھے اور ان کے حالات کی خیر وخبر رکھتے تھے اور ان کے بچوں کو پیار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان کچھ بدمزگی ہوگئی تو حضورا کرم ﷺ نے ان کے گھر جا کر صلح کرادی اور جب باہر تشریف لائے تو حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ آپ جب ان کے گھر میں داخل ہوئے تو چہرے پر کوئی خوشی کا اثر نہ تھا اور اب جب کہ آپ ﷺ باہر تشریف لائے ہیں تو چہرے پر خوشی کے آثار ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، میں کیوں خوش نہ ہوں جب کہ میں نے اپنے دو پیاروں کے درمیان صلح کرادی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو موجود نہ پایا۔ صاحبزادی سے دریافت کیا وہ کہاں ہیں؟ عرض کیا کہ ہماری آپس میں کچھ رنجش ہوگئی تھی، لہٰذا وہ غصہ ہو کر چلے گئے اور میرے یہاں قیلولہ نہ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا، ذرا دیکھنا وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے جا کر تلاش کیا اور واپس آ کر عرض کیا کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے، دیکھا کہ وہ سو رہے ہیں اور ان کے پہلو سے چادر گر گئی ہے جس کی وجہ سے ان کے جسم کو مٹی لگ گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ مٹی پونچھنے لگے اور فرمایا: قُمْ اَبَا تُرَاب، قُمْ اَبَا تُرَاب او مٹی والے اٹھ، او مٹی والے اٹھ۔

صاحبِ فتح الباری نے اس حدیث سے کئی مسئلے ثابت کئے ہیں۔ مثلاً جو غصہ میں ہو، اس سے ایسا مذاق کرنا جس سے اس کو مانوس کیا جاسکے درست ہے۔ اپنے داماد کی دلداری کرنا اور ناراضگی دور کرنا بہتر عمل ہے۔ باپ اپنی بیٹی کے گھر میں بغیر داماد کی اجازت کے داخل ہوسکتا ہے، جب کہ یہ معلوم ہو کہ اس کو گرانی نہ ہوگی۔

دینی تربیت: حضرت سرورِ دو عالم ﷺ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اُمت کی تربیت اور تزکیۂ نفس کے لئے تشریف لائے تھے تربیت اور تزکیۂ نفس میں آپ ﷺ کسی کی رعایت نہیں فرماتے تھے۔ اپنی ازواج، اولاد، عزیزوں اور قرابت داروں سبھی کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے اور آخرت کا فکرمند بناتے تھے۔

جب آیت کریمہ: (وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَکَ الْاَقْرَبِيْنَ) نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے اپنے رشتہ داروں کو اور خاندان والوں کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا۔ اور قبیلوں اور

بعض رشتہ داروں کا نام لے کر فرمایا کہ اپنے آپ کو دوزخ کے عذاب سے بچاؤ، میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ (مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں)

آپ کی فطری شرم وحیا: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسماء بنت عُمیس سے کہا کہ عورتوں کی نعش پر جو یہ کپڑا ڈال دیا جاتا ہے جس سے ان کے بدن کا حجم نمایاں ہوتا رہتا ہے، مجھے بہت بُرا معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کی صاحبزادی! کیا میں آپ کو ایک چیز نہ دکھاؤں جو میں نے حبشہ میں دیکھی تھی؟ پھر انہوں نے کھجور کی چند ٹہنیاں منگائیں اور ان کو ٹیڑھی کر کے ان پر کپڑا ڈال دیا۔ اس کو دیکھ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، یہ تو بہت ہی معتبر اور بہت ہی اچھا ہے۔

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آپ پہلی خاتون تھیں جن کی نعش کو اسلام میں سب سے پہلے اس طرح پردہ سے ڈھانکا گیا۔ (سیر اعلام النبلاء، جلد نمبر ۲ ص: ۱۲۸)

ف: اس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی غایتِ حیاء اور پردہ کا انتہائی اہتمام معلوم ہوتا ہے۔ جو اس امت کی عورتوں کے لئے موجبِ عبرت ونصیحت ہے، بلکہ ان کے لئے موجبِ ننگ وعار ہے جو نیم عریاں، بےمحابا گھوما کرتی ہیں پھر بھی سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی محبت اور ان کے ماننے کا دعویٰ کرتی ہیں۔ العیاذ باللہ (مرتّب)

مژدۂ جانفزا: حضرت مولانا سید ابوالحسن حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''المرتضیٰ'' میں حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر نہایت ذوق وکیف سے فرمایا ہے، جس کو پڑھ کر اس حقیر کے دل کو کیف وسرور نصیب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوا۔ اگرچہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تذکرہ مکمل لکھا جاچکا ہے تاہم اس کے اضافہ کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ واللہ الموفق

اب حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا مضمون ملاحظہ فرمائیں:

''آپ فاطمہ زہراء ہیں، جگر گوشۂ رسول ﷺ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا۔ رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی اور سب سے زیادہ محبوب، روایت ہے کہ آپ کی ولادت بعثت سے پہلے ہوئی تھی۔ مدائنی نے بھی اس کی توثیق کی ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ ان کی ولادت بعثت سے ایک سال چند دن پہلے ہوئی۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا شروع محرم ۲ھ میں عقد ہوا۔[1]

شیخ ابوجعفر الطوسی کی ''الامالی'' سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کے موقع پر ان کا جہیز تیار کرنے، پسند کرنے اور خریداری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بڑا ہاتھ تھا۔[2]

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کا جہیز تیار کرنے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مسکن تیار کرنے میں خاصا حصّہ لیا تھا۔[3]

---

۱ الاصابہ جلد نمبر ۸/ص: ۵۴ (مطبوعہ دار نصفہ، مصر، قاہرہ) یہی روایت صحیح ہے جیسا کہ باب دوم میں گزر چکا۔ (بحوالہ شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) اور اس بناء پر کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ۳ھ میں ہوئی۔

۲ ملاحظہ ہو ''کتاب الامالی'' للشیخ ابی جعفر الطوسی (شیعی) جلد نمبر ا/ص: ۳۹ طبع نجف آخری ایڈیشن۔

۳ ابن ماجہ کتاب النکاح باب الولیمہ منقول از کتاب ''رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ'' از مولانا محمد نافع۔

رسول اللہ ﷺ کی نسل صرف اُنہی سے قائم ہے۔ جس وقت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی شادی ہوئی اس وقت ان کی عمر پندرہ سال اور ساڑھے پانچ ماہ تھی۔

طبرانی کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ فاطمہ کے پدر بزرگوار ﷺ کے بعد ان سے بہتر میں نے قطعاً کسی کو نہیں دیکھا۔

عبدالرزاق، ابن جریج سے روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں اور سب سے زیادہ آپ ﷺ کو محبوب تھیں۔ ابوعمر (جن کی تصدیق سے دل مطمئن ہے) نے کہا کہ ان صاحبزادیوں میں سب سے بڑی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، پھر رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان کے بعد اُم کلثوم اور ان کے بعد فاطمہ تھیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن (مسند فاطمۃ الزہراء للسیوطی)

حضرت عبدالرحمن بن ابی نعیم ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ ''جنّتی خواتین کی بزرگ مخدومہ خاتون حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ (سَیِّدَۃُ نِسَآءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ) صحیحین میں مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا گیا:

فَاطِمَۃُ بِضْعَۃٌ مِّنِّیْ یُؤْذِیْنِیْ مَا اٰذَاھَا وَیُرِیْبُنِیْ مَارَابَھَا۔

فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ جس سے اس کو اذیت پہنچتی ہے اس سے مجھے بھی اذیت پہنچتی ہے۔ اور جس نے اس کو رنج دیا اس نے مجھے رنج دیا۔

حضرت عائشہ اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے

فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک مرتبہ آتے دیکھا تو ان کی چال بالکل رسول اللہ ﷺ کی چال کے مشابہ تھی۔

جب تک وہ زندہ رہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی اور نکاح نہیں کیا۔ عقبہ بن یریم ابوثعلبہ الخشنی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔ ''رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ یا سفر سے واپس تشریف لاتے تو آپ کا یہ معمول تھا کہ مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھتے، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جاتے، ان کے بعد اپنی ازواجِ مطہرات سے ملتے۔

عائشہ بنت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت اُم المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، میں نے بات چیت کے انداز و گفتگو میں فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ کسی کو رسول اللہ ﷺ سے مشابہ نہیں دیکھا۔''[1]

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی مرضی وخوشی کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا۔ اور آپ کی رضا وخوشنودی سے زیادہ کسی بات کو عزیز نہیں رکھتی تھیں۔ شفقتِ پدری اور اولاد کی طبعی محبت کا جو فطری تقاضا ہے اس کے بہت سے مظاہر ہیں۔ جس کے بہت سے واقعات میں سے صرف چند کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر پر روانہ ہونے لگتے، تو آخری کام جو کرتے وہ یہ ہوتا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملتے۔ اور جب واپس آتے تو پہلا کام یہ ہوتا کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جا کر دیکھتے۔

۱؎ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبدالبر القرطبی جلد نمبر ۴ ص: ۳۷۴ تا ۳۷۷

جب آپ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے لئے ایک مقنعہ (سر کو ڈھکنے کا چھوٹا رومال، کسابہ) خریدا ہے اور اس کو زعفران سے رنگا ہے۔ اور اپنے دروازہ پر ایک پردہ لگایا ہے یا (راوی کو شبہ ہے) اپنے گھر میں ایک فرش ڈالا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھا تو واپس تشریف لے آئے اور مسجد میں آکر بیٹھ گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر کہا، جا کر معلوم کیجئے کہ میرے گھر آکر آپ ﷺ دروازہ سے واپس کیوں چلے گئے؟ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور دریافت کیا (کہ آپ صاحبزادی کے دروازہ سے واپس آگئے) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے یہ یہ چیزیں وہاں دیکھیں، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر بتایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی وقت پُرتکلف پردہ جو دروازہ پر ڈالا تھا نکال دیا اور جو بھی نئی بات آپ ﷺ نے ان کے یہاں دیکھی تھی، جو کپڑے پہنے تھے اُتار دیئے اور اپنی معمولی پوشاک (پیوند لگی چادر) اوڑھ لی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس کی خبر دی تو آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے اور فرمایا، اسی طرح رہا کرو، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔[1]

۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کی طرف گئے، مگر اندر داخل نہیں ہوئے۔

۱؎ الامام حماد بن اسحٰق بن اسمٰعیل (۱۹۹۔۲۶۷ھ) کتاب ترکۃ النبی ﷺ والسبل التی وجهها فیها۔ تحقیق ڈاکٹر ضیاء العمری (مطبوعہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ) ط ۱، ۱۴۰۴ھ ص: ۵۶
(بحوالہ صحیح بخاری، ابوداؤد) ابن شاہین نے القلوسی کے واسطہ سے بھی نقل کیا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

باہر ہی سے واپس تشریف لے گئے، جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو انہوں نے یہ بات بتائی۔علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے آ کر کہا،تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کے گھر کے دروازہ پر ایک پردہ دیکھا۔ ہمارا (ہمارے گھرانہ کا) دنیا سے (یعنی دنیا کی آرائشی چیزوں سے) کیا واسطہ؟ راوی کہتے ہیں کہ وہ چادر منقش تھی،راوی کا بیان ہے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتائی،انہوں نے عرض کیا کہ آپ (یعنی آنحضرت ﷺ) جو پسند فرمائیں اس کا حکم دیں (اس کی تعمیل کروں گی) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے جا کر ذکر کیا۔آپ نے فرمایا کہ یہ پردہ فلاں کے گھر بھیج دو۔ان لوگوں کو اس کی ضرورت ہے۔ (حوالہ بالا)

۳۔ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے غلام نے کہا۔" رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر پر روانہ ہوتے تو روانگی کے وقت سب سے آخری کام جو کرتے وہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات ہوتی،اور اسی طرح واپسی میں پہلا کام یہی کرتے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھتے۔ایک مرتبہ کسی غزوہ سے واپس آئے تو فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے دروازہ پر ایک پردہ پڑا دیکھا اور یہ دیکھا کہ حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو چاندی کے کنگن نما (مردانہ) زیور پہنا دیئے گئے ہیں[1] یہ دیکھ کر آپ نے توقف فرمایا اور اندر نہیں تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سمجھ گئیں کہ کس وجہ سے آنحضرت ﷺ اندر نہیں تشریف لائے۔چنانچہ اسی لمحہ پردہ اُتار دیا اور بچوں کے ہاتھ سے وہ چاندی

۱؎ القلب کے معنی کنگن کے ہیں (لسان العرب از ابن منظور)

کے زیور اُتار دیئے،تو وہ دونوں رونے لگے اور روتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے پاس گئے۔آپ نے ان دونوں سے کنگن لے لئے اور فرمایا اے ثوبان یہ (مدینہ کے ایک گھرانہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ) فلاں (یا فلاں) کو دے آؤ۔یہ لوگ (اشارہ فاطمہ،حسن اور حسین کی طرف) میرے اہلِ بیت ہیں۔ میں پسند نہیں کرتا کہ یہ لوگ اس دنیاوی زندگی میں مزے اُڑائیں۔اے ثوبان! فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کھجور کے پتّوں کا بنا ہوا ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن لے آؤ۔[1]

رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی سے حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو عمیق اور جذباتی تعلق تھا وہ ہر طرح قرین قیاس ہے کہ آپ والد بھی تھے،ان کے نبی ومطاع بھی اور سارے عالَم کے نبیؐ مطاع ومحبوب تھے۔آپ ﷺ کی وفات پر ان کا ایک جملہ پُر درد وطویل مرثیہ سے زیادہ بلیغ اور اثر آفریں ہے جب رسول اللہ ﷺ کی تدفین عمل میں آ گئی تو فرمایا:"اے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کس طرح آپ سے رسول اللہ ﷺ پر مٹی[2] ڈالی گئی"؟[3]

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد وفات پائی۔رسول اللہ ﷺ نے ان کو اطمینان دلایا تھا کہ آپ ﷺ سے سب سے پہلے وہی (دارِ آخرت) میں آ کر ملیں گی۔نیز یہ بھی ان سے فرمایا تھا۔

۱؎ ایضاً ص: ۵۷،۵۸ (سنن ابی داؤد اور مسند احمد بن حنبل اور ابن ماجہ کی روایت)

۲؎ یعنی کس دل سے آپ نے رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالی۔

۳؎ صحیح بخاری باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''کیا تم کو یہ بات خوش نہیں کرتی کہ تم خواتین جنت کی سردار[1] ہوگی''

عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ ابن جریج سے راوی ہیں:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی صاجزادی تھیں اور آپ کو اپنی اولاد میں سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ ابوعمر کہتے ہیں جو بات دل کو لگتی ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ کی صاجزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینب، پھر حضرت رقیہ، ان کے بعد حضرت اُم کلثوم اور آخری حضرت فاطمہ تھیں[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہن

وفات: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس سند سے جو حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع ہو کر سیدنا زین العابدین پر ختم ہوتی ہے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال مغرب وعشاء کے درمیان ہوا۔ انتقال کی خبر سن کر حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف لائے۔ جب جنازہ نماز پڑھنے کے لئے لایا گیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ نماز پڑھائیے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ کی موجودگی میں؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں! آگے بڑھئے، واللہ آپ کے سوا کوئی نماز نہیں پڑھائے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی اور رات ہی کو تدفین عمل میں آئی۔[3]

---

[1] البدایۃ والنہایہ جلد نمبر ۶/ص:۳۳۲)

[2] مسند فاطمۃ الزہراء للسیوطی

[3] الموافقہ روایت البصری وابن السّمان (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد نمبر ۸/ص:۲۹ (دار صادر بیروت)

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ مطرف بن عبداللہ الیساری نے خبر دی کہ ہم سے عبدالاعلی بن ابی مساور نے حماد سے اور انہوں نے ابراہیم سے روایت کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی نمازِ جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی۔[1]

واقدی کی روایت کے مطابق آپ کی وفات سنہ ۱۱ھ میں رمضان المبارک کی تیسری تاریخ کو[2] ہوئی اور شب سہ شنبہ ۳/رمضان کو تدفین عمل میں آئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کی اولاد میں حسن، حسین، محسن، ام کلثوم اور زینب ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔ اور ان کے درجے بلند فرمائے۔

(البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۵/ص: ۲۹۳) المرتضیٰ ۱۴۰/تا ۱۴۶)

---

[1] الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد نمبر ۸/ص:۲۹/دار صادر بیروت

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابہ جلد نمبر ۴/ص:۳۸۰

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بعض دیگر صحابیات

حضرت اُمّ سُلَیم بنتِ ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفاۃ سنہ ۳ھ

نام ونسب: سہلہ یا رملہ نام، اُم سلیم کنیت، ماں کا نام ملیکہ بنت مالک، باپ کا نام ملحان تھا، اور شوہر کا نام ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ہے۔

فضل وکمال: حضرت اُم سُلَیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چند حدیثیں مروی ہیں، جن کو حضرت انس، حضرت ابن عباس، زید بن ثابت ابومسلمہ اور عمرو بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان سے روایت کیا ہے۔ لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک مسئلہ میں اختلاف ہوا تھا تو ان بزرگوں نے انہی کو حکم مانا تھا۔ ان کو مسائل پوچھنے میں عار نہ تھا۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئیں اور کہا، یا رسول اللہ ﷺ! حق بات سے اللہ تعالیٰ نہیں شرماتا۔ کیا عورت پر خواب میں غسل واجب ہوتا ہے؟ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ سوال سن رہی تھیں بے ساختہ ہنس پڑیں کہ تم نے عورتوں کی بڑی فضیحت کی، بھلا کہیں عورتوں کو بھی ایسا ہوتا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کیوں نہیں! ورنہ بچے ماں کی ہم شکل کیوں ہوتے۔

فائدہ: سبحان اللہ! حضرت اُم سُلَیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوال سے کئی اہم حقیقتوں کا انکشاف ہوگیا۔ فجزاہا اللہ تعالیٰ (مرتّب)

اخلاق: حضرت اُم سُلَیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں بڑے بڑے اخلاق جمع تھے وہ نہایت صابرہ اور مستقل مزاج خاتون تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس آئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھوکے ہیں، اس لئے کوئی کھانے کی چیز ہو تو بھیج دو۔ حضرت اُم سُلَیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چند روٹیاں ایک کپڑے میں لپیٹ کر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیں کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جا کر پیش کر دیں۔ آپ ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر پوچھا، کیا ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تم کو بھیجا ہے؟ بولے جی ہاں! فرمایا، کھانے کے لئے؟ کہا ہاں! تو حضور اکرم ﷺ تمام صحابہ کو لے کر ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر آئے۔ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مجمع دیکھ کر) گھبرا گئے اور ام سُلَیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا، اب کیا کیا جائے؟ کھانا نہایت قلیل ہے اور آنحضرت ﷺ ایک مجمع کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ حضرت اُم سُلَیم نے نہایت استقلال سے جواب دیا کہ ان باتوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ اندر آئے تو حضرت اُم سُلَیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہی روٹیاں اور سالن سامنے رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی عجب شان کہ اس میں بڑی برکت ہوئی اور سب لوگ کھا کر سیر ہو گئے۔

نکاح: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوطلحہ نے اُم سُلَیم رضی اللہ عنہا کو پیغامِ نکاح دیا۔ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا، اے ابوطلحہ! کیا تم یہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نہیں جانتے، کہ تم جس معبود کو پوجتے ہو وہ ایک لکڑی ہے جو زمین سے اُگی ہے، جس کو بنی فلاں کے حبشی نے چھیل اور سنوار کر بنا دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں! اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا، تو پھر کیا تمہیں ایک ایسی لکڑی کی عبادت کرنے سے شرم نہیں آتی جو زمین سے اُگی ہو، جس کو بنی فلاں کے حبشی نے چھیل کر بنا دیا ہو؟ اگر تم اسلام قبول کرلو تو میں تم سے اس کے سوا کچھ اور مہر نہ طلب کروں گی، انہوں نے کہا کہ میں اپنے معاملہ میں غور کرلوں۔ پھر وہ چلے گئے۔ پھر غور وفکر کرنے کے بعد آئے اور کہا (اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ) تو اُم سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اے انس! ابوطلحہ سے میرا نکاح کردو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک لڑکا بیمار تھا۔ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر گئے اور اس لڑکے کی روح پرواز کرگئی۔ جب ابوطلحہؓ واپس آئے تو دریافت کیا لڑکا کیسا ہے؟ اُم سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا، پہلے سے بہتر حالت میں ہے اور رات کا کھانا ان کے سامنے رکھا۔ انہوں نے کھایا، پھر ان سے شب باشی کی۔ جب فارغ ہوگئے تو اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ آپ لوگ بچے کو دفن کردیجئے۔

جب صبح ہوئی، ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو واقعہ سے مطلع فرمایا۔ آپ نے فرمایا، تم نے رات میں شب باشی کی؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا، اے اللہ! ان دونوں کو برکت عطا فرما، چنانچہ ان کے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ تو ابوطلحہؓ نے مجھ سے کہا

کہ اس کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور اس کے ساتھ چند کھجوریں بھی بھیجیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہارے ساتھ کوئی چیز بھی ہے؟ میں نے عرض کیا، ہاں! کھجوریں ہیں۔ نبی ﷺ نے کھجوریں لے کر چبائیں اور اپنے منہ سے نکال کر بچے کے منہ میں ڈال دیا پھر اس کی تحنیک کی اور ان کا نام عبداللہ رکھا۔ (بخاری ومسلم بحوالہ صفۃ الصفوۃ جلد نمبر ۲ ص: ٦٧)

اولاد: انہوں نے دو نکاح کئے۔ پہلے شوہر سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ابوعمیر اور عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ابوعمیر صغر سنی میں وفات پاگئے اور عبداللہ سے نسل چلی۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ٦ ص: ١٣١)

وفات: حضرت اُم سُلَیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شہادت سنہ ۳ھ میں غزوۂ احد میں ہوئی۔ آپ عورتوں کی جماعت کے ساتھ غزوہ میں شریک تھیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (عہد نبوت کی برگزیدہ خواتین، ص: ٤٨)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت اَسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما متوفاۃ ۷۳ھ

نام ونسب: اسماء نام، ذات النطاقین لقب، حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ماں کا نام قتلہ بنت عبدالعزیٰ تھا۔ہجرت سے ستائیس سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں۔

نکاح، اسلام: حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح ہوا۔اپنے شوہر کی طرح انہوں نے بھی قبول اسلام میں سبقت کی۔ابن اسحٰق کے قول کے مطابق ایمان لانے والوں میں ان کا اٹھارہواں نمبر تھا۔

حق گوئی: حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا طبعاً نیکی کی طرف مائل تھیں۔ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کسوف کی نماز پڑھا رہے تھے۔نماز کو بہت طول دیا تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کیا۔ان کے پاس دو عورتیں کھڑی تھیں جن میں ایک فربہ اور دوسری لاغر تھی۔یہ دیکھ کر انہوں نے اپنے دل کو تسلی دی کہ مجھے ان سے زیادہ دیر تک کھڑے رہنا چاہئے۔لیکن چوں کہ نماز کئی گھنٹے تک ہوتی رہی، حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غشی آ گئی، اور سر پر پانی چھڑکنے کی نوبت آئی۔

ابن ملیکہ کا بیان ہے کہ ان کے سر میں درد ہوتا تو سر پکڑ کر کہتیں، یہ میرا گناہ ہے اور جو گناہ اللہ معاف کرتا رہتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں۔حق گوئی ان کا خاص شعار تھا۔حجاج بن یوسف جیسے ظالم و جابر کے سامنے وہ جس صاف گوئی سے کام لیتی تھیں وہ بجائے خود اپنی نظیر آپ ہے۔ایک دن وہ منبر پر بیٹھا ہوا تھا،

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی کنیز کے ساتھ آئیں اور دریافت کیا کہ امیر کہاں ہے؟ جب معلوم ہوا تو حجاج کے قریب گئیں، اس نے دیکھتے ہی کہا، تمہارے بیٹے نے خدا کے گھر میں الحاد پھیلایا تھا، اس لئے اللہ نے اس کو بڑا دردناک عذاب دیا۔حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے برجستہ جواب دیا۔تو جھوٹا ہے، وہ ملحد نہ تھا بلکہ صائم، پارسا اور شب بیدار تھا۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۶/ص:۱۵۴)

انفاق: حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی سخی تھیں۔اوّل جو کچھ خرچ کرتی تھیں اندازہ سے ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں، مگر جب حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ باندھ باندھ کر نہ رکھا کرو اور حساب نہ لگایا کرو۔جتنا بھی قدرت میں ہو خرچ کیا کرو۔تو پھر خوب خرچ کرنے لگیں۔اور اپنی بیٹیوں اور گھر کی عورتوں کو نصیحت کیا کرتی تھیں کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے اور صدقہ کرنے میں ضرورت سے زیادہ ہونے اور بچنے کا انتظار نہ کیا کرو۔کیوں کہ اگر ضرورت سے زیادتی کا انتظار کرتی رہوگی تو ہونے کا ہی نہیں، اس لئے کہ ضرورت خود بڑھتی رہتی ہے۔اور اگر صدقہ کرتی رہوگی تو نقصان میں نہ رہوگی۔

فائدہ: ان حضرات کے پاس جتنی تنگی اور ناداری تھی اتنی ہی صدقہ وخیرات اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی گنجائش اور وسعت نکل آتی تھی۔آج کل مسلمانوں میں افلاس و تنگی کی عام شکایت ہے۔مگر شاید ہی کوئی ایسی جماعت نکلے جو پیٹ پر پتھر باندھ کر گزر کرتی ہو یا ان پر کئی کئی دن کا مسلسل فاقہ ہو جاتا ہو۔ (حکایاتِ صحابہ)

وفات: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے ایک ہفتہ بعد حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا یہ جمادی الاخریٰ ۷۳ھ کا واقعہ ہے۔اس وقت آپ کی عمر سو سال تھی۔رضی اللہ تعالیٰ عنہا (سیر صحابہ)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفاۃ ۶۹ھ

نام،نسب، اسلام: اسماء، نام، اُم سلمہ کنیت، والد کا نام یزید۔ ہجرت کے بعد مسلمان ہوئیں۔ اور چند عورتوں کے ساتھ آں حضرت ﷺ کی خدمت میں بیعت کے لئے آئیں۔ آپ ﷺ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مجمع میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ مسلمان عورتوں کی طرف سے ایک پیغام لے کر آئی ہوں۔ اللہ نے آپ ﷺ کو مرد وعورت سب کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ ہم نے آپ کی پیروی کی ہے اور آپ پر ایمان لائے ہیں۔ لیکن ہماری حالت مردوں سے بالکل جداگانہ ہے۔ ہم پردہ نشین ہیں اس لئے جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوسکتیں، مرد جمعہ اور جماعت میں شریک ہوتے ہیں، مریضوں کی عیادت کرتے ہیں، نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں، حج کو جاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جہاد کرتے ہیں۔ لیکن ان تمام صورتوں میں ہم گھر میں بیٹھ کر ان کی اولاد کو پالتے ہیں، گھروں کی حفاظت کرتے ہیں، کپڑوں کے لئے چرخہ کاتتے ہیں۔ تو کیا اس صورت میں ہم کو بھی ثواب ملے گا؟

آنحضرت ﷺ نے سنا تو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے فرمایا، کیا تم نے کسی عورت سے ایسی گفتگو کبھی سنی ہے؟ لوگوں نے کہا، نہیں! آپ ﷺ نے اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جواب دیا۔ کہ عورت کے لئے شوہر کی رضاجوئی نہایت ضروری چیز ہے۔ اگر وہ فرائضِ زوجیت ادا کرتی اور شوہر کی مرضی پر چلتی

ہے تو مرد کو جس قدر نیکیوں کا ثواب ملتا ہے عورت کو بھی اسی قدر ثواب ملے گا۔

(سیر صحابہ جلد نمبر ۶ ر ص:۱۶۶)

اخلاق: آنحضرت ﷺ کی خدمت کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ناقہ عضباء کی مہار تھامے تھیں کہ آنحضرت ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔ ان کا بیان ہے کہ وحی کا اتنا بار تھا کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں اونٹنی کے ہاتھ پاؤں نہ ٹوٹ جائیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اکثر اوقات کاشانۂ نبوت میں حاضر رہتی تھیں، ایک مرتبہ بیٹھی تھیں کہ آنحضرت ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا۔ گھر میں کہرام مچ گیا۔ آنحضرت ﷺ دوبارہ واپس آئے تو وہی حالت قائم تھی۔ فرمایا کیوں روتی ہو؟ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا، ہماری حالت یہ ہے کہ لونڈی آٹا گوندھنے بیٹھی ہے، ہم کو سخت بھوک ہوتی ہے، وہ پکا کر فارغ نہیں ہوتی کہ ہم بھوک سے بے تاب ہوجاتے ہیں۔ پھر دجال کے زمانہ میں جو قحط پڑے گا اُس پر کیوں کر صبر کرسکیں گی؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس دن اللہ کی تسبیح اور تکبیر بھوک سے بچائے گی۔ پھر فرمایا کہ رونے کی ضرورت نہیں، اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو میں خود سینہ سپر رہوں گا اور اس کا مقابلہ کروں گا۔ ورنہ میرے بعد اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی حفاظت کرے گا۔

فائدہ: سبحان اللہ! ہم گنہ گاروں کے لئے کتنی تسلی کی بات ہے۔ (اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِين) (مرتّب)

وفات: آپ کی وفات بقول علامہ ابن کثیر ۶۹ھ میں ہوئی، اور دمشق میں باب الصغیر میں مدفون ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا (عہد نبوت کی برگزیدہ خواتین: ۱۰۵)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت اُمّ اَیمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفاۃ ۱۱ھ

نام ونسب: برکہ نام، اُمّ ایمن کنیت، والد کا نام ثعلبہ، حبشہ کی رہنے والی تھیں۔ آنحضرت ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی کنیز تھیں۔ بچپن سے حضرت عبداللہ کے ساتھ رہیں اور جب انہوں نے انتقال کیا تو حضرت آمنہ کے پاس رہنے لگیں اور حضور اقدس ﷺ کی پرورش کی۔ حضرت آمنہ کے انتقال کے بعد سرورِ کائنات ﷺ کے حلقۂ غلامی میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ یعنی اسلام کو قبول فرمایا۔

نکاح: حارث بن خزرج کے خاندان میں عبید بن زید کے ساتھ عقد ہوا لیکن جب انہوں نے وفات پائی تو آں حضرت ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے جو کہ حضور اقدس ﷺ کے محبوب خاص تھے نکاح پڑھا دیا۔

دیگر حالات: جب مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو یہ بھی گئیں اور حضور اکرم ﷺ کی ہجرت مدینہ کے بعد مدینہ واپس آئیں۔ غزوۂ اُحد میں شرکت کی۔ اس موقع پر وہ لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں۔ غزوۂ خیبر میں بھی شریک ہوئیں۔

۱۱ھ میں آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی۔ ام ایمن رضی اللہ تعالی عنہا سخت مغموم تھیں اور رو رہی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھایا کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے اللہ کے پاس بہتر سے بہتر چیز موجود ہے، اس لئے زیادہ رونے کی بات نہیں ہے، تو جواب دیا کہ یہ تو مجھے خوب معلوم

ہے اور یہ رونے کا سبب بھی نہیں۔ رونے کا اصلی سبب یہ ہے کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور اس مبارک سلسلہ سے ہم لوگ محروم ہوگئے۔

فائدہ: سبحان اللہ! کیسی معرفت کی بات ارشاد فرمائی۔ (مرتّب)

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر اس جواب کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ بھی ان کے ساتھ مل کر زار و قطار رونے لگے۔

آپ کا بلند مقام: آنحضرت ﷺ ان کی نہایت عزت کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اُمّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا میری ماں ہیں۔ اکثر ان کے مکان پر تشریف لے جاتے ایک مرتبہ تشریف لائے تو انہوں نے شربت پیش کیا۔ آنحضرت ﷺ کو کسی وجہ سے تردد ہوا تو اس پر ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا ناراض ہوئیں۔ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور اکرم ﷺ کی پرورش کرنے کی وجہ سے حضور ﷺ پر ایک قسم کا ناز تھا۔ یہ خفگی اسی محبت کی خفگی تھی۔

وفات: علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اُمّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات حضور اکرم ﷺ کی وفات کے پانچ ماہ بعد ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (عہدِ نبوت کی برگزیدہ خواتین ص:۴۱)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفاۃ خلافت عمرؓ کے بعد

نام، نسب، اسلام: خولہ نام، والد کا نام ثعلبہ ہے۔

آپ کا اسلام شروع سے ان صالحین کے ساتھ تھا جن کو اللہ نے ہدایت بخشی اور ان پر ایمان کے ساتھ احسان و کرم فرمایا۔ اور جب حضورِ اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیعت سے مشرف ہوئیں۔

حالات: انصار کی خواتین میں حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فصیح وشیریں کلامی میں مشہور ومعروف تھیں۔ ان کو بلاغت، حسن بیان اور فیصلہ کن کلام کی صفات دی گئی تھیں۔ اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہِ خلافت میں ان کا اونچا مقام تھا۔ اس بارے میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ ان کے پاس سے گزرے جب کہ آپ مسلمانوں کے اوپر خلیفہ تھے اور خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جارود عبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سلام کیا۔ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا اور کہا اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھ جائیے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھ گئے اور ان کے قریب آگئے اور متوجہ ہوگئے۔ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سختی سے وعظ ونصیحتیں فرمائیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی برابر سنتے رہے۔

چنانچہ فرمایا: اے عمر! کیا وہ زمانہ دور ہوگیا کہ تجھے (زمانۂ جاہلیت کے

اندر بچپن میں) عمر صغیر (چھوٹا سا عمر) کہا جاتا تھا اور تو عکاظ کے بازار میں اپنی لاٹھی سے بھیڑیں چَراتا تھا۔ اور زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ تو عالی مقام ہوگیا اور تجھے عمر کہا جانے لگا۔ اور پھر ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا کہ تجھے امیر المومنین کہا جانے لگا، لہٰذا اپنی رعایا کے بارے میں اللہ سے ڈر۔ اور جان لے کہ جو وعید (آخرت کا عذاب) سے ڈرا تو اس پر بعید (مشکل کام) قریب ہوگیا۔ اور جس نے موت سے خوف کیا تو وہ فوت ہونے (ہلاکت) سے ڈرا۔

حضرت جارود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا، اے عورت! تو نے امیر المومنین کو بہت کچھ کہہ دیا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (اے جارود) ان کو چھوڑ دو۔ تم جانتے بھی ہو یہ کون ہیں؟ عرض کیا، نہیں! فرمایا یہ وہ خاتون ہیں جن کے شکوے کو اللہ عزوجل نے سات آسمانوں کے اوپر سے سنا۔ تو کیا تمام جہانوں کا پروردگار تو ان کی بات کو سنے اور عمر نہ سُنے؟ جب کہ اللہ کی قسم! اگر یہ ساری رات مجھ سے نہ ہٹیں تو میں بھی نہ ہٹوں گا یہاں تک کہ یہ اپنی بات پوری کرلیں۔

حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان انصار مومنات میں سے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا اور اس میں حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام مجادلہ رکھا گیا (یعنی جھگڑا کرنے والی، مراد کثرتِ کلام کرنے والی ہے) اور اسی نام سے پھر پوری سورت کا نام بھی مجادلہ رکھ دیا گیا جو اٹھائیسویں پارے کی پہلی سورت ہے۔ وہ آیات یہ ہیں: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْٓ اِلَى اللّٰهِ (المجادلة:١) ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تھی۔

وفات: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تک تو یقیناً زندہ تھیں۔اس کے بعد ان کی وفات کی تاریخ کا تعین نہ ہوسکا۔واللہ اعلم بالصواب

(عہدِ نبوت کی برگزیدہ خواتین)

انتباہ: بفضل اللہ تعالیٰ صحابہ اور صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں ازواج مطہرات اور بنات رسول اللہ ﷺ اور چند دیگر صحابیات کے احوال واقوال کا بابرکت تذکرہ اختتام کو پہنچا۔جلد دوم میں مشہور تابعیات کے مختصر تذکرے درج کئے گئے ہیں اور جلد دہم میں انبیاء کرام علیہم السلام کی ازواج مطہرات وصحابیات وتابعیات اور پہلی صدی ہجری سے لے کر ۱۴۱۴ھ تک کی بہت سی محدثات، فقیہات وولیات عارفات کے تذکرے کئے گئے ہیں۔اب ہم تابعین رحمہم اللہ کے احوال واقوال نقل کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس سلسلہ کو بھی تکمیل تک پہنچائے اور ان حضرات کے اسوہ کو اختیار کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین (مرتب)

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ

خَيْرُ اُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِيْنَ يَلُوْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ

(مسلم، کتاب الفضائل: ۲/۳۰۹)

حضراتِ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ

حالات وارشادات

مذکورہ بالا حدیث میں نبیٔ پاک ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے ہیں (صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پھر وہ جو ان سے متصل ہیں (تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ) پھر وہ جو ان سے متصل ہیں (تبع تابعینؒ)۔

معلوم ہوا کہ دوسرا طبقہ اُن حضرات تابعین کا ہے جنہوں نے براہِ راست صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کسب فیض کرکے ان کی تعلیمات اور ہدایات کو مکمل طریقہ سے اُمت کو پہنچایا۔اور امت مسلمہ کے لئے علم وعمل کے ہر شعبہ میں بہترین اُسوہ چھوڑا۔

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَحْسَنَ الْجَزَاء

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت امامنا الاعظم ابوحنیفہ النعمانؒ المتوفی ۱۵۰ھ

نام اور کنیت: آپ کا اسم گرامی نعمان بن ثابت بن زوطی ہے، اور ابوحنیفہ کنیت ہے۔علامہ محمد بن یوسف دمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے اپنے دوست علامہ بدرالدین علائی حنفی سے سنا
وہ امام محی الدین محمد بن سلیمان کافی جی سے نقل کرتے
ہیں، کہ عراقی زبان میں "حنیفہ" دوات کو کہتے ہیں۔ چوں کہ
امام ہمام ہر وقت اپنے ساتھ دوات رکھتے تھے، اس
لئے لوگ آپ کو ابوحنیفہ کہنے لگے۔"

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ کی ایک لڑکی تھی جس کا نام حنیفہ تھا اس کے نام سے آپ کی کنیت ابوحنیفہ ہوگئی۔

لیکن دوسرے محققین سے یہ روایت ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں صرف ایک لڑکا تھا جس کا نام حماد ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسری اولاد نہیں تھی۔ (تذکرۃ النعمان، ص:۷۳)

ولادت، شکل وصورت: آپ کی ولادت ۸۰ھ میں کوفہ میں ہوئی۔ اس وقت عبدالملک بن مروان کی حکومت تھی علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خوش رو، خوش لباس، خوشبو پسند کرنے والے، خوش مجلس، نہایت کریم النفس اور اپنے رفقاء کے بڑے ہمدرد تھے۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قد میانہ تھا، نہ بہت کوتاہ اور نہ بہت دراز۔ آپ نہایت حلیم و بردبار تھے، کسی دشمن کی بھی غیبت نہ فرماتے تھے۔ اور آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ مواسات وغمخواری کا معاملہ فرماتے تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں: علامہ خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اِتّفقَ العلماءُ علیٰ انہ روی عن اصحابِ رسولِ اللہِ ﷺ لکنّھم اختلفوا فی عددھم۔ یعنی علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایات نقل کی ہیں، لیکن صحابہؓ کی تعداد میں اختلاف ہے۔

(دفاع امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، تالیف مولانا عبدالقیوم حقانی، ص:۵۲)

ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے چار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پایا اور ان سے حدیثیں سنیں۔ (۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ میں۔ (۲) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ میں۔ (۳) حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں اور سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی حضرت ابوالطفیلؓ عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ مکرمہ میں۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ خود امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارہا دیکھا ہے۔

(سیر صحابہ جلد نمبر ۷، ص:۶۰۹)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عبادات وریاضات: حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے فہم وفراست، علم وفقاہت میں کمال رکھتے تھے ویسے ہی عبادات وریاضات میں بھی امتیازی شان رکھتے تھے جس کی مثالیں آئندہ پیش کی جائیں گی۔ جو یقیناً ہمارے لئے قابل تقلید اور اُسوہ حسنہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو ذات گرامی اتنی عبادت وریاضت سے نوازی گئی ہو وہ بھلا باطنی نسبت اور دولتِ معرفت سے کیسے محروم رہ سکتی ہے۔

ہمارے ائمہ وفقہاء بھی صاحبِ نسبت تھے: اسی بناء پر مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہمارے مشائخ اور اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کی نسبت اور باطنی نعمت سے شاد تھے، ایسے ہی ہمارے فقہا بھی اس نسبتِ الٰہیہ سے مالا مال تھے۔ کیوں کہ بغیر اس کے دین کی اتنی اہم خدمات کی توفیق انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے میسر نہ ہوتی۔ چنانچہ ان کی عبادات وریاضات اور اخلاقیات سے یہ امر بالکل عیاں ہے۔ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت کی کیفیت وکثرت کو حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب الاعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تحریر فرمایا ہے:

آپ جب حج کے لئے جاتے تھے تو شب وروز طلبِ آخرت اور نجات اُخروی کی فکر میں منہمک رہتے تھے۔ ابن ابی رواد کا بیان ہے کہ میں نے دس دن تک ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو خیال کرکے دیکھا تو میں نے نہ ان کو رات میں سوتے دیکھا نہ دن میں ایک لحظہ آرام کرتے پایا۔ بس ہمہ وقت طواف یا نماز، یا تعلیم میں مصروف دیکھا۔ نیز وہ فرماتے ہیں کہ طواف کرنے، نفل پڑھنے اور مسائل بتانے میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ صابر (یعنی نہ اُکتانے والا) میں

نے کسی کو نہیں پایا۔ (خیر الحسان)

خارجہ کہتے ہیں کہ کعبہ کے اندر ایک رکعت میں چار شخصوں نے قرآن ختم کیا ہے، ان میں سے ایک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ امام ابوحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری حج میں کعبہ کے اندر ایک پیر پر کھڑے ہو کر نصف قرآن اور دوسرے پیر پر دوسرا نصف پڑھا۔ اس کے بعد دعا کی کہ یارب! میں نے اپنی بساط کے موافق تجھ کو خوب پہچان لیا، لیکن تیری عبادت کا حق ادا نہ کرسکا۔ لہٰذا کمالِ معرفت کے عوض نقصانِ خدمت سے درگزر فرما۔ بیت اللہ کے ایک گوشہ سے آواز آئی کہ تم نے اچھی طرح پہچانا اور خالص خدمت کی۔ ہم نے تمہاری اور تمہارے سچے متبعین کی مغفرت فرمائی۔ (خیر الحسان)

ابومطیع کا بیان ہے کہ میں رات کے جس حصّہ میں بھی مطاف میں پہنچا ہوں تو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان کو طواف کرتے ہوئے پایا ہے۔

(اعیان الحجاج جلد نمبر ۱/ ص: ۱۱۰)

حضرت مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلّی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت زفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رات ہمارے یہاں گزاری، پس پوری رات ایک آیت پڑھتے ہوئے گزار دی اور وہ آیت یہ تھی: "وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ۔" اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے۔

اور انہی سے روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو نمازِ عشاء میں سورہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

"اِذَازُلزلت" پڑھتے سنا، اور آپ اس کی اقتداء میں پیچھے تھے۔ پس آپ مسجد سے لوگوں کے نکلنے کے بعد ٹھہر گئے، یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ اور کھڑے ہو کر اپنی ڈاڑھی پکڑے یہ کہہ رہے تھے۔ یَامَنْ یَجْزِیْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا خَیْرًا، وَیَامَنْ یَجْزِیْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا شَرًّا اَجِرْ عَبْدَكَ النُّعْمَانَ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ:۔ اے وہ ذات عالی! جو ذرہ برابر نیکی کا بدلہ نیکی سے دے گی اور اے وہ ذات گرامی جو ذرہ برابر برائی کا بدلہ برائی سے دے گی، اپنے عبد نعمان کو آگ سے پناہ دیجئے۔ (اقامۃ الحجۃ، ص: ۱۳)

ف: حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس عبرت آمیز ونصیحت آموز واقعہ سے بخوبی واضح ہوا کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ علم وفقہ کی نعمت کے ساتھ غایت درجہ خشیت الٰہی سے بھی متصف تھے، جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد (اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ) کے مطابق عام علماء ربّانیین کی صفت ہے۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ کے ارشاد (وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُھُمْ بِاللّٰہِ وَاَشَدُّھُمْ لَہٗ خَشْیَةً) (بخاری ومسلم) اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور علم لوگوں میں سب سے زیادہ حاصل ہے۔ اسی وجہ سے خوف وخشیت بھی مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ حاصل ہے۔

پس حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعہ سے جیسے حضورِ اکرم ﷺ کی ظاہری سنتوں کے علم ومعرفت اور ان کی اتباع میں پیش پیش ہونے کی شہادت ملی، ویسے ہی آپ ﷺ کی باطنی سُنتوں اور صفتوں کے غایت درجہ متبع و پابند ہونا بھی ثابت ہوا یعنی آپ نبیٔ اکرم ﷺ کے ظاہری و باطنی جملہ

علوم ومعارف اور احوال واوصاف کے صحیح طور پر وارث وامین تھے۔

اسی لئے حضرت مرشدی مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہم کو چاہئے کہ جیسے حضور اکرم ﷺ کے اقوال کی تقلید کو ہم ضروری سمجھتے ہیں ویسے ہی آپ کے احوال خوف وخشیت، تواضع وفروتنی وغیرہ صفات کی اقتداء کو بھی لازم سمجھیں۔ واللہ الموفق (مرتب)

مکارمِ اخلاق: اب ہم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق فاضلہ کے سلسلہ کے چند واقعات نقل کریں گے جن کا تعلق درحقیقت باطن وقلب ہی سے ہے جیسا کہ کہا گیا ہے: نَعْنِیْ بِالْاَخْلَاقِ مَاھُوَ مِنْ اَعْمَالِ الْقُلُوْبِ۔ یعنی اخلاق اعمالِ قلب ہی کا نام ہے۔ (کنز العمال)

ولید بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے تلامذہ کے حالات معلوم کرنے میں بہت بے نظیر تھے، جو صاحبِ ضرورت ہوتا اس کی غمخواری کرتے، اور اگر کوئی بیمار ہوتا تو اس کی تیمارداری کرتے، اگر ان میں سے یا رشتہ داروں میں سے کوئی مرجاتا تو جنازہ میں شرکت فرماتے اور اگر کسی پر کوئی مصیبت آپڑتی تو اس کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش فرماتے۔ آپ بہت شریف الطبع انسان تھے۔

ابومحمد حارثی نے ابو معاذ سے روایت کی کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو میرے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آنے جانے کا علم تھا، ان دونوں میں منافست تھی جو ہم زمانہ لوگوں میں ہوتی ہے۔ لیکن یہ منافست امام ابوحنیفہؒ کو میری ضروریات پوری کرنے سے اور مجھے قربت مرحمت فرمانے سے نہیں روکتی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تھی۔ وہ بہت ہی بردبار، پرہیزگار اور صاحب وقار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر خصالِ شرافت جمع کر دی تھیں۔

فائدہ: **المعاصرۃ اصل المنافرۃ۔** مگر سچے علماء ومشائخ اس سے بھی پاک ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک اصل حق ہوتا ہے اس لئے اس کو قبول کرتے ہیں، دوسری کسی غرض کو خاطر میں نہیں لاتے۔ جیسا کہ ہمارے جملہ اکابر کا معمول رہا ہے۔ (مرتب)

عاصم بن یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد کے کنارے کھڑے ہو کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو برا بھلا کہنے اور گالیاں دینے لگا۔ امام صاحبؒ نے اپنی بات نہیں بند کی اور نہ اس کی طرف کوئی توجہ کی، نہ اس کو کوئی جواب دیا۔ بلکہ اپنے اصحاب کو بھی منع کر دیا کہ اس سے کوئی بات کریں۔ جب امام صاحبؒ سبق سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو وہ آدمی پیچھے ہولیا۔ جب اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو ٹھہر گئے اور اس کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ نوجوان! یہ میرا گھر ہے، اگر آپ اپنی بات پوری کرنا چاہتے ہیں تو بالکل خوف نہ کریں، اسے پوری کر لیں۔ یہ سن کر نوجوان کو شرم آگئی۔

فائدہ: یہ تھا حلم وبردباری، جو نبی اکرم ﷺ کی خاص صفت تھی، جس کا آپ اتباع فرماتے تھے۔ (مرتب)

عبداللہ بن مرزبان سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، بعض مرتبہ ایسا ہوتا کہ والدہ محترمہ کو عمر بن ذر کی مجلس میں لے جاتا، ان کو وعظ میں کوئی شک ہوتا تو فرماتیں کہ عمر بن ذر کے پاس جا اور پوچھ کر آ۔ میں مسئلہ

بتلاتا تو وہ تسلیم نہ کرتیں، اس لئے عمر بن ذر کے پاس آتا اور کہتا، میری ماں کو اس مسئلہ کی ضرورت ہے اور انہوں نے حکم دیا ہے کہ آپ کے پاس آکر پوچھوں۔ اس پر وہ کہتے کہ آپ یہ مسئلہ مجھ جیسے سے پوچھتے ہیں؟ میں کہتا، میری ماں نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ وہ کہتے، اچھا آپ جواب مجھے بتلائیے، پھر میں آپ کو بتلادوں گا۔ چنانچہ میں ان کو جواب بتلاتا، پھر وہ مجھ کو بتلاتے اور میں ماں کی خدمت میں آکر عمر بن ذر کی طرف سے بتادیتا۔

ف: یہ تھی اطاعت ماں کی۔ جن کی اطاعت کا قرآن وحدیث میں تاکیدی امر ہے۔ (مرتب)

ابراہیم بن سعید جوہری سے روایت ہے کہ میں امیر المومنین ہارون رشید کی مجلس میں تھا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ ہارون رشید نے فرمایا ابو یوسف! امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاق بیان کرو۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ جل مجدہٗ فرماتے ہیں: "مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ۔" یعنی انسان کوئی لفظ نہیں بولتا جس کی حفاظت کرنے کے لئے اس کے پاس فرشتے منتظر نہ رہتے ہوں۔ (ق:۱۸)

نیز اللہ تعالیٰ ہر بولنے والے کی آواز کو سنتا جانتا ہے۔

میرا علم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محارم کے ارتکاب سے شدّت کے ساتھ روکنے والے اور بہت ہی پرہیزگار تھے۔ اللہ کے دین کی بابت وہ بات ہرگز نہیں کہتے تھے جس کو وہ قطعی طور پر نہ جانتے ہوں۔ ان کو یہ بات پسند تھی کہ اللہ کی اطاعت کی جائے، اس کی نافرمانی نہ کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جائے ۔اہلِ دنیا سے اپنے زمانہ میں دور رہے، دنیا کی عزت کی رغبت نہیں کی۔ لمبی خاموشی والے تھے ۔علم کے وسیع تر میدان میں ہمیشہ غور وفکر کرتے رہتے تھے ۔نہ بیہودہ گو تھے، نہ بکواسی ۔اگر کوئی مسئلہ پوچھا جاتا اور ان کو علم ہوتا تو جواب دیتے ۔اگر اُستاد سے سُنا ہوا علم نہ ہوتا تو حق کے مطابق قیاس کرتے اور اس حق کی اتباع کرتے ۔وہ اپنے آپ کی اور دین کی حفاظت کرنے والے تھے ۔علم اور مال کو بہت زیادہ خرچ کرنے والے تھے ۔اور تمام لوگوں سے غنی النفس تھے ۔ لالچ کے قریب نہیں جاتے تھے ۔غیبت سے بہت دور تھے ۔جب بھی کسی کا ذکر کرتے تو اچھائی کے ساتھ کرتے ۔ یہ سن کر ہارون رشید نے کہا، یہی اللہ کے نیک بندوں کے اخلاق ہوتے ہیں ۔

ابومؤید خوارزمی نے معافی بن عمران موصلی سے روایت کی ہے، کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اندر دس ایسی خصلتیں تھیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی کے اندر ہوتو وہ اپنی قوم کا رئیس ہوجائے اور اپنے قبیلہ کی سرداری کرے ۔
(۱) پرہیزگاری ۔ (۲) راست گوئی ۔ (۳) فقہ ۔ (۴) لوگوں کی غمخواری ۔
(۵) ہمیشہ نفع دینے والی چیز کی طرف توجہ ۔ (۶) اکثر خاموش رہنا۔
(۷) درست گوئی ۔(۸) مصیبت زدہ کی مدد، دوست ہو یا دشمن ۔ (۹) مروت ۔
(۱۰) صحیح غور وفکر ۔ (تذکرۃ النعمان، ص:۲۷۲)

ف: کیا خوب خصلتیں ہیں جو لائحہ عمل بنانے کے لائق ہیں ۔واللہ الموفق (مرتب)

آپ کا ایک پڑوسی یہودی تھا جس کے بیت الخلاء کی نالی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں گرتی تھی ۔آپ دس سال تک صبر کرتے رہے اور جو کچھ اس

نالی سے آپ کے گھر میں گرتا اس کو ہر روز جھاڑ کر کوڑے خانہ پر پھینک دیتے تھے اور یہودی پڑوسی کو کبھی اس کا علم نہ ہونے دیا ۔آخر دس سال کے بعد جب یہودی کو یہ بات معلوم ہوئی تو رونے لگا اور آپ کی خدمت میں آ کر مسلمان ہوگیا ۔

ف: غور فرمائیں کہ صبر وتحمل کا کتنا عمدہ ثمرہ مرتب ہوا ۔یہی وہ اخلاق ہیں جن سے اسلام پھیلا ۔اگر آج بھی ان اخلاق کو ہم پیش کریں تو سارے عالم میں اسلام کا بول بالا ہوجائے اور بے گانے یگانے ہوجائیں ۔ (مرتب)

آپ کی فہم وفراست: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے جو قرأت اور روایتِ حدیث میں مشہور ہیں اور تابعی بھی ہیں ۔حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ فلاں فلاں مسئلہ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں ان کا اس طرح جواب دیتا ہوں ۔تو حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ آپ کو یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی؟ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ۔

(۱) آپ نے ہم سے حدیث بیان کی حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۔(۲) آپ نے حدیث بیان کی ابووائل سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۔(۳) آپ نے حدیث بیان کی ابوایاس رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ کَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ عَمَلِهٖ۔ جس شخص نے کسی کارِ خیر کی طرف رہنمائی کی تو اس رہنمائی کرنے والے کو بھی عمل کرنے والے کے برابر اجر ملے گا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دوسرے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ آپ نے حدیث بیان کی ہم سے ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ سے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میں اپنے گھر میں نماز پڑھ رہا تھا تو اچانک ایک شخص میرے پاس آیا تو یہ مجھ کو اچھا لگا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: لَكَ اَجْرَانِ اَجْرُ السِّرِّ وَاَجْرُ الْعَلَانِيَة۔ تمہارے لئے دو اجر ہیں، ایک عمل پوشیدہ رکھنے کا اور دوسرا عمل کے ظاہر ہونے کا۔

اس کے بعد امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تیسرے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ: (۱) آپ نے ہم سے حدیث بیان کی حکم سے انہوں نے ابومجلز سے، انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے۔ (۲) آپ نے ہم سے حدیث بیان کی ابوصالح سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے۔ (۳) آپ نے ہم سے حدیث بیان کی ابوزہیر رحمۃ اللہ سے، انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، انہوں نے حضور پاک ﷺ سے۔ (۴) آپ نے ہم سے حدیث بیان کی یزید رقاشی سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے۔ تو اس وقت حضرت اعمش نے فرمایا: حسبك، ما حدّثتك فی مئة یوم حدّثتنی فی سَاعةٍ ما علمتُ اَنّكَ تعمَلُ بِهٰذه الاَحَاديث، يا مَعْشَرَ الفُقَهاء انتمُ الاَطِبّاء۔ ونحن الصّيادلة، وانت ايّها الرّجلُ اخذت بكِلَا الطّرفَيْن۔ یعنی جو کچھ

میں نے آپ سے سَو دنوں میں بیان کیا تھا، آپ نے مجھ کو تھوڑے وقت میں بتادیا مجھ کو نہیں معلوم تھا کہ آپ ان احادیث پاک پر عمل کرتے ہیں۔ اے فقہاء کی جماعت تم لوگ اطباء ہو اور ہم لوگ دوافروش ہیں، اور آپ دونوں کے جامع ہیں یعنی طبیب بھی اور دواساز بھی۔ (اثر الحدیث الشریف فی اختلاف الائمۃ والفقہاء)

آپ کی فراست کا ایک واقعہ: ابوالقاسم بن کاؤس نے حسن بن زیاد سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے مال دفن کیا اور جگہ بھول گیا کہ کہاں دفن کیا ہے۔ تلاش کیا، نہیں ملا، تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور صورتِ حال بیان کی۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ کوئی فقہی مسئلہ ہے جو بتلاؤں؟ اچھا جاؤ اور آج ساری رات صبح تک نماز پڑھو تم کو یاد آجائے گا کہ کہاں دفن کیا ہے۔ وہ آدمی واپس گیا۔ رات آئی، اس نے نماز شروع کی، ابھی چوتھائی رات بھی نہیں گزری تھی کہ مال یاد آگیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آکر خبر دی۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، مجھے یہ معلوم تھا کہ شیطان تم کو ساری رات نمازیں نہیں پڑھنے دے گا۔ بلکہ تمہیں مال یاد دلادے گا۔ تم نے ساری رات نماز میں کیوں نہ گزاری کہ اللہ کا شکر ادا ہوتا۔ (تذکرۃ النعمان)

امام صاحب ؒ کا جواب ایک ملحد کو: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں کسی ملحد نے آپ سے کہا کہ آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ اس دنیا کو اللہ نے پیدا کیا ہے، ہم کہتے ہیں کہ یہ دنیا خود بخود بن گئی ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہاں! میں ثابت کردوں گا کہ یہ دنیا خود بخود نہیں پیدا ہوئی ہے، بلکہ اسے ایک اللہ نے پیدا کیا ہے۔ مگر یہ بات میں ایک مجمع کے سامنے ثابت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کروں گا تا کہ تم کو انکار کرنے کی مجال نہ رہے۔ چنانچہ اس سے جگہ اور وقت مقرر ہوگیا۔ جو دن اور وقت اس کے لئے مقرر تھا، اس دن وہ ملحد اپنے حامیوں کے ساتھ وقت مقررہ پر پہنچ گیا۔ اور یہ سن کر امام صاحب ایک ملحد کا جواب دیں گے ایک بڑا مجمع اکٹھا ہوگیا۔ مگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ وقت مقررہ پر نہیں پہنچ سکے۔ جب زیادہ دیر ہوگئی تو ملحد اور اس کے حامیوں نے کہنا شروع کیا کہ دیکھو بھائیو! امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھاگ کھڑے ہوئے وہ یہ بات کہہ ہی رہا تھا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہنچ گئے اور مجمع کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ بھائیو! مجھے دیر ہوگئی، آپ لوگوں سے معافی چاہتا ہوں۔ مگر دیر کی وجہ بھی سن لیجئے۔ ہُوا یوں کہ میں گھر سے چلا، راستہ میں ایک دریا پڑا۔ دیکھا کہ کوئی کشتی نہیں نظر آرہی ہے۔ میں بہت پریشان ہوا اور سوچنے لگا کہ اگر میں وقت پر نہیں پہنچ سکوں گا تو لوگ نہ جانے کیا کیا کہیں گے۔ بس اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ دریا کے کنارے ایک بڑا درخت اچانک کٹ کر گر پڑا۔ اور خود بخود اس کے تختے بن گئے اور تھوڑی دیر میں کشتی بن کر تیار ہوگئی، میں سوار ہو کر جلدی جلدی پار اترا، اور پھر آپ کے سامنے حاضر ہوگیا۔

یہ بات سن کر ملحد بولا کہ میں ایسے جھوٹے مکار آدمی سے بات نہیں کرسکتا جو اتنا بڑا جھوٹ بولتا ہو۔ کوئی درخت اپنے آپ سے گر تو سکتا ہے مگر کٹ کر تختے خود بخود نہیں بن سکتے اور نہ خود بخود کشتی بن سکتی ہے اور نہ بغیر ملاح کے خود بخود آر پار ہوسکتی ہے۔ وہ جب بات پوری کر چکا تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بھائیو! ان سے پوچھئے کہ جب ایک درخت خود بخود نہیں کٹ سکتا۔ تختے خود بخود نہیں جُڑ سکتے، کشتی خود بخود نہیں چل سکتی اور وہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے

خود بخود نہیں جا سکتی، تو اتنی بڑی کائنات خود بخود کیسے بن سکتی ہے؟ اور اس کے اندر زمین وآسمان، چاند، سورج سب اپنے آپ کیسے بن سکتے ہیں اور یہ سب برابر حرکت کر رہے ہیں اور لاکھوں کروڑوں برس سے ان کی حرکت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب ایسا تھا کہ وہ ہکا بکا رہ گیا۔ اور مجمع نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور وہ ملحد بھاگ کھڑا ہوا۔ (بشکریہ ”سہ ماہی صدائے مدینۃ العلوم، بردوان (مغربی بنگال)

حضرت امام اعظمؒ کے کمال علم پر علماء کی شہادت

شداد بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر میں نے کوئی عالم نہیں دیکھا۔

مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ”وہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔“

وکیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”میں کسی عالم سے نہیں ملا جو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فقیہ ہو اور ان سے بہتر نماز پڑھتا ہو۔“

نضر بن شمیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ”لوگ علم فقہ سے بے خبر تھے، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے آکر انہیں بیدار کیا ہے۔“

یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ہم اللہ کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتے، واقعی بات یہ ہے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہتر فقہ ہم نے کسی کی نہیں سنی، اسی لئے ان کے اکثر اقوال ہم نے بھی اختیار کر لئے ہیں۔“

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: ”فتویٰ میں یحییٰ بن سعید کوفیوں کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قول اختیار کرتے تھے۔"

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔"جسے علم فقہ میں مہارت حاصل کرنا ہو اُسے لازم ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ کو نہ چھوڑے، کیوں کہ تمام لوگ فقہ میں ان کے محتاج ہیں۔

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:"فقہ تو بس ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہے"

جعفر بن ربیع رحمۃ اللہ کہتے ہیں۔"میں پانچ سال ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کی خدمت میں رہا، ان جیسا خاموش انسان میں نے نہیں دیکھا۔ ہاں جب ان سے فقہ کا کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو اس وقت کھل جاتے اور دریا کی طرح بہنے لگتے۔"

عبداللہ بن داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ"اہلِ اسلام پر فرض ہے کہ وہ اپنی نمازوں کے بعد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دعا کریں۔"اور ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:"انہوں نے امت کے لئے آنحضرت ﷺ کی سُنّتیں اور فقہ کے مسائل جمع کر دیئے ہیں"

روح بن عبادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ابن جریج کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ انہیں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وفات کی خبر پہنچی، انہوں نے فوراً (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) کہا اور فرمایا، افسوس! بہت بڑا علم چلا گیا۔

(سیر صحابہ جلد نمبر ۷ رص:۶۰۹)

فائدہ: راس التابعین حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ ایمانی صفات، کثرتِ عبادات، خوف وخشیتِ باری تعالیٰ جیسی صفات جن کا تعلق خاص اللہ رب العزت سے ہے۔ اس کے ساتھ ہی اللہ کی مخلوق کے ساتھ حسنِ خُلق، حلم وبردباری،

عفو ودرگزر کے واقعات کو پڑھ کر عیاناً معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اللہ جل شانہٗ کی معرفت اور آپ سے خاص نسبت ومحبت حاصل تھی جس کی بناء پر عنداللہ قرب وقبول اور وجاہت وکرامت کے عالی مقام پر آپ فائز تھے۔

مزید ہمعصر علمائے اعلام (جو درحقیقت شہداء اللہ فی الارض کے مصداق ہیں، ان) کی شہادات آپ کی عظمت وبزرگی پر اور ان کے فضائل وکمالات کا اعتراف آپ کی خاص ولایت پر مثل آفتاب کے روشن ہے۔ اب اگر اس کے باوجود کوئی معاند شخص یا جماعت ان کو طعن وتشنیع کا مورد بنائے تو میں بالیقین عرض کرتا ہوں کہ وہ حدیث قدسی: مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ۔

(بخاری ص: ۳۶۳) کے عین مقابلہ ونشانہ پر ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

لہٰذا ایسے لوگوں سے بصد ادب گزارش ہے کہ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ یا ان جیسے دیگر ائمہ کرام کی جو درحقیقت اولیاء اللہ ہیں دلآزاری وایذارسانی سے پوری طرح اجتناب کریں، تاکہ دین ودنیا کے خسارہ بلکہ سوء خاتمہ سے محفوظ رہ سکیں۔ اور یہ بات درحقیقت بعض متدین عادل سلفی علماء مثلاً العلامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے ان ائمہ اعلام وفقہاء کرام پر بھی تردید وتنقید سے اپنی تحریروں میں سختی سے منع کیا ہے۔ جیسا کہ مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب"کاروانِ زندگی جلد نمبر ۷ رص: ۱۲" میں درج فرمایا ہے۔ اور اس حقیر نے"اقوالِ سلف جلد نمبر ۱۱ رصفحہ ۴۴۴ رمیں العلامہ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ" کے تذکرہ میں اس کو نقل کیا ہے۔ کاش اس تحریر کا رسالوں میں برابر اعادہ ہوتا رہتا تو امت کو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نفع ہوتا۔اور بہت سی سوءظنی بلکہ سوءادبی سے حفاظت ہوجاتی۔(مرتب)

ارشادات حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جس میں اپنے شیخ حماد اور ہراُس شخص کے لئے دعا نہ کی ہو جس سے میں نے پڑھا یا پڑھایا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عیال ہیں آپ رات میں سوتے نہ تھے اور کثرتِ نماز کی وجہ سے ان نام کاوتدَ (یعنی میخ وکھونٹی) رکھ دیا گیا تھا۔

آپ اپنے مقروض کی دیوار کے سائے میں بیٹھتے نہ تھے اور فرماتے تھے (کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعاً فَهُوَ رِبًا) یعنی قرض پر جو بھی نفع حاصل ہو وہ سود ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ جب قاضی نے رشوت لے لی تو وہ معزول ہوگیا خواہ امام اس کو معزول نہ کرے۔

آپ سے حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق سوال کیا گیا کہ کون افضل ہیں؟ تو فرمایا کہ ہم تو ان کے ذکر کرنے کے بھی لائق نہیں۔ چہ جائیکہ ہم یہ فیصلہ کریں کہ ان میں کون افضل ہے اور کون مفضول۔

ف: سبحان اللہ! کس قدر تواضع وادب کی بات ہے۔ مگر آج کل اس میں عام ابتلاء ہے کہ باہم اکابر کے سلسلہ میں تفاضل کی باتیں بے دھڑک کی جاتی ہیں۔ جب کہ ان حضرات کے مقامات کی ہم کو ہوا بھی نہیں لگی ہے، کاش کہ ہم اس امر میں بھی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کر لیتے تو بہت سی نزاعات کا سدّ باب ہوجاتا اور لایعنی اور بے ہودہ باتوں سے نجات مل جاتی۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اگر کوئی اللہ کا بندہ اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت کرے کہ ستون جیسا ہوجائے، مگر اس کو یہ خیال نہ ہو کہ ہمارے شکم میں حلال کھانا جارہا ہے یا حرام، تو اس کی ایک عبادت بھی قبول نہ کی جائے گی۔

فرماتے تھے کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ دنیا میں پرہیزگار عالم سے بڑھ کر کوئی عظیم و برتر نہیں ہے۔ (طبقات جلد نمبر ا ص:۲۶)

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن صہیب کلبی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

عَطَاءُ ذِي الْعَرْشِ خَيْرٌ مِنْ عَطَائِكُمْ
وَسَيْبُهُ وَاسِعٌ يُرْجٰى وَيُنْتَظَرُ
اَنْتُمْ يُكَدِّرُ مَا تَعْطُوْنَ مِنْكُمْ
وَاللّٰهُ يُعْطِي بِلَا مَنٍّ وَلَا كَدِرٍ

ترجمہ: اے مخاطب! اللہ رب العالمین کی عطاء تمہاری عطاء سے بہتر ہے اور اس کا فضل بہت ہی وسیع ہے، اسی کی امید لگائی جانی چاہیئے اور اسی کا انتظار ہونا چاہیئے۔ تم جو کچھ دیتے ہو تمہارا احسان جتانا اس کو خراب کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بغیر احسان جتلائے اور بلا مکدّر کئے عنایت فرماتے ہیں۔

صمیری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

كَفٰى حزنا لا حَيَاةً هَنِيئَةً   و لا عملٌ يَرضى به الاِلٰهُ صَالِحِ

ترجمہ: حزن وغم کے لئے یہی کافی ہے کہ نہ زندگی خوشگوار ہو اور نہ ایسا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عمل صالح ہو کہ اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں۔

ف: یہ درحقیقت خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔آمین (مرتب)

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص ریاست قبل از وقت طلب کرتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے اور ذلت میں زندگی گزارتا ہے۔

ابومحمد حارثی رحمۃ اللہ علیہ نے امام زفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے ہوئے سنا کہ جس کے علم نے اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے نہیں روکا اور گناہوں سے باز نہیں رکھا تو وہ شخص خسارے میں ہے۔ (تذکرۃ النعمان،ص:۲۸۰)

ف: بیشک اس سے بڑھ کر کیا خسارہ ہوگا۔ (مرتب)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ جب عورت اپنی جگہ سے اٹھے تو تم اس کی جگہ پر اس وقت تک نہ بیٹھو جب تک کہ وہ جگہ ٹھنڈی نہ ہو جائے۔

ف: سبحان اللہ! اس میں عورت کے خیال اور وسوسہ سے بھی پرہیز کرنے کی کیسی تعلیم فرمائی جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ وطہارت کی دلیل ہے۔ (مرتب)

ابونعیم فضل بن دکین سے روایت ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر دنیا اور آخرت میں علماء اللہ تعالیٰ کے ولی نہیں، تو پھر کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں ہوسکتا۔

فائدہ: سبحان اللہ! یہ بھی کس قدر اہم حقیقت ارشاد فرمائی، ورنہ تو آج کل کے لوگ علماء کاولایت و بزرگی سے دور کا بھی واسطہ نہیں سمجھتے۔ (مرتب)

ابوعبداللہ صمیری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے صبح کی نماز کے بعد کچھ مسائل معلوم کئے گئے جن کا آپ نے جواب دیا، کسی نے کہا؛ کیا سلف رحمہم اللہ نماز فجر کے بعد کلام خیر کے علاوہ دوسری بات کو مکروہ نہیں جانتے تھے؟ تو حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اور کون سا کلام خیر اس سے بڑھ کر ہے کہ میں تم لوگوں کو بتلاؤں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز فجر کے بعد اگر بضرورت مسائل شرعیہ کے متعلق ضروری کلام ہو تو روا ہے، بلکہ کارِ خیر ہے۔ (مرتب)

روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب میں راستہ چل رہا ہوں تو مجھ سے دین کی کوئی بات مت پوچھنا۔ اور جب میں لوگوں سے ہمکلام رہوں اس وقت بھی مت پوچھنا۔ جب میں کھڑا رہوں، یا ٹیک لگا کر بیٹھا رہوں اس وقت بھی مت پوچھنا۔ اس لئے کہ ان حالات اور ان مواقع میں آدمی کی عقل مجتمع نہیں ہوتی۔

فائدہ: یہ آداب المعاشرت میں سے بھی ہے۔ مگر افسوس کہ اس کی عام طور پر رعایت نہیں کی جاتی۔ (مرتب)

ابومحمد حارثی رحمۃ اللہ علیہ نے زافر بن سلیمان سے روایت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ سے حضرت علی وحضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مقام صفین کے شہداء

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے خود کوئی ایسی چیز پیش کرنے سے ڈرتا ہوں جس کے بارے میں وہ مجھ سے سوال کرے۔ اور جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سامنے کھڑا کرے گا، تو ان لوگوں کے معاملات کی بابت مجھ سے کچھ بھی سوال نہ فرمائے گا بلکہ صرف ان چیزوں کے متعلق سوال کرے گا جن کا مجھے مکلف بنایا ہے لہٰذا میرے لئے ان ہی چیزوں میں مشغول ہونا بہتر ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال فرمائے گا۔ (حوالہ بالا)

ف: اس سے لایعنی باتوں سے بچنے کا کس قدر اہتمام معلوم ہوا۔ (مرتب)

سہل بن مزاحم سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اصحاب سے فرما رہے تھے کہ اگر تم اس علم سے خیر کا ارادہ نہ کرو گے تو تم کو خیر کی توفیق نہیں دی جائے گی۔

ف: معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نیت کا بہت بڑا مقام ہے۔ لہٰذا علماء وطلبہ کو بلکہ ہر دینی کام کرنے والے کو خیر کی نیت کا خوب اہتمام کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ (مرتب)

سہل بن مزاحم سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس قوم پر بڑا تعجب کرتا ہوں جو ظن سے بات کرتی اور ظن پر عمل کرتی ہے۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے لئے اس کو پسند نہیں فرمایا اور حکم دیا (وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ) اے نبی ﷺ! جس بات کا آپ کو علم نہ ہو اس پر عمل درآمد نہ کریں۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض تلامذہ سے مروی ہے کہ امام صاحب

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو شخص علم دین دنیا کمانے کے لئے سیکھتا ہے وہ علم کی برکات سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ علم اس کے قلب میں راسخ نہیں ہوتا۔ اور وہ علم سے کوئی بڑا فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اور جو شخص علم کو دین کے لئے سیکھتا ہے، اس کے لئے علم میں برکت پیدا کر دی جاتی ہے، وہ اس کے قلب میں راسخ ہو جاتا ہے اور اس سے نفع اٹھانے والے طلبہ نفع اٹھاتے ہیں۔

امام اہل بلخ حسن بن محمد لیثی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے بڑی طاعت ایمان باللہ ہے اور سب سے بڑی معصیت کفر باللہ ہے۔ تو جس شخص نے اعظم طاعات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور اعظمِ معاصی سے اجتناب کیا، تو ان دونوں کے درمیان جو خطائیں اس سے سرزد ہوں گی۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے ان خطاؤں کی مغفرت کی امید ہے۔

فائدہ: سبحان اللہ! کیسی رجاء وامید کی بات ارشاد فرمائی ہے۔ (مرتب)

سعید بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ابراہیم! تم کو جب اچھی عبادت کی توفیق دی گئی ہے تو مناسب ہے کہ علم کی طرف بھی توجہ رہے۔ اس لئے کہ علم عبادت کی جڑ ہے اور اسی سے کام بنتا ہے۔ (حوالہ بالا)

فائدہ: غور فرمائیے کہ اس سے علم کی کیسی فضیلت ثابت ہوئی۔ مگر اب عمل کی طرف تو کسی قدر توجہ ہے بھی، مگر علم کی طرف بالکل نہیں اور جب تک عمل کے ساتھ صحیح علم نہیں ہوتا کشود کار نہیں ہوتا اور نہ ترقی ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جیسے علم کے لئے عمل کی ضرورت ہے ویسے ہی عملِ صحیح کے لئے علمِ صحیح کی بھی ضرورت ہے۔ (مرتب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ابورجاء ہروی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص علم حدیث پڑھتا ہے لیکن فقہِ حدیث کی طرف توجہ نہیں کرتا، اس کی مثال اس دوافروش کی طرح ہے جو دوائیں تو جمع کرتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ کونسی دوا کس مرض کے لئے مفید ہے، جب تک کہ طبیب نہ بتلائے ایسے ہی علمِ حدیث کے اصحاب، حدیث کے مفہوم کو نہیں جانتے جب تک کہ فقیہ اس کو واضح نہ کرے۔

امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عیسیٰ بن موسیٰ امیر کوفہ سے فرمایا ؎

كِسْرَةُ خُبْزٍ وَقَعبُ مَاءٍ　　وَفَرْدُ ثَوبٍ مَعَ السَّلامَة
لَا خَيْرَ مِنَ العَيْشِ فِي نَعِيْم　　تَكُوْنُ مِنْ بَعْدِهِ النَّدَامَة

ترجمہ: روٹی کا ایک ٹکڑا اور پانی کا ایک پیالہ اور ایک کپڑا سلامتی کے ساتھ بہتر ہے، ان نعمتوں میں زندگی گزارنے سے جس کے بعد ندامت اٹھانی پڑے۔

فائدہ: پس ایسی نعمت وخوشحالی کی زندگی کو غیرت مند آدمی کبھی گوارا نہیں کرسکتا، بلکہ اس کو موت سے بھی بدتر سمجھتا ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

اے طائرِ لاہوتی اُس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

(مرتب)

جعفر بن الاحمر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ معلوم کیا، انہوں نے اس کا جواب

دیا۔ میں نے عرض کیا، یہ شہر خیر و برکت میں رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ آپ کو اس شہر میں باقی رکھے گا۔ یہ سن کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

خَلَتِ الدِّيَارُ فَسُدتُ غَيْرَ مُسَوِدٍ
وَ مِنَ العَنَاءِ تَفَرّدِي بِالسُّؤدُد

ترجمہ: سرداروں سے ملک خالی ہوگیا۔ اس لئے میں سردار بن گیا اور کوئی سردار نہیں رہا اس لئے میری تنہا سرداری مصائب میں سے ہوگی۔ (حوالہ بالا)

فائدہ: سبحان اللہ! کس قدر تواضع وعاجزی کا حال ہے نہ کہ اپنے علم وعمل پر فخر وغرور۔ پس یہ حال بھی ہمارے لئے قابل تقلید واقتداء ہے۔ واللہ الموفق (مرتب)

مناقب کی بعض کتابوں میں ہے کہ محمد بن حفص بزاز بلخی نے کہا، مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ ایک دن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موجود نہیں تھے، نماز کے وقت ان کے بیٹے حماد امامت کے لئے کھڑے ہوگئے۔ اتنے میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ آگئے اور ان کو کھینچ کر پیچھے کردیا اور دوسرے آدمی کو آگے بڑھا دیا۔ جب نماز ہوگئی اور باپ بیٹے گھر آئے تو حماد نے کہا، اباجی! آپ نے آج مجھے سب کے سامنے رُسوا کردیا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم نے خود اپنے آپ کو ذلیل کرنے کا ارادہ کیا تھا، میں نے بچالیا۔ سنو! اگر تم نماز پڑھاتے اور کسی بناء پر کوئی آدمی کھڑا ہوکر یہ کہہ دیتا کہ لوگو! اس امام کے پیچھے جو نماز پڑھی گئی ہے اس کو دُہرالو۔ تو لوگ اس کو اپنی کتابوں میں لکھ لیتے، تو پھر یہ حکایت قیامت تک لکھی رہ جاتی۔ اس کے بعد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دیکھو! عوام کے معاملات میں پڑنے سے بچو۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فائدہ: اپنے زمانہ کے حالات کے اعتبار سے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ حتی الوسع امامت سے بھی بچو، تاکہ کوئی معاند متہم نہ کرسکے۔ (مرتب)

محمد بن مقاتل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ریشم فروش تھے۔ ایک دن ایک عورت آئی اور ریشمی کپڑا مانگا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غلام کو حکم دیا کہ ریشمی کپڑا نکالو۔ غلام نے ایک کپڑا نکال کر اس پر ہاتھ مارا اور کہا "صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ" امام صاحب غصہ ہو گئے اور فرمایا کہ تم میرے کپڑے کی تعریف محمد ﷺ پر درود شریف پڑھ کر کرتے ہو؟ آج میں کپڑا نہیں بیچوں گا۔ اور اس دن کوئی کپڑا فروخت نہ فرمایا۔

فائدہ: سبحان اللہ! حضور اکرم ﷺ کے اسم مبارک کا کیسا ادب و احترام تھا جو بالکل عیاں ہے۔ (مرتب)

ابو یعقوب مکی نے سلیمان بن ابوشیخ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا، مجھے کوفہ کے ایک شخص نے بتایا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بار کہا گیا کہ مسجد میں ایک حلقہ ہے وہ لوگ فقہ میں غور وخوض کر رہے ہیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا، ان کا کوئی استاذ ہے؟ کہا گیا نہیں، اس پر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، یہ لوگ کبھی بھی فقیہ نہیں ہوں گے۔ (تذکرۃ النعمان، ص:۲۸۸)

ف: معلوم ہوا کہ فقیہ بننے کے لئے بھی استاذ کی ضرورت ہے۔ بغیر استاذ کے کوئی کسی درجہ کو نہیں پہنچتا۔ فقہ تو بڑی چیز ہے، معمولی صنعت وحرفت کا طریقہ بھی بغیر استاذ کے حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد نقل فرماتے تھے کہ میں نے قلم بنانا اُستاذ

سے نہیں سیکھا، اس لئے اب تک قلم بنانے کا ڈھنگ نہ آیا۔ (مرتب)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات: خاندانِ نبوت میں واقعۂ کربلا کے بعد متعدد افراد نے انقلابِ حکومت کی کوشش کی، محمد ذوالنفس الذکیہ نے مدینہ طیبہ میں اور ان کے مشورہ سے ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے کوفہ میں منصور کے خلاف علَمِ بغاوت بلند کیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بَرملا ان کی تائید کی۔ مشہور ہے کہ منصور نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے منصبِ قضاء کی پیشکش کی تھی، مگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کردیا جس کے نتیجہ میں منصور نے ۱۴۶ھ میں قید کرادیا۔ مؤرخین کا خیال ہے کہ منصور نے ان کے خلاف جو سخت کاروائی کی اس کی وجہ عہدۂ قضاء سے انکار نہ تھا بلکہ محمد وابراہیم کی حمایت تھی، جس کا منصور کو علم تھا۔ بہر حال منصور نے آپ کو زہر دلوادیا جب اس کا اثر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا تو سجدہ کیا اور اسی حالت میں رجب ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے، ص:۵۴)

طبقات میں ہے کہ خلیفہ منصور نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کئی مرتبہ قید سے نکالا اور دھمکی دی۔ مگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر مرتبہ یہی فرماتے رہے کہ اے منصور! اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ اور قاضی اس شخص کو بنا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی، جب ہم رضا میں مامون نہیں تو پھر حالتِ غضب میں کیسے مامون رہ سکتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قضاء کو دو یا تین دن کے لئے قبول فرمالیا تھا مگر اس کے بعد ہی بیمار ہو گئے اور چھ دن کے بعد ۱۵۰ھ میں بغداد میں وفات پاگئے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) (طبقات)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خیر التابعین حضرت اویس قرنیؒ المتوفی ۳۷ھ

نام ونسب: اویس نام، والد کا نام عامر، کنیت ابوعمرو قرنی ہے۔آپ وطناً یمنی اور نسباً قبیلہ مراد سے تھے۔نبی پاک ﷺ کے زمانہ کو پایا لیکن آپ ﷺ کے دیدار کے شرف سے مشرف نہ ہو سکے۔

آپ کی مقبولیت: آپ کی مقبولیت کی شہادت رسول اللہ ﷺ کی زبانِ وحی ترجمان نے دی ہے اور خیر التابعین کے لقب سے عزت بخشی ہے۔" صفۃ الصفوۃ" میں ہے کہ جب شام ہوتی تھی تو حضرت اُویس کے پاس جتنا کچھ کھانا کپڑا ہوتا تھا سب صدقہ کر دیتے تھے۔پھر کہتے تھے کہ اے اللہ! کوئی بھوک سے مرے تو مجھ سے مواخذہ نہ فرمائیگا، اور اگر کوئی کپڑا نہ ہونے سے ہلاک ہو تو اس کی بھی باز پرس مجھ سے نہ کیجئے گا۔

یہ بھی مذکور ہے کہ جب شام ہوتی تو کہتے کہ سجدہ کی رات ہے۔اس کے بعد سجدہ میں سر رکھتے تو صبح ہی کو سر اٹھاتے۔اور کسی شام کہتے کہ آج رکوع کی رات ہے، پھر نماز شروع کرتے اور رکوع ہی میں صبح کر دیتے۔ (سیر السلف)

دیگر حالات: حضرت اُویس قرنیؒ اپنے آپ کو اہل دنیا سے چھپانے کے لئے نہایت خستہ حال رہتے تھے۔اکثر بدن پر ڈھانپنے کے لئے پورا کپڑا نہ ہوتا تھا۔لوگ ننگے بدن دیکھ کر کپڑا اوڑھا دیتے، ان کی ظاہر حالت پر ظاہر بیں عوام ان کا مذاق اڑاتے اور انھیں پریشان کرتے، لیکن اہل نظر کی نگاہوں سے وہ

چھپ نہ سکتے تھے۔چنانچہ ان کی روحانیت اہل دل کو دور دور سے کھینچ کر لاتی تھی۔

علم باطن: آپ کے کمالات کا منبع اور سر چشمہ کاغذ کے اوراق کے بجائے صحیفۂ قلب تھا۔آپ کی ذات گرامی علوم باطن کے لئے سر چشمہ تھی اور تابعین میں خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ ہی کی ذات تصوف کا مرجع ہے۔اور صوفیائے کرام کے بہت سے سلاسل آپ کی ذات پر منتہی ہوتے ہیں،

آپ صائم الدہر تھے۔اکثر ایسا ہوتا تھا کہ افطار کے لئے کچھ میسّر نہ آتا تو کھجور کی گٹھلیاں چن کر بیچتے اور اس کی قیمت سے اپنے لئے قوتِ لایموت (یعنی اتنی روزی کہ جس سے موت نہ آئے) حاصل کرتے۔اگر خشک خرما مل جاتا تو اس کو افطار کے لئے رکھ لیتے۔اگر زیادہ مقدار میں مل جاتا تو گٹھلیاں بیچ کر اس کی قیمت خیرات کر دیتے۔ (سیر صحابہ بحوالہ تذکرۃ الاولیاء ج ۱ ص: ۲۳)

حلقۂ ذکر: کوفہ میں ذکر و شغل کا ایک حلقہ تھا، جس میں بہت سے سالکین جمع ہوتے تھے۔حضرت اُویسؒ بھی اس حلقہ میں شرکت کرتے تھے۔اسیر بن جابر کا بیان ہے کہ ہم چند لوگ کوفہ میں ذکر و شغل کے ایک حلقہ میں جمع ہوتے تھے۔اُویس بھی ہمارے ساتھ شریک ہوتے تھے۔اس حلقہ میں دلوں پر سب سے زیادہ حضرت اُویسؒ کے ذکر کا اثر پڑتا تھا۔ (اعیان الحجاج)

ف: اس سے معلوم ہوا کہ ذکر کا حلقہ زمانۂ خیر القرون سے چلا آرہا ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی ذکر اللہ کرنے اور حلقۂ ذکر قائم کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین (مرتّب)

ارشادات: حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے مرسلاً یہ حدیث بیان کی ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ کے باب میں میرا لحاظ رکھو۔ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ امّت کے پچھلے لوگ اگلوں کو برا کہیں گے۔ اس وقت زمین اور زمین والوں پر اللہ کی ناراضگی نازل ہوگی۔

(اعیان الحجاج)

فائدہ: چنانچہ ایسا ہو رہا ہے، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے آثار نمایاں ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ (مرتّب)

آپ فرماتے تھے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نے مومن کے لئے دوست نہ چھوڑا۔ ہم نے جب بھی عوام کو امر بالمعروف کیا تو انہوں نے ہماری بے عزتی کی اور اپنا معین و مددگار فُسّاق کو بنالیا۔ اور قسم اللہ کی ان لوگوں نے ہم کو کبائر سے مطعون و متہم کیا۔

ایک شخص نے آپؒ سے نصیحت طلب کی، تو ارشاد فرمایا کہ میری نصیحت یہ ہے کہ اللہ کی کتاب اور رسولوں کی سنّت اور صالح مومنین کی صحبت کو لازم پکڑو۔ اور موت سے پلک جھپکنے کے برابر بھی غافل نہ ہو اور تمام امت کی خیر خواہی کرو۔ اور اہل سنّت والجماعت سے علٰحدگی اختیار نہ کرو۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں تم دین ہی سے جدا ہو جاؤ گے۔

ہرم بن حبان نے ان سے وصیت طلب کی تو فرمایا کہ سوتے وقت موت کو تکیہ بناؤ اور جاگو تو موت ہی کو نصب العین بنائے رکھو۔

ف: یعنی موت کو ہر آن یاد رکھو۔ اس لئے کہ اس میں دنیا و دین ہر ایک کا نفع ہی نفع ہے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کسی کے لئے پس پشت دعا کرنا اس کی زیارت وملاقات سے افضل ہے۔ اس لئے کہ زیارت میں ریا اور تزین کا بھی دخل ہوسکتا ہے بخلاف دعا کے۔ کیونکہ اس میں ریا کا احتمال نہیں ہے۔

آپ کو دفن کر کے جب لوگ لوٹ آئے تو پھر آپ کی قبر لا پتہ ہوگئی۔ حتّیٰ کہ اس کی کوئی علامت ہی باقی نہ رہی۔ (طبقات ج۱ ص۲۴)

وفات: حضرت اُویس رحمۃ اللہ کو جب تک ظاہر بیں دنیا نے نہ پہچانا تھا اس وقت تک وہ اہل دنیا میں نظر آتے تھے لیکن جب ان کی حقیقت آشکارا ہوئی اس وقت سے وہ ایسے روپوش ہوئے کہ پھر کسی نے نہ دیکھا۔ اس کے بعد جنگ صفین میں انکی شہادت کا پتہ چلتا ہے۔ ان کو اللہ کے راستہ میں شہادت کی تمنّا تھی اور اس کے لئے وہ دعا بھی کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ۳۷ھ جنگ صفین میں ان کی یہ آرزو پوری کر دی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کی حمایت میں شہادت پائی۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَنَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهٗ۔

(سیر صحابہ ج۷ ص۵۴)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت عامر بن عبداللہ بن قیسؒ المتوفی ۱۰۴ھ

نام وکنیت: عامر نام، ابو بردہ کنیت، والد کا نام عبداللہ تھا۔

فضل و کمال: تابعین کرامؒ کا نمایاں اور مشترک وصف ان کا علم وعمل اور خدمتِ علم و دین تھا۔ لیکن ان میں ایک مختصر جماعت ایسی بھی تھی جس نے نہ صرف تمام دنیاوی علائق کو چھوڑ دیا تھا بلکہ علم کی بساط بھی تہ کرکے محض عبادت و ریاضت، یاد الٰہی اور تزکیۂ روح کو اپنا مقصد قرار دیا تھا۔ حضرت عامر بھی اسی مختصر جماعت کے ایک ممتاز فرد تھے، حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ وہ بڑے بلند مرتبہ اور مرتاض (ریاضت کرنے والے) تابعین میں تھے۔ حضرت کعب احبار خود ایک تارک الدنیا تابعی تھے، وہ حضرت عامرؒ کو امّت محمدیہ علیہا الصّلوۃ والتحیہ کے راہب کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ (احباب ج ۵ ص ۸۶ بحوالہ تابعین ص ۲۲۵)

نماز ومناجات: شیخ عامر تمیمیؒ نے اپنی زندگی کا ایک حصّہ تو علم کی ترویج وتبلیغ کے لئے وقف کر دیا تھا، دوسرا حصّہ عبادتِ الٰہی کے لئے وقف کیا اور زندگی کا تیسرا حصّہ میدانی جہاد وقتال فی سبیل اللہ کے لئے وقف کیا تھا۔

شیخ عامر بن عبداللہ کی مجاہدانہ زندگی کا ایک واقعہ ان کا ایک پڑوسی بیان کرتا ہے، جو خود بھی اس راہِ جہاد میں شریک تھا۔ کہتا ہے کہ میں شیخ عامر بن عبداللہ کے ایک قافلۂ جہاد میں شریک تھا۔ راہ میں ایک رات قیام کرنا پڑا۔ مجاہدین اپنے اپنے مقام پر استراحت کے لئے لیٹ گئے۔ عامر بن عبداللہ نے

بھی اپنا سارا سامان ایک جگہ رکھ دیا، اپنے گھوڑے کو ایک درخت کے نیچے چارہ ڈال کر ایک لمبی رسّی سے اس کو باندھ دیا، تاکہ وہ آزادی سے چرے پھرے اور دور نہ نکل جائے۔ پھر خود ایک جھاڑی کی طرف چل پڑے مجھ کو ان کے دور نکل جانے نے شک میں ڈال دیا، میں نے مخفی طور پر ان کا پیچھا کیا۔ وہ ایک گھنی جھاڑی میں داخل ہوئے اور مصلّٰی بچھا کر نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ میں نے خیال کیا کہ اب فارغ ہو گئے ہوں گے، لیکن ان کا سلسلہ ختم نہ ہوا۔ اللہ کی قسم! میں نے ایسے پرسکون خشوع وخضوع والی نمازیں کسی کو بھی پڑھتے نہیں دیکھا۔ اور جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اللہ کی جناب عالی میں مناجات شروع کر دی۔ اور ایسی دلآویز اور روح پرور آواز سے اللہ کو پکارنے لگے کہ میرا دل پھٹنے لگا میں برداشت نہ کرسکا۔

دعا: اللہ کی حمد وثنا پڑھ کر کہنے لگے، الٰہی! تیرے بندے عمر بن خطابؓ نے ہمیں اسلامی مہم پر روانہ کیا ہے۔ الٰہی! اس مہم کو کامیاب فرما، اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لئے شہر بصرہ کو اسلام کی مضبوط چھاؤنی بنا اور اس مرکز کو قبول فرما۔ الٰہی! اپنی زمین کے دور دراز علاقوں میں اسلام وایمان کا کلمہ جاری فرما۔ الٰہی! ہم تیرے بندے اور تیرے رسول ﷺ کی امت ہیں الٰہی! اس امت کی نصرت فرما۔ الٰہی! آپ کی نصرت وتائید کے بغیر کسی کو قرار وثبات نہیں۔ الٰہی! میں آپ کی تائید وتوفیق کے بغیر اس عہد سے کیونکر عہدہ برآ ہوسکتا ہوں۔ الٰہی دنیا کی ہر آزمائش آسان فرما اور اپنے ہر فیصلہ پر مجھ کو راضی کر دے۔ یَالَطِیْفُ یَاقَوِیُّ یَامَتِیْنُ!

(شیخ عامر بن عبداللہ کا پڑوسی کہتا ہے) میں یہ منظر دیر تک دیکھتا رہا۔ آخر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نیند کے غلبہ سے میں تو سوگیا، پھر فجر میں جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ شیخ عامر بن عبداللہ اب تک مناجات میں مشغول ہیں۔

شیخ عامر بن عبداللہؒ عبادت و ریاضت، زہد و ورع اور مجاہدۂ نفس کی اس معراج تک پہونچ گئے تھے جہاں کسی دنیاوی دلفریبی اور راحت و آرام کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ (سیر التابعین ص ۳۱۵ مولانا عبدالرحمن صاحب مظاہری)

ف: سبحان اللہ، یہ تھی ہمارے اکابر کی عبادت اور مناجات۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اس سے وافر حصّہ عطا فرمائے۔ آمین! (مرتّب)

دشمن کے لئے دعا: ان کی زبان کسی کی بدی سے آلودہ نہ ہوتی اور نہ کسی کے لئے ان کی زبان سے کبھی بد دعا نکلی۔ اپنے دشمنوں کے لئے بھی دعا کرتے تھے۔ چنانچہ جن لوگوں نے انھیں ان کے وطن سے نکلوایا تھا ان کے حق میں بھی دعا کرتے تھے کہ یا اللہ! جن لوگوں نے میری چغلی کھائی ہے اور مجھ کو میرے وطن سے نکلوایا ہے اور میرے بھائیوں سے مجھ کو جدا کر دیا ہے۔ ان کی اولاد میں ترقی دے، انھیں تندرست رکھ، اور ان کی عمریں بڑھا دے۔ (ابن سعد ج ۷ ص ۷۵)

ف: اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی خوش خُلقی ہمارے بزرگوں کا خاص شعار رہا ہے۔ (مرتّب)

ارشادات: آپ فرماتے تھے کہ اگر دنیا و مافیھا میرے قبضہ میں ہوا اور اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ تم اس سے بالکلیہ علٰحدہ گی اختیار کرلو، تو خوش دلی سے اس کا امتثال کروں گا۔

انھوں نے اپنے اوپر ایک ہزار رکعت لازم کر رکھا تھا۔ اور ایک

روایت میں آٹھ سو رکعت ہے۔ آپ اس وقت تک عبادت سے باز نہ آتے تھے جب تک کہ آپ کے قدموں و پنڈلیوں میں ورم نہ آجاتا تھا، پھر بھی اپنے نفس کو خطاب کر کے فرماتے تھے کہ تو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے، لہٰذا تجھ سے ضرور کام لیتا رہونگا۔ حتّٰی کہ بستر تجھ سے کچھ بھی حصّہ نہ پائیگا۔ (یعنی بستر پر تجھ کو لیٹنے یا سونے نہ دونگا۔)

ف: سبحان اللہ، یہ تھی عزیمت، جس سے یہ حضرات اعلیٰ مراتب تک پہونچے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی عبادت کا ذوق اور اپنے خاص قرب و قبول سے نوازے۔ آمین! (مرتّب)

فرماتے تھے کہ جب سے اللہ تعالیٰ سے میں نے محبت کی تو مجھے کبھی پروانہ ہوئی کہ کس حال میں صبح کی اور کس حال میں شام۔

نیز فرماتے تھے کی جب سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوئی پھر میں کبھی کسی سے خوف زدہ نہ ہوا۔

آپ کا یہ معمول تھا کہ جب کسی سے رنجیدہ ہوتے تھے اور بدعا فرماتے تو کہتے کہ اے اللہ! اس کے مال کو بڑھا دیجئے اور اس کے جسم کو صحت مند کر دیجئے اور اس کی عمر کو طویل فرما دیجئے۔

ف: شائد یہ بدعا اس لئے فرماتے تھے کہ وہ دنیوی نعمتوں کو پا کر اسی میں الجھ کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہوجائیگا۔ اور انسان کیلئے اس سے بڑھ کر آفت و بلا اور کیا ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ جو منعمِ حقیقی ہے اسی سے غافل ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ اس بلا سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین! (مرتّب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آپ سے ایک مرتبہ دریافت کیا گیا کہ آپ سے بہتر کون ہے؟ فرمایا کہ وہ جس کا سکوت (اللہ کی خلق میں) تفکر ہو، اور کلام (اللہ کا) ذکر ہو، اور چلنا (اللہ تعالیٰ کے آیات و انعامات میں) تدبّر و تفکّر ہو، تو ایسا شخص یقیناً مجھ سے بہتر ہے۔

فرماتے تھے کہ اللہ کا ذکر شفا ہے اور اس کے غیر کا ذکر بیماری ہے۔

فرماتے تھے کہ یہ آدمی کی انتہائی جہالت ہے کہ دوسروں کے گناہ سے تو خوف زدہ ہو اور اپنے گناہ سے مامون و مطمئن ہو۔

آپ پاگلوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ سے لوگ کہتے کہ وہ تو آپ کو جانتے بھی نہیں، پھر ان کے کھلانے سے کیا فائدہ؟ تو فرماتے کہ اگرچہ وہ نہیں جانتے مگر اللہ تعالیٰ تو جانتے ہیں کہ یہ ہمارے پاگل بندوں کو کھانا کھلا رہا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کا علم ہمارے اس عمل خیر کے لئے کافی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے، اور ہم کو اس پر اجر و ثواب ضرور مرحمت فرمائیں گے بلکہ ہوسکتا ہے کہ عام خدمت سے زیادہ ثواب سے نوازیں۔ (طبقات ج۱ ص ۲۴)

وفات: حضرت عامر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال سنہ ۴۲ھ میں ہوا۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن (تقریب التہذیب)

حضرت اسود بن یزیدؒ المتوفی ۷۵ھ

اسود نام، ابوعمر کنیت، والد کا نام یزید تھا۔ (سیر الصحابہ ج۷ ص ۴۲)

آپ حضرات شیخین و حضرت علی و ابن مسعود رضی اللہ عنہم کے تلمیذ و صحبت یافتہ تھے۔ رمضان میں ہر دوسرے دن قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے، حج سے ان کو عشق تھا، ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ: "کان من العبادۃ والحج علی امر کبیر" (تذکرہ) یعنی حج اور عبادت کے بارے میں ان کا معاملہ بڑا عظیم الشان تھا۔ (اعیان الحجاج ص ۹۶)

اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے کی وجہ سے ان کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی تھی۔ (طبقات ج۱ ص ۳۵)

فضل و کمال: فضل و کمال اور زہد و عبادت کے لحاظ سے حضرت اسود کوفہ کے ممتاز ترین علماء میں سے تھے۔

نماز کا اہتمام: علم سے بڑھ کر آپ کا عمل یعنی زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت تھی۔ چنانچہ نماز آپ کی زندگی کا خاص مشغلہ تھا، سات سو نوافل روزانہ پڑھتے تھے۔ (تذکرالحفاظ ج۱ ص ۴۳)

نماز ہمیشہ اوّل وقت ادا کرتے تھے۔ اس میں اس قدر اہتمام تھا کہ کسی کام اور کسی حالت میں بھی ہوتے، نماز کا وقت آتے ہی کام چھوڑ کر فوراً نماز ادا کرتے۔ آپ کے سفر کے ہمراہیوں کا بیان ہے کہ سفر کی حالت میں بھی خواہ کیسے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بھی دشوار گزار راستے سے جارہے ہوں، نماز کا وقت آنے کے ساتھ سواری روک کر نماز پڑھتے تب آگے بڑھتے۔ (ابن سعد ج۶ ص ۴۷)

حج: حج کے ذوق کا یہی حال تھا۔ حجوں کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کا شائد کوئی سال حج سے ناغہ نہیں ہوا ۔ باختلاف روایت آپ کے حجوں اور عمروں کی تعداد ستّر سے اسّی تک ہے۔

حلیہ اور لباس: آخر عمر میں بال سفید ہو گئے تھے۔ سر اور داڑھی دونوں میں زرد خضاب کرتے تھے۔ اونچی ٹوپی پہنتے تھے۔ سیاہ رنگ کا عمامہ باندھتے تھے، اُس کا شملہ پیچھے پڑا رہتا تھا۔ (ابن سعد، ج۶، ص ۵۹، سیر الصحابہ، ج۷، ص ۴۳)

وفات: ۷۵ سنہ ھ میں وفات پائی۔ معمولات کی پابندی میں یہ اہتمام تھا کہ مرض الموت میں بھی تلاوتِ قرآن میں فرق نہ آیا۔ چنانچہ اس وقت بھی جب جنبش کرنے کی سکت باقی نہ تھی اپنے بھانجے ابراہیم نخعی کا سہارا لے کر قرآن پڑھتے تھے۔ دمِ آخر ہدایت کی کہ مجھے کلمۂ طیبہ کی تلقین کرنا تاکہ میری زبان سے آخری کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه نکلے۔ (ابن سعد ج۶ ص ۵۰)

حضرت ربیع بن خثیم رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۶۷ سنہ ھ

نام ونسب: ربیع نام، ابو یزید کنیت اور والد کا نام خثیم تھا۔ (سیر الصحابہ ج۷ ص ۱۲۲)

فضل وکمال: آپ صاحبِ علم تابعین میں تھے، لیکن آپ کے علم کی روشنی کو زہد وورع کے نور نے مدہم کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ علم سے زیادہ تقویٰ میں مشہور ہیں۔ ورنہ جہاں تک آپ کے علمی کمالات کا تعلق ہے اسمیں بھی آپ اپنے اقران میں ممتاز تھے۔ آپ نے زمانہ ایسا پایا تھا جب علمائے صحابہؓ کی بڑی جماعت موجود تھی۔ چنانچہ صحابہ میں آپ نے عبداللہ بن مسعود اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہما سے فیض اٹھایا تھا۔ (تہذیب التہذیب ج۳ ص ۲۴۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر آپ کے فضائل وکمالات کا اتنا اثر تھا کہ وہ فرماتے تھے کہ ابو یزید! اگر تم کو رسول اللہ ﷺ دیکھتے تو تم سے محبت فرماتے۔ جب میں تم کو دیکھتا ہوں تو متواضعین یاد آتے ہیں۔ (ابن سعد ج۶ ص ۱۲۷، سیر الصحابہ ج۳ ص ۲۴۲)

خشیتِ الٰہی: اعمال حسنہ کا اصل سرچشمہ خشیت الٰہی ہے۔ ربیع پر اتنی خشیت طاری رہتی تھی کہ روتے روتے داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی اور عذابِ دوزخ کا معمولی نمونہ دیکھ کر بیہوش ہو جاتے تھے۔ اعمش بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ربیع لوہار کی بھٹی کی طرف سے گزرے تو بھٹی دیکھ کر بیہوش ہو گئے۔ (ابن سعد ج۶ ص ۱۳۱)

شب بیداری: آپ کی عبادت کا خاص وقت شب کی تاریکی تھا۔ ساری رات عبادت کرتے تھے۔ (تہذیب الکمال ص ۱۱۵)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آیاتِ موعظت پڑھتے اور شدتِ تاثر میں ان کو دہراتے دہراتے صبح کر دیتے۔ آپ کے غلام نسیر بن ذعلوق بیان کرتے ہیں کہ ربیعؒ رات کی تاریکی میں تہجد پڑھتے ہوئے جب اس آیت پر پہونچے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ۔ (جاثیہ ۲)	کیا جنہوں نے برائیاں کی ہیں، یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر کردیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے اعمال کئے، جن کی زندگی اور موت برابر ہے وہ لوگ کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔

تو اس کو دہراتے دہراتے صبح کر دیتے تھے۔

شدتِ احتیاط: حضرت ربیعؒ کو اوامر ونواہی کی پابندی میں اتنا اہتمام تھا کہ وہ چھوٹی چھوٹی اور معمولی باتوں میں بھی اتنی احتیاط برتتے تھے کہ ہر شخص کا ذہن بھی ان کی طرف منتقل نہیں ہوسکتا۔ (سیر الصحابہ ج ۷ ص ۱۲۸)

انکسار وکمالات: ان کمالات پر انکسار وتواضع کا یہ حال تھا کہ بیت الخلاء تک اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے تھے۔ ایک شخص نے کہا، اس کام کے لئے دوسرے لوگ موجود ہیں، جواب دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ گھر کے کاروبار میں بھی حصّہ لوں۔ ان کی خاکساری کو دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ تم کو دیکھ کر متواضعین کی یاد آتی ہے۔ (ابن سعد ص ۲۷)

ارشادات: فرماتے تھے کہ اے بھائی! اپنے نفس کے خود ناصح بنو، ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے۔

آپ کو فالج کا اثر ہوگیا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ اگر آپ علاج کرتے تو شفا

یاب ہوجاتے۔ تو فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ علاج حق ہے۔ لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ عنقریب نہ مریض باقی رہ جائے گا نہ طبیب۔ پھر علاج سے کیا فائدہ۔

وہ عمل ایسے مخفی طور پر کرتے تھے کہ سوائے ان کے گھر کے لوگوں کے کوئی مطلع نہ ہوتا تھا۔ ایک روز تلاوتِ قرآن کے وقت ایک آدمی ان تک پہنچ گیا تو قرآن پاک کو اپنی آستین میں چھپالیا۔

فرماتے تھے کہ وہ عمل جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب نہ ہو وہ مضمحل ہوجاتا ہے۔

آپ کا یہ حال تھا کہ جب لوگوں کے اختلاط کی وجہ سے اپنے اندر غفلت محسوس کرتے تو قبرستان چلے جاتے اور فرماتے اے قبرستان والو! ہم اور تم دونوں ساتھ ہی رہے۔ پھر ساری رات عبادت کرتے تھے یہاں تک کہ صبح کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنی قبر سے اٹھ کر آئے ہیں۔

آپ دو آدمیوں کی مدد سے نماز کے لئے جماعت کی مسجد میں تشریف لاتے تھے، تو لوگ کہتے آپ کو اللہ تعالیٰ نے رخصت دی ہے، لہٰذا اتنی تکلیف سے آنے کی کیا ضرورت ہے؟ فرماتے کہ میں اپنے رب کی منادی کا کیا کروں، کیونکہ جب وہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ (آؤ نماز کی طرف) کہتا ہے تو مجھ سے بیٹھے رہا نہیں جاتا۔ آخر بیتاب ہوکر مسجد کے لئے روانہ ہوجاتا ہوں۔

آپ گھر میں خود جھاڑو دیتے تھے اور گھر والوں کو اس کا موقع نہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں اپنے لئے خستہ حالی کو پسند کرتا ہوں۔

فرماتے تھے کہ ہم نے ایسے لوگوں کو پایا ہے جن کے مقابلہ میں ہم اپنے کو چور سمجھتے تھے۔

وفات: آپ کی وفات ۶۷ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ (طبقات ج ۱ ص ۲۵)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۷ھ

نام ونسب: ضحاک نام، ابوبحر کنیت، عرفی نام احنف ہے عہد رسالت میں ہی ولادت ہوئی۔ مگر شرفِ دیدار سے محروم رہے، اس لئے تابعین میں ہی آپ کا شمار ہے۔

فضائل: طبقۂ اولیٰ کے تابعین میں ہیں اور کمالِ عقل و دانائی، زہد وعبادت اور بے نفسی میں ضرب المثل ہیں۔ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کو ایک سال تک اپنے پاس رکھ کر فرمایا کہ میں نے تمہاری خوب جانچ کر لی ہے، تم میں بھلائی کے سوا کوئی بات نہیں دیکھی۔ تمہارا ظاہر بہت اچھا ہے اور مجھے امید ہے کہ تمہارا باطن بھی بہتر ہی ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بھیجا کہ احنف کو اپنے نزدیک رکھئے، ان سے مشورہ لیجئے اور ان کی بات سنئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر بنو تمیم کا سردار بھی انکو کہا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کسی مصلح کا کسی طالب کو اپنے پاس کچھ عرصہ کے لئے روک لینا کہ اس کے حالات باطنی کا جائزہ لے اور اس کی اصلاح وتربیت کرے۔ تو یہ جائز ہی نہیں بلکہ سنّتِ فاروقی ہے۔ کما افادہ مرشدی مصلح الامت مولٰینا وصی اللہ صاحب قدس سرہ (مرتّب)

احنف کے کمال کی شہادت: کسی نے خالد بن صفوانؒ سے پوچھا کہ

احنف اس درجہ پر کیسے پہونچے؟ خالدؒ نے کہا کہ تم چاہو تو تین لفظوں میں بتاؤں، یا کہو تو دو میں، یا چاہو تو ایک لفظ میں۔ اس نے کہا تین کیا ہیں؟ خالد نے کہا: کَانَ لَا یَشِحُّ وَلَا یَحْسُدُ وَلَا یَمْنَعُ حَقًّا (وہ لالچی نہیں تھے، کسی پر حسد نہیں کرتے تھے اور کسی کا حق نہیں روکتے تھے) اس نے کہا اچھا دو کیا ہیں؟ خالد نے کہا: "کان موفقا للخیر معصوما من الشر" (وہ منجانب اللہ خیر و بھلائی کی توفیق دیئے جاتے تھے اور برائی سے بچائے جاتے تھے) اس نے کہا اور ایک کیا ہے؟ خالد نے کہا: کان من اشد الناس سلطانا علیٰ نفسه (وہ اپنے نفس پر پورا پورا قابو رکھتے ہیں)۔ (اعیان الحجاج)

ف: معلوم ہوا کہ سب خوبیوں کی خوبی اپنے نفس کو اپنے تابع رکھنا ہے۔ دینی و دنیوی عافیت اسی سے میسر ہوگی۔ (مرتّب)

"سیر اعلام النبلاء" میں ہے کہ احنفؒ خراسان پر عامل تھے۔ ایک مرتبہ سردی کی رات میں غسل کی حاجت ہوئی تو اپنے غلاموں کو بیدار نہ کیا بلکہ خود برف کو توڑ کر غسل فرمایا۔

ف: یہ عمل میں عزیمت اور غلاموں کی رعایت پر دال ہے اور یہ دونوں ہی مستحسن ہیں۔ (مرتّب)

ارشادات: احنف فرماتے ہیں کہ میرے پاس سے جو کوئی اٹھ گیا میں نے کبھی اس کی برائی نہیں کی۔ انکے بھتیجے نے اپنے دانت کے درد کی تکلیف کا شکوہ کیا تو انھوں نے فرمایا میری تو چالیس برس ہوئے آنکھ کی روشنی جاتی رہی ہے مگر میں نے کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کسی نے ان سے کہا آپ اُمراء کے پاس نہیں جاتے ۔تو انھوں نے ایک ٹوٹا ہوا گھڑا نکالا اور اس کو الٹ دیا ۔اس میں سے روٹی کے کچھ ٹکڑے گرے،ان ٹکڑوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جس کو یہ ٹکرے کفایت کرتے ہوں وہ ان کے پاس جا کر کیا کریگا۔

فائدہ: سبحان اللہ،ہمارے اکابر کے اندر کیسی قناعت تھی (مرتّب)

کسی نے آپ سے کہا کہ آپ میں اطمینان اور سکون بہت زیادہ ہے؟ فرمایا میں تو اپنے کو تین باتوں میں بہت جلد باز پاتا ہوں ۔(۱) نماز کے باب میں جب اس کا وقت آجائے۔ (۲) اور جنازہ کے باب میں جب تک اس کو دفن نہ کرلوں۔ (۳) اور لڑکی کی نکاح کے باب میں جب اس کو کفو مل جائے۔

آپ کی رات کی عبادت زیادہ تر تھی ۔کبھی کبھی وہ جا کر اپنی انگلی چراغ کی لو پر رکھتے اور جلنے لگتی تو حُس کہہ کر ہٹا لیتے اور کہتے احنف! تو نے فلاں دن یہ کیوں کیا اور فلاں دن وہ کیوں کیا؟ مروان اصفر نے حضرت احنفؒ کو یہ کہتے سنا:

اَللّٰھُمَّ اِنْ تَغْفِرْلِیْ فَاَنْتَ اَھْلُ ذَالِکَ وَاِنْ تُعَذِّبْنِیْ فَاَنَا اَھْلُ ذَالِکَ

(اے اللہ اگر آپ میری مغفرت فرمادیں تو آپ اس لائق ہیں،اور اگر آپ مجھے عذاب دیں تو میں اسی کا مستحق ہوں۔)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لوگ بات چیت کر رہے تھے مگر حضرت احنفؒ خاموش بیٹھے تھے ۔تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا،اے ابو بحر! آپ کو کیا ہوگیا ہے کہ آپ کچھ بول نہیں رہے ہیں؟ فرمایا اگر جھوٹ بولوں تو اللہ تعالیٰ سے ڈر ہے اور اگر سچ بات کہوں تو آپ لوگوں سے خوف ہے۔

حضرت احنفؒ فرماتے تھے کہ مجھے تعجب ہے کہ جو دو مرتبہ پیشاب گاہ سے گزرا ہو وہ کیسے تکبر کرتا ہے ۔نیز آپ فرماتے کہ تین خصلتیں میرے اندر ہیں جن کو میں اپنے خاص معتبر شخص سے بیان کرتا ہوں وہ یہ ہیں:۔

(۱) میں بادشاہوں کے در پہ بغیر بلائے نہیں جاتا۔(۲) دو آدمیوں کی بات میں دخل نہیں دیتا جبتک کہ وہی لوگ نہ شریک کریں۔(۳) اور کوئی شخص جب میرے پاس سے جاتا ہے تو اس کا ذکر خیر ہی کے ساتھ کرتا ہوں۔

فائدہ: یہ تینوں باتیں نقش قلوب کئے جانے اور لائحہ عمل بنانے کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین! (مرتّب)

وفات: فَسَوِی نے کہا کہ آپ کی وفات سنہ ۶۷ھ میں ہوئی اور ان کے غیر نے کہا کہ سنہ ۷۱ھ میں ہوئی ۔اور ایک جماعت نے کہا کہ عراق میں مصعب ابن زبیر کی خلافت میں ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۹۲،۹۶)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۵ھ

نام ونسب اور فضل وکمال: سعید نام، ابو محمد کنیت، والد کا نام مسیّب اور ان کی ماں قبیلہ اسلم کی تھیں۔ ابن مسیّبؒ بڑے جلیل القدر تابعی اور ان نفوس قدسیہ میں سے تھے جو اپنے علم وعمل کے اعتبار سے ساری دنیائے اسلام کے امام و مقتدیٰ مانے جاتے تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت کے سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات سے دو سال قبل ولادت ہوئی۔

صحابہؓ سے ملاقات: آپ نے حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما اور دوسرے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے اور ان سے احادیث سنی ہیں۔

اخلاق: علمی کمالات کے ساتھ ساتھ آپ اخلاق کی دولت سے بھی مالامال تھے اور اقلیمِ علم وعمل پر آپ کی فرمانروائی یکساں تھی۔

زہد وورع: وہ بڑے عابد وزاہد بزرگ تھے۔ ابن حبّانؒ لکھتے ہیں کہ ابن مسیّبؒ فقہ، دینداری، زہد وورع، عبادت وریاضت جملہ فضائل میں ساداتِ تابعین میں سے تھے۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ ان کی علمی جلالت و امامت اور ان کی دینی عظمت وبزرگی پر سلف وخلف کے اقوال متفق ہیں۔

عبادتِ شب اور محاسبۂ نفس: آپ کی عبادت کا اصل وقت تاریکیٔ شب میں تھا۔ اس وقت وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے تھے۔ روزانہ رات گئے اپنے نفس

سے خطاب کرتے کہ اے برائیوں اور بدیوں کے سرچشمہ اٹھ! میں تجھ کو اس اونٹ کی طرح خستہ کر کے چھوڑوں گا جو خستگی اور ماندگی سے لڑکھڑاتا ہے۔ یہ کہہ کر تہجد میں مشغول ہو جاتے اور صبح تک پڑھتے رہتے۔ رات بھر کھڑے کھڑے دونوں پاؤں سوج جاتے تھے۔ صبح کو پھر نفس سے مخاطب ہو کر فرماتے، تجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور تو اسی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

روزے: ممنوعہ دنوں کے علاوہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ مغرب کے وقت افطار کے لئے گھر سے پینے کے لئے کوئی چیز آجاتی تھی اس سے مسجد میں افطار کرتے تھے۔

حج: قریب قریب ہر سال حج کرتے تھے۔ بعض روایتوں کے مطابق آپ کے حجوں کی مجموعی تعداد پچاس تک پہنچتی ہے۔

تلاوت: قرآن پاک کی تلاوت کبھی ناغہ نہ ہوتی تھی۔ سفر کی حالت میں بھی سواری پر تلاوت کرتے تھے۔

محرماتِ الٰہی کا احترام: آپ تمام محترم چیزوں کی بڑی عظمت کرتے تھے۔ انبیاء ورُسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اتنا احترام تھا کہ ان کے ناموں پر اپنے لڑکوں کے نام رکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ بیماری کی حالت میں بھی حدیث سناتے وقت اٹھ کر بیٹھ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے بیماری کی حالت میں آپ سے حدیث پوچھی، آپ لیٹے ہوئے تھے فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے۔ سائل نے کہا میں چاہتا تھا کہ آپ زحمت نہ اٹھاتے۔ آپ نے فرمایا، میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث لیٹے لیٹے بیان کرنا برا سمجھتا ہوں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نرمی وصلح پسندی: طبعاً بڑے نرم اور صلح پسند تھے۔ اختلاف اور جنگ و جدال کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ عمران بن عبداللہ خزاعیؒ کا بیان ہے کہ سعید بن مسیبؒ کسی سے جھگڑا نہ کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص ان کی چادر چھیننا چاہتا تو وہ اس کو خود اس کی طرف پھینک دیتے۔

شدتِ احتیاط: منہیات کے بارے میں اس قدر محتاط تھے کہ بچوں کے کھیل تک میں اس کا لحاظ رکھتے تھے چنانچہ اپنی لڑکی کو ہاتھی دانت کی گڑیا کھیلنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔

ذریعۂ معاش: اگرچہ سعید بن مسیبؒ بڑے عابد و زاہد اور دنیا سے کنارہ کش بزرگ تھے، لیکن اس قدر ترکِ دنیا ناپسند کرتے تھے کہ جس سے انسان اپنی عزت قائم نہ رکھ سکے اور دوسروں کے ساتھ حسن سلوک نہ کر سکے۔ اس لئے کسبِ معاش کی خاطر تجارت کا پاک شغل اختیار کیا تھا۔ اور روغن زیتون کی تجارت کرتے تھے۔

(سیر الصحابہ، ج ۷، ص ۳۹۱)

ارشادات: آپ سے کسی نے پوچھا کہ عبادت کیا ہے؟ تو فرمایا، اللہ کے امر میں غور وفکر کرنا، حرام سے بچنا اور اللہ تعالیٰ کے فرائض کا ادا کرنا۔

فرماتے تھے کہ جس شخص نے جماعت کے ساتھ نماز پنجگانہ پر محافظت و مداومت کی اس نے خشکی وتری کو عبادت سے بھر دیا۔ (اعیان الحجاج ص ا، ص ۱۸۱)

آپ فرماتے تھے کہ اس شخص میں خیر نہیں ہے جو اس قدر دنیا نہ حاصل کرے جس سے اپنے دین وجسم کی حفاظت کر سکے اور نہ اپنے اعزا کے ساتھ صلہ رحمی کر سکے۔

ف: اس سے معلوم ہوا کہ اتنا مال حاصل کرنا جس سے اپنی ضروریات پوری کر سکے اور اعزا و احباب کی مدد کر سکے مستحسن ہے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ چالیس برس سے کسی نماز کی جماعت مجھ سے فوت نہ ہوئی اور بیس برس ہو گئے کہ مؤذن نے جب اذان دی تو میں مسجد میں حاضر تھا۔

فرمایا کرتے تھے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں اعمال کرتے رہتے ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ کسی کو رسوا کرنا چاہتے ہیں تو اس کو اپنی حفاظت سے باہر نکال دیتے ہیں، جس کی وجہ سے اس کی پوشیدہ باتیں لوگوں پر ظاہر ہو جاتی ہیں۔

فرماتے تھے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ سے تعلق کی وجہ سے غنا حاصل ہو جاتا ہے تو لوگ اس کے محتاج ہو جاتے ہیں۔

فرماتے تھے کی مسیجد (چھوٹی مسجد) و مصیحف (چھوٹا مصحف) تصغیر کے ساتھ نہ کہو۔ کیونکہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے عظمت و جلالتِ شان کی حامل ہیں، اس لئے ان کی تصغیر نہ کرو (بلکہ ہر طرح ان کی تعظیم و توقیر کا لحاظ رکھو)

فرماتے تھے کوئی شریف ہو یا عالم و فاضل سب میں کوئی نہ کوئی عیب رہتا ہے۔ پھر بھی بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے عیوب کا ذکر کرنا مناسب نہیں ہوتا بس جس کی بھلائی برائی سے زیادہ ہو تو اس کی بھلائی کے عوض برائی بخش دینی چاہئے۔ یعنی برائی سے صرفِ نظر کر لیا جائے۔ (طبقات ص ۲۶)

فرماتے تھے کہ ظالموں کے اعوان و انصار کو نظر بھر کے نہ دیکھو بلکہ قلب سے ان پر انکار کرتے رہو ورنہ تمہارے اعمال صالحہ حبط ہو جائیں گے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ف: اس سے ظالم تو ظالم ان کے انصار سے بھی تعلق کی کس قدر قباحت معلوم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔آمین (مرتب)

فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا بندوں کے لئے اپنے نفس کی سب سے بڑی عزّت کرنا ہے۔اور اس کی سب سے بڑی تحقیر اللہ کی نافرمانی کرنا ہے۔

ایک مرتبہ آپ سے بعض لوگوں کی کثرتِ عبادت کا تذکرہ کیا گیا کہ وہ لوگ ظہر سے عصر تک برابر عبادت کرتے رہتے ہیں۔آپ نے فرمایا، اللہ کی قسم، یہ عبادت نہیں ہے۔تم جانتے بھی ہو، عبادت کسے کہتے ہیں؟ عبادت کہتے ہیں امورِ الٰہی میں غور و فکر کرنے اور اس کے محارم سے بچنے کو۔(ابن سعد ج ۵ ص ۱۰۰)

وفات: آپ کی وفات ۱۰۵ھ میں یا اس سے پہلے ہوئی۔دونوں قول ملتے ہیں۔رَحِمَہُ اللّٰہ تعالیٰ (اعیان الحجاج)

حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۹۴ھ

نام و نسب فضل و کمال: عروہ نام، ابو عبداللہ کنیت، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے۔آپ کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔اس طرح حضرت عروہؒ کی رگوں میں ایک جانب حواریٔ رسولؐ حضرت زبیرؓ اور دوسری جانب صدیق رسولؐ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خون تھا۔گویا کہ حضرت عُروہؒ ان اسلاف اور بزرگوں کی یادگار تھے جو علم و عمل کا مجمع البحرین تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخر یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آغازِ عہدِ خلافت میں ہوئی۔پہلی روایت زیادہ مرجح ہے۔

تحصیل علم حدیث: حضرت عروہؒ نے اپنے والد، بھائی، والدہ اور خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خرمنِ کمال سے خصوصیت کے ساتھ خوشہ چینی کی تھی۔

فقہ: مگر ان کا خاص اور امتیازی فن فقہ تھا۔اس فن کو بھی انہوں نے اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کیا تھا اور اس میں ان کا اتنا کمال تھا کہ مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ایک فقیہ مانے جاتے تھے۔

صحابہ کا استفادہ اور آپ کی احتیاط: آپ کا فقہی کمال اس قدر مسلّم تھا کہ بڑے بڑے صحابیٔ رسولؐ مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے لیکن اس کمال کے باوجود عروہؒ اس قدر محتاط تھے کہ کوئی مسئلہ محض رائے سے بیان نہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کرتے تھے۔

عبادت وریاضت: آپ بڑے عابد وزاہد تھے۔ابن عماد حنبلیؒ لکھتے ہیں کہ ان کی ذات میں علم، سیاست اور عبادت سب جمع تھیں۔تہجد اس التزام کے ساتھ پڑھتے تھے کہ ایک شب کے سوا جب ایک مرض کے سلسلہ میں آپ کا پاؤں کاٹا گیا تھا اور کبھی ناغہ نہ ہوئی۔عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے ممنوعہ ایام کے علاوہ باقی بارہوں مہینہ روزہ رکھتے تھے۔سفر کی حالت میں بھی نہ چھوڑتے تھے۔مرض الموت میں بھی اس معمول میں فرق نہ آیا۔چنانچہ جس روز وفات ہوئی اس دن بھی روزہ سے تھے تلاوتِ قرآن محبوب ترین مشغلہ تھا۔ایک چوتھائی قرآن دن میں ناظرہ پڑھتے تھے باقی رات میں تہجد میں تمام کرتے تھے۔

صبر واستقامت: آپ صبر واستقامت کا پیکر تھے۔بڑی سے بڑی آزمائش و تکلیف کے موقع پر زبان سے اف نہ نکلتی تھی۔ایک مرتبہ عبدالملک کے پاس شام گئے ہوئے تھے۔ان کے لڑکے محمد بھی ساتھ تھے،وہ شاہی اصطبل دیکھنے گئے،وہاں ایک جانور نے ان کو پٹخ دیا وہ اسی وقت جاں بحق ہو گئے۔اس کے بعد ہی عروہؓ کے پاؤں میں ایک خراب قسم کا زہریلا زخم پیدا ہو گیا۔اطباء نے پاؤں کاٹے جانے کا مشورہ دیا۔اور نہ کاٹے جانے کی صورت میں تمام جسم میں زہر پھیل جانے کا اندیشہ ظاہر کیا۔عروہؓ اگرچہ اس وقت ضعیف ہو چکے تھے لیکن انہوں نے جوانوں سے زیادہ ہمت و استقلال کا ثبوت دیا۔پاؤں کاٹنے سے پہلے طبیب نے کہا کہ تھوڑی سی شراب پی لیجئے تاکہ تکلیف کا احساس کم ہو۔فرمایا جس مرض میں مجھ کو صحت کی امید ہو اس میں بھی حرام شے سے مدد نہ لوں گا۔طبیب نے کہا،تو پھر غافل

کر دینے والی دوا ہی استعمال کر لیجئے۔فرمایا میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میرے جسم کا کوئی عضو کاٹا جائے اور میں اس کی تکلیف محسوس نہ کروں۔پھر آپریشن کے وقت چند آدمی سنبھالنے کے لئے آئے۔عروہؓ نے پوچھا،تمہارا کیا کام ہے؟انہوں نے کہا زیادہ تکلیف کے وقت صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے،اس لئے آپ کو سنبھالنے کے لئے آئے ہیں۔فرمایا مجھ کو امید ہے کہ تمہاری مدد کی ضرورت نہ ہوگی۔اور نہایت استقلال کے ساتھ پاؤں کٹوا دیا۔جس وقت پاؤں ٹخنوں سے الگ کیا گیا اس وقت زبان پر تسبیح وتہلیل تھی

جب خون بند کرنے کے لئے زخم کو داغا گیا تو شدتِ تکلیف سے بیہوش ہو گئے۔لیکن جلد ہی ہوش آ گیا اور چہرہ کا پسینہ پونچھ کر کٹے ہوئے پاؤں کو منگا کر دیکھا۔اور اس کو الٹ پلٹ کر فرمایا،اس ذات کی قسم جس نے تجھ سے میرا بوجھ اٹھوایا،وہ خوب جانتا ہے کہ میں کسی حرام راستہ پر گامزن نہیں ہوا۔

صبر وشکر: ان حوادث اور مصائب کے باوجود آپ کی زبان شکوہ وشکایت سے آلودہ نہ ہوئی اور ہمیشہ اللہ کا شکر ہی ادا کرتی رہی۔چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ میرے چار ہاتھ پاؤں میں سے تو نے ایک ہی لیا اور تین باقی رکھے۔اور چار لڑکوں میں سے ایک ہی کو لیا اور تین باقی رکھے۔اگر تو نے کچھ لیا ہے تو بہت کچھ باقی رکھا ہے۔اگر کچھ دن مصیبت میں مبتلا کیا ہے تو بہت دنوں عافیت میں رکھ چکا ہے۔

فائدہ: سبحان اللہ،یہ تھا مقامِ شکر ہمارے اکابر کا۔ (مرتب)

دولتِ دنیا سے بے نیازی: آپ کی نگاہ میں دولت دنیا اور چند روزہ عیش و

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تنعم کی کوئی وقعت نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے اللہ سے کبھی دنیا نہ مانگی۔

فیاضی وسیر چشمی: اللہ تعالیٰ نے عروہؒ کو جس طرح دولت عطا فرمائی تھی ویسے ہی وہ فیاض بھی تھے۔ ان کے کھجوروں کے باغات تھے، کھجوروں کی فصل میں باغ کی دیوار توڑوا دیتے تھے اور ہر شخص کے لئے صدائے عام ہوتی تھی لوگ آ کر کھاتے تھے اور باندھ کر ساتھ لے جاتے تھے۔ (سیر صحابہ ج ۷ ص ۲۹۰)

ارشادات: جب تم کسی سے بھلائی دیکھو تو اس کی وجہ سے اس سے محبت کیا کرو۔ اس لئے کہ اس نیکی کے علاوہ اس کی بہنیں (اور نیکیاں) بھی اس کے پاس ہوں گی۔ اسی طرح کسی سے کوئی بدی دیکھو تو اس سے پرحذر رہو، اس لئے کہ اس کے ساتھ مزید برائیاں بھی ہوں گی۔

فرماتے تھے کہ عالم کے علم سے سب سے زیادہ مستغنی ولاپرواہ اس کے گھر والے ہوتے ہیں۔

ف: یعنی دوسرے لوگ تو خلوص اور طلب کی بناء پر اس عالم کے علم وعمل سے مستفید ہوتے ہیں، مگر اس کے گھر والے اپنی بے طلبی کے بنا پر محروم ہی رہ جاتے ہیں۔ (مرتب)

آپ نے اپنے محل میں جو مقام عمیق میں تھا گوشہ نشینی اختیار فرمالی اور مسجد نبوی کا آنا جانا چھوڑ دیا۔ تو لوگوں نے اسکی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا کہ میں نے مسجدوں کو لہو ولعب، بازاروں کو لغو و بیہودہ اور گلی کوچہ کو فواحش سے پر پایا۔ اور مجھے یہاں عافیت معلوم ہوئی۔ اس لئے یہیں خلوت گزیں ہو گیا۔

ف: حضرت عروہؒ تابعی ہیں اور آپ کا زمانہ صلاح وتقویٰ کا زمانہ تھا، پھر بھی

مسجدوں و بازاروں کا یہ حال ہو گیا تھا۔ تو اب جبکہ زمانۂ نبوّت سے بہت بُعد ہو چکا ہے اور فتنوں کا عموم وہجوم اور گناہوں کا دور دورہ ہے، تو ایسی حالت میں کوئی شخص اپنے مخصوص ذوق ومزاج کی بناء پر اگر خلوت اختیار کرلے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(مرتب)

آپ اپنی اولاد کو جمع کر کے فرماتے تھے کہ تم لوگ علم حاصل کرو۔ اس لئے کہ اگر چہ آج تم قوم میں چھوٹے ہو مگر کل کے دن تم ہی قوم کے سردار بھی بن سکتے ہو۔ پس جو شخص کسی قوم کا شیخ ومقتدا ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اس کیلئے جہالت کس قدر بری چیز ہے۔ (طبقات ج ۱ ص ۲۷)

وفات: آپ کی وفات روزے کی حالت میں سنہ ۹۴ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔
(طبقات ج ۱ ص ۲۷)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیدنا محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۸۱ھ

نام ونسب: محمد نام، ابو القاسم کنیت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرزند اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے سوتیلے بھائی تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کئی شادیاں کیں۔ ان بیویوں میں ایک خاتون خولہ المعروف بہ حضرت حنفیہ رحمہا اللہ تعالیٰ تھیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ بنی حنفیہ کی معزز خاتون تھیں، حضرت محمدؒ انہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اور بجائے والد محترم حضرت علیؓ کی طرف منسوب ہونے کے والدہ حنفیہؒ کی طرف منسوب ہوئے۔

ولادت: عہد فاروقی کے اختتام سے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ اس لحاظ سے آپ کی پیدائش ۲۱ھ کے آخر یا ۲۲ھ کے شروع میں ہوئی ہوگی۔

عبادت وریاضت: علم کے ساتھ وہ بڑے عابد وزاہد تھے۔ ابن عماد حنبلیؒ لکھتے ہیں کہ علم اور عبادت دونوں میں انتہائی درجہ پر تھے۔

ماں کی خدمت: اپنی والدہ کے بڑے خدمت گزار تھے۔ اپنے ہاتھوں سے ان کے بالوں میں خضاب لگاتے تھے۔ چوٹی گوندھتے تھے۔ ایک مرتبہ گھر سے نکلے، ان کے ہاتھوں میں مہندی کا اثر تھا کسی نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ فرمایا کہ اپنی والدہ کے بالوں میں خضاب لگا رہا تھا۔ (سیر صحابہ ج ۷ ص ۴۵۹)

ارشادات: آپ فرماتے تھے کہ وہ شخص صاحب حکمت نہیں ہے جو ایسے آدمی کے ساتھ بدسلوکی کرے جس کے ساتھ زندگی گزارنا ضروری ہے، یہاں تک کہ

اللہ تعالیٰ ہی اس سے نجات کی کوئی صورت پیدا فرما دیں۔ (طبقات)

فائدہ: سبحان اللہ، کتنی حکمت کی بات فرمائی جو پیش نظر رکھنے بلکہ لائحہ عمل بنانے کے لائق ہے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری جانوں کی قیمت جنت قرار دی ہے لہٰذا اس کے سوا دوسری چیز کے عوض اپنی جان کو نہ بیچو۔

فرماتے تھے کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی مطلوب نہ ہوگی وہ مضمحل ہو کر رہے گی۔ انہوں نے ایک بار حضرت علی وحسن وحسین رضی اللہ عنہم کے ساتھ حج کیا اور سب لوگ کعبہ کے اندر داخل ہونے کی فضیلت سے مشرف ہوئے۔

(کنز العمال ج ۳ ص ۶۳، اعیان الحجاج)

وفات: آخری حج انہوں نے اُس سال کیا جس سال حضرت عبداللہ ابن زبیر شہید ہوئے۔ اور واپسی کے صرف تین روز بعد خود ان کی وفات ہوئی۔ جیسا کہ ابوحمزہ کا بیان ہے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر کی شہادت ۷۳ھ میں ہوئی ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ محمد ابن الحنفیہؒ کی وفات ۸۱ھ میں ہوئی۔ اور جنّت البقیع میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ علیہ۔ (اعیان الحجاج ج ۱ ص ۹۱)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیدنا علی زین العابدین ابن حسین بن علیؓ المتوفی ۹۹ھ

نام ونسب: علی نام، ابوالحسن کنیت، زین العابدین لقب ہے۔ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند اصغر اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں اور ریاضِ نبوت کے گل تر تھے۔ کربلا کے میدان میں اہلِ بیت نبوی ﷺ کے اُجڑنے کے بعد یہی ایک پھول رہ گیا تھا جس سے ساری دنیا میں (خوشبو) شمیمِ سیادت پھیلی اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام باقی رہا۔

ولادت باسعادت: حضرت سیدنا زین العابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ ۳۸ھ میں پیدا ہوئے۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۷ ص:۳۱۶)

احوال رفیعہ: ابن عیینہ کا بیان ہے کہ علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ حج کو گئے۔ احرام باندھنے کے بعد جب سواری پر بیٹھے تو مارے خوف کے ان کا رنگ زرد پڑ گیا۔ اور ایسا لرزہ طاری ہوا کہ زبان سے لبیک تک نہ نکل سکا۔ لوگوں نے کہا، آپ لبیک کیوں نہیں کہتے؟ فرمایا۔ ڈر معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ میں لبیک کہوں اور اُدھر سے جواب ملے، "لا لبیک" (تیری حاضری قبول نہیں) لوگوں نے کہا۔ مگر لبیک کہنا تو ضروری ہے لوگوں کے اصرار پر لبیک کہا۔ مگر جیسے ہی زبان سے لبیک نکلا بیہوش ہو کر سواری سے گر پڑے۔

اسی طرح جب زور سے ہوا چلتی تھی اور آندھی آتی تھی تو عذابِ الٰہی کے خوف سے بیہوش ہو جاتے تھے۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۷ ص ۳۲۶)

عبادت وریاضت: حضرت سعید بن مسیب جو خود بڑے عابد وزاہد بزرگ تھے فرماتے تھے کہ حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ صاحبِ ورع میری نظر سے نہیں گزرا۔ عبادت آپ کی زندگی کا مشغلہ تھا۔ اوقات کا بیشتر حصہ عبادت میں گزرتا تھا۔ شبانہ یوم میں ایک ہزار رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور آخر دم تک اس معمول میں فرق نہ آیا۔ اس عبادت کی وجہ سے "زین العابدین" لقب ہو گیا تھا۔ قیامِ لیل سفر وحضر میں کسی حالت میں قضا نہ ہوتا تھا۔ اخلاص فی العبادت کا یہ حال تھا کہ حضوری کے وقت سارے بدن میں لرزہ طاری ہو جاتا تھا عبداللہ بن سلمان کا بیان ہے کہ جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو سارے بدن میں لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ لوگوں نے پوچھا، آپ کو یہ کیا ہو جاتا ہے؟ تو فرمایا، تم لوگ کیا جانو، میں کس کے حضور میں کھڑا ہوتا ہوں اور کس سے سرگوشی کرتا ہوں۔

محویت کا یہ عالم تھا کہ نماز کی حالت میں کسی چیز کی خبر نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ سجدہ میں تھے کہ کہیں پاس ہی آگ لگی لوگوں نے آپ کو بھی پکارا۔ یا ابن رسول اللہ! آگ لگی۔ لیکن آپ نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا۔ تا آنکہ آگ بجھ بھی گئی۔ لوگوں نے بعد میں پوچھا کہ آپ کو آگ کی جانب سے کس چیز نے اس قدر بے پرواہ کر دیا تھا؟ فرمایا دوسری آگ (آتش دوزخ) نے۔

فائدہ: ان احوالِ رفیعہ اور مقاماتِ عالیہ کے متعلق کیا لکھوں سوائے حزن وغم کے کہ ان حالات کا عشر عشیر (سواں حصہ) بھی اب تک نصیب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مجھے اور میرے متعلقین ومتبعین کو ان احسانی حالات وایمانی درجات سے شاد فرمائے۔ آمین! (مرتّب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اتنا اہتمام کرتے تھے کہ اس سے غفلت کو کتاب اللہ سے غفلت شمار کرتے تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تارک کتاب اللہ کو پس پُشت ڈالنے والا ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے نہ چھوڑے۔ لوگوں نے بچاؤ کا مطلب پوچھا تو فرمایا جس کسی ظالم اور سرکش کی زیادتی کا خوف ہو۔ (ابن سعد جلد نمبر ۵ ص:۱۶۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ظالم کے خوف سے بعض دفعہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں احتیاط برتنے کی گنجائش ہے۔ اس لئے کہ ایسا درحقیقت وقتی مصلحت کی بناء پر ہوتا ہے جس کی رُخصت شریعت سے ثابت ہے۔ (مرتّب)

انفاق فی سبیل اللہ: انفاق فی سبیل اللہ، فیاضی اور دریادلی آپ کا خاص وصف تھا۔ اللہ کی راہ میں بے دریغ صَرف کرتے تھے۔ فقراء اور اہلِ حاجت کی دستگیری کے لئے ہمیشہ دستِ کرم دراز رہتا تھا۔ غلہ کے بورے اپنی پیٹھ پر لاد کر غریبوں کے گھر پہنچاتے تھے۔ وفات کے بعد جب غسل دیا جانے لگا تو جسم مبارک پر نیل کے داغ نظر آئے۔ معلوم ہوا کہ بوریوں کے بوجھ سے داغ پڑ گئے ہیں جنہیں آپ راتوں کو لاد کر غریبوں کے گھر پہنچاتے تھے۔

ف: سبحان اللہ! خدمتِ خلق کا کیسا جذبہ تھا جو ہم سب کے لئے موجب عبرت ہے۔ (مرتّب)

حِلم و بردباری: تحمل اور بردباری میں اپنے والد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ تھے۔ زبان کے تیز سے تیز نشتروں کا بھی اثر نہ لیتے تھے۔ ناگوار سے ناگوار اور تلخ سے تلخ باتیں سن کر پی جاتے تھے۔

ف: سبحان اللہ! (وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ) پر کیسا عمل تھا جو خاندانِ نبوت کی امتیازی شان تھی۔ اللہ تعالیٰ اس خلق عظیم سے ہم امتیوں کو بھی سرفراز فرمائے۔ آمین۔ (مرتّب)

اکثر ایسا ہوتا کہ آپ بیہودہ بکنے والوں کی جانب متوجہ ہی نہ ہوتے، تو بعض گستاخ ایسے جری اور بے باک تھے کہ آپ کو جتلانے کے لئے کہتے کہ میں تم ہی کو کہہ رہا ہوں۔ آپ اس کے جواب میں فرماتے، میں چشم پوشی کرتا ہوں۔

جب آپ کو کسی کی یہ بات پہنچتی کہ وہ آپ کی تنقیص کرتا ہے اور برائی بیان کرتا ہے تو اس کے گھر تشریف لے جاتے اور لطف و کرم کا معاملہ فرماتے اور کہتے کہ تم نے جو میرے متعلق بات کہی ہے اگر وہ حق ہے تو اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے اور اگر باطل ہے تو تیری مغفرت فرمائے۔

عفو و درگزر: آپ کو ایک مرتبہ آپ کی باندی وضو کرا رہی تھی۔ اتفاق سے اس کے ہاتھ سے لوٹا چھوٹ کر اس طرح گرا کہ آپ کے چہرے پر کچھ زخم لگ گیا۔ ابھی آپ نے سر اٹھا کر دیکھا ہی تھا کہ باندی بولی (وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ) آپ نے فرمایا، میں نے غصّہ پی لیا۔ پھر اس باندی نے آیت کا دوسرا ٹکڑا پڑھا (وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ) آپ نے فرمایا، جا تجھے میں نے معاف کیا اور اللہ تعالیٰ بھی تجھے معاف فرمائے۔ پھر باندی نے آیت کا آخری ٹکڑا (وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ) پڑھا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ جا تو آزاد ہے۔

(شعب الایمان جلد نمبر ۶ ص:۳۱۷)

نرمی وملاطفت: فطرۃً بڑے نرم خو تھے، درشتی و سختی کا نام تک نہ تھا جانوروں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تک کو مارتے اور جھڑکتے نہ تھے۔

خلفائے ثلٰثہ کے ساتھ حسنِ عقیدت: اپنے حق پرست اسلاف کی طرح حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ بھی خلفائے راشدین کے ساتھ حُسنِ عقیدت رکھتے تھے۔ان کی برائی سننا پسند نہ کرتے تھے۔اور برائی کرنے والوں کو اپنے یہاں سے نکال دیتے تھے۔

ف: اگر آج اس پر علماء ومشائخ کے یہاں بھی عمل ہوجائے تو بہت سے نزاعات کا خاتمہ ہوجائے اور پاس والوں کی بھی اصلاح ہوجائے اور غیبت وشکایت کادروازہ بند ہوجائے۔کماافادہ مصلح الامتؒ (مرتّب)

مُساوات: غرورِنسب کو مٹانے اور مساوات کی عملی مثال قائم کرنے کے لئے اپنی ایک لڑکی کی شادی اپنے ایک غلام سے کردی تھی۔اور ایک لونڈی کو آزاد کرکے اس کے ساتھ خود عقد کرلیا تھا۔ (سیرصحابہ جلدنمبر ۷،ص:۳۲۹)

آپ کی مقبولیت: محدّثِ کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی رحمۃ اللہ علیہ ''اعیان الحجاج'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا لقب زین العابدین ہے آپ بہت خدا ترس اور بڑے عبادت گزار تھے۔حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے تھے۔دلوں میں آپ کی ایسی عظمت ووقعت اور نگاہوں میں ایسا احترام تھا کہ ہشام بن عبدالملک اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں ایک بار حج کو آیا تھا،اسی سال علی بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ بھی حج کو آئے تھے۔اتفاق سے طواف میں ساتھ ہوگیا۔اور ہشام ان سے پہلے حجراسود کے پاس پہنچا۔اس نے انتہائی کوشش کی کہ حجرِ اسود کا بوسہ نصیب

ہوجائے،مگرکسی طرح ممکن نہ ہوا۔اس کے بعد علی ابن الحسین رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے توسارے لوگ اپنی اپنی جگہ ٹھٹک گئے اور جوحجرِ اسود کے پاس تھے وہ وہاں سے ہٹ گئے اور انہوں نے باطمینان حجرِ اسود کو چوما۔

ہشام کے آدمیوں نے اس سے پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے؟اس نے کہا میں نہیں پہچانتا۔اس موقع پر فرزدق شاعر موجود تھا۔اس نے نہایت جرأت سے کہا،میں ان کو پہچانتا ہوں،یہ علی بن الحسین ہیں اور اپنا وہ مشہور قصیدہ پڑھا جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں ؎

هٰذا ابن خير عباد الله كلّهم
هٰذا التقى النقى الطاهر العلم
هٰذا الّذى تعرف البطحاء وطأته
والبيت يعرفه والحل والحرم

ترجمہ: یہ اللہ کے بندوں میں سب سے مقدس ترین شخص کے فرزندارجمند ہیں۔ یہ خود متقی اور پاکیزہ،پاک وصاف اور دین کے علَم ہیں۔یہ وہ ہیں جن کی رفتار کو بطحاء پہچانتا ہے اور آپ کو حِل اور حرم بھی پہچانتے ہیں۔ (اعیان الحجاج،ص:۱۰۳)

فائدہ: مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت زین العابدین کے اس واقعہ کو نہایت کیف و وجد کے ساتھ مجلس میں سناتے تھے۔ (مرتّب)

حضرت سیدنا زین العابدینؒ کی خشیت ومُناجات بجناب واہبُ العَطیات

اصمعیؒ کہتے ہیں کہ ایک شب میں بیت اللہ شریف کا طواف کررہا تھا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ کعبہ کے پردے سے لپٹ کر یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

يَامَن يُجِيْبُ دُعَاءَ الْمُضْطَرِّ فِي الظُّلَمِ
يَا كَاشِفَ الضُّرِّ وَالْبَلْوٰى مَعَ السَّقَمِ
قَدْ نَامَ وَفْدُكَ حَوْلَ الْبَيْتِ وَانْتَبَهُوا
وَ اَنْتَ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ لَمْ تَنَمِ
اَدْعُوْكَ رَبِّيْ حَزِيْناً هَائِماً قَلِقًا
فَارْحَمْ بُكَائِيْ بِحَقِّ الْبَيْتِ وَالْحَرَمِ
اِنْ كَانَ جُوْدُكَ لَا يَرْجُوْهُ ذُوْسَفَهٍ
فَمَنْ يَجُوْدُ عَلَى الْعَاصِيْنَ بِالْكَرَمِ

ترجمہ: اے وہ ذات جو رات کی تاریکیوں میں مضطر کی دعا قبول فرماتے ہیں اور مصیبت اور غم کو بیمار سے دور فرمادیتے ہیں۔آپ کے پاس آیا ہوا وفد بیت اللہ کے ارد گرد پھرا بھی اور پھر کر سوگیا اور پھر وہ لوگ بیدار بھی ہو گئے، مگر اے حی و قیوم آپ ایسے ہیں کہ آپ کبھی نہیں سوتے۔اے رب! میں آپ کو اس حال میں پکارتا ہوں کہ اَلم رسیدہ ہوں، پریشاں حال ہوں اور قلق والا ہوں، لہٰذا میرے رونے پر اپنے بیت اور حرم کے صدقے میں رحم فرمادیجئے۔آپ کے بخشش کی کوئی بیوقوف یا مذنب اگر بالفرض امید نہ کرے، تو پھر گنہ گاروں پر کون بخشش اور جود کرے گا۔(یہ تو پھر بخشے ہی نہ جائیں گے حالاں کہ گنہ گار ہی زیادہ ہیں)

یہ اشعار پڑھے اور پھر خوب روئے، پھر اس کے بعد اس طرح دعا کی:

اَلَا اَيُّهَا الْمَقْصُوْدُ فِيْ كُلِّ حَاجَةٍ
شَكَوْتُ اِلَيْكَ الضُّرَّ فَارْحَمْ شِكَايَتِيْ
اَلَا يَا رَجَائِيْ اَنْتَ تَكْشِفُ كُرْبَتِيْ
فَهَبْ لِيْ ذُنُوْبِيْ كُلَّهَا وَاقْضِ حَاجَتِيْ
اَتَيْتُ بِاَعْمَالٍ قِبَاحٍ رَدِيَّةٍ
وَمَا فِي الْوَرٰى عَبْدٌ جَنٰى كَجِنَايَتِيْ
اَتُحْرِقُنِيْ بِالنَّارِ يَا غَايَةَ الْمُنٰى
فَاَيْنَ رَجَائِيْ ثُمَّ اَيْنَ مَخَافَتِيْ

ترجمہ: اے وہ ذات جو کہ ہر حاجت میں مقصود ہے، میں نے آپ کی طرف اپنی تکلیف بیان کردی، پس میری تکلیف کو دور فرمادیجئے۔اے وہ ذات جس سے میری امیدیں وابستہ ہیں آپ ہی میرے رنج وغم کو دور کر سکتے ہیں، لہٰذا میرے سب گناہوں کو بخش دیجئے اور میری حاجت روائی فرمائیے۔میں آپ کے دربار میں نہایت ہی ردی اور قبیح اعمال لے کر حاضر ہوا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی مخلوق میں مجھ جیسا گنہ گار بندہ کوئی اور نہ ہوگا۔ بایں ہمہ اے میری امیدوں کی انتہا اور میری آرزؤں کی منتہا! کیا آپ مجھے آگ میں جلائیں گے؟ اگر بالفرض ایسا ہوا تو پھر میری امید کیا کام آئی اور میرا خوف کیا کام آیا۔

یہ کہا اور بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔اصمعی کہتے ہیں، میں نے اس جوان کو قریب سے دیکھا تو حضرت زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالب تھے۔یہ دیکھ کر میں نے ان کا سر مبارک اپنی گود میں رکھا اور خود بھی رونے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لگا۔میرے آنسوؤں کے چند قطرے آپ کے رخسار پر گرے،جس کی وجہ سے آپ نے آنکھ کھول دی اور فرمایا،یہ کون ہے جو میرے اور میرے رب کے درمیان حائل ہوگیا ہے اور مجھ پر ہجوم کر رکھا ہے۔میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ کا غلام اصمعی ہے۔اور کہا کہ اے ہمارے سید! آپ تو اہلِ بیت نبوت اور معدنِ رسالت سے ہیں، پھر اس قدر جزع فزع کیوں؟ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا ہے؟

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْراً۔ (الاحزاب)

اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کر دے اور تم کو پاک کر دے پاک کرنا۔

آپ نے فرمایا اے اصمعی! کیا بات کہتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے جنت کو مطیعین کے لئے پیدا کیا ہے، اگرچہ وہ عبد حبشی ہی کیوں نہ ہوں اور دوزخ کو عاصیین کے لئے پیدا کیا ہے اگرچہ حُر قرشی ہی کیوں نہ ہو۔

اور کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے:

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ

جب نفخ صور ہوگا تو اس دن باہم نسب کام نہ آئے گا اور نہ اس کے بارے میں ان سے سوال کیا جائے گا۔بلکہ جس کی نیکیوں کا پلّہ بھاری ہوگا وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے۔اور جس کی نیکیوں کا پلّہ ہلکا ہوگا یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں کو خسارہ میں ڈال رکھا ہے، جو کہ

خٰلِدُوْنَ (بیاض خاص حضرت مصلح الامتؒ) جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ارشادات: آپ کے اقوال آپ کے علمی کمالات کا آئینہ اور پند وموعظت کے خزینہ ہیں۔

فرماتے تھے کہ مجھے اس مغرور وفخر کرنے والے پر تعجب آتا ہے جو کل ایک حقیر نطفہ تھا اور کل مردار ہوجائے گا۔اور اس شخص پر حیرت ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہستی میں شک کرتا ہے۔حالاں کہ خود اس کی پیدائش اس کے سامنے ہے۔یعنی وہ نیست تھا، اس کا نام ونشان نہیں تھا مگر کسی ہستی کے پیدا کرنے ہی سے نیست سے ہست اور وجود میں آیا۔

اور اس شخص پر تعجب آتا ہے جو قیامت کے دن دوبارہ پیدائش کا انکار کرتا ہے، جب کہ پہلی تخلیق اس کے سامنے ہے۔اور اس شخص پر تعجب آتا ہے جو ایک فانی مقام کے لئے عمل کرتا ہے اور دارِ بقاء کو چھوڑ دیتا ہے یعنی اس کے لئے تیاری نہیں کرتا۔

اور آپ یوں دعا فرماتے تھے۔اے اللہ! میں تجھ سے اس امر سے پناہ مانگتا ہوں کہ تو لوگوں کی نگاہ میں میرے ظاہر کو اچھا رکھے لیکن میرے باطن کو خراب کر دے۔

اے اللہ! جب میں نے کوئی برائی کی تو آپ نے میرے ساتھ بھلائی کا معاملہ کیا، تو آئندہ بھی جب میں برائی کروں تو آپ میرے ساتھ اچھائی کا ہی معاملہ فرمائیں۔

فرماتے تھے کہ کچھ لوگ اللہ کے خوف سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں، تو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہ غلاموں کی عبادت ہے۔ اور کچھ لوگ جنت کی طمع میں عبادت کرتے ہیں، یہ تاجروں کی عبادت ہے۔ اور کچھ لوگ خالص شکرِ الٰہی میں عبادت کرتے ہیں۔ بس یہی شریفوں کی عبادت ہے۔

فائدہ: یہ اخلاص کا اعلیٰ مقام ہے۔ لیکن اگر کوئی جنت کے لئے عبادت کرتا ہے تو یہ اخلاص کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کی طلب وتمنا بھی مطلوب ہے اور اللہ تعالیٰ کو جنت کا سوال محبوب ہے۔ نیز حضور اکرم ﷺ کی سُنّت ہے کہ آپ ﷺ نے بارگاہِ الٰہی میں جنت کا سوال بار بار فرمایا۔ (مرتّب)

آپ کے صاحب زادے محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے وصیت کی تھی کہ پانچ آدمیوں کے ساتھ کبھی نہ رہنا۔ میں نے عرض کیا کون؟ فرمایا:۔

(۱) فاسق کے ساتھ، کہ وہ تم کو ایک لقمہ بلکہ اس سے کم میں بھی بیچ دے گا۔ میں نے عرض کیا کہ اس سے کم کیا چیز ہو سکتی ہے؟ فرمایا: ایک لقمہ کی طمع کی جائے اور وہ بھی نہ ملے۔ میں نے پوچھا دوسرا کون تو فرمایا کہ: (۲) بخیل، وہ اس چیز کی جس کی تم کو زیادہ ضرورت ہوگی تم سے علیحدہ کر دے گا۔ میں نے پوچھا تیسرا کون؟ فرمایا کہ: (۳) کذّاب، اس لئے کہ وہ اپنی کذب بیانی سے تم کو اپنوں سے دور اور غیروں سے قریب کر دے گا میں نے پوچھا کہ چوتھا کون؟ فرمایا: (۴) احمق، وہ تم کو فائدہ پہنچانا چاہے گا مگر اُلٹے نقصان پہنچ جائے گا۔ میں نے پوچھا کہ پانچواں کون؟ فرمایا کہ: (۵) قاطعِ رحم، کہ اس کو اللہ نے تین مقام پر ملعون فرمایا ہے۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۷ ص ۳۲۵)

آپ جب وضو کرتے تو آپ کا چہرہ مبارک زرد ہو جاتا۔ آپ کے گھر والے آپ سے پوچھتے کہ آخر وضو کے وقت آپ کی یہ کیفیت کیوں ہو جاتی ہے؟ تو فرماتے کہ کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑے ہونے کا ارادہ کر رہا ہوں۔

وفات: آپ کی وفات ۹۹ھ میں ہوئی اور بقیع میں مدفون ہوئے۔

(طبقات جلد نمبر ۱ ص: ۲۷)

اور اعیان الحجاج میں ہے کہ آپ کی وفات ۹۲ھ یا ۹۴ھ میں ہوئی۔

(ص: ۱۰۳)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت سیدنا ابوجعفر محمد باقر ابن علی زین العابدینؒ المتوفی ۱۱۷ھ

نام ونسب: محمد نام، ابوجعفر کنیت، باقر لقب، حضرت امام زین العابدین کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کی والدہ اُمّ محمد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ اس لئے آپ کی ذات گویا ریاض نبوی ﷺ کے پھولوں کا دوآتشہ عطر تھی۔ بڑے عالم اور امام وپیشوائے دین اور علم وعمل میں اپنے والد بزرگوار زین العابدین کے جانشین تھے۔

ولادت: صفر ۵۷ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ اس حساب سے ان کے جدّ بزرگوار حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت آپ کی عمر تین سال تھی۔

زہدوعبادت: آپ نے ان بزرگوں کے دامن میں تربیت پائی تھی جن کا مشغلہ ہی عبادت تھا۔ اور ایسے ماحول میں آپ کی نشوونما ہوئی تھی جو ہر وقت اللہ کا ذکر اور اس کی تسبیح وتحمید سے گونجا کرتا تھا۔ اس لئے عبادت کی وہی روح آپ کے رگ وپے میں سرایت کرگئی تھی۔ عبادت وریاضت آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ شب وروز میں ڈیڑھ سو رکعتیں نماز پڑھتے۔ سجدوں کی کثرت سے پیشانی پر نشانِ سجدہ تاباں تھا۔

شیخین کے ساتھ عقیدت: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ کے اہلِ بیت میں کوئی

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالیاں بھی دیتا تھا؟ فرمایا، نہیں! میں ان حضرات کو دوست رکھتا ہوں اور ان کے لئے دعاءِ مغفرت کرتا ہوں۔

(سیر صحابہ جلد نمبر ۷ ؍ص: ۴۷۹)

ارشادات: فرماتے تھے کہ بجلیاں مومن وغیر مومن سب ہی پر گرتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والوں پر نہیں گرتیں۔

فائدہ: اس سے ذکر کی کیسی کچھ فضیلت ثابت ہوئی۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ کسی کے دل میں جب کبر وغرور آتا ہے تو اُسی قدر یا اس سے زیادہ اس کی عقل کم ہوجاتی ہے۔

آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت فرماتے تھے اور ان کی مدح میں مبالغہ فرماتے تھے۔ اور کہتے تھے، جو ان کو صدیق نہ کہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کسی قول کو نہ دنیا میں سچا بنائے اور نہ آخرت میں۔

اہلِ عراق کے ایک گروہ کی نسبت آپ کو معلوم ہوا کہ وہ حضرات ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بغض رکھتا ہے اور وہ گمان کرتا ہے کہ اہلِ بیت سے محبت کررہا ہے۔ تو آپ نے ان کو لکھ بھیجا کہ جو لوگ حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بغض رکھتے ہیں، مَیں ان سے بری وبیزار ہوں۔ اگر میں حاکم ہوا تو جو لوگ ان کو برا سمجھتے ہیں ان کے خون کو اللہ کے تقرب کا ذریعہ بناؤں گا۔

فائدہ: یہ تھی وسعت قلبی خاندانِ نبوت وخانوادۂ فاطمی کے چشم وچراغ کی، کہ بے دریغ شیخین سے انتہائی عقیدت ومحبت کا اظہار فرمایا۔ (مرتّب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آپ فرماتے تھے کہ پیٹ اور شرمگاہ کی عفّت سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہے۔ آپ جب ہنستے تو فرماتے کہ اے اللہ! مجھ سے ناراض نہ ہوئیے۔

فرماتے تھے کہ دنیا میں بھائیوں پر احسان سے زیادہ نفع بخش چیز کوئی نہیں ہے۔ اور آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ بیٹھنے سے ملول خاطر نہ ہوتے تھے۔

فرماتے تھے کہ بدترین بھائی وہ ہے جو تمہارے مالدار ہونے کی صورت میں تو رعایت کرے اور جب تم فقیر ہو جاؤ تو قطع تعلق کرلے۔

فرماتے تھے کہ اگر تم اپنی محبت اپنے بھائی کے دل میں دیکھنا چاہو تو اس کی محبت اپنے قلب میں دیکھو کہ کتنی ہے۔ اسی اعتبار سے تمہاری محبت اس کے قلب میں ہوگی۔ (طبقات)

وفات: آپ کی وفات ۱۱۷ھ یا ۱۱۸ھ یا ۱۱۴ھ میں ہوئی ہے۔

(اعیان الحجاج جلد نمبر ۱ رص: ۱۰۴)

حضرت سیدنا ابوعبداللہ جعفر صادق بن محمد باقرؒ المتوفی ۱۴۸ھ

نام ونسب: جعفر نام، ابوعبداللہ کنیت، صادق لقب، والد کا نام محمد ملقب بہ باقر ہے۔ دادا کا نام زین العابدین علی بن حسین بن علی رحمہم اللہ ہے۔ والدہ کا نام ام فروہ تھا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت قاسم بن محمد کی لڑکی تھیں۔

ولادت: ۸۰ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔

فضل وکمال: آپ باپ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ماں کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یادگار تھے۔ آپ دونوں خانوادۂ علم وعمل کے چشم و چراغ تھے جس کے ادنیٰ سے ادنیٰ خدّام بھی مسندِ علم ومعرفت کے بجا طور پر وارث ہوئے۔

آپ کے والد حضرت سیدنا محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ اس پایہ کے عالم تھے کہ امام اعظم ابوحنیفہ النعمان رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر اُمت ان کے شاگرد تھے۔ اس لئے حضرت جعفر صادق کو علم گویا وراثۃً ملا تھا۔ فضل وکمال کے لحاظ سے آپ اپنے وقت کے امام تھے۔

حافظ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو امام اور (احد السادۃ الاعلام) لکھتے ہیں اہلِ بیت کرام میں علم میں کوئی آپ کا ہمسر نہ تھا۔ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ فقہ، علم اور فضل میں ساداتِ اہل بیت میں ممتاز تھے۔ امام نوویؒ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لکھتے ہیں کہ آپ کی امامت، جلالت اور سیادت پر سب کا اتفاق ہے۔
(سیر صحابہ جلد نمبر ۷ ص:۸۴)

آپ نے اپنی تمام صلاحیتوں کو علم پھیلانے اور نیکی وتقویٰ کے عام کرنے میں صَرف کیا اور ساری عمر سیاست سے کنارہ کش رہے اور حکّام وقت سے اُلجھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

عبادت وریاضت: عبادت آپ کا شب وروز کا مشغلہ تھا۔ آپ کا کوئی دن اور کوئی وقت عبادت سے خالی نہ ہوتا تھا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں ایک زمانہ تک آپ کی خدمت میں آتا جاتا رہا، آپ کو ہمیشہ نماز، روزہ اور تلاوتِ قرآن میں مشغول پایا۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۷ ص:۸۶)

آپ کے حج کا عجیب وغریب واقعہ: آپ کے حج کا ایک واقعہ امام لیث بن سعد نے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ۱۱۳ھ میں حج کے ارادہ سے مکہ حاضر ہوا۔ اور عصر کی نماز پڑھ کر جبل ابوقبیس پر چڑھ گیا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا دعا کر رہا ہے۔ میں ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔ اس نے (یارب یارب) اتنی دفعہ کہا کہ اس کی سانس رک گئی پھر (یَارَبَّاہُ) کہنا شروع کیا تو اس کو بھی اسی قدر کہا، اس کے بعد پھر (یَارَبِّ یَارَبِّ) کی رٹ لگانا شروع کی، تو جب تک سانس نہ رکی لگاتا رہا۔ پھر (یَاحَیُّ یَاحَیُّ) کہنا شروع کیا، تو اس کو بھی اتنی ہی دیر کہتا رہا۔ اس کے بعد (یَارَحِیْمُ) کا ورد شروع کیا تو اس کو اتنی ہی دیر جاری رکھا۔ پھر (یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ) کی تکرار شروع کی تو اس کو بھی اتنی ہی دیر تک دُہراتا رہا۔ اس کے بعد کہا کہ اے اللہ! مجھے انگور کی خواہش ہے تو مجھے انگور کھلا دے۔

اے اللہ! میری دونوں چادریں بوسیدہ ہوگئی ہیں۔

یہ کلمات ابھی پورے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ خدا کی قسم، میں کیا دیکھتا ہوں کہ انگوروں سے بھری ہوئی ایک ٹوکری سامنے رکھی ہے۔ حالاں کہ وہ انگور کا موسم نہ تھا، اور چادریں بھی موجود ہیں۔ اب انہوں نے انگور کھانے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا کہ میں بھی آپ کا شریک ہوں۔ انہوں نے کہا آگے بڑھ آؤ اور کھاؤ، لیکن کچھ لے نہ جانا۔ میں نے آگے بڑھ کر کھانا شروع کیا۔ میں نے ایسے انگور کبھی نہیں کھائے تھے۔ ان انگوروں میں بیج نہ تھے۔ میں کھا کے سیر ہوگیا مگر ٹوکری جوں کی توں پُر تھی۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا ان چادروں میں جو تم کو زیادہ پسند ہو لے لو۔ میں نے کہا، چادر کی تو مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا اچھا تو ذرا آڑ میں ہو جاؤ میں انہیں پہن لوں، چنانچہ میں ہٹ گیا تو انہوں نے ایک کو بجائے تہبند کے استعمال کیا اور دوسری کو اوڑھ لیا۔ اور جو چادریں ان کے جسم پر تھیں ان کو اتار کر اپنے کندھے پر رکھا اور پہاڑ سے اُترنے کا ارادہ کیا، میں بھی پیچھے پیچھے چلا۔ جب مسعیٰ میں پہنچے تو وہاں ایک آدمی ملا جس نے کہا کہ اے فرزندِ رسول! مجھے کپڑے پہنائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کپڑے پہنائے گا۔ انہوں نے وہ دونوں چادریں اس کو دے دیں۔ جب یہ سائل ان کو لے کر چلا تو آگے بڑھ کر میں اس سے ملا اور پوچھا یہ کون بزرگ تھے۔ اس نے کہا جعفر صادق تھے۔ لیث فرماتے ہیں: اب جو لَوٹ کر میں نے ان کو تلاش کیا وہ مجھے نہیں ملے۔ ملتے تو ان سے حدیثیں سنتا۔ (اعیان الحجاج)

کراماتُ الاولیاءِ حقٌّ: یقیناً یہ حضرت سیدنا جعفر الصادق رحمہ اللہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کی کھلی کرامت اور نقد دعا کی قبولیت کا ثمرہ بشکل انگور و چادر ظاہر ہوا جو آپ کے صادق الاحوال ہونے پر شاہدِ عدل ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

غور فرمائیے کہ جب بعد کے اولیاء کرام سے کرامات کا صدور رہا ہے تو اگر خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ سے ایسی کرامات کا ظہور ہو جائے تو تعجب کی کیا بات ہے۔ بلکہ یہ تو عین حق و صواب ہے، بلکہ ان حضرات اولیاء متأخرین سے جو بھی کرامات ظاہر ہوتی ہیں وہ سب انہی حضرات اکابر متقدمین کی نیابت اور وراثت کا کرشمہ ہے۔

چوں کہ ان حضرات نے مجاہدہ و ریاضت کیا، حضور ﷺ کی ظاہری و باطنی سنتوں کی خوب ہی خوب اقتداء کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں اپنی دنیوی نعمتوں سے نوازا۔ رہی آخرت تو ان حضرات کے ہوائے نفسانی اور شہوات کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر چلنے کی وجہ سے آخرت میں ایسی نعمتوں اور لذتوں سے نوازیں گے۔ جن کا بندہ اس دنیا میں تصور نہیں کر سکتا۔ دنیا میں کبھی ان سے کرامات کا ظہور ہو گیا اور کبھی دعا کی قبولیت کی شکل میں نمودار ہوگا۔ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ یہاں تک فرماویں گے کہ اے بندے! تم نے ہماری رضا وخوشنودی کی خاطر اپنی ہوا و ہوس اور جملہ شہوات کو ترک کر دیا تھا، اس لئے اے بندو! تم کو اختیار دیتا ہوں کہ تم اپنی خواہشات کو جس طرح اور جس شکل میں چاہو پوری کرو۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوگا۔

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (حم السجدۃ:۳۱)	اور تمہارے لئے (جنت میں) جس کا تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے۔

اسی کی تعبیر عارف رومی نے یوں فرمائی ہے۔

او چنیں خواہد خدا خواہد چنیں　　می دھد یزداں مرادِ متقیں

مگر یہ کیفیت سب کے لئے نہیں ہے، بلکہ ان لوگوں کے لئے ہے جو حقیقتِ تقویٰ سے آراستہ ہیں ان کو آخرت میں نعمتِ بے کراں و بے بہا سے نوازیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل سے تقویٰ و پارسائی اختیار کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں اور دنیا و آخرت دونوں جہاں کی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔ آمین (مرتب)

ارشادات: فرماتے تھے کہ چار چیزیں ایسی ہیں جن سے کسی شریف کو کراہت کرنی زیبا نہیں۔ (۱) اپنے باپ کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہونا۔ (۲) اپنے مہمان کی خدمت کرنا۔ (۳) اپنی سواری کے جانور کی نگہداشت کرنا، اگر چہ اس کے سینکڑوں غلام و نوکر کیوں نہ ہوں۔ (۴) جس سے علم حاصل کر رہا ہے اس کی خدمت کرنا۔

ف: سبحان اللہ! شرافت کی کیسی واضح پہچان بیان فرمائی۔ (مرتب)

آپ کا قول ہے کہ نیکی کامل نہیں ہوتی مگر تین باتوں سے۔ ایک یہ کہ جب اس کو کرو تو اس کو چھوٹی سمجھو۔ دوسرے یہ کہ اس کو پوشیدہ رکھو۔ تیسرے یہ کہ اس میں عجلت کرو۔ کیوں کہ جب تم اس کو حقیر سمجھو گے تو وہ بڑی ہو جائے گی اور جب اس کو چھپاؤ گے تو اس کو کامل طور سے ادا کرو گے۔ اور جب اس میں جلدی کرو گے تو خوشگوار بنانے کی سعی کرو گے۔

آپ کا مقولہ ہے کہ جب کسی کی طرف دنیا توجہ کرتی ہے تو غیروں کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خوبیاں بھی اس کو دے دیتی ہے۔یعنی وہ آدمی خوشنما معلوم ہونے لگتا ہے۔اور جب اس سے منہ پھیرتی ہے تو اس کی ذاتی خوبیاں بھی لے لیتی ہے۔یعنی وہ لوگوں کی نظروں میں بدنما ہو جاتا ہے۔

فرماتے تھے کہ جب تم کو اپنے بھائی کی کوئی ایسی بات پہنچے جو تم کو ناگوار ہو، تو کہو کہ شاید اس کے پاس کوئی عذر ہو جس کو میں نہیں جانتا۔

ایک مرتبہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پاس آئے۔انہوں نے دیکھا کہ آپ خز کا جُبّہ پہنے ہوئے ہیں تو کہا کہ آپ خاندانِ نبوت سے ہیں اور یہ پہنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے، اندر ہاتھ ڈال کر دیکھو۔جب انہوں نے دیکھا تو کھرے بالوں کا ٹاٹ اندر تھا۔پھر فرمایا کہ ثوری! تم تو دکھلاؤ کہ تمہارے جبّہ کے نیچے کیا ہے؟ آپ نے دیکھا تو اس کے نیچے بہت ہی باریک کُرتا تھا۔اس سے حضرت سفیان شرمندہ ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ ثوری! میرے پاس زیادہ نہ آیا کرو۔اس سے ہم کو بھی نقصان پہنچتا ہے اور تم کو بھی۔

اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی مسلمان کے بارے میں کوئی بات سنو تو جہاں تک تمہاری قدرت ہو اس کو عمدہ پہلو پر ڈھالو۔یہاں تک کہ اگر کوئی عمدہ پہلو تم کو نہ ملے تو خود اپنے آپ کو ملامت کرو۔

ایک مرتبہ ایک قبیلہ کے ایک شخص سے آپ نے پوچھا کہ اس قبیلہ کا سرادار کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں، آپ نے فرمایا کہ اگر تو اس کا سردار ہوتا تو مَیں نہ کہتا۔

فائدہ: یعنی اس طرح انانیت وخودی کا اظہار نہ کرتا۔اس لئے کہ یہ شانِ سعادت

وسرداری کے خلاف ہے۔ (مرتّب)

آپ کا قول ہے کہ جس کو روزی ملنے میں تاخیر ہو رہی ہو تو اس کو کثرت سے استغفار پڑھنا چاہئے۔اور جس شخص کو اپنا کوئی مال پسند ہو اور وہ اس کو باقی رکھنا چاہے اس کو (مَاشَآءَاللّٰہُ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ) کہنا چاہئے۔

آپ نیچے اون کا موٹا چھوٹا جُبّہ پہنتے تھے اور اس کے اوپر سے خز کا حُلّہ پہنتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہم جُبّہ اللہ کے لئے پہنتے ہیں اور خز تمہارے لئے۔ پس جو اللہ کے لئے ہے اس کو ہم چھپاتے ہیں اور جو تمہارے لئے ہے اس کو ظاہر کرتے ہیں۔

اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی طرف وحی بھیجی کہ جو میری اطاعت کرے اس کی تو خدمت کرا اور جو تیری اطاعت کرے اس کو تو تعب میں ڈال کر تھکا ڈال۔

فرماتے تھے۔فقہا رسولوں کے امانت دار ہیں مگر اسی وقت تک جب تک کہ بادشاہوں کے در پر نہ جائیں۔ (طبقات ص:۲۸)

وفات: آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۱۴۸ھ میں ہوئی۔رحمہ اللہ تعالیٰ

(سیر صحابہ جلد نمبر ۷ ص:۸۸)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت مطرف بن عبداللہ ابن الشخیرؒ المتوفی ۸۷ھ

نام ونسب: مطرف نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام عبداللہ ہے۔

ولادت: مطرف کی ولادت عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہوئی تھی لیکن صغر سنی یا بُعد مسافت کی وجہ سے شرفِ زیارت سے محروم رہے۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۷ رص:۵۱۵)

اخذ حدیث: آپ نے حضرت عثمان، ابی بن کعب، علی و ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے حدیثیں سنیں ہیں۔

تواضع: مطرف رحمۃ اللہ علیہ جب حج کرنے گئے تو عرفات میں یہ دعا کرتے تھے۔ (اَللّٰهُمَّ لاتردّالجميع من اجلي) اے اللہ! میری وجہ سے ان سب کو مردود نہ قرار دینا۔ بزرگوں کے تواضع وکسر نفس اور اللہ سے خوف کا یہ عالم تھا کہ اپنے کو سب سے بدتر تصور کرتے تھے۔ (اعیان الحجاج جلد نمبر ا رص:۹۶)

ارشادات: فرماتے تھے کہ انسان کو قدرت کی طرف سے عقل سے بہتر کوئی چیز نہیں عطا کی گئی۔ لوگوں کی عقلیں ان کے زمانہ کے مطابق ہوتی ہیں۔

فائدہ: تاکہ اس زمانہ کی ضرورت کے مطابق کلام کریں۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ اپنا کھانا اس شخص کو نہ کھلاؤ جسے اس کی خواہش نہیں ہے یعنی بے محل کسی چیز کو ضائع نہ کرو۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۷ رص:۵۱۵)

آپ کے ایک بیٹے کی وفات ہوگئی۔ تو اپنی ڈاڑھی میں کنگھا کیا اور عمدہ لباس زیب تن فرمایا۔ تو ان سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو فرمایا کہ تم

لوگ مجھ کو اس بات کا حکم دیتے ہو کہ مصیبت کے سامنے ذلیل وسرنگوں ہوجاؤں۔ میرا تو یہ حال ہے کہ واللہ اگر دنیا ومافیہا میرے پاس ہو پھر مجھے اللہ تعالیٰ ان سب کے عوض آخرت میں ایک گھونٹ پانی مرحمت فرمانے کا وعدہ فرمائیں تو میں ضرور اس کو قبول کروں گا۔

اور آپ فرماتے تھے کہ میں رات سو کر گزاروں اور صبح نادم رہوں، یہ مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ رات عبادت میں گزاروں اور صبح عُجب وخود پسندی کا شکار ہو جاؤں۔

فائدہ: سبحان اللہ کیسی معرفت وعبدیت کی بات ہے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ جس بندے کا ظاہر و باطن برابر ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا یہ حقیقی بندہ ہے۔

آپ کا یہ حال تھا کہ جب خلوت میں ذکر فرماتے تو ان کے حجرے کی اینٹیں بھی ذکر کرتی تھیں۔

فرماتے تھے کہ اے اللہ! تو مجھ سے راضی ہو جا، اور اگر نہیں تو میرے گناہوں کو معاف ہی کر دے۔ اس لئے کہ آقا کبھی اپنے غلام کی حفاظت کر دیتا ہے، حالاں کہ اس سے راضی نہیں ہوتا۔

فائدہ: سبحان اللہ! اللہ سے خوف کا کیسا حال تھا کہ گناہوں کی معافی کی وجہ سے عذابِ آخرت سے حفاظت کو بڑی نعمت سمجھتے تھے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ خطاوار وہ ہے جو دوسروں کی خطاؤں کے ذکر میں لگا رہتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ف: جیسا کہ آج کل اس میں عام ابتلاء ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ آمین (مرتّب)

فرماتے تھے کہ علم تو رُخصت ہوگیا، مگر برے برتنوں میں عبارتیں باقی رہ گئی ہیں۔

فائدہ: یعنی نااہلوں کے پاس محض الفاظ وعبارات موجود ہیں۔ باقی اصل علم ختم ہوچکا ہے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ یہ تابعی اپنے زمانہ کا حال بیان فرمارہے ہیں، تو اب کا حال تو ظاہر ہے کہ نہ علم ہے نہ عمل۔ اِلّا ماشاءاللہ (مرتّب)

آپ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص جنازہ میں اہلِ میّت سے حیاء کی بناء پر شرکت کرتا ہے تو کیا اس کو اجر وثواب ملے گا؟ تو فرمایا کہ ابن سیرین اس بات کے قائل ہیں کہ اس کو دو اجر ملے گا۔ ایک تو اپنے بھائی پر نماز جنازہ پڑھنے کا، اور دوسرا اجر اس کے خاندان والوں کی رعایت میں چلنے کا۔

فائدہ: اس سے مصیبت زدہ لوگوں کی غمخواری وہمدردی کی کس قدر فضیلت ثابت ہوئی۔ دل سے نہیں تو کم ازکم اپنے قول وفعل سے اظہارِ غم تو کردے۔ یہ بھی غنیمت ہے اور موجبِ اجر وثواب ہے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ جب میں اپنے خادم کو کسی حاجت کا امر کرتا ہوں اور وہ میرے دوست کی حاجت کو پوری کرنے کو مقدم کرتا ہے تو میں اس خادم سے زیادہ محبت محسوس کرنے لگتا ہوں۔

ایک آدمی کو یہ کہتے سنا کہ اے اللہ! میری وجہ سے اس قوم کو مردود نہ فرمائیے۔ تو فرمایا کہ یہ شخص اپنے نفس کا عارف ہے۔

فرماتے تھے کہ شرافت کو پکڑے رہو۔ اور تم اپنے بھائیوں کے نزدیک اسی وقت تک شریف رہوگے جب تک کہ اپنی حاجت ان تک نہ لے جاؤ گے۔

فائدہ: سبحان اللہ! کیسی معرفت بلکہ تجربہ کی بات ارشاد فرمائی۔ یقیناً اپنے بھائیوں یا رشتہ داروں کے پاس اپنی حاجت کو لے جانا اپنے کو ذلیل ورُسوا کردینا ہے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ قیامت کے دن لوگوں کی بہت سی جماعتیں یہ تمنا کریں گی کہ کاش ان کے قلم آگ کے ہوجاتے۔ تاکہ جو کچھ انہوں نے دنیا میں لکھا ہے نہ لکھ پاتے۔

ف: اس سے معلوم ہوا کہ جیسے زبان کی حفاظت ضروری ہے ویسے ہی قلم کو بھی مؤدّب اور محتاط رکھنے کی ضرورت ہے، بلکہ اشد ضرورت ہے۔ اس لئے کہ زبان سے کہی ہوئی بات کا اثر ونقصان جلد یابدیر ختم ہوجاتا ہے۔ مگر قلم سے لکھی ہوئی بات کا اثر خصوصاً جب کہ وہ چھپ جائے بہت دنوں تک باقی رہے گا۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ وہ میرا ساتھی اور دوست نہیں ہے جو میرے پاس لوگوں کی غیبت کرتا ہے۔ اپنی دعاء میں آپ فرماتے تھے کہ اے اللہ! میری وجہ سے اور لوگوں کے سوال کو رد نہ فرمائیے۔

ف: سبحان اللہ! ہمارے بزرگوں کی کیسی تواضع وفنائیت اور معرفت کی باتیں ہیں جو حرزِ جان بنانے کے لائق ہیں۔ (مرتّب)

وفات: باختلاف روایت ۸۷ھ یا ۹۵ھ میں احتباسِ بول کے مرض میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مبتلا ہوئے۔اور بیمار ہوتے ہی حالت بگڑ گئی۔اپنے صاحبزادے کو بلا کر آیاتِ وصیت پڑھ کر سنائیں۔صاحبزادے جا کر طبیب کو لے آئے،طبیب کو دیکھ کر پوچھا، یہ کون ہیں؟ صاحبزادے نے کہا طبیب،طبیب سے مخاطِب ہو کر فرمایا۔میں سختی سے منع کرتا ہوں کہ مجھے جھاڑ پھونک نہ کرنا اور نہ گنڈا تعویذ لٹکانا۔اور اپنے صاحبزادوں کو قبر کی تیاری کا حکم کیا۔انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔قبر تیار ہونے کے بعد فرمایا،مجھے قبر کے پاس لے چلو۔چنانچہ اپنی آخری آرامگاہ کے پاس جا کر دعا کی۔دعاء کے بعد گھر واپس آئے،اس کے بعد آپ کی وفات ہوگئی۔رحمہ اللہ

(سیر صحابہ جلد نمبر ۷ ،ص:۵۱۶)

حضرت ابو العالیہ ریاحیؒ المتوفی ۹۰ھ

نام ونسب: رفیع نام،ابو العالیہ کنیت،کنیت ہی سے زیادہ مشہور ہیں۔والد کا نام مہران تھا۔قبیلۂ بنی ریاح کی ایک عورت کے غلام تھے۔اسی نسبت سے ریاحی کہلاتے ہیں۔

اسلام: آپ نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا۔عہدِ نبوی ﷺ میں شرفِ اسلام سے محروم رہے اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے دو سال بعد اسلام قبول کیا۔

فضل وکمال: علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ وہ کبارِ تابعین میں سے تھے۔ان کا خاص موضوع کتاب اللہ تھا۔قرآن کی تعلیم انہوں نے مشہور عالم قرآن حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کی تھی۔

عبادت: ابو العالیہ میں اس علم کے ساتھ اسی درجہ کا عمل بھی تھا بڑے خوش اوقات اور عبادت گزار تھے۔شب بیداری اور تلاوتِ قرآن پاک کا خاص ذوق تھا۔ایک زمانہ میں وہ رات بھر نمازیں پڑھتے تھے اور ایک شب میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے۔لیکن اس عبادت شاقہ پر مداومت نہ کر سکے۔

اس عبادت وریاضت کے ساتھ رہبانیت سے اتنا احتراز تھا کہ راہبانہ لباس تک پسند نہ کرتے تھے۔ایک مرتبہ ابو امیہ عبد الکریم ان سے ملنے آئے۔ابو امیہ کے بدن پر صوف کے کپڑے تھے۔ان کو دیکھ کر ابو العالیہ نے کہا،یہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

راہبوں کالباس وطریقہ ہے۔مسلمان جب آپس میں ایک دوسرے سے ملنے کے لئے جاتے ہیں تو اچھے لباس میں جاتے ہیں۔

ریا سے احتراز: عمل خیر کا اظہار نہایت برا سمجھتے تھے۔ابومخلد کا بیان ہے کہ ابوالعالیہ کہتے تھے کہ جب تم کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ میں اللہ کے لئے دوستی اور اللہ کے لئے دشمنی کرتا ہوں، تو اس کی تقلید نہ کرو۔

ف: کیوں کہ ایسا شخص ریاوعُجب میں مبتلا ہے۔تو پھر جو ایسے باطنی اَمراض کا شکار ہو، وہ قابل تقلید کیسے ہوسکتا ہے۔ (مرتّب)

اِنفاق فی سبیل اللہ: اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں بڑے فیاض تھے۔ انہوں نے اپنا کُل مال یا اس کا بڑا حصہ اللہ کی راہ میں اُمورِ خیر میں خرچ کے لئے وقف کردیا تھا۔

آپ زکوٰۃ نہایت پابندی سے ادا کرتے تھے اور اس کو تقسیم کرنے کے لئے مدینہ بھیجتے تھے۔

مشتبہات سے اِجتناب: مشتبہ چیزوں سے اتنی احتیاط کرتے تھے کہ ان پیشہ وروں اور عہدیداروں کے یہاں جن کی کمائی میں کچھ بھی مشتبہ مال کا احتمال ہوتا تھا پانی تک نہ پیتے تھے۔

آپ طبعاً نہایت سادہ مزاج اور بے تکلف تھے۔اپنے لئے کسی قسم کا اہتمام پسند نہ تھا۔جہاں جاتے تھے صاحبِ خانہ سے پہلے ہی کہہ دیتے تھے کہ گھر میں جو کچھ موجود ہو وہی لانا، بازار وغیرہ سے کوئی چیز نہ خریدنا۔

(تابعین، ص:۵۳۶)

ارشادات: آپ کا قول تھا کہ جو لوگ ایسے ہیں کہ لوگ ان کے شر سے ڈرتے ہیں، وہ سب کے سب قیامت کے دن لوہے میں جکڑے جائیں گے اور ان کے بارے میں حکم ہوگا کہ ظالموں اور شیطانوں کے ساتھ جہنم میں ڈال دیئے جائیں۔

فرماتے تھے کہ عمدہ پوشاک پہننا مسلمانوں کی زینت ہے۔آپ خلوت پسند تھے۔اور جب آپ کے پاس چار سے زیادہ آدمی جمع ہوجاتے تو آپ لغو باتوں کے خوف سے ان کو چھوڑ کر اٹھ جاتے تھے۔

فائدہ: سبحان اللہ! حدیث (مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ) پر کیسا عمل تھا، جو انتہائی تقویٰ کی علامت ہے۔ (مرتّب)

وفات: آپ کی وفات ۹۰ھ میں ہوئی۔رحمہ اللہ تعالیٰ (طبقات جلد نمبر ۷/ص:۳۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت صلہ بن اشیم العدوی ؒ المتوفی قبل وفات حضرت عبداللہ بن عباس ؓ

نام اور فضل وکمال: صلہ نام اور والد کا نام اشیم اور کنیت ابوالصہباء ہے۔
قرآن کریم سے بہت زیادہ نصیحت حاصل کرنے والے تھے اور ذکر اللہ سے حد سے زیادہ شغف رکھنے والے، مصائب اور پریشانیوں میں حد درجہ صبر کرنے والے اور تاریک راتوں میں ذکر کرنے والے اور کھڑے ہونے والے تھے۔

ابوسلیل نے کہا کہ میں صلہ عدوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور ان سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم آپ کو دیا ہے مجھے سکھلا دیجئے! تو جواباً انہوں نے کہا، آج تم میری طرح ہو، جیسا کہ میں اصحاب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تھا تا کہ ان لوگوں سے علم حاصل کروں، تو میں نے بھی ان لوگوں سے اسی طرح کہا تھا کہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے جو علم دیا ہے مجھ کو سکھلا دیجئے۔ تو اصحابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآنِ کریم سے نصیحت حاصل کرو اور مسلمانوں کو نصیحت کرنے والے بنو، اور جتنا ممکن ہو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔

حضرت معاذہ نے کہا کہ جب صلہ ابن اشیم کے ساتھی آپس میں ملتے تھے تو معانقہ کرتے تھے۔

شیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ صلہ متعدد صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ملاقات کی اور ان سے علم حاصل کیا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ (الحلیہ جلد نمبر ۲/ص:۲۷۰)

ارشادات: جب آپ کسی ایسے گروہ کے پاس سے گزرتے جو کھیل میں مشغول ہوتا، تو فرماتے کہ یارو مجھے بتاؤ تو سہی جو گروہ سفر کا ارادہ رکھتا ہو، اور اس نے پورا دن کھیل میں گنوا کر راستہ کھوٹا کر دیا ہو اور رات کو پڑا سوتا رہا ہو۔ تو بھلا وہ منزلِ مقصود تک کب پہنچے گا۔ (طبقات)

وفات: آپ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وفات سے پہلے شہید کئے گئے۔ (سیر اعلام النبلاء جلد نمبر ۴/ص:۵۰۹)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت علاء بن زیادؒ المتوفی ۹۴ھ

نام ونسب: آپ کا نام علاء اور والد کا نام زیاد ہے۔ دادا کا نام المطر العدوی ہے۔آپ بصرہ کے رہنے والے تھے،بعد میں شام کے اندر بود و باش اختیار کرلیا، تابعین کے طبقۂ ثانیہ میں شمار ہوتا ہے۔

فضل وکمال: آپ نے عمران بن حصین اورعیاض بن حماد اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اورمطرف شیخزہ رحمہم اللہ سے احادیث نقل کی ہیں بڑے اللہ والے، متقی اور متواضع تھے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہت زیادہ گریہ وزاری کرنے والے تھے۔جس کی وجہ سے ان کی بینائی کمزور ہوگئی تھی۔

اور ہشام بن حسان نے کہا کہ علاء بن زیاد کی خوراک ایک دن میں ایک روٹی (چپاتی) تھی۔اورعلاء بن زیاد کے پاس کچھ مال اورغلام تھے،تو ان میں سے بعض کو آزاد کردیا اور بعض کو فروخت کردیا۔اور ہمہ وقت عبادت میں مشغول ہوگئے۔

گریہ وزاری: عبدالواحد بن زید سے روایت ہے۔کہا کہ علاء بن زیاد کے پاس ایک شخص آیا،اس نے کہا کہ خواب میں ایک شخص میرے پاس آیا اورکہا کہ علاء بن زیاد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ کی مغفرت کی جاچکی ہے۔مگر جب اس آدمی نے یہ بات کہی تو حضرت علاء بن زیاد رونے لگے اورفرمایا،اب میں نہیں سوؤں گا۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اس کے شکریہ میں اب بیدار ہی رہوں گا سونے کا سوال ہی نہیں ہے۔ (مرتّب)

دنیا کی حقیقت: حمید بن ہلال نے علاء بن زیاد سے روایت کی،کہا میں نے لوگوں کو خواب میں دیکھا کہ کسی چیز کے پیچھے جارہے ہیں تو میں بھی ان کے ساتھ ہولیا۔تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بوڑھی،کمزور،اندھی عورت ہے اور وہ ہر طرح کے زیور سے آراستہ و پیراستہ ہے۔میں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟اس نے کہا،میں دنیا ہوں۔میں نے کہا،میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ میرے اندر تیری طرف سے بغض پیدا فرمادے۔اس نے کہا۔ہاں اگر تم دراہم (مال ودولت) سے بغض رکھو تو دراصل یہی مجھ سے بغض رکھنا ہے اور اسی کا اعتبار ہے۔

(سیر اعلام النبلاء جلد نمبر ۴ ص:۲۰۲)

ارشادات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ ان کو قیامت میں کیا پیش آنے والا ہے؟ تو اس عالم میں ایک لمحہ بھی ان کو اطمینان نہ ہو،نہ کھیتی کریں،نہ مکان بنائیں،نہ کھائیں نہ پئیں اور نہ سوئیں۔

ف: حقیقت تو یہی ہے۔پس اللہ تعالیٰ ہی بشری عادات واعمال میں شرعی اعتدال کی توفیق مرحمت فرمائیں تا کہ عذابِ اُخروی سے رُستگاری نصیب ہو۔ (مرتّب)

ایک شخص نے آکر آپ سے کہا کہ میں نے آپ کو بہشت میں دیکھا ہے تو فرمانے لگے کہ تم کو ہلاکت ہو کیا میرے علاوہ شیطان کو اور کوئی مذاق کے لئے نہ ملا تھا۔

ف: ظاہر ہے کہ یہ خوفِ آخرت کی بناء پر تھا کہ اپنے کو مستحق جنت نہ سمجھتے تھے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ورنہ دوسرا شخص تو ایسی بشارت سن کر پھولے نہ سماتا، بلکہ ممکن ہے کہ عمل نیک کرنے میں سستی کرنے لگتا۔ العیاذ باللہ (مرتّب)

آپ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ تم ایسے زمانہ میں ہو کہ تم میں سے تھوڑے آدمی ایسے ہیں جن کے دین کا دسواں حصّہ ضائع ہوا ہے، مگر عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ تم میں تھوڑے ہی آدمی ایسے رہ جائیں گے جن کے دین کا دسواں حصّہ سالم رہے گا اور نَو حصہ ضائع ہو چکا ہوگا۔

ف: ممکن ہے کہ ہمارا یہ زمانہ وہی زمانہ ہو، بلکہ اس سے بھی ابتر ہو، جیسا کہ حالاتِ زمانہ جاننے والوں پر مخفی نہیں ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ (مرتّب)

وفات: آپ کی وفات حجاج بن یوسف کے آخر زمانہ ولایت ۹۴ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (طبقات جلد نمبر ۱/ص:۳۱)

حضرت ثابت بن اسلم البنانی ؒ المتوفی ۱۲۳ھ

نام ونسب: ثابت نام، ابو محمد کنیت، نسباً قریش کی شاخ بنی سعد سے تھے اور بصرہ کے صاحبِ علم وعمل تابعین میں تھے۔

فضل وکمال: علمی اعتبار سے وہ بصرہ کے ممتاز علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔ ان کی شہرت ان کے علم سے زیادہ ان کے عمل زہد وورع اور عبادت وریاضت کی وجہ سے تھی۔ ان کا دل سوز وگداز کا آتشِ سوزاں تھا۔ گدازِ قلب سے ان کی آنکھیں ہر وقت اَشکبار رہتی تھیں اور اس بے قراری کے ساتھ روتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ پسلیاں اُلٹ جائیں گی۔ شدتِ گریہ سے آنکھیں خراب ہوگئی تھیں اور ان کے بے نور ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ لوگوں نے اتنی اشکباری پر عرض معروض کیا تو فرمایا، آنکھوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ روتی رہیں اور علاج سے انکار کر دیا۔

جہنم کا خوف: جب جہنم کا ذکر ہوتا تھا تو آپ کے اعضاء جوڑوں سے الگ ہو جاتے تھے۔ (طبقات)

ف: سبحان اللہ! یہ تھا خوفِ جہنم جو عین ایمان ہے۔ مگر ایک واعظ جو درحقیقت قصہ گو ہیں ان کے متعلق لوگوں نے بتایا کہ جب جہنم کا ذکر کرتے ہیں تو ایسا اندازِ بیان اختیار کرتے ہیں کہ اس سے ہنستے ہنستے گر گر جاتے ہیں۔ توبہ توبہ! اعاذنا اللہ منہ (مرتّب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ارشادات: فرماتے تھے کہ لوگ جب ذکر کے لئے بیٹھتے ہیں تو ان پر پہاڑوں کی طرح گناہ رہتا ہے۔مگر جب ذکر سے اٹھتے ہیں تو ایک گناہ بھی ان پر نہیں رہ جاتا۔

آپ پچاس سال تک قیامِ لیل یعنی تہجد کی نماز پڑھتے رہے۔جب صبح ہوتی تو اپنی دعا میں کہتے، اے اللہ! اگر آپ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے تو مجھ کو عطا فرمائیے۔پس جب آپ کا انتقال ہوا اور لوگوں نے کچی اینٹوں سے قبر کو برابر کر دیا تو اتفاق سے ایک اینٹ گر گئی تو دیکھا کہ آپ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ اپنے بعض خاص بندوں کی ایسی مرادیں بھی پوری فرما دیتے ہیں۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (مرتّب)

آپ فرماتے تھے کہ نماز زمین میں اللہ کی اطاعت ہے۔اور اگر اللہ کے علم میں نماز سے افضل کوئی چیز ہوتی تو یہ نہ فرماتے۔ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ۔ پس پکارا انہیں فرشتوں نے اور وہ محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

فرماتے تھے کہ میں نے بیس سال تک نماز کے درست کرنے میں مشقت برداشت کی اور بیس سال تک اس سے متلذذ ہوا۔

جب آپ کی وفات ہوئی تو لوگ آپ کی قبر سے تلاوتِ قرآن کی آواز سنا کرتے تھے۔ (طبقات،ص:۳۱)

فائدہ: معلوم ہوا کہ نماز کو درست کرنے کے لئے بھی مشقت کی ضرورت پڑتی

ہے۔مگر بعض لوگ چاہتے ہیں کہ اوّل ہی دن سے بغیر مشقت کے نماز درست ہو جائے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ جو شخص موت کو زیادہ یاد کرتا ہے اس کے اعمال پر اس کا نمایاں اثر پڑتا ہے۔ (سیر صحابہ)

ف: یعنی اس کے اعمال و اخلاق درست ہو جاتے ہیں،قلب میں رِقّت پیدا ہو جاتی ہے۔اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے موت کو بکثرت یاد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

وفات: ۱۲۳ھ میں وفات پائی۔وفات کے وقت عمر شریف اسی سال سے متجاوز تھی۔رحمہ اللہ تعالیٰ (سیر صحابہ)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت یونس بن عبیدؒ المتوفی ۱۳۹ھ

نام،نسب اور فضل وکمال: یونس نام، ابوعبیداللہ کنیت، بنی عبدقیس کے غلام تھے۔

یونس رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ غلام تھے لیکن حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص اصحاب میں تھے ان کے فیضِ صحبت و ہمنشینی نے ان کو دولتِ علم وعمل سے مالا مال کر دیا تھا۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ان کو امام، حجۃ اور قدوہ لکھتے ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق اور جلالت پر سب کا اتفاق ہے اور وہ جلیل القدر تابعی تھے۔ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ وہ علم وفضل، حفظ واتقان، پابندیٔ سنت اور اہلِ بدعت سے بغض ونفرت، تفقہ فی الدین اور کثرتِ حفظ میں اپنے زمانہ کے سادات میں تھے۔

حدیث: حدیث میں اپنے عہد کے ممتاز حفاظ میں تھے۔ علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ (کان ثقۃ کثیر الحدیث)

عبادت: فرائض کے علاوہ زیادہ روزہ نماز نہ کرتے تھے، لیکن اللہ کے حقوق وفرائض کی ادائیگی کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ سلام بن مطیع رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ یونس بہت زیادہ نماز روزہ نہ کرتے تھے لیکن اللہ کی قسم! جب اللہ کے حقوق کا وقت آتا تو وہ اس کی ادائیگی کے لئے بالکل تیار رہتے تھے۔ جہاد کو افضل العبادات سمجھتے تھے۔ اس کے چھوٹ جانے کا انتہائی قلق ہوتا تھا۔ ان کو کسی سبب سے جہاد کا موقع نہ ملا تھا اس کا تادم آخر قلق رہا۔

اسحٰق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ یونس رحمۃ اللہ علیہ مرض الموت میں اپنے پیروں کی طرف دیکھ کر روتے تھے۔ لوگوں نے سبب پوچھا، فرمایا کہ یہ اللہ کی راہ میں غبار آلود نہیں ہوئے۔ زبان پر اکثر کلمۂ استغفار جاری رہتا تھا۔ عبدالملک بن سلیمان کا بیان ہے کہ میں نے ان سے زیادہ استغفار کرنے والا نہیں دیکھا۔

دیانت: ان کا ذریعۂ معاش تجارت تھا۔ ریشمی کپڑوں کی تجارت کرتے تھے۔ اور تجارتی دیانت میں اس قدر مبالغہ کرتے تھے کہ اس مبالغہ کے ساتھ تجارت کرنا مشکل ہے۔ ان کی تجارتی دیانت کے بہت سے واقعات کتابوں میں مذکور ہیں۔

ایک مرتبہ ایک خاص مقام پر ریشم کا نرخ بہت چڑھ گیا تھا انہیں معلوم ہوا تو انہوں نے ایک دوسرے مقام کے ریشم فروش سے تیس ہزار کا ریشم خریدا۔ بعد میں انہیں خیال آیا تو اس بیچنے والے سے پوچھا کہ تم کو فلاں مقام پر مال کے نرخ چڑھنے کی خبر تھی؟ اس نے کہا اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں اپنا مال کم نرخ پر کیوں فروخت کرتا۔ یہ جواب سنا تو روپیہ لے کر اس کا مال واپس کر دیا۔

ایک مرتبہ ایک عورت ان کے پاس خز کی چادر فروخت کرنے کے لئے لائی، انہوں نے اسے دیکھ کر قیمت پوچھی۔ اس نے کہا، ساٹھ درہم۔ انہوں نے اپنے ایک ہمسایہ کو دکھا کر پوچھی کہ تمہاری نظر میں اس کی کیا قیمت ہے؟ اس نے کہا، ایک سو بیس تک ہو سکتی ہے۔ قیمت کا اندازہ ہو جانے کے بعد عورت سے کہا کہ اپنے گھر والوں سے پوچھ لو کہ وہ ایک سو بیس تک بیچنے کی اجازت دیتے ہیں؟

ایک مرتبہ ایک عورت ریشم کا ایک جبّہ بیچنے کے لئے لائی۔ انہوں نے قیمت دریافت کی۔ اس نے پانچ سو بتائی۔ آپ کی نگاہ میں وہ اس سے بہت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

زیادہ قیمت کا تھا۔اس لئے آپ نے دو ہزار تک قیمت لگادی۔

اس احتیاط کے باوجود انہیں اس بارے میں پورا اطمینان نہ ہوتا تھا۔ابن شوذب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ یونس اور ابن عون حلال وحرام پر باتیں کررہے تھے۔دونوں نے کہا کہ ہمارے مال میں ایک درہم بھی حلال کا نہیں ۔ہے۔

فائدہ: کس قدر ورع وتقویٰ کا حال تھا۔مبارک ہو۔ (مرتّب)

ارشادات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ آدمی کا ورع و پرہیزگاری اس کے کلام کے وقت پہچانا جاتا ہے۔

فرماتے تھے کہ ہر نیکی میں کسی دوسری شے کا شائبہ ہوسکتا ہے مگر زبان کی حفاظت ایسی نیکی ہے کہ اس میں کسی چیز کی آمیزش نہیں ہوسکتی۔اس لئے کہ آدمی کبھی کثرت سے نماز روزہ کرتا ہے،مگر افطار حرام مال سے کرتا ہے۔اور رات میں عبادت کرتا ہے اور اس سے ریاو دکھاوا مقصود ہوتا ہے۔اور کبھی لغو اور جھوٹی شہادت میں مبتلا ہوجاتا ہے۔اور جب آدمی اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے تو مجھے امید ہے کہ یہ کُل کی کُل نیکی ہی نیکی ہوگی۔

فرماتے تھے کہ اگر مجھے کوئی حلال درہم مل جاتا تو اس کا گیہوں خریدتا پھر اس کو ستّو بناتا پھر اس کو مریضوں کو پلاتا،پس جو مریض ذرا بھی اس کو پی لیتا تو اس کو اللہ تعالیٰ شفادے دیتے۔

فائدہ: یعنی حلال وطیب غذا دوا کا بھی کام دیتی ہے۔بخلاف حرام غذا کے کہ اس سے مرض میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ اگر بندے کی دو خصلتیں درست ہوجائیں تو بقیہ خصلتیں

خود بخود درست ہوجائیں گی۔ایک تو نماز،دوسری زبان۔

فرماتے تھے،جس کی زبان درست ہوجائے گی تو اس کے سارے اعمال درست ہوجائیں گے۔ (طبقات)

فائدہ: سبحان اللہ! کیسے مفید ارشادات ہیں جو سویدائے قلب میں جگہ دیئے جانے کے لائق ہیں۔ (مرتّب)

''طبقات کبریٰ'' میں ہے کہ **کان یقول لیس فی ھٰذہ الامۃ ریاء خالص ولا کبر خالص،فقیل لہ لماذا؟فقال لا کبر مع السجود ولا ریاء مع التوحید۔واللہ اعلم** یعنی فرماتے تھے کہ اس امت میں نہ خالص ریاء ہے اور نہ خالص تکبر،آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ سجدہ کے ساتھ کبر جمع نہیں ہوسکتا اور اسی طرح توحید کے ساتھ ریاء باقی نہیں رہ سکتی۔**واللہ تعالیٰ اعلم** (طبقات جلد نمبر ۱،ص:۳۱)

ف: سبحان اللہ! کیسی حکمت کی بات بیان فرمائی جو عین حقیقت ہے اور پیشِ نظر رکھنے کے لائق ہے۔ایسے ہی مرشدی حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ''نماز میں بار بار اللہ اکبر کہنے کے باوجود نمازی کے اندر کبر باقی نہیں رہ سکتا۔نیز فرماتے تھے کہ ابلیس نے اگر ایک سجدہ بھی اللہ کے لئے کیا ہوتا تو راندۂ درگاہ نہ ہوتا۔ (مرتّب)

وفات: ۱۳۹ھ میں وفات پائی۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پوتے سلیمان اور عبداللہ بن علی اور پرپوتے جعفر اور محمد نے جنازہ اٹھایا اور ان کی زبان پر تھا کہ''اللہ کی قسم یہ عزت وشرف ہے۔'' (تابعین،ص:۵۲۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت محمد بن واسعؒ المتوفی ۱۲۰ھ

نام ونسب: محمد نام، والد کا نام واسع، دادا کا نام جابر، پردادا کا نام اخنس۔ امام ربّانی اور پیشوا ہیں۔ اور ان کو ابوعبداللہ ازدی بصری کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

فضل وکمال: حضرت معمر نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ محمد بن واسع سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ اور جعفر بن سلیمان نے کہا کہ جب بھی میں اپنے دل میں سختی پاتا تھا تو صبح کو محمد بن واسع کے پاس جاتا اور ان کے چہرے کو دیکھتا تو وہ اس سختی کو سلب کر لیتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء)

اولیائے کرام کے اونچے طبقہ میں آپ کا شمار ہے۔ آپ زبردست محدّث تھے۔ آپ معمولی قسم کا لباس پہنتے تھے۔ (طبقات)

ارشادات: حماد بن زید نے فرمایا کہ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے تو فرمایا کہ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم دنیا وآخرت کے بادشاہ ہو جاؤ۔ اس شخص نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو۔

فائدہ: سبحان اللہ! کیا ہی خوب نصیحت فرمائی۔ اس لئے کہ جس کو غنائے قلبی حاصل ہوگئی اس کو سب کچھ مل گیا۔ (مرتّب)

ہشام بن حسان نے محمد بن واسع سے روایت کیا ہے کہ محمد بن واسع سے کہا گیا کہ کس حالت میں آپ نے صبح کیا؟ فرمایا، اپنی موت کو قریب، اپنی امیدوں

وخواہشات کو دور اور اپنے عمل کو برا پایا۔

فائدہ: سبحان اللہ! یہ تھا مراقبۂ موت اور محاسبۂ اعمال جو ہمارے اکابر سے ثابت ہے بلکہ ان کی امتیازی شان رہی ہے۔ (مرتّب)

ہشام سے روایت ہے کہ مالک بن منذر والی نے محمد بن واسع کو بلوایا اور ان سے کہا کہ تم منصب قضا کو قبول کر لو۔ انہوں نے اس سے انکار کیا۔ پھر اس نے اس کے قبول کرنے پر زور دیا اور کہا کہ تم اس منصب کو ضرور قبول کرو، ورنہ میں تم کو تین سو کوڑے ضرور لگواؤں گا۔ آپ نے فرمایا اگر تم ایسا کرو گے تو تم اس پر قادر ہو۔ اور فرمایا کہ دنیا کی ذلت آخرت کی ذلت سے بہتر ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ ایک قصّہ گو محمد بن واسع سے قریب ہوا اور کہا کہ کیا ہوا ہے کہ میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ قلوب خوف سے خالی ہیں اور آنکھیں آنسوؤں سے خالی ہیں اور رونگٹے کھڑے نہیں ہوتے ہیں؟ تو محمد بن واسع نے فرمایا کہ جب بات دل سے نکلتی ہے تو دل پر اثر کرتی ہے۔

فائدہ: سبحان اللہ! کیا خوب کلیہ بیان فرمایا۔ لٰہذا واعظین کو اپنے دلوں کو متیقّظ اور درست کرنے کی ضرورت ہے۔ تا کہ ان کی باتوں کا سامعین پر اثر ہو۔ (مرتّب)

ایک دن کسی ضرورت سے فقیہ بن مسلم کے پاس گئے۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ معمولی لباس کیوں استعمال کرتے ہیں؟ آپ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ تو انھوں نے کہا کہ میں آپ سے بات کر رہا ہوں اور آپ خاموش ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ کہوں ''میں زاہد ہوں'' اس لئے کہ اس میں اپنے نفس کا تزکیہ ہے۔ اور اگر کہوں کہ افلاس کی وجہ سے پہنتا ہوں تو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس میں اللہ تعالیٰ کی شکایت ہے۔

فائدہ: سبحان اللہ! کیسی حکمت و دانائی کی بات ارشاد فرمائی کہ اپنی زبان سے اپنی خوبی بیان کرنے کو گوارا نہ فرمایا اور نہ اللہ تعالیٰ کی شان میں کوئی شکایت کا لفظ فرمایا۔ (مرتّب)

فرمایا کرتے تھے: جو شخص بھی اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قلوب کو اس کی طرف متوجہ فرما دیتے ہیں۔

فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے ایسے لوگوں کو پایا ہے جو بیسوں سال تک اپنی بیوی کے ساتھ ایک تکیہ پر سوئے اور اس قدر روئے کہ تکیہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا، مگر ان کی بیوی تک کو بھی اس کی خبر نہ ہوئی۔ (طبقات)

ف: سبحان اللہ! یہ تھا اخلاصِ للہ اور اخفائے حال کا اہتمام، جس کی وجہ سے اللہ ان کا ہو گیا اور وہ اللہ کے ہو گئے۔ اور باہمی رشتہ و روابط کو کون سمجھے۔ سچ ہے جس نے کہا ہے۔

میانِ عاشق و معشوق رمز یست — کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

ترجمہ: عاشق و معشوق کے درمیان ایسا باطنی رشتہ ہوتا ہے جس کی اعمال لکھنے والے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی۔ (مرتّب)

وفات: آپ کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی۔ (اعیان الحجاج جلد نمبر ۱ ص: ۱۳۰)

جعفر بن سلیمان نے بیان کیا ہے کہ آپ کا انتقال ۱۲۳ھ میں ہوا۔ اور آپ کے لڑکے نے بیان کیا ہے کہ آپ کا انتقال ۱۲۷ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ

(سیر اعلام النبلاء جلد نمبر ۶ ص: ۱۱۹)

حضرت ابو یحییٰ مالک ابن دینارؒ المتوفی قبل ۱۳۱ھ

نام و نسب: مالک نام، کنیت ابو یحییٰ ہے۔ والد کا نام دینار ہے۔ بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ اسی وجہ سے بصری کہلاتے ہیں۔

فضل و کمال: مشہور عابد و زاہد ہیں۔ اولیائے کرام میں شمار ہوتا ہے اپنے وقت کے بڑے علماء میں شمار تھا۔ ثقات تابعین میں شمار ہوتا ہے۔ قرآن کی کتابت کرتے تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں ہوئی۔

اخذِ حدیث: آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث سنی اور آپ سے بیان بھی کیا۔ اور اسی طرح احنف بن قیس، سعید بن جبیر، حسن بصری، محمد بن سیرین اور قاسم بن محمد سے بھی حدیثیں سنیں۔ اور سعید بن ابی عروہ، عبد اللہ بن شوذب اور ہمام بن یحییٰ وغیرہ نے آپ سے احادیث بیان کی ہیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی توثیق کی ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے استشہاد کیا ہے۔ اور آپ کی حدیث درجۂ حسن میں شمار ہوتی ہے۔

ارشادات: آپ نے فرمایا کہ جب سے میں نے لوگوں کا مزاج پہچان لیا ہے، میں کسی کی تعریف سے خوش نہیں ہوتا ہوں۔ اسی طرح برائی کرنے والوں کی برائی سے بھی دل برداشتہ نہیں ہوتا ہوں۔ کیوں کہ مجھے معلوم ہے کہ دونوں حد سے تجاوز

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کرنے والے ہیں۔

فائدہ: سبحان اللہ! کیا ہی خوب تجربہ کی بات ارشاد فرمائی، جو بالکل عیاں ہے، اس لئے کہ عموماً مدح وقدح دونوں ہی میں اعتدال نہیں رہتا۔ (مرتّب)

نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی طالبِ علم عمل کے لئے علم حاصل کرتا ہے تو اس کے اندر تواضع پیدا ہو جاتی ہے۔ ورنہ تو اس کا تکبر زیادہ ہو جاتا ہے۔

جعفر بن سلیمان نے کہا کہ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کسی قلب میں حزن وغم نہیں ہوتا تو وہ خراب ہو جاتا ہے۔

فائدہ: اسی لئے کہا گیا ہے کہ حزن سے بڑھ کر دلوں کے لئے جِلا بخش کوئی چیز نہیں ہے۔ (مرتّب)

نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے دنیا کے زیب وزینت سے دوری اختیار کی تو وہ اپنی شہوات وخواہشات پر غالب آجائے گا۔

روایت ہے کہ ایک بار ایک چور آپ کے گھر میں داخل ہوا۔ اور تلاشی کے باوجود کچھ نہ پایا، تو آپ نے آواز دی کہ تم نے دنیا کی کوئی چیز نہیں پائی، تو تم آخرت کی چیز کی طرف رغبت کرو۔ تو اس نے جواب دیا بہت اچھا! آپ نے فرمایا، وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو۔ تو اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر بیٹھا، پھر مسجد کی جانب نکلا۔ تو آپ سے سوال کیا گیا کہ یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ یہ چور ہے، چوری کرنے آیا تھا۔ لیکن ہم نے اس کو چُرا لیا۔

فائدہ: سبحان اللہ! کیا ہی خوب چوری تھی کہ اس کو آخرت کی دولت سے نواز دیا۔ (مرتّب)

مسلم الخواص سے روایت ہے کہ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہلِ دنیا دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن جو دنیا کی سب سے اچھی چیز تھی اس کو نہیں چکھا۔ سوال کیا گیا، وہ کیا چیز ہے؟ تو فرمایا کہ اللہ کی معرفت۔

فائدہ: سبحان اللہ! کیا ہی خوب بات ارشاد فرمائی کہ دنیا کی سب سے بڑی نعمت اللہ کی معرفت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے نوازے اور اس کا مزہ چکھاوے۔ آمین (مرتّب)

سلیمان تیمی نے کہا کہ میں نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ زاہد کسی کو نہیں پایا۔

جعفر بن سلیمان نے کہا کہ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ چار ماہ میں ایک مصحف لکھتے تھے اور اس کے ہدیہ کو ایک دوکان دار بنیا کے پاس رکھ دیتے تھے اور اسی سے کھانے کا انتظام فرماتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء جلد نمبر ۵ ص: ۳۶۲)

فرماتے تھے کہ اگر مجھے بدعت ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو یہ کہتا کہ جب میں مروں تو مجھے بیڑیاں ڈال کر میرے رب کے حضور میں پیش کر دیا جائے۔ جیسے کہ بھاگا ہوا غلام اپنے سید وآقا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

فرماتے تھے کہ دنیا کی راحت سے تین چیزوں کے علاوہ کچھ باقی نہ رہی یعنی زیارتِ احباب وتہجد بالقرآن اور وہ مکان جس میں اللہ کا ذکر کیا جائے۔

آپ سے جب کوئی سوال کرتا اور راہ پر بادل گزرتا ہوا نظر آتا تو فرماتے کہ ٹھہرو۔ یہاں تک کہ یہ بادل گزر جائے، کیوں کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس میں پتھر نہ ہو جس سے ہماری پٹائی ہو۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فرماتے تھے کہ اب کوئی ایسا رفیق نہ رہ گیا جو عمل آخرت میں موافق و معین ہو۔ بلکہ اب تو ایسے لوگ ہیں جو کہ آدمی کے قلب کو فاسد کر دیتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی بھائی میرے گھر آئے، کیوں کہ مجھے ڈر ہے کہ میں اس کے واجبی حق کو ادا نہ کر سکوں گا۔

فرماتے تھے کہ ہم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اس حال میں پایا کہ ان کا کوئی بھی فرد معمولی یا غیر معمولی لباس کے سلسلہ میں کسی کا عیب نہیں بیان کرتا تھا۔ نہ صاحب خز صاحب صوف پر اور نہ صاحب صوف صاحب خز پر۔

فرماتے تھے کہ ہم سب نے مل کر جب دنیا پر صلح کر لی ہے تو پھر اب نہ کوئی عالم رہا نہ صالح۔ جو ایک دوسرے پر تنقید کر سکے (یعنی ایک طرف سے سبھی اس مرض کا شکار ہو گئے ہیں تو پھر کون کس کو کہے)

اپنے اہل وعیال سے فرماتے کہ جو کمزوری پر ہماری موافقت کرے وہی ہمارے ساتھ رہے، ورنہ فراق وجدائی اختیار کر لے۔ ان کے گھر میں سوائے قرآن پاک، لوٹا اور چٹائی کے کچھ نہ رہتا تھا۔

فرماتے تھے کہ جب بندہ علم کو عمل کے واسطے حاصل کرتا ہے تو اس کا علم کثیر ہو جاتا ہے۔ اور اگر علم کو عمل کے لئے حاصل نہیں کرتا تو اس کا فجور وتکبر مزید اور عوام کے ساتھ حقارت کا معاملہ عام ہو جاتا ہے۔

آپ سے ایک والی نے کہا کہ آپ ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں کیسے دعا کروں، جب کہ ہزار آدمی تمہارے لئے بد دعا کر رہے ہیں۔

آپ فرماتے تھے کہ پہلے زمانہ کے ابرار (نیک لوگ) تین باتوں کی تاکید کیا کرتے تھے۔ (۱) زبان کو مقید رکھنے کی۔ (۲) کثرت سے استغفار کرنے کی۔ (۳) الگ تھلگ رہنے کی۔

ف: انہی باتوں کی تاکید صوفیائے کرام فرماتے رہتے ہیں، تو تصوف کیسے خلافِ شرع ہوا۔ بلکہ یہ تو عین دین واسلام ہوا۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ جسم میں جب کوئی بیماری ہو جاتی ہے تو جو کچھ بھی کھاؤ پیو، سوؤ، آرام کرو، کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اسی طرح جب دل کو دنیا کی محبت کا روگ لگ جاتا ہے تو وعظ ونصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

فرماتے تھے کہ بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ اللہ کہتا ہے کہ جب عالم دنیا کا دلدادہ ہو جاتا ہے، تو سب سے معمولی سزا اس کو میں یہ دیتا ہوں کہ میرے ذکر کی حلاوت وہ اپنے دل میں نہیں پاتا۔

فائدہ: یعنی خواہ دنیا کی دولت ونعمت اس کو کتنی ہی حاصل ہو مگر وہ ذکر اللہ کی لذت سے محروم رہتا ہے، جس سے بڑھ کر کوئی محرومی نہیں ہے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ عالم تو بس وہ ہے کہ جب اس سے ملنے جاؤ اور وہ گھر میں موجود نہ ہو تو اس کے گھر کی چیزیں اس کا حال بتائیں۔ تم کو نماز پڑھنے کی چٹائی نظر آئے، قرآن پاک دکھلائی دے اور گھر کے ایک کونے میں وضو کا لوٹا رکھا ہو، اور آخرت کی تیاری کا نشان ملے۔

ایک دفعہ ایک شخص کو دیکھا کہ بہت بے ڈھنگے طریقہ سے نماز پڑھ رہا ہے تو فرمایا، مجھے اس کے بال بچوں پر بڑا ترس آرہا ہے۔ کسی نے کہا، اس کی کیا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وجہ ہے؟ فرمایا کہ یہ ان کا بڑا اور بزرگ ہے اور وہ نماز اسی سے سیکھیں گے۔

ابن المبارک فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بصرہ میں آگ لگ گئی۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کمبل کا کونہ پکڑا اور گھر سے نکل کر فرمایا۔ (ھَلَكَ اَصْحَابُ الْاَثْقَالِ) ساز وسامان کے بوجھ والے ہلاک ہوئے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس کمبل کے سِوا کچھ تھا ہی نہیں، اس لئے ہلاکت کا سوال ہی نہ تھا۔ (اعیان الحجاج،ص:۱۳۲)

ف: یہی حال آخرت کا بھی ہے کہ دنیوی مال ومتاع والے ہی اکثر ہلاک ہوں گے، اور رہے اصحابِ فقر و اِفلاس تو ان سے ان شاء اللہ پوچھ گچھ بھی کم ہی ہوگی۔ کیوں کہ:

سبکسار مردم سبک تر روند

یعنی ہلکے پھلکے لوگ تیزی سے سفر طے کر لیتے ہیں۔ (مرتّب)

وفات: مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۳۱ھ سے قبل ہوئی۔

(اعیان الحجاج جلد نمبر ا،ص:۱۳۲)

سری بن یحییٰ نے فرمایا کہ آپ کا انتقال ۱۲۷ھ میں ہوا۔ نور اللہ مرقدہٗ

(سیر اعلام النبلاء)

حضرت سعید بن جُبیرؒ المتوفی ۹۴ سنہ ھ

نام ونسب: سعید نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام جُبیر ہے۔ آپ کا شمار اُن تابعین میں ہے جو علم وعمل کے جامع تھے۔

فضل وکمال: حضرت سعید کا آغاز اگرچہ غلامی سے ہوا لیکن آگے چل کر وہ اقلیمِ علم کے تاجدار بنے۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ انہیں علماءِ اعلام میں لکھتے ہیں۔ امام نووی کا بیان ہے کہ سعید تابعین کے ائمہ کبار میں تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، عبادت اور زہد وورع، جملہ کمالات میں وہ کبار تابعین میں تھے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر، ابوسعید خدری، ابوہریرہ، حضرت عائشہ صدیقہ اور انس بن مالک رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فیضانِ علم سے پورے طور سے مستفید ہوئے۔

غرض سعید بن جُبیر رحمۃ اللہ علیہ کی ذات جملہ علوم وفنون کی جامع تھی۔ جو کمالات دوسروں میں فرداً فرداً تھے وہ ان کی ذات میں تنہا جمع تھے۔

سوزِ قلب وخشیت الٰہی: آپ کا قلب پُرسوز تھا اور ان پر خشیتِ الٰہی کا اتنا غلبہ تھا کہ ہر وقت ان کی آنکھیں اشک بار رہتی تھیں۔ روتے روتے ان کی آنکھوں کی بینائی کم ہوگئی تھی۔

نماز میں خشوع: ان کی نماز خشوع وخضوع کی تصویر ہوتی تھی کبھی کبھی ایک ہی رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے اور پُرموعظت آیات کو بار بار تلاوت فرماتے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تھے اور صبح صادق سے لے کر نماز فجر تک ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے۔

رمضان میں عبادت: رمضان شریف میں حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت بہت بڑھ جاتی تھی۔ چنانچہ اپنے قبیلہ کی مسجد میں اعتکاف کرتے تھے اور ذکر و تلاوت کا خوب اہتمام فرماتے تھے۔

تحقیرِ نفس: اپنے نفس کو اس قدر حقیر سمجھتے تھے کہ گنہ گاروں کو بھی ان کے گناہوں پر ٹوکتے ہوئے شرماتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ایک شخص کو گناہوں میں مبتلا دیکھتا ہوں لیکن خود اپنا نفس اپنی نگاہ میں اتنا حقیر ہے کہ دوسرے کو ٹوکتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے۔

ف: یہ غایتِ انکسار و فنائیت کا حال ہے جو اس راہ میں ترقی کا زینہ ہے۔

(مرتّب)

عبادت کے معنیٰ: آپ کے نزدیک عبادت صرف نماز روزہ، تسبیح و تہلیل کا نام نہ تھا، فرماتے تھے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرتا ہے وہ ذاکر ہے اور جو نافرمانی کرتا ہے وہ دراصل ذاکر نہیں ہے، خواہ وہ کتنی ہی تلاوت اور ذکر و تسبیح کا پابند ہو۔ (تابعین)

تلاوتِ قرآن: تلاوتِ قرآن سے خاص شغف تھا، عموماً دو راتوں میں پورا قرآن ختم کرتے تھے۔ صرف سفر یا بیماری کی حالت میں اس معمول میں فرق آتا تھا۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۷ ص: ۱۶۰)

غیبت سے احتراز: غیبت کرنا اور غیبت سننا دونوں باتیں سخت ناپسند تھیں۔

(سیر صحابہ جلد نمبر ۷ ص: ۱۶۰)

علماءِ سوء کا خطرہ: اُمت مسلمہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ علماء سوء کو سمجھتے تھے۔ ہلالِ ابن خباب نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا لوگوں کی ہلاکت کہاں سے ہوگی؟ فرمایا: ان کے علماء کے ہاتھوں۔

ارشادات: فرماتے تھے مَیں دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی معصیت کر رہا ہے مگر میں اپنی کمتری و حقارت سے شرمندہ ہو کر اس کو منع نہیں کرتا۔

فائدہ: معصیت پر نکیر نہ کر سکنے پر اللہ تعالیٰ کے سامنے ندامت و حسرت کا اظہار فرماتے۔ مگر افسوس کہ ہم سے یہ خطا ہو رہی ہے اور اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

آپ فرماتے تھے کہ قبولیتِ دعا کی علامت اس کی حلاوت ہے۔

فائدہ: دعا و مناجات میں حلاوت و لذت کا حصول بڑی نعمت ہے۔ (مرتّب)

آپ فرماتے تھے کہ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے وہ ذاکر ہے اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ ذاکر نہیں ہے۔ اگرچہ تسبیح و تلاوتِ قرآن کثرت سے کرے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ معصیت سے اجتناب بہت ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرماتے تھے کہ اطاعت کا بجا لانا صالحین کا کام ہے اور معاصی سے اجتناب کرنا صدیقین کا۔ (مرتّب)

حجاج کی مخالفت: محمد بن عبد الرحمن بن اشعث کی جنگ حجاج سے ہوئی اور حضرت سعید بھی محمد بن عبد الرحمن کے ساتھ تھے بالآخر حضرت سعید گرفتار کر کے حجاج کے پاس لائے گئے اور حجاج سے ان کا باقاعدہ مکالمہ ہوا۔ لیکن حضرت سعید رحمۃ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اللہ علیہ بالکل خوفزدہ ومرعوب نہ ہوئے۔

قتل کا حکم اور آپ کا استقلال واستقامت: حجاج نے جلاد کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم سن کر حاضرین میں سے ایک شخص رونے لگا۔ ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا، تم روتے کیوں ہو؟ اس نے کہا، آپ کے قتل پر، فرمایا کہ اس کے لئے رونے کی ضرورت نہیں۔ یہ واقعہ تو اللہ کے علم میں پہلے سے موجود تھا اور یہ تلاوت فرمائی:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا (سورہ حدید:۳)

کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہیں، قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں۔

غرض نہایت صبر واستقلال کے ساتھ ہنستے ہوئے مقتل کی طرف چلے حجاج کو اطلاع دی گئی کہ اس وقت بھی ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کے لبوں پر ہنسی ہے۔ اس نے واپس بُلا کر پوچھا، تم کیوں ہنس رہے ہو؟ تو فرمایا، اللہ کے مقابلہ میں تمہاری جرأت وبے باکی پر۔

یہ سن کر حجاج نے اپنے سامنے ہی قتل کا چمڑا بچھانے کا حکم دیا اور قتل کا اشارہ کیا، حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اتنی مہلت دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ حجاج نے کہا کہ اگر مشرق کی سمت رُخ کر کے نماز پڑھو تو اجازت مل سکتی ہے۔ فرمایا، کچھ حرج نہیں (اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ) پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفاً وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (سورہ انعام:۹)

میں نے ایک سو ہو کر اپنا منہ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں نہیں ہوں۔

حجاج نے حکم دیا کہ سر کے بل جھکا دو۔ یہ حکم سن کر حضرت ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے راہِ تسلیم ورضا میں خود سر کو خم کر دیا اور یہ آیت پڑھی:

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔ (طٰہٰ)

اسی (زمین) سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے پھر اسی میں سے تم کو دوبارہ نکالیں گے۔

اور کلمۂ شہادت پڑھ کر بارگاہِ ایزدی میں دعا کی کہ ”خدایا میرے قتل کے بعد پھر اس ظالم کو کسی کے قتل پر قادر نہ فرمانا۔

شہادت: جلاد شمشیر برہنہ لے کر موجود تھا۔ حجاج کے حکم پر دفعتہً تلوار چمکی اور ایک کشتۂ حق کا سر زمین پر تڑپنے لگا۔ زمین پر گرنے کے بعد زبان سے آخری کلمہ (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) نکلا۔ یہ واقعہ شعبان ۹۴ھ میں پیش آیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

ایک تعجب انگیز امر: اس سلسلہ میں یہ واقعہ لائق ذکر ہے کہ حضرت سیدنا سعید بن جبیر کے جسم سے عام قتل ہونے والوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ خون نکلا، تو حجاج نے اطباء کو بلا کر اس کا سبب دریافت کیا، تو اطباء نے جواب دیا کہ خون روح کے تابع ہے۔ جن لوگوں کو پہلے قتل کیا گیا ان کی روح قتل سے پہلے ہی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تحلیل ہو چکی تھی، مگر ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر اس کا کوئی اثر نہ پڑا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ پر اس واقعہ کا اثر: حضرت سعید بن جبیرؒ کی شخصیت ایسی تھی کہ تمام اکابر تابعین اس واقعہ سے سخت حزین وغمگین ہوئے۔ چنانچہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ یا اللہ! قبیلۂ ثقیف کے فاسق وظالم حجاج سے اس کا انتقام لے قسم اللہ کی! اگر سارے روئے زمین کے باشندے بھی ان کے قتل میں شریک ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان سب کو منہ کے بل دوزخ میں جھونک دیتا۔

حجاج کا انجام: حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کی بددعا بے اثر نہ رہی، ان کا خونِ ناحق رنگ لایا۔ چنانچہ ان کے مقتول ہونے کے بعد ہی حجاج سخت دماغی مرض میں مبتلا ہو کر چند ہی دنوں کے بعد بسترِ مرگ پر لیٹ گیا۔ بیماری کی حالت میں اس کو بے ہوشی کے دورے پڑتے تھے۔ بے ہوشی اور غنودگی کی حالت میں اسے نظر آتا تھا کہ ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے کپڑے سمیٹے ہوئے اس سے پوچھ رہے ہیں کہ اے اللہ کے دشمن! تو نے مجھے کس جُرم میں قتل کیا؟ یہ خواب پریشان دیکھ کر وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھتا تھا اور کہتا تھا۔ مجھے سعید سے کیا واسطہ۔ اسی مجنونانہ حالت میں ۹۵ھ میں اس کو موت نے آدبوچا۔ اس طرح حضرت ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کے قتل کے بعد اسے کسی شخص کو قتل کرنے کا موقع نہ مل سکا۔

(تابعین، ص: ۱۳۵)

حضرت عامر بن شراحیل شعبیؒ المتوفی ۱۰۴ھ

نام ونسب: نام عامر، والد کا نام شراحیل اور دادا کا نام عبد تھا۔ اپنے زمانہ کے امام اور علّامہ تھے۔ پہلے آپ کا لقب ابو عمرو ہمدانی تھا۔ پھر شعبی ہوگیا۔

ولادت: آپ کی ولادت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں چند سالوں کے گزرنے کے بعد ہوئی۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کی ولادت ۲۱ھ میں ہوئی۔

فضل وکمال: سعید بن عبدالعزیز نے مکحول سے روایت کیا ہے کہ شعبیؒ سے بڑا عالم میں نے نہیں دیکھا۔ اسی طرح ابوبکر بن عیاش نے ابوحصین سے روایت کی ہے کہ میں نے شعبی سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں دیکھا۔

علی بن قاسم نے ابوبکر ہذلی سے روایت کی کہ ابن سیرین نے مجھ سے کہا کہ شعبی کی صحبت لازم پکڑلو، اس لئے کہ میں نے اصحابِ رسول اللہ ﷺ کو ان سے استفادہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

احمد بن عبداللہ عجلی نے کہا شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے اڑتالیس صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایت کی ہے۔

ارشادات: علامہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو دین میں قیاس کرنے سے احتراز کرو۔ اس لئے کہ جس نے بھی ایسا کیا اس نے دین میں کچھ نہ کچھ اضافہ کردیا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فرماتے تھے کہ فاجر عالم سے بچتے رہو۔ اسی طرح جاہل عابد سے بھی دور ہی رہو، اس لئے کہ یہ دونوں ہی سببِ فتنہ ہیں۔

فائدہ: اس لئے کہ جس عالم میں فجور کا مادہ ہوگا اس کے علم کا بھروسہ نہیں کہ کب علم کے خلاف عمل کرنے لگے۔ اسی طرح جو عابد جاہل ہے اس کا کچھ پتہ نہیں کہ کب اپنی جہالت کی وجہ سے اپنی عبادت کو رائیگاں و برباد کردے۔ جس کی وجہ سے یہ لوگ موجب فتنہ بن جائیں۔

ایک مرتبہ کسی نے ان کو فقیہ کہہ کر بلایا تو فرمایا کہ میں نہ فقیہ ہوں اور نہ عالم، میں تو بس ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے جس طرح حدیث سنی ویسی ہی دوسروں سے روایت کردی۔ میاں! فقیہ تو وہ ہے جو اللہ کے محارم سے پرہیز کرے اور عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے بن دیکھے ڈرے۔

فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایسے لوگوں کا زمانہ پایا ہے جو سوائے عقل مند و پرہیزگار آدمی کے کسی کو علمِ دین نہ سکھاتے تھے۔ مگر اب تو ایسے لوگوں کو علم سکھایا جاتا ہے جن کے پاس نہ عقل ہے نہ ورع۔

وفات: آپ کی وفات ۱۰۴ھ میں بمقام کوفہ ہوئی۔ نوراللہ مرقدہٗ

(طبقات، ص: ۳۷)

حضرت طلحہ بن مصرفؒ المتوفی ۱۱۲ھ

نام و نسب: نام طلحہ، والد کا نام مصرف، دادا کا نام عمرو، پردادا کا نام کعب ہے۔ امام، حافظ اور بہترین قاری تھے۔ لقب شیخ الاسلام ابومحمد ہمدانی کوفی ہے۔

تحصیل علم: ابوخالد نے کہا۔ مجھے خبر ملی کہ طلحہ بن مصرف قرأت میں مشہور ہوئے تو انہوں نے اعمش کے سامنے پڑھا تا کہ ان کی منزلت لوگوں کی نظروں میں اُتر جائے۔

خوفِ آخرت: فضیل بن عیاض نے کہا۔ مجھ کو طلحہ سے یہ بات پہنچی کہ ایک دن وہ ہنسے تو اپنے نفس پر ناراض ہوئے اور کہا کہ تم کیوں ہنس رہے ہو؟ ہنستا وہ ہے جو پہلے خطرات سے محفوظ ہوجائے اور پل صراط سے گزر جائے۔

(سیر اعلام النبلاء جلد نمبر ۵، ص: ۱۹۱)

ارشادات: آپ نہایت زاہد و پرہیزگار بزرگ تھے۔ جب آپ کے پاس مسائل میں اختلاف کا ذکر آتا تو فرماتے کہ اختلاف نہ کہو بلکہ وسعت کہو۔ یعنی علماء وفقہاء میں جو اختلاف ہے وہ درحقیقت اختلاف نہیں ہے بلکہ شریعت کی وسعت ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ آدمی جس پر بھی عمل کرلے گا عامل بالشریعت قرار پائے گا۔

فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی شخص معذرت خواہ ہو تو بشاشت وخندہ پیشانی کے ساتھ اس کی معذرت کو قبول کرلو۔ ہاں اگر اس سے قطع تعلق ہی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں اللہ تعالیٰ کی قربت ہو تو اور بات ہے۔

فائدہ: سبحان اللہ! عفو و درگزر کرنے کی کیسی تعلیم ہے۔ ہاں اگر عفو و درگزر کرنے میں شرعاً کوئی قباحت ہو یا اس سے علیحدگی ہی میں مصلحت معلوم ہوتی ہو تو پھر آدمی اس کا مکلف نہیں ہے۔ بلکہ شریعت مقدسہ پر عمل کرنا ہی عین حسنِ خُلق ہے۔ (مرتب)

وفات: آپ کی وفات ۱۱۲ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (طبقات، ص: ۳۸)

حضرت ابوحازم اشجعیؒ المتوفی ۱۰۰ھ

نام ونسب: نام سلمان، کنیت ابوحازم، کنیت ہی سے مشہور ہیں۔ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ قبیلہ اشجع سے منسلک ہیں۔ اشجعی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خاص تعلق رکھتے تھے۔ قابل اعتماد محدّث ہیں۔

روایتِ حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ روایت کی اور ابن عمر اور حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی روایت کی ہے۔ اور آپ سے منصور رحمۃ اللہ علیہ اور اعمش رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن جحادہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم نے روایت کی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی توثیق کی ہے اور نعیم بن حمیر رحمۃ اللہ علیہ اور یزید بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ اور نفیل بن غزوان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کی ہے۔

(سیر اعلام النبلاء جلد نمبر ۵ ص: ۸/۷)

ارشادات: فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایسے علماء دیکھے ہیں جن کے یہاں بادشاہ اور حکام آتے تھے اور غلاموں کی طرح ان کے دروازے پر کھڑے رہتے تھے۔ اور آج وہ دن ہے کہ فقیہوں، عالموں اور عابدوں ہی کو دیکھتا ہوں کہ حاکموں اور مالداروں کے پاس جاتے ہیں۔ اس لئے ان لوگوں نے جب یہ حال زار دیکھا تو ان کو حقیر و ذلیل سمجھنے لگے اور کہنے لگے کہ جو دولت ہمارے پاس ہے اگر اس چیز سے بہتر نہ ہوتی جو ان عالموں اور عابدوں کے پاس ہے تو یہ لوگ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہمارے ساتھ اس طرح کا معاملہ نہ کرتے۔

فائدہ: دیکھئے، اُمراء وحکام کے پاس عالموں اور عابدوں کی آمدورفت کی وجہ سے یہ اُمراء کتاب وسنت کے علم کو اپنے مال ودولت سے کمتر سمجھنے لگے۔ لہٰذا اُمراء کو اس بدگمانی سے بچانے اور خود اپنے کو ذلت ورُسوائی سے حفاظت کے لئے ان اُمراء وحکام کے پاس آنے جانے سے علماء وصلحا کو بہت احتیاط برتنا چاہئے۔ تاکہ علمِ دین کی برتری اور علماء کی سربلندی برقرار رہے۔ (مرتّب)

اور فرماتے تھے کہ جب ایسا زمانہ آجائے کہ عمل کے بجائے لوگ فقط قول پر راضی ہوجائیں تو تم اپنے آپ کو سمجھنا کہ ہم بُرے لوگوں اور برے زمانہ میں پہنچ گئے۔ (طبقات)

فائدہ: بظاہر تو ایسا زمانہ آہی گیا ہے پس اللہ تعالیٰ ہی اس کے شرور وفتن سے محفوظ رکھے۔ آمین (مرتب)

وفات: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانۂ خلافت میں تقریباً ۱۰۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (سیراعلام النبلاء)

حضرت علّامہ محمد بن سیرینؒ المتوفی ۱۱۰ھ

نام ونسب: آپ کا نام محمد اور والد کا نام سیرین تھا۔ آپ کے والد سیرین معرکۂ عین التمر میں گرفتار کرکے لائے گئے تھے اور حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حصہ میں آئے۔ بعد میں آزاد ہوگئے۔

آپ کی والدہ صفیہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لونڈی تھیں، اِن دونوں شخصیتوں سے مل کر محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی ذات وجود میں آئی۔

ولادت وفضل وکمال: آپ ۳۳ھ میں تولد ہوئے۔ آپ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تربیت یافتہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم جلیس تھے۔ طبعاً نہایت خوش مزاج تھے لیکن آپ کا دل خشیتِ الٰہی سے لبریز تھا۔ آپ کے گھر کے احاطہ میں ایک مسجد تھی جس میں بچہ کو بھی جانے کی اجازت نہ تھی۔ شعائر اللہ کا بڑا اہتمام فرماتے، چنانچہ تلاوتِ قرآن کے دوران باتیں کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ مسجد کو اپنے کپڑے سے صاف کرتے تھے۔ (تابعین، ص:۴۴۶)

زہد وورع: آپ کی ذاتِ گرامی جامع العلم والعمل تھی۔ آپ میں جس درجہ کا علم تھا اسی درجہ کا عمل بھی تھا۔ وہ اپنے عہد کے بڑے عابد ومتورع بزرگ تھے۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ وہ کثیر العلم اور متورع تھے۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ وہ راس المتورعین یعنی پرہیزگاروں کے سردار تھے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خشیتِ الٰہی اور رقتِ قلب: طبعاً نہایت خندہ جبیں اور خوش مزاج تھے لیکن ان کا دل خشیتِ الٰہی سے لبریز تھا۔ یونس کا بیان ہے کہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ ہنس مکھ اور پُر مذاق آدمی تھے لیکن گدازِ قلب اور خشیتِ الٰہی کا یہ حال تھا کہ جلوت میں ان کے لب ہنستے تھے اور خلوت میں ان کی آنکھیں اشکبار رہتی تھیں۔ ہشام بن حسان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مقیم تھے، دن میں انہیں ہنستا دیکھتے تھے اور رات کی تاریکی میں ان کے گریہ کی آواز سنتے تھے۔ اور موت کے ذکر سے ان پر موت کی سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ زہیر الاقطع کا بیان ہے کہ ابن سیرینؒ جب موت کا ذکر کرتے تھے تو ان کا ہر عضو بدن جیسے مر جاتا تھا۔

عبادت: ان کا سب سے محبوب مشغلہ عبادت تھا اور وہ بڑی سخت عبادتیں کرتے تھے۔ ابن عماد حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ وہ علم اور عبادت دونوں میں انتہائی کمال پر تھے اور ایک دن درمیان میں چھوڑ کر ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔

شدتِ احتیاط میں مالی نقصان: ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا شغل تجارت تھا لیکن مشتبہ اشیاء کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے کافی غلہ خریدا جس میں انہیں اَسّی ہزار کا فائدہ ہوا۔ لیکن ان کے دل میں شبہ پیدا ہوگیا کہ اس نفع میں سُود کا شائبہ ہے اس لئے پوری رقم چھوڑ دی۔ حالانکہ اس میں مطلق سود نہ تھا۔

امراء وسلاطین کے ہدایا سے احتراز: غالباً اسی احتیاط کی وجہ سے اُمراء وسلاطین کے ہدایا قبول نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ نے ان کے اور حضرت بصری رحمۃ اللہ علیہما کے پاس ہدیہ بھیجا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے قبول کر لیا لیکن ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے قبول نہ کیا۔

عجز اور فروتنی: اپنے کو نہایت حقیر سمجھتے تھے۔ اپنی ذات کے لئے کسی قسم کا امتیاز پسند نہ کرتے تھے۔ چنانچہ کسی کو اپنے ساتھ چلنے نہ دیتے تھے۔ اگر کوئی شخص ساتھ چلنا چاہتا تو فرماتے کہ اگر تم بلا ضرورت چل رہے ہو تو لوٹ جاؤ۔ ہمارے ساتھ نہ چلو۔ لیکن اس فروتنی اور تواضع کے ساتھ بڑے بے باک اور بے خوف تھے بڑے بڑے خطرہ کو وہ دھیان میں نہ لاتے تھے۔

ارشادات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ حلال روزی تمہارے لئے مقدر ہو چکی ہے اسی کو تلاش کرو۔ اگر تم حرام کے ذریعہ اسے تلاش کرو گے تو بھی اس سے زیادہ نہ ملے گی جو تمہارے لئے مقدر ہو چکی ہے۔

آپ کے سامنے لوگ جب کسی کا ذکر برائی کے ساتھ کرتے تو آپ اس کا ذکر بھلائی کے ساتھ کرتے تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے خائف اور نیک روش تھے۔

جب اپنی والدہ سے بات کرتے تھے تو ان کی تعظیم کی وجہ سے پوری زبان سے باتیں نہ کرتے تھے۔ یعنی بے تکلفی سے بات نہ کرتے تھے۔

فائدہ: یقیناً آدمی کی سعادت وشرافت کی خاص علامت یہ ہے کہ اپنے والدین کا ادب واحترام کرے اور ان کی کسی بات پر اُف تک نہ کہے۔ (مرتّب)

آپ جب قرض کے معاملہ میں قید ہوئے تو جیل خانہ کے داروغہ نے آپ سے کہا کہ آپ رات کو گھر چلے جایا کریں اور صبح کو لوٹ آیا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ امانت میں خیانت کرنے پر میں تمہاری مدد نہ کروں گا۔

فائدہ: سبحان اللہ! کیسی دیانت کی بات ہے جو تدیّن وتقویٰ اور صلاحِ قلب کی خاص علامت ہے۔ (مرتّب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میری قید کا سبب یہ ہوا کہ میں نے ایک شخص کو قرض کے بارے میں عیب لگایا تھا تو مجھے منجانب اللہ یہ سزا دی گئی۔

آپ کا قول ہے کہ اگر غصہ کی حالت میں تم اپنے بھائی کی برائی بیان کرتے ہو اور نیکیوں کو چھپاتے ہو تو اس کے اوپر صریح ظلم کرتے ہو۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر گناہوں میں بو ہوتی تو لوگ میرے گناہوں کی کثرت سے میرے قریب نہ آسکتے۔ اور جب کوئی شخص آپ سے خواب کے بارے میں سوال کرتا تو سوال کرنے والے سے فرماتے کہ اگر بیداری میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو جو کچھ خواب میں دیکھو گے تمہارے مضر نہ ہوگا۔

فائدہ: سبحان اللہ! عمل صالح کی طرف کیسی ترغیب دی، مگر اب بہت سے لوگ خواب ہی سے سب فیصلہ کرتے ہیں۔ (مرتّب)

وصیت و وفات: ۱۱۰ھ میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ آخر عمر میں چالیس ہزار کے مقروض ہو گئے تھے۔ اس کی بڑی فکر تھی، آپ کے صاحبزادے عبداللہ نے ادائیگی کی ذمہ داری اپنے اوپر لی، اس سعادت مندی پر ان کے لئے دعاء خیر کی۔ پھر وصیت فرمائی کہ تم لوگ اللہ کا خوف کرتے رہنا، آپس میں صلح و سلامتی سے رہنا، اگر مومن ہونے کا دعویٰ ہے تو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنا۔ اللہ نے تمہارے لئے ایک دین منتخب کیا ہے۔ یعنی دین اسلام، تو اسی پر مرنا، ان وصایا کے بعد جمعہ کے دن انتقال فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر اسّی سال سے متجاوز تھی۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۷ رص: ۴۷۴)

فائدہ: اسی کا اللہ تعالیٰ نے تاکید کے ساتھ اس آیت میں امر فرمایا ہے: (وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ) مرتّب

حضرت ہرم بن حَیّان عبدی رحمہ اللہ تعالیٰ

نام و نسب: ہرم نام، والد کا نام حیان تھا اور عبدی نسبت ہے۔

علمی و روحانی کمال: اگرچہ ابن حیان رحمۃ اللہ علیہ ظاہری علوم سے بے گانہ تھے۔ لیکن آپ کا شمار صاحبِ کمال افضل تابعین میں سے ہے۔ درحقیقت آپ کا اصلی رنگ زہد و عبادت اور فنافی اللہ تھا۔ علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کان لہ فضل و عبادۃ۔ (سیر صحابہ جلد نمبر ۷ رص: ۵۳۸)

وصیت: اس رنگ کے باوجود جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہمیشہ آمادہ رہتے تھے اور آپ کے سامان میں زرہ اور گھوڑا رہتا تھا۔ اسی سلسلہ میں کسی مہم کے لئے نکلے اور انتقال کر گئے۔ غالباً دورانِ علالت میں یا کسی اور موقع پر کسی نے عرض کیا کہ کچھ وصیت فرمائیے۔ فرمایا کیا وصیت کروں، بس صرف یہ وصیت ہے کہ میری زرہ بیچ کر میرا قرض ادا کرنا، اگر زرہ کافی نہ ہو تو گھوڑا بھی بیچ ڈالنا۔ اگر یہ بھی کافی نہ ہو تو غلام بھی فروخت کر دینا۔ سورۂ نحل کی ان آیات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔	خدا کے راستہ پر حکمت اور موعظت کے ساتھ لوگوں کو بلاؤ۔ (الآیۃ)

(سیر صحابہ جلد نمبر ۷، ص: ۵۴)

فائدہ: اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت میں خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لوگوں کو راستہ پر کس طرح لانا چاہئے؟ اس کے تین طریقے بتلائے۔ حکمت، موعظتِ حسنہ، جدال۔ حکمت سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ واٹل مضامین مضبوط دلائل و براہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کئے جائیں، جن کوسن کرفہم وفراست وعلمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا سکے، دنیا کے خیالی فلسفے ان کے سامنے ماند پڑ جائیں اور کسی قسم کی علمی و دماغی ترقیات وحیٔ الٰہی کی بیان کردہ حقائق کا ایک شوشہ تبدیل نہ کرسکیں۔

اور موعظتِ حسنہ مؤثر اور رقّت انگیز نصیحتوں کا نام ہے جن میں نرم خوئی اور دِلسوزی کی روح بھری ہو، اخلاص، ہمدردی، شفقت وحسن اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں جو نصیحت کی جاتی ہے بسا اوقات پتھر کے دل بھی موم ہوجاتے ہیں، مردوں میں جانیں پڑ جاتی ہیں، ایک مایوس و پژمردہ قوم جھرجھری لے کر کھڑی ہوجاتی ہے، لوگ ترغیب وترہیب کے مضامین سن کر منزلِ مقصود کی طرف بیتابانہ دوڑنے لگتے ہیں۔ اور بالخصوص جو زیادہ عالی دماغ اور ذکی وفہیم نہیں ہوتے مگر طلبِ حق کی چنگاری دل میں رکھتے ہیں ان میں مؤثر وعظ و پند سے عمل کی ایسی اسٹیم بھری جاسکتی ہے جو بڑی اونچی عالمانہ تحقیقات کے ذریعہ سے نہیں۔ ہاں دنیا میں ہمیشہ سے ایک ایسی جماعت بھی موجود رہی ہے جن کا کام ہر چیز میں الجھنا اور بات بات میں حجتیں نکالنا اور کج بحثی کرنا ہے۔ یہ لوگ نہ حکمت کی باتیں قبول کرتے ہیں اور نہ وعظ ونصیحت سنتے ہیں۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں مناظرہ کا بازار گرم ہو۔

بعض اوقات اہلِ فہم وانصاف اور طالبین حق کو بھی شبہات گھیر لیتے ہیں

اور بدون بحث کے تسلی نہیں ہوتی۔ اس لئے (جَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ الخ) فرمادیا کہ اگر ایسا واقعہ پیش آئے تو بہترین طریقہ سے تہذیب، شائستگی، حق شناسی اور انصاف کے ساتھ بحث کرو۔ (مرتّب)

استعاذہ: آپ دعا فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ! اس زمانہ کے شر سے اپنی پناہ میں رکھئے، جب کہ چھوٹے سرکشی کریں اور بوڑھے حرص وہوس میں مبتلا ہوجائیں اور لوگوں کی عمریں کم کردی جائیں اور اپنے عزیز ترین بھائی کو دیکھیں کہ گناہ کررہا ہے مگر اس کو منع نہ کریں۔ (طبقات جلد نمبر ا ص:۲۵)

فائدہ: افسوس کہ اس زمانہ میں یہ تمام اعمال بے دریغ ہورہے ہیں مگر ہم میں سے اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے جو ان اعمالِ بد پر نکیر نہیں کرتی۔ بلکہ بہت سے لوگ تو اپنے حال سے بھی ناگواری کا اظہار نہیں کرتے۔ پس اب اس سے بڑھ کر زمانہ کا شر کیا ہوگا کہ مرض موجود ہے مگر دوا ندارد۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ (مرتّب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت میمون بن مہرانؒ المتوفی ۱۱۶ھ

نام،نسب، ولادت: میمون نام، ابوایوب کنیت اور والد کا نام مہران تھا۔ آپ ۴۰ھ میں پیدا ہوئے۔

فضل وکمال: فضل وکمال کے اعتبار سے ممتاز تابعین اور علمائے اعلام میں شمار تھا۔ علم کے ساتھ ساتھ اخلاق حسنہ سے بھی آراستہ تھے۔ تواضع وانکساری میں امتیازی شان رکھتے تھے۔ طبقۂ اولیٰ کے تابعین میں فقیہ ومجتہد سمجھے جاتے تھے۔ (سیر صحابہ، ص:۵۲۷)

ارشادات: کسی نے ان سے کہا کہ جب تک آپ زندہ ہیں اس وقت تک لوگ خیریت سے رہیں گے۔ تو فرمایا، جاؤ اپنا کام کرو۔ جب تک اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں گے خیریت سے رہیں گے۔ (اعیان الحجاج ص: ۹۴)

فائدہ: سبحان اللہ! کیا خوب حقیقت بیان فرمائی جو آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اے اصحابِ قرآن! قرآن کو مال نہ بنالو کہ اس سے نفع حاصل کرو۔ بلکہ دنیا کو دنیا سے طلب کرو اور آخرت کو آخرت سے۔

فرماتے تھے کہ جب دو بھائیوں میں مودّت راسخ ہو جائے تو پھر ان کی زیارت میں تاخیر سے کچھ حرج نہیں ہے۔ (طبقات، ص:۳۵)

وفات: آپ کی وفات ۱۱۶ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (اعیان الحجاج)

حضرت ابومسلم الخولانیؒ المتوفی ۶۲ھ

نام ونسب: آپ تابعین کے سردار اور اپنے زمانہ کے زاہدین میں تھے۔ اصح قول کے مطابق آپ کا نام عبداللہ بن ثُوَب ہے، اور ابومسلم کنیت اور کنیت ہی سے مشہور ہیں۔

روایتِ حدیث: آپ سے احادیثِ رسول اللہ ﷺ حضرت عمر، حضرت معاذ بن جبل، ابوعبیدہ، ابوذر غفاری اور عبادہ بن ثابت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہے۔

ریاضت: حضرت مالک ابن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت ابومسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کا دیکھا تو دریافت کیا یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ابومسلم خولانی ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ اس امت کے حکیم ہیں۔ حضرت عثمان بن عاتکہ نے فرمایا کہ حضرت ابومسلم خولانی نے مسجد میں ایک کوڑا لٹکا رکھا تھا اور فرماتے تھے کہ اس کوڑے کا جانوروں سے زیادہ میں حقدار ہوں۔ پھر جب عمل میں سستی آتی تو اپنی پنڈلی پر ایک یا دو کوڑے مارتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء جلد نمبر ۴، ص:۶)

ارشادات: حضرت عثمان بن عاتکہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابومسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر میں دوزخ یا جنت کا مشاہدہ کرلوں تو میرے یقین میں کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ (سیر اعلام النبلاء جلد نمبر ۴، ص:۷)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فائدہ: اسی حال کو عین الیقین بلکہ حق الیقین سے موسوم کیا جاتا ہے، جو مثل مشاہدہ کے ہوتا ہے۔ (اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا ھٰذَا الْحَالَ الرَّفِیْعَ (مرتب)

آپ اس قدر کثیر العبادت تھے کہ اگر آپ سے کہا جاتا کہ جہنم دہکائی جارہی ہے تو اپنے عمل میں کچھ اضافہ نہ کر پاتے۔ یعنی کوئی وقت فارغ تھا ہی نہیں کہ اس میں مزید عبادت کرتے۔

آپ کھانا چھوڑ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس گھوڑے کو تضمیر کر کے (خاص ورزش سے) دُبلا کر دیا جاتا ہے وہی خوب دوڑتا ہے۔

فرماتے تھے کہ جس نے اپنے قدموں کو نماز میں مقید رکھا تو اس کو اللہ تعالیٰ پُل صراط پر ثابت قدم رکھے گا۔ (طبقات،ص:۲۵)

ف: کتنی بڑی بشارت ہے نماز میں قیام کرنے والوں کے لئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین (مرتب)

وفات: مروی ہے کہ حضرت علقمہ اور حضرت ابومسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۶۲ھ میں ہوئی ہے۔ رحمہما اللہ تعالیٰ (سیر اعلام النبلاء)

حضرت ابوسعید حسن بصریؒ المتوفی ۱۱۰ھ

نام، نسب و رضاعت: حسن نام، ابوسعید کنیت، والد کا نام یسار تھا۔ آپ کے والدین غلام تھے۔ آپ کی ولادت ۲۱ھ میں ہوئی۔ ''سیر صحابہ'' اور ''صفۃ الصفوۃ'' میں ہے کہ آپ کی تحنیک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھوں سے فرمائی۔ آپ کی والدہ اُم المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت کرتی تھیں۔ جب کبھی وہ نہ ہوتیں تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کو بہلانے کے لئے اپنا پستان ان کے منہ میں دے دیتی تھیں تو دودھ آجاتا تھا جس کو وہ پیتے تھے۔ اس لئے لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو فصاحت اسی کی برکت سے حاصل ہوئی۔ (صفۃ الصفوۃ جلد نمبر ۳ ص:۲۳۳)

علمی کمالات: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے جب کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بڑی تعداد موجود تھی۔ علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: کَانَ الْحَسَنُ جَامِعاً عَالِماً عَالِیاً رَفِیْعاً فَقِیْھاً مَامُوناً عَابِداً نَاسِکاً کَبِیْرَ الْعِلْمِ فَصِیْحاً جَمِیْلاً وَسِیْماً۔ (یعنی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جامع کمالات تھے، عالم، بلند مرتبت، رفیع المنزلت تھے۔ فقیہ تھے، مامون تھے، عابد و زاہد تھے، وسیع العلم تھے، فصیح و بلیغ اور حسین و جمیل اور کشادہ پیشانی والے تھے، غرض وہ جملہ ظاہری و باطنی نعمتوں سے مالا مال تھے۔)

عمل اور اخلاص فی العمل: یونس بن عبید سے کسی نے پوچھا، تم کسی ایسے شخص

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کو جانتے ہو جو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جیسے اعمال کرتا ہو؟ انہوں نے کہا، ان کے جیسے اعمال کرنا تو کجا، میں کسی ایسے شخص کو بھی نہیں جانتا جو زبان سے ان کے جیسی باتیں کہتا ہو۔

بغیر اخلاص کے محض حلقہ نشینی اور کمبل پوشی کو فریب تصور کرتے تھے، چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے حلقہ میں بہت سے لوگ بیٹھتے ہیں، لیکن اس سے ان کی غرض دنیا ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ آپ کے سامنے کمبل پوشوں کا تذکرہ کیا گیا۔فرمایا کہ یہ لوگ دل کی گہرائیوں میں کبر وغرور کے بُت چھپائے ہوئے ہیں اور ظاہری لباس سے تواضع اور فروتنی ظاہر کرتے ہیں۔اللہ کی قسم! یہ لوگ اپنے کمبل میں بیش قیمت ردا (چادر) پوشوں سے زیادہ متکبر ومغرور ہیں۔ (سیر صحابہ)

فائدہ: معلوم ہوا کہ محض گُدڑی وکمبل کو زیب تن کرنے سے ضروری نہیں ہے کہ کبر وغرور کی نجاست سے بھی پاک ہو، بلکہ اس کے لئے مستقل اصلاح کی ضرورت ہے۔(مرتب)

نفاق ومنافقین کی نشاندہی: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بہت بڑی دینی ذہانت تھی کہ انہوں نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا کہ نفاق موجود اور زندہ ہے، اور منافقین نہ صرف موجود ہیں بلکہ زندگی پر اثر انداز اور سلطنت میں دخیل[1]

[1] متأخرین میں سے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں کہ نفاق ہر زمانہ میں موجود اور زندہ ہے۔اور منافقین کا وجود کسی خاص زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ان کے نزدیک نفاق کی دو قسمیں ہیں۔نمبر ۱/ نفاق اعتقادی، نمبر ۲/ نفاق عمل واخلاق۔نفاق اعتقادی کا قطعی علم زمانۂ رسالت کے بعد

ہیں۔اور انہیں سے شہروں کی چہل پہل ہے۔کسی نے ان سے کہا، کیا اس زمانہ میں بھی نفاق پایا جاتا ہے؟ فرمایا:

لوخرجوا من ازقة البصرة لاستوحشتم فيها۔ — اگر منافقین بصرہ کی گلیوں سے نکل جائیں تو تمہارا شہر میں جی لگنا مشکل ہو جائے۔

(صفۃ النفاق وذم المنافقین، مؤلفہ محدث ابوبکر فریابی ص:۶۸)

یعنی شہر کی آبادی میں بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جن کو اسلام سے برائے نام تعلق ہے اور اسلام نے ان کے دل میں گھر نہیں کیا ہے، یا وہ اپنے اعمال واخلاق کے لحاظ سے اسلامی سیرت سے آراستہ نہیں۔ایک دوسرے موقع پر انہوں نے فرمایا:

انقطاعِ وحی کی وجہ سے دشوار ہے، لیکن نفاق عمل اور نفاق اخلاق کثیر الوقوع ہے۔وہ اپنے زمانہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس وقت نفاق بکثرت موجود ہے۔"الفوز الکبیر" میں فرماتے ہیں: اگر خواہی کہ از منافقاں نمونہ بینی رو در مجلسِ اُمراء ومصاحبانِ ایشاں را ببیں کہ مرضیٔ ایشاں را بر مرضیٔ شارع ترجیح می دہند، اور انصاف ہیچ فرق نیست درمیانِ آنانکہ کلامِ آنحضرت ﷺ بے واسطہ شنیدہ نفاق ورزیدند، ودرمیانِ آنانکہ الحال پیدا شدہ اند، بطریق یقین حکمِ شارع معلوم کردہ اند بعد از اں بر ایثار خلافِ آں اقدام می نمایند، وعلیٰ ہذا القیاس جماعۃ از معقولیاں کہ شکوک وشبہات بسیار بخاطر دارند ومعاد را نسیاً منسیاً ساختہ اند نمونہ آں گروہ اند (مطبع محمدی ص:۱۲)

ف: ایسے ہی حضرت مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ بھی پوری زندگی نفاق کے سلسلہ میں کلام فرماتے رہے اور اس سلسلہ میں ایک رسالہ "تحذیر العلماء عن خصال السفہا" کے نام سے تحریر فرمایا جس میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں مثلاً حجۃ اللہ البالغہ اور الفوز الکبیر سے مضامین نقل فرماتے ہیں جو قابل مطالعہ ہیں۔(مرتب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یا سبحان اللہ مالقیت ھٰذہ الامة من منافق قھرھا واستأثر علیھا۔

اللہ کی شان ہے اس امت پر کیسے کیسے منافق غالب آ گئے جو پرلے درجہ کے خودغرض ہیں۔

(صفة النفاق و ذم المنافقین، مؤلفہ محدث ابوبکر فریابی: ص ر ٦٨)

یعنی حکومت میں وہ عنصر موجود ہے جو اسلام اور مسلمانوں کا مخلص نہیں اور جس کو صرف اپنے اغراض و منافع سے دلچسپی ہے۔

(تاریخ دعوت وعزیمت جلد نمبر ۱ ص: ٦٦)

ارشادات: فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو اہل وعیال میں منہمک نہیں فرماتے۔

ف: یعنی اہل وعیال میں ایسا انہماک کہ آخرت کو بھول جائے، یہ تو مذموم ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر وہ مذموم نہیں: کما قال العارف الرومی ؎

چیست دنیا از خدا غافل بُدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

ترجمہ:۔ دنیا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ سے غافل ہوجانے کا نام دنیا ہے، نہ کہ سازوسامان مال و دولت اور بیوی بچے۔

فرماتے تھے کہ آدمی کے متواضع ہونے کی علامت یہ ہے کہ گھر سے نکلنے کے بعد جس سے بھی ملاقات ہو اس کو اپنے سے افضل جانے۔

فرماتے تھے کہ جو شخص گناہ کر کے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس کا قُرب بڑھ جاتا ہے۔اسی طرح اگر دوبارہ گناہ کرتا ہے اور توبہ کر لیتا ہے تو پھر قرب

میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ (وھٰکذا مسلسل)

ف: اللہ تعالیٰ ہم گنہ گاروں کو توبہ نصوح کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین (مرتب)

فرماتے تھے کہ ایک آدمی کی عداوت کے بدلے میں ایک ہزار شخص کی محبت کو نہ خریدو۔

ف: اس سے عداوت کی کس قدر مذمت اور محبت کی کس قدر مدح ثابت ہوئی۔(مرتب)

فرماتے تھے کہ طمع عالم کو عیب دار بنا دیتی ہے۔

ف: یقیناً یہ عیب دار ہی نہیں بلکہ علماء کو بدنام کرنے والی بات ہے۔جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند

یعنی لالچ ہوشمند کی آنکھ کو بند کر دیتی ہے۔اس لئے عالم کو تو خاص طور پر اس سے احتراز کرنا چاہئے۔(مرتب)

فرماتے تھے کہ آدمی کا اپنی ذات کی علانیہ مذمت کرنا درحقیقت اس کی مدح ہے۔

فائدہ: اس لئے کہ اس کو لوگ سمجھیں گے کہ بہت ہی متواضع شخص ہے جس کی وجہ سے اپنی مذمت کر رہا ہے۔اس لئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کس قدر دقیق کید نفس کی طرف اشارہ فرمایا ہے پس اگر یہ حضرات مشائخ ان مکائد نفس سے متنبہ نہ فرمائیں تو ہم جیسے لوگوں کو ان کا سمجھنا بھی آسان نہیں ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اپنے بھائیوں کا اکرام کیا کرو۔تاکہ تم سے ان کی محبت قائم و دائم رہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ف: معلوم ہوا کہ بھائیوں کے اکرام کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ اس لئے اگر نہ کیا جائے گا تو محبت کے بجائے وحشت بلکہ نفرت تک نوبت پہنچ سکتی ہے۔ (مرتب)

آپ مثل قیدی کے بیٹھتے تھے اور کلام اُس آدمی کی طرح فرماتے تھے جس کو جہنم میں ڈالے جانے کا حکم ہو چکا ہو۔

فرماتے تھے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ ایسا کھانا کھالوں کہ میرے پیٹ میں جا کر پکّی اینٹ کی طرح ہو جائے۔ اس لئے کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ وہ تین سَو سال تک پانی میں پڑی رہتی ہے۔ (سڑتی گلتی نہیں)

فائدہ: آپ کی منشاء اس بات سے یہ ہے کہ بار بار کھانے کی ضرورت نہ پڑے، تا کہ ذکر و شغل میں حارج نہ ہو۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کا حال یہ بیان فرماتے ہیں کہ ان کا معمول تھا کہ بھوک لگتی تو سَتّو پانی میں گھول کر پی لیتے تا کہ کھانے میں زیادہ وقت صَرف نہ ہو۔ (مرتب)

آپ سے ایک مرتبہ کہا گیا کہ فقہاء یوں یوں فرماتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم نے کبھی کسی فقیہ کو دیکھا بھی ہے؟ پھر فرمایا کہ فقیہ وہ ہے جو دنیا میں زاہد ہو، اپنے گناہوں کا بصیر ہو اور اپنے رب کی عبادت پر مداومت رکھتا ہو۔

آپ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ جس نے بھی درہم (یعنی مال و دولت) کی عزت کی اس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل فرما دیا۔

آپ فرماتے تھے کہ دنیا تمہاری سواری ہے۔ اگر تم اس پر سوار رہو گے تو تم کو سوار رکھے گی۔ اور اگر وہ تم پر سوار ہو گئی تو تم کو ہلاک کر دے گی۔

فرماتے تھے کہ علماء کا ورع دنیا اور مال کے سلسلہ میں ہوتا ہے۔ (یعنی

علماء کو چاہئے کہ اس میں پرہیزگاری اختیار کریں)

فرماتے تھے کہ اگر تم کو کسی سے عداوت ہو جائے اور وہ شخص اللہ کا مطیع و فرماں بردار ہے تو اس کے ساتھ دشمنی کرنے سے پرہیز کرنا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو تمہیں سپرد نہ فرمائیں گے۔ اور اگر نافرمان ہے تو خود اس کی نافرمانی ہی اس کے لئے کافی ہے۔ تو پھر اس سے عداوت کر کے اپنے کو تعب میں نہ ڈالو۔

فرماتے تھے کہ میں نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا کہ دنیا کو طلب کیا ہو اور اس کو آخرت مل گئی ہو۔ بخلاف اس کے کہ جس نے بھی آخرت کو طلب کیا اس کو دنیا بھی مل گئی۔

''صفۃ الصفوۃ'' ص ۲۳۶ میں ہے۔ ''عاصر الحسن خلقا کثیرا من الصحابۃ فارسل الحدیث عن بعضھم و سمع من بعضھم۔

یعنی صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایک جماعت کی معاصرت آپ کو حاصل ہے، اس لئے آپ نے ان کے بعض سے مرسلاً حدیث روایت کی اور بعض سے سماعت ثابت ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کی وفات اور آپ کی مقبولیت: اس خلوص، دینی انہماک اور علمی و روحانی کمالات کا یہ اثر تھا کہ سارا بصرہ ان کا گرویدہ تھا۔ سنہ ۱۱۰ھ میں جب ان کا انتقال ہوا تو سارے شہر نے ان کے جنازہ کے مشایعت کی۔ اور بصرہ کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ پوری آبادی کے قبرستان چلے جانے کی وجہ سے اس دن شہر کی جامع مسجد میں عصر کی نماز نہیں ہو سکی۔

(تاریخ دعوت و عزیمت جلد نمبر ۱ ص: ۶۷۔ بحوالہ ابن خلکان)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خیر ختام

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ "اقوال سلف صالحین رحمہم اللہ" کا حصہ اول مع اضافات ثمینہ کے تمام ہوا۔ یہ حقیقت ہے کہ (بنعمة اللّٰہ و توفیقه تتم الصالحات) یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے معمولی سے معمولی عمل بھی انجام تک پہنچتا ہے۔

اب عزم و ارادہ ہے کہ آئندہ جلدوں میں بھی ایسے ہی تفحص و تحقیق کے ساتھ مزید تابعین و تبع تابعین اور اس کے بعد کے صالحین و مصلحین کے تذکرے درج کروں گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اور آپ حضرات سے بھی درخواست ہے کہ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندگان صالحین کے تذکروں کو لکھنے کی صواب وسداد کے ساتھ مزید توفیق ارزانی فرماتے رہیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

اب آخر میں اپنے مخلص احباب اور عزیزوں سے امید ہے کہ حسب معمول سابق اس باب میں مدد و نصرت سے گریز نہ کریں گے۔ میں ان سب کا ممنون احسان ہوں اور رہوں گا اور دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

اس لئے اب ہم خلیفۂ راشد حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری جلد کو شروع کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ و باللہ التوفیق۔

محمد قمر الزمان الہ آبادی

شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ مطابق مارچ ۲۰۲۳ء

ماخذ و مصادر

ترجمہ شیخ الہندؒ	شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ
معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان
حل القرآن	مولانا حبیب احمد صاحب کیرانویؒ
قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہارویؒ
تلخیص قصص القرآن	مولانا سید تنظیم حسین صاحب شعبۂ تصنیف و تالیف انجمن اشاعت قرآن عظیم کراچی
تفسیر ابن کثیر	علامہ عماد الدین ابن کثیرؒ
قصص الانبیاء اردو	علامہ ابن کثیر
بخاری شریف	الامام محمد بن اسمٰعیل البخاریؒ
مسلم شریف	الامام الشیخ مسلم بن الحجاج القشیریؒ
مسند امام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبلؒ
ابن ماجه	امام ابن ماجہؒ
دلیل الفالحین	محمد بن علاء الشافعیؒ (شرح ریاض الصالحین)
روح المعانی	علامہ محمود آلوسیؒ
شعب الایمان	علامہ بیہقیؒ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

احیاء العلوم	امام غزالیؒ
سیراعلام النبلاء	علامہ شمس الدین ذہبیؒ
مجمع بحار الانوار	علامہ محمد طاہر صدیقی پٹنی گجرات
اسد الغابۃ	عالمہ ابن الاثیر الجزریؒ
الاصابۃ	علامہ ابن حجر العسقلانیؒ
تہذیب التہذیب	علامہ ابن حجر العسقلانیؒ
تقریب التہذیب	علامہ ابن حجر العسقلانیؒ
البدایۃ والنہایۃ	علامہ عماد الدین ابن کثیرؒ
تدریب الراوی	علامہ سیوطیؒ
تذکرۃ الحفاظ	علامہ شمس الدین ذہبیؒ
طبقات ابن سعد	علامہ محمد بن سعدؒ
لواقح الانوار فی طبقات الاخیار (طبقات کبریٰ)	علامہ شعرانیؒ
صفۃ الصفوۃ	امام جمال الدین ابن الجوزیؒ
قصص الانبیاء	علامہ عماد الدین ابن کثیرؒ
الیواقیت والجواہر	علامہ شعرانیؒ
سیرت انبیاء وحکمتِ مصطفیٰ ﷺ	مولانا خلیل الرحمن صاحب راز
نبیٔ رحمت	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ

المرتضیٰ	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ
تاریخ دعوت وعزیمت	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ
اعیان الحجاج	محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ
تذکرۂ مصلح الامتؒ	مرتب عفی عنہ
داعیانِ حق کے اوصاف	ڈاکٹر فضل الرحمن ندویؒ
سیرت خاتم الانبیاء	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ
سیر صحابہؓ	مولانا شاہ معین الدین صاحب
سیرت خلفائے راشدین	مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ
ازالۃ الضیق بسیرۃ ابوبکر صدیقؓ	مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی مانچسٹر
مقام صحابہؓ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ
تاریخی مقالات	پروفیسر خلیق احمد نظامی علی گڑھ
احسن السیر	عزیزم مولوی محبوب احمد ندوی
تذکرہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ	عزیزم مولوی محبوب احمد ندوی
چہل حدیث	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ
مکتوبات	حضرت مجدد الف ثانیؒ
دینی دسترخوان	مولانا عبدالقیوم صاحب مہاجر مدنیؒ
سیرتِ ابوبکر صدیقؓ	مولانا حبیب الرحمن صاحب شیروانی
واقعۂ کربلا	مولانا عتیق الرحمن صاحب سنبھلی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فضائل اعمال	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ
بیاضِ خاص	مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ
اعترافِ ذنوب مع اعترافِ قصور	مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ
یہ تیرے پُر اسرار بندے	مولانا ابو طالب ہاشمی
سیرتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ
رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ
عہدِ نبوت کی برگزیدہ خواتین ترجمہ ”نساء من عصر النبوۃ“	مولانا محمد اصغر صاحب کراچی
اثر الحدیث الشریف فی اختلاف الائمۃ الفقہاء	الاستاذ محمد عوامۃ
سیرۃ النبی	حضرت علامہ شبلی نعمانیؒ
تذکرۃ النعمان، ترجمہ عقود الجمان	شیخ محمد عبد اللہ القاسمی المدنی
دفاعِ امام ابو حنیفہؒ	مولانا عبد القیوم حقانی
تابعین	مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی
سیر التابعین	مولانا عبد الرحمن مظاہری
دورِ تابعین کی نامور خواتین ترجمہ ”نساء من عصر التابعین“	مولانا ثناء اللہ محمود
اقامۃ الحجۃ علیٰ ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ	مولانا عبد الحیٔ صاحب فرنگی محلی
تاریخِ حدیث و محدثین	الاستاذ محمد محمد ابو زھو

عثمان ذو النورین	حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ
بوستانِ سعدیؒ	شیخ سعدیؒ شیرازیؒ
ملفوظاتِ محدث کشمیریؒ	مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری
محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے	حضرت مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری
سیرتِ رسول کریم ﷺ	حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ
سیرت المصطفیٰ ﷺ	مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ
نوادراتِ سیرت	مولانا محمد احسن صاحب فتح پوری

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صلوٰۃ وسلام

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَا كَالْبَشَرِ
بَلْ هُوَ يَاقُوْتٌ بَيْنَ الْحَجَرِ

صَلِّ يَارَبِّ عَلٰى مَنْ لِاُوَيْسٍ مِنْهُ
طُهْرُ الْقَالِبِ وَالْقَلْبِ مِنَ الْاَدْنَاسِ

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com